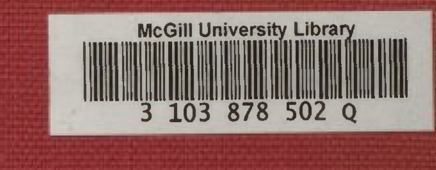
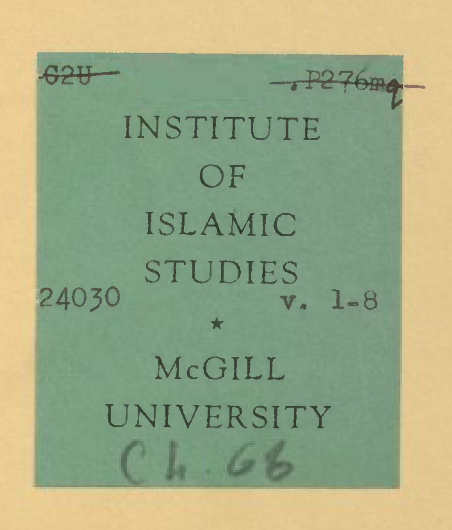
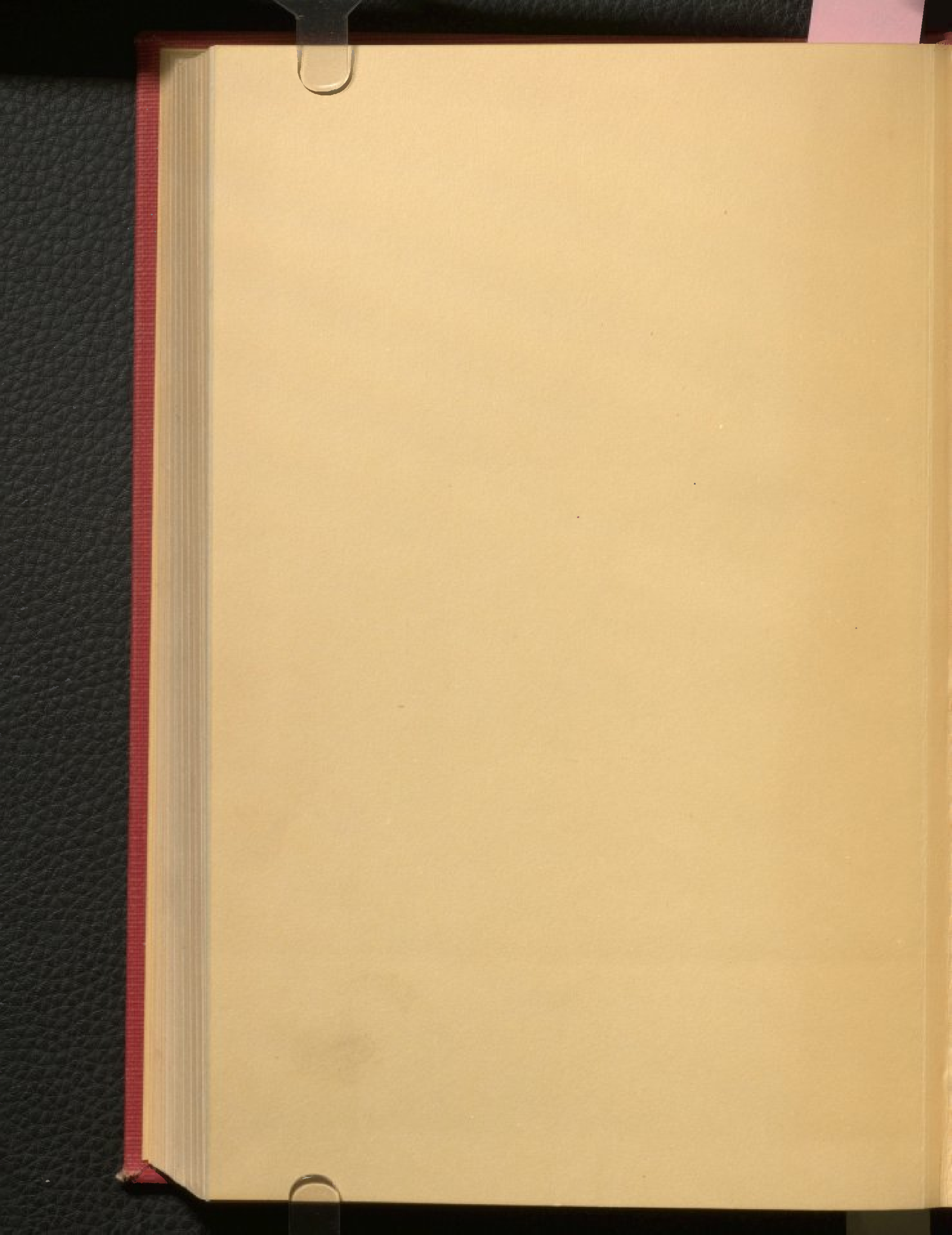
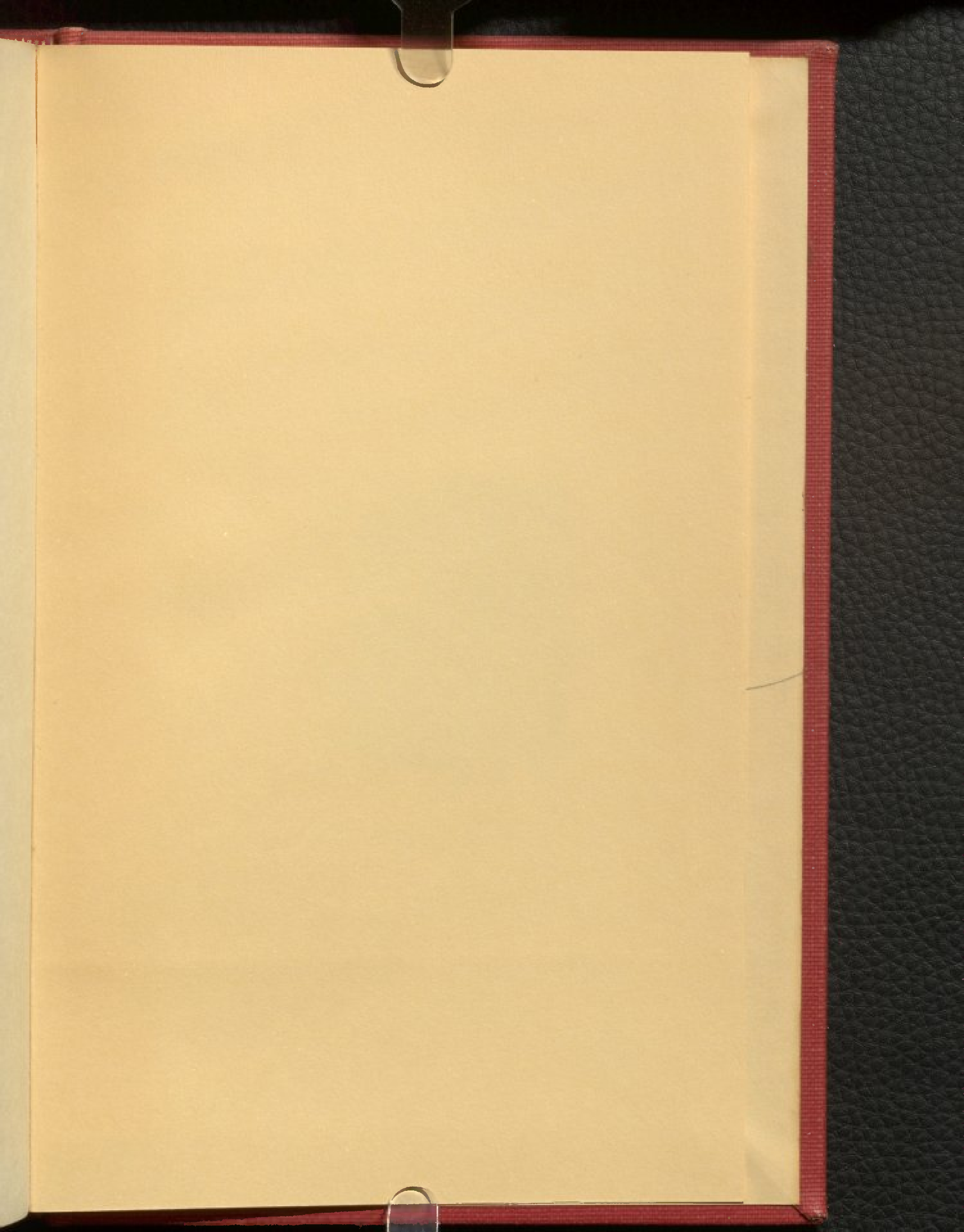
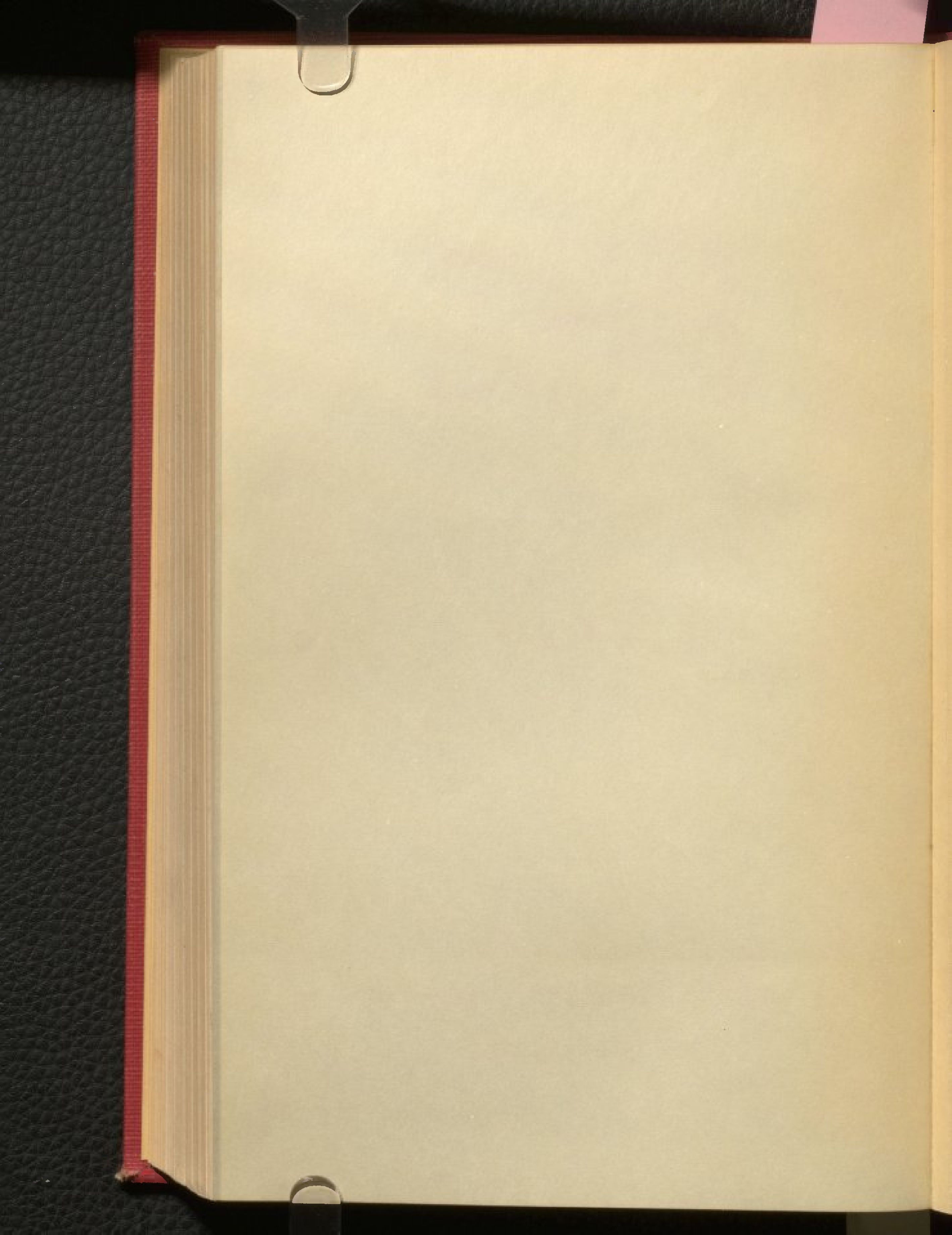

McGill University Library
3 103 878 502 Q

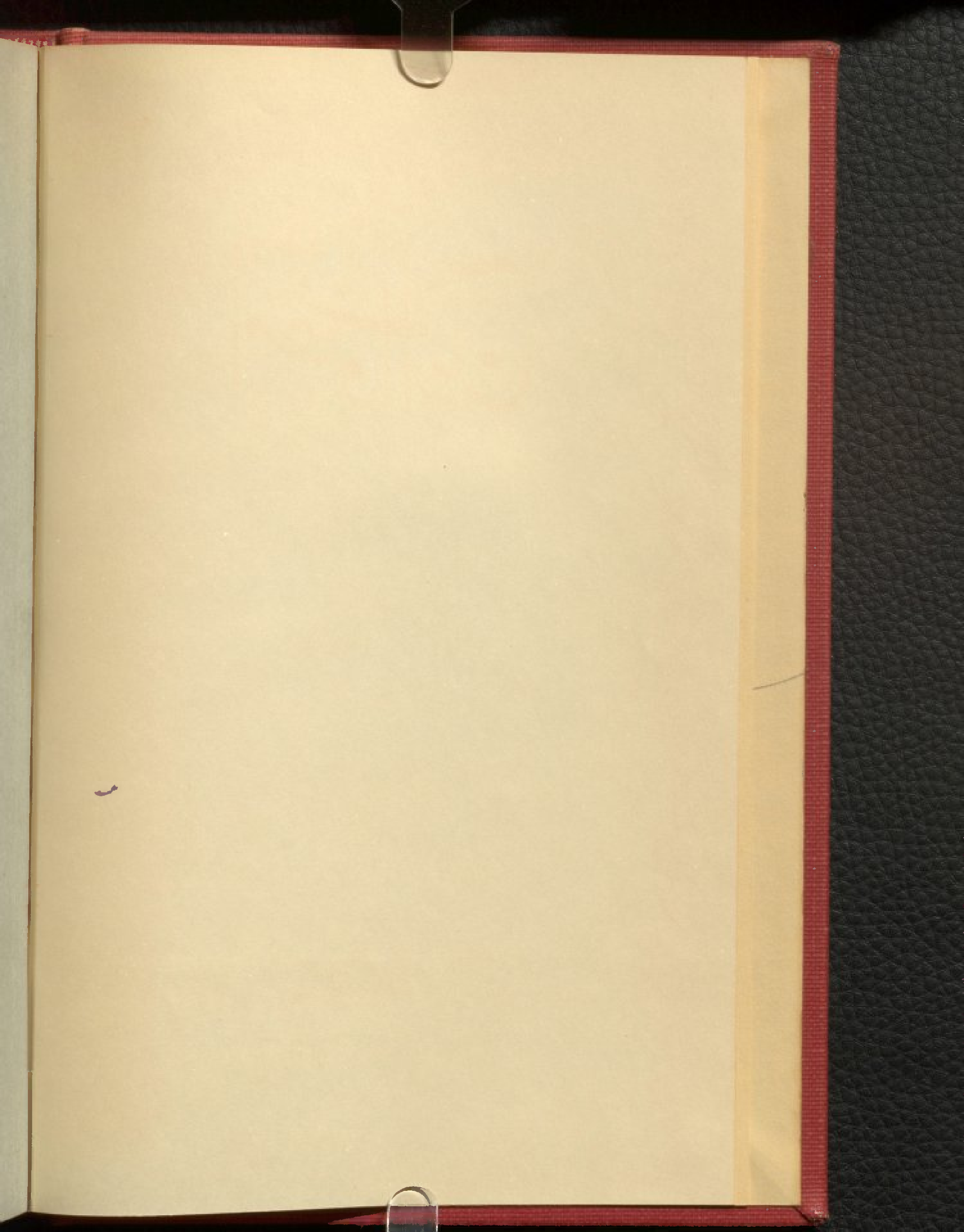


G2U .P276mq
INSTITUTE
OF
ISLAMIC
STUDIES
24030 v. 1-8
★
McGILL
UNIVERSITY
Ch. 68









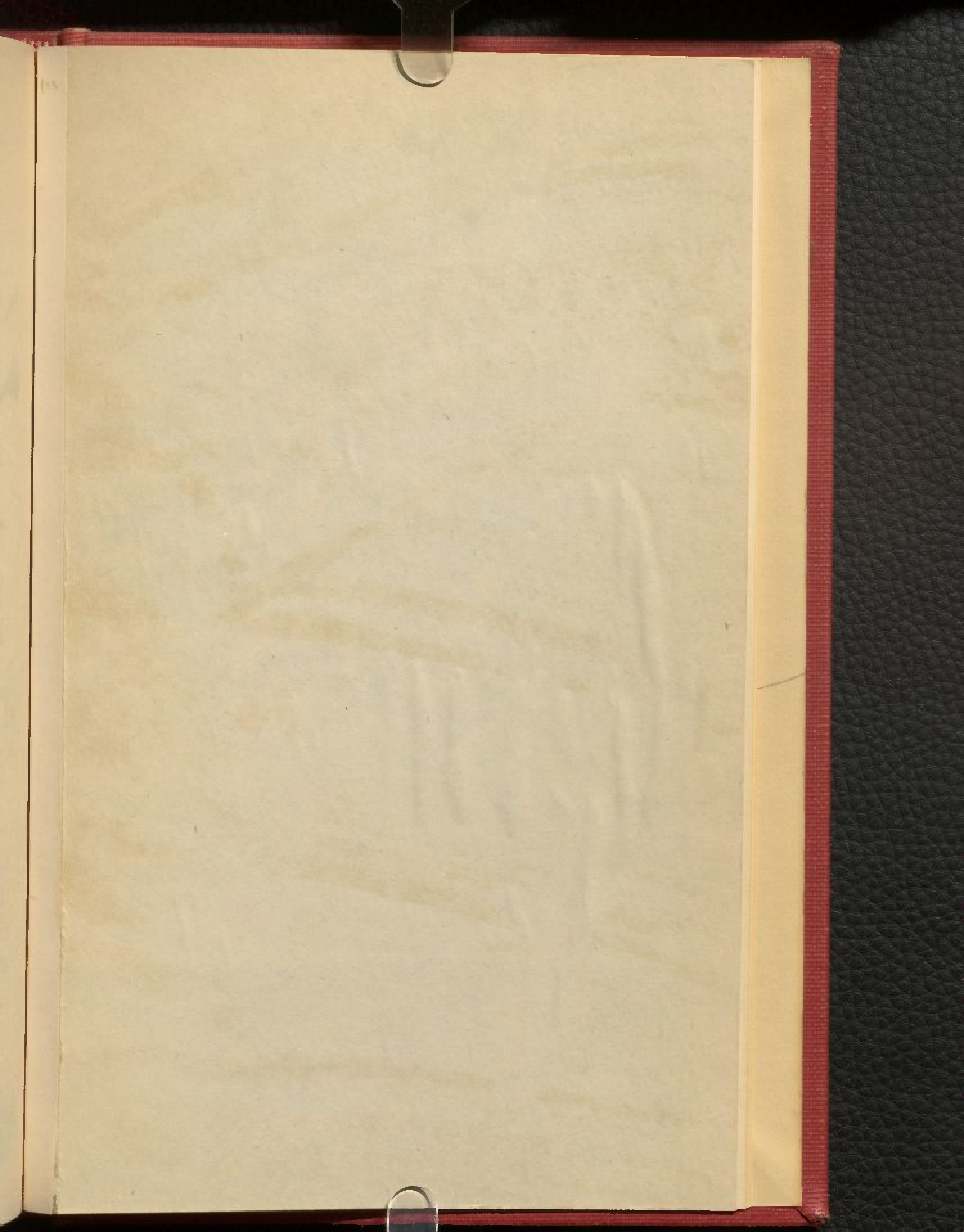
مفہوم القرآن

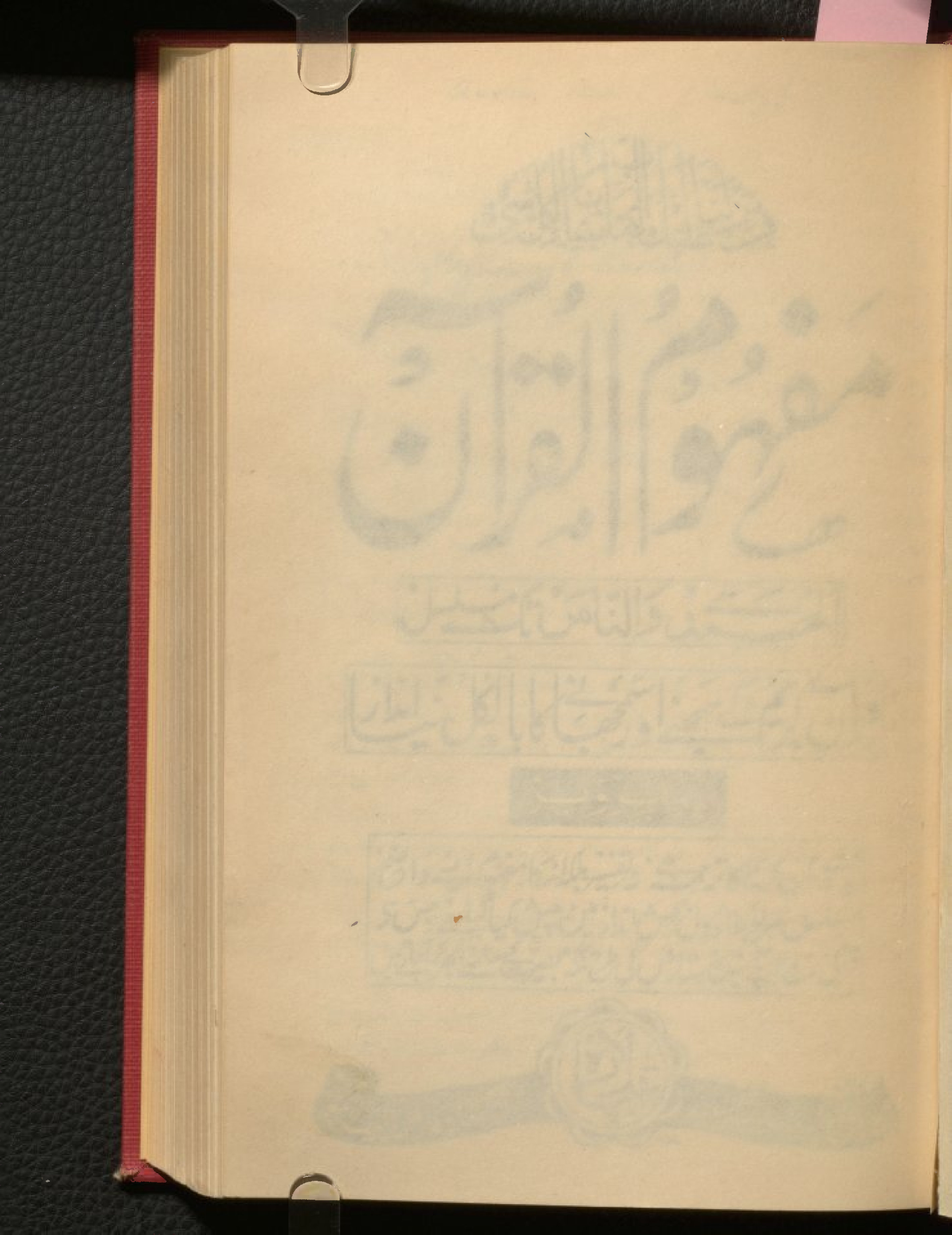
پہلا پارہ

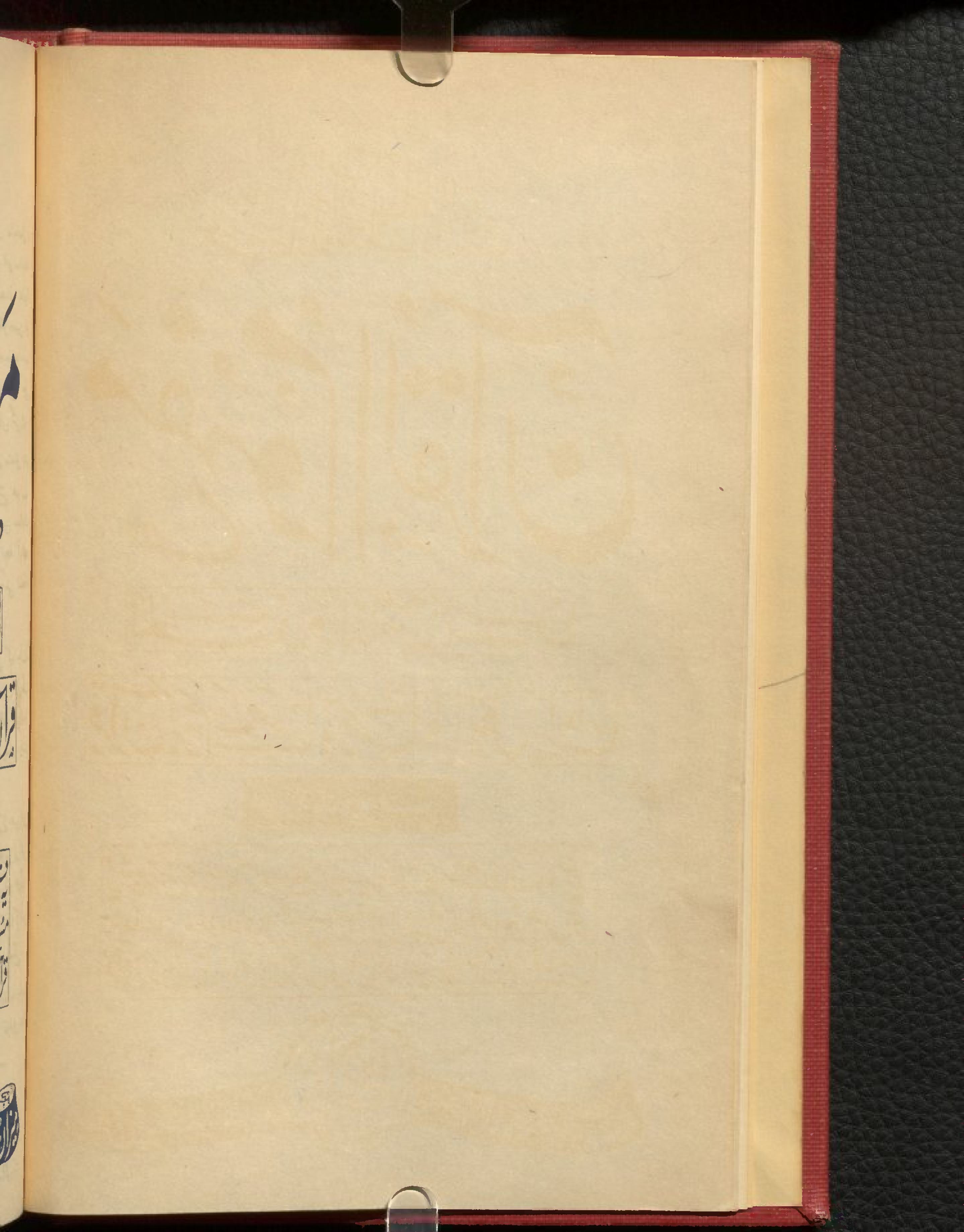
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷۔بی۔شاہ عالم مارکیٹ۔لاہور

قیمت 3/-







وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

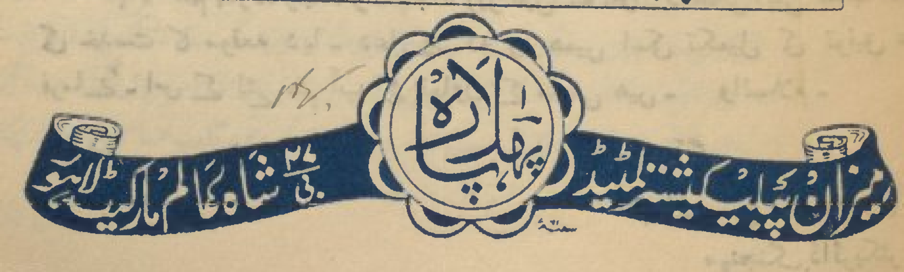
مفہوم القرآن

الحمد سے والناس تک مسلسل

قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز

از پرویز

یہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، نہ تفسیر بلکہ اس کا مفہوم ایسے واضح
مسلسل مربوط اور دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے
قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آجاتے ہیں



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ عزیز۔ سلام و رحمت

محترم پرویز صاحب کے مُدت العمر کے تدبر فی القرآن کے ماحصل، مفہوم القرآن کا پہلا پارہ پیش خدمت ہے۔ میزان پبلیکیشنز اپنی اس سعادت پر جسقدر بھی فخر کرے کم ہے۔ اس کے جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے اسکی طباعت کو حسین تر بنانے میں پوری پوری کوشش کی ہے۔ اسکی کتابت منشی سعید احمد صاحب (دیوبندی) کے حسنِ قلم کا شاہکار ہے جنہیں نسخ، نستعلیق، خفی، جلی اسالیب تحریر پر یکساں قدرت حاصل ہے۔ ساری کتاب بلاک میں چھاپی گئی ہے۔

۲۔ سب سے اہم سوال قرآن کریم کے متن کا تھا جس کے متعلق ہم چاہتے تھے کہ اس میں غلطی نہ رہ جائے۔ اس مقصد کے لئے ہم نے قرآن کریم کے متعدد نسخوں کو دیکھا اور ان سب میں، انجمن حمایت اسلام، لاہور، کے شائع کردہ نسخہ کو صحیح ترین پایا۔ چنانچہ آیات کو اُس نسخہ سے لیا گیا ہے۔ آپ آیات کے حوالہ کے لئے اُسی نسخہ کو سامنے رکھئے۔

۳۔ تجویز یہ ہے کہ مفہوم القرآن کا ایک ایک پارہ شائع کیا جائے لیکن ان پر صفحات کے نمبر مسلسل دئے جائیں تاکہ تکمیل کے بعد یہ ایک مربوط کتاب کی شکل میں سامنے آ جائے۔ آخر میں ایک مفصل انڈکس دیا جائیگا جس سے مختلف عنوانات کے ماتحت، تمام قرآنی آیات بیک وقت سامنے آسکینگی۔

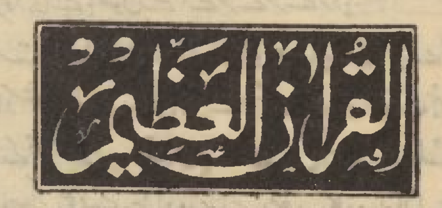
۴۔ اس پارہ میں ابتدائی ۳۲ صفحات تعارف اور مقدمہ کے ہیں اور ۱۰۵ صفحات مفہوم القرآن کے۔ اس اعتبار سے اسکی قیمت تین روپے رکھی گئی ہے۔ بقایا پاروں کی ضخامت کم ہوگی اس لئے ان کی قیمت بھی کم ہوگی۔

۵۔ اگر آپ ہمیں اپنے پتہ سے اطلاع دیدیں تو بہتر ہوگا تاکہ اگر اس سلسلہ میں کوئی ترمیم یا تکملہ شائع کیا جائے تو وہ آپ تک پہنچ سکے۔

۶۔ ہم بدرگاہ رب العزت سجدہ ریز ہیں کہ اس نے ہمیں اپنی کتاب عظیم کی خدمت کا موقعہ دیا۔ دعا ہے کہ وہ ہمیں اسکی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے لئے ہم آپ کے تعاون کے متمنی ہیں۔ والسلام۔

نیاز آگیں
عبدالرحمٰن (چوہدری)
مینجنگ ڈائریکٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



فاش گویم آنچہ در دل مضمر است　　ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود　　جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

انسانی تاریخ کی عبرت سامانی

تاریخ انسانیت پر نگاہ ڈالئے۔ یہ 'تعمیر و تخریب کی عبرت انگیز داستان' اور آبادی و ویرانی کی حدیث خونچکاں نظر آئے گی۔ ہر دور کے انسان کی جد و جہد اور سعی و کاوش کا ملخص یہ دکھائی دے گا کہ وہ اپنے لئے ایک عظیم الشان نظام تمدن تعمیر کرتا ہے۔ اس فلک بوس و کہکشاں گیر عمارت کے لئے انواع و اقسام کے نوادرات جمع کرتا ہے۔ وہ عمارت' اُس کے حسین تصورات کی مرکز۔ اس کی شاداب آرزوؤں کی محور اور گل پوش تمناؤں کی آماجگاہ بنتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس ایوان رفیع الشان کی تکمیل میں ارتقائے انسانیت کا راز پوشیدہ ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا وجود دُنیا کے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے پناہ گاہ ہے جو اسے ظلم و استبداد کے پنجۂ آہنی کی گرفت سے بچا کر امن و سکون عطا کر دے گا۔ وہ ایک عرصہ تک اِن تصورات کی دُنیا میں محو اور اس قصر عظیم المرتبت کی تکمیل و تزئین میں سرگرداں رہتا ہے' اور جوں جوں اُس کی دیواریں اوپر کو اُبھرتی ہیں' اُس کی نگاہوں میں چمک اور سر تیں میں بالیدگی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے ___ لیکن وہ عمارت ہنوز تکمیل تک بھی نہیں پہنچنے پاتی کہ دنیا اِس عبرت انگیز تماشے کو بصد حیرت دیکھتی ہے کہ وہی اِنسان' اُس عظیم و حسین عمارت کو خود اپنے ہاتھوں سے زمین پر گرا دیتا ہے' اور یوں اُس کی آرزوؤں اور تمناؤں کا وہ شگفتہ و شاداب مرقع' خاک کا ڈھیر بن جاتا ہے' اور' اُس کے بعد' اُس کے کھنڈرات' ایک حسین خواب کی پریشاں تعبیر کی نشاندہی کے لئے باقی رہ جاتے ہیں۔ بابل اور نینوا۔ مصر اور یونان۔ چین اور ترکستان۔ روم اور ایران کی تہاذیب کے کھنڈرات کو دیکھئے اور پہچانئے کہ وہ کیسے کیسے عظیم المرتبت تمدنوں کے مدفن ہیں' جن میں انسانی ناکامیوں اور نامرادیوں کی تاسف انگیز اور جگر پاش داستانیں محو خواب ہیں ___ وہ داستانیں جو ہر قلب حساس سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا (۱۶/۹۲)

دیکھنا! تمہاری مثال اُس بڑھیا کی سی نہ ہو جائے جس نے بڑی محنت سے سوت
کاتا اور پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

تہذیبِ حاضر

اگر آپ کو تاریخ کی ان کہنہ داستانوں کی ورق گردانی اور اقوامِ سابقہ کے اُجڑے ہوئے کاشانوں کی عبرت سامانی سے انسانی سعی و کاوش کے اس مآل و انجام تک پہنچنے کی فرصت نہیں، تو ایک نظر خود اپنے زمانے کے قصرِ تہذیب و تمدن پر ڈالیے جس کی چمک دمک نے اقوامِ عالم کی نگاہوں میں خیرگی پیدا کر رکھی ہے۔ ہمارا دور تہذیبِ مغرب کا دور کہلاتا ہے۔ اِس تہذیب کی سطوت و ثروت اور دبدبہ و طنطنہ کا یہ عالم ہے کہ انسان نے فطرت کی بڑی بڑی ہیبت قوتوں کو مسخر کر لیا ہے۔ اسبابِ رسل و رسائل اور ذرائع آمد و رفت کی محیر العقول برق رفتاری سے زمین کی طنابیں کھنچ گئی ہیں۔ سمندر اس کے تابع فرمان ہے۔ پہاڑ اس کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ زمین اس کے پاؤں کی ٹھوکروں سے اپنے دبے ہوئے خزانے اُگل رہی ہے۔ آسمان کی بجلیاں اس کے اشاروں پر ناچتی ہیں۔ ایٹم کی غیر مرئی جناتی توانائیاں اس کی مٹھی میں ہیں۔ وہ چاند اور سورج کو اپنے زیرِ دام لا رہا ہے۔ وہ کہکشاں پر کمندیں پھینکنے کی سوچ رہا ہے۔ انسان کو، اپنی ساری تاریخ میں، کبھی اس قدر کائنات گیر قوت حاصل نہیں ہوئی تھی۔

لیکن ابھی اس تہذیب کی عمر، نصف صدی سے بھی زیادہ ہونے نہیں پائی، کہ اِن بے پناہ قوتوں کا حامل انسان پکار اٹھا ہے کہ

> ہم نے زندگی کی ابتدا سائنس کی کاریگری سے کی، اس وثوق کے ساتھ کہ مادی کامرانیاں زندگی کے عقدوں کو حل کر دیں گی۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم غلطی پر تھے۔ زندگی کے مسائل اتنے آسان نہیں[1]۔

بلکہ یہاں تک کہ

> ہماری موجودہ تہذیب، اپنے قومی، معاشی، عائلی، اخلاقی، مذہبی اور ذہنی نظام کے ہر شعبہ میں، حماقت، جہالت، فریب اور ظلم کا مستقل مظاہرہ ہے[2]۔

چنانچہ اس قصرِ فلک بوس کی بنیادیں بری طرح سے کھوکھلی ہو رہی ہیں، اور ہر قلبِ حساس متوحش ہے کہ اگر، گذشتہ دو عالمگیر لڑائیوں کے بعد، ایک اور دھچکا لگا، تو نہ صرف یہ کہ اس کاخِ بلند کا نام و نشان تک مٹ جائے گا بلکہ اس کے سائے کے نیچے بیٹھی ہوئی انسانیت بھی کچل کر رہ جائے گی۔

---

[1] J. W. T MASON — in — Creative Freedom.
[2] G. A. DORSEY — in — CIVILISATION

۲۔ سوال یہ ہے کہ انسان کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ ظاہر ہے کہ دورِ قدیم کے تمدن کے ایوانات ہوں یا عصرِ حاضر کی تہذیب کے محلات، نہ انہیں پاگلوں نے بنایا تھا، نہ انہیں دیوانوں نے تعمیر کیا ہے۔ یہ نظامہائے تہذیب و تمدن، ہر دور کے انسانوں کی عقل و دانش کا ماحصل، اور ان کی تدبیری اور انتظامی صلاحیتوں کا نچوڑ تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسانیت کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد، ہر صاحبِ علم و بصیرت، لامحالہ اس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ

ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

> ہم نے تلخ تجارب کے بعد یہ سیکھا ہے کہ معاشرتی زندگی کی گتھیاں تنہا عقل کی رُو سے نہیں سُلجھ سکتیں..... اس لئے ہمیں تنہا عقل کو اپنا خدا نہیں بنا لینا چاہیئے۔ اس خدا کے عضلات (MUSCLES) تو بہت مضبوط ہیں لیکن اس کی ذات (personality) نہیں ہے۔ عقل، اسباب و ذرائع پر تو خوب نگاہ رکھتی ہے لیکن مقاصد و اقدار کی طرف سے اندھی ہوتی ہے۔[۵۱]

یعنی، انسانی عقل، فطرت کی قوتوں کو تو مسخر کر سکتی ہے لیکن انسانی معاملات کا اطمینان بخش حل دریافت نہیں کر سکتی۔ یہ اس کے دائرۂ منصب سے باہر کی چیز ہے۔ انسانی معاملات کے حل کے لئے ضروری ہے کہ یہ متعین کیا جائے کہ انسانی زندگی کا مقصد اور نصب العین کیا ہے۔ افراد اور اقوام کے مفاد میں تصادم کیوں ہوتا ہے اور اسے کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ کونسی چیز عالمگیر انسانیت کے لئے منفعت بخش ہے اور کون سی مضرت رساں۔ نوعِ انسان میں مشترک اقدار کونسی ہیں اور ان کا باہمی تعلق کیا ہے۔ ان اقدار کی حفاظت کیوں ضروری ہے۔ انسان کے بنیادی حقوق کیا ہیں اور ان حقوق کا تحفظ کس طرح ممکن ہے۔ ان امور کا تعین، عقل، اور اس کے مظاہر، علوم سائنس کے بس کی بات نہیں۔

> سائنس صرف یہ بتا سکتی ہے کہ "کیا ہے"۔ وہ یہ نہیں بتا سکتی کہ "کیا ہونا چاہیئے"۔ اسلئے 'اقدار' کا تعین کرنا اسکے دائرے سے باہر ہے۔ سائنس کے علمبرداروں نے اکثر اوقات اس امر کی کوشش کی ہے کہ وہ 'سائنس کی رُو سے' اقدار کے متعلق قطعی فیصلہ نافذ کر دیں۔ (لیکن یہ انکی غلطی ہے)...... سائنس کے نزدیک بس ایک "شے" ہوتی ہے۔ اسکی دنیا میں، آرزو۔ اقدار۔ خیر و شر، نصب العین جیسا کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ سائنس اقدار متعین کر سکتی ہے اور نہ ہی انہیں انسانی سینے کے اندر داخل کر سکتی ہے۔[۵۲]

۳۔ سوال یہ ہے کہ اگر انسانی معاملات کا حل اُنہی امور پر منحصر ہے اور ان کا تعین عقلِ انسانی کے بس کی بات نہیں، تو کیا، عقل کے علاوہ، کوئی اور سرچشمۂ علم بھی ہے جس سے ان امور کا تعین ہو سکے اور کاروانِ انسانیت، راستے کے خطرات سے محفوظ و مصئون، اپنی منزلِ مقصود کی طرف قدم بڑھاتا جائے؟

---

۵۱ ALBERT EINSTEIN — OUT OF MY LATER DAYS

۵۲ EINSTEIN (IBID)

ہدایت خداوندی

ظاہر ہے کہ اِس سوال کا جواب عقلِ انسانی کی رُو سے نہیں مل سکتا۔ اس لئے کہ عقل، اپنے علاوہ کسی اور سرچشمۂ علم کو جانتی ہی نہیں۔ اِس کا جواب ہمیں ایک اور گوشے سے ملتا ہے، جو پورے حتم و یقین سے کہتا ہے کہ

رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی ○ (۲۰/۵۰)

یعنی جس خدا نے کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا ہے، اُسی نے یہ انتظام بھی کر رکھا ہے کہ ان اشیاء کو بتائے کہ ان کی منزلِ مقصود کونسی ہے اور وہ اس منزل تک کس طرح پہنچ سکتی ہیں۔ اِس راہ نمائی کو وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو خدا کی طرف سے براہِ راست ملتی ہے۔

وحی کا سلسلہ

اشیائے کائنات میں، وحی (یعنی خدا کی طرف سے براہِ راست راہ نمائی ملنے) کا یہ سلسلہ از خود جاری و ساری ہے۔ ہر شے کی تخلیق کے ساتھ، اس کے اندر اس حقیقت کا علم رکھ دیا گیا ہے کہ اُس کی نشو و نما کے ذرائع کونسے ہیں اور اس نے اُنہیں کس طرح حاصل کرنا ہے۔ اُس کے فرائض زندگی کیا ہیں، اور انہیں کس طرح سرانجام دیا جائے گا۔ خارجی کائنات میں، اِس راہ نمائی (ہدایت) کو قوانینِ فطرت کہا جاتا ہے، اور حیوانات کی دنیا میں اسے جبلّت (INSTINCT) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہر شے، ان قوانین (یا جبلّت) کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ وَلِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ (۱۶/۴۹)۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب قوانینِ خداوندی کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ کسی کو ان سے یارائے سرکشی و مجالِ سرتابی نہیں۔ وَہُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ (۱۶/۴۹)۔ یہی وجہ ہے کہ یہ محیر العقول کارگہ کائنات، اس نظم و نسق اور حسن و زیبائی سے سرگرم عمل ہے کہ اس میں کہیں انتشار و اختلال نہیں۔ کسی قسم کا فتور یا فساد نہیں۔ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ (۶۷/۳)۔

انسان کی راہ نمائی

لیکن انسان کی کیفیت اِس سے مختلف ہے۔ اس کی راہ نمائی (دیگر اشیائے کائنات کی طرح) پیدائش کے ساتھ، اِس کے اندر ودیعت نہیں کی گئی۔ بکری کا بچہ، پیدائشی طور پر جانتا ہے کہ اس کے لئے گھاس "حلال" ہے اور گوشت "حرام"۔ شیر کو، از خود، علم ہوتا ہے کہ اس کے لئے گوشت "جائز" ہے اور گھاس "ناجائز"۔ لیکن انسانی بچہ کو کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق بھی اتنا علم نہیں ہوتا کہ اس کے لئے کونسی شے نفع بخش ہے اور کونسی مضرت رساں۔ چہ جائیکہ اُسے خیر و شر کی تمیز اور صحیح اور غلط اقدار کی تعیین کی استعداد از خود حاصل ہو۔

آدمی اندر جہانِ خیر و شر　　کم شناسد نفع خود را از ضرر

کس نداند زشت و خوب کار چیست　　جادۂ ہموار و ناہموار چیست

انسانی اختیار و ارادہ

۴۔ انسان کے اندر یہ راہ نمائی (وحی) اس لئے نہیں رکھی گئی کہ اگر ایسا کیا جاتا تو یہ بھی (دیگر اشیائے کائنات کی طرح)، اِس راہ نمائی کے مطابق چلنے پر مجبور ہو جاتا — صاحبِ اختیار

وارادہ نہ رہتا — اِس کا اختیار وارادہ وہ شرفِ عظیم ہے جس سے یہ دیگر اشیائے کائنات سے ممتاز و متمیز ہے۔ یہی اس کی سرفرازی و سربلندی کا باعث ہے اور اسی سے یہ مسجودِ ملائکہ اور مخدومِ خلائق ہے۔ اگر انسان کو قوتِ انتخاب حاصل نہ ہوتی تو یہ پتھر کا بت ہوتا یا زندانِ فطرت میں محبوس و پابجولاں قیدی۔ اگر اِس میں سرکشی و سرتابی کی استعداد نہ ہوتی تو اس کی اصول پرستی کبھی وجۂ شرف اور باعثِ تحسین و تبریک نہ ہوتی۔ اس لئے کہ نیکی' وہی نیکی ہے جو بدی کی قدرت رکھتے ہوئے کی جائے۔ اطاعت وہی اطاعت ہے جو سرکشی کی استطاعت کے باوجود اختیار کی جائے۔ اُس سر کے جھکنے میں خوبی ہے جس کی پیشانی میں سرفرازیاں جھلک رہی ہوں۔ جس میں انتقام کی قوت نہیں' اس کے عفو میں کیا خوبی ہے' جس میں ہمسری کی ہمت نہیں' اس کا کسی کو جھک کر سلام کرنا خوئے غلامی ہے۔ اختیار رکھتے ہوئے' اپنے آپ پر کنٹرول رکھنا ہی وجۂ شرفِ انسانیت ہے۔ اسی سے اس کی ممکنات مشہود ہوتی ہیں اور زندگی ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل بنتی ہے۔ اس کے اختیار وارادہ کا تقاضا تھا کہ خدا کی طرف سے راہ نمائی اس کے اندر ودیعت کر کے نہ رکھی جاتی۔

تو کیا انسان کو اس راہ نمائی کے بغیر چھوڑ دیا گیا؟ نہیں۔ اسے بھی یہ راہ نمائی دی گئی' لیکن اس کے لئے طریق دوسرا اختیار کیا گیا۔ یہ راہ نمائی' مشیتِ خداوندی کے پروگرام کے مطابق' ایک فرد کی طرف وحی کی جاتی جو اسے دوسرے انسانوں تک پہنچاتا' اور اسے اُن کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا کہ وہ اسے' علیٰ وجہ البصیرت' قبول کرلیں' یا اِس سے انکار کر دیں۔ انہیں بتا دیا جاتا کہ اگر وہ اس کے مطابق زندگی بسر کریں گے تو ہر قسم کی شادابیاں اور سرفرازیاں ان سے ہمکنار ہوں گی۔ اگر اس کے خلاف چلیں گے تو اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوگا۔

خدا کی یہ وحی' ان مقتدر ہستیوں کی وساطت سے جنہیں انبیاء کرامؑ کہا جاتا ہے' مختلف ادوار میں ملتی رہی' لیکن زمانہ کے حوادث اور انسانی تحریف کے ہاتھوں' وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہ رہی۔ یہ وحی'

قرآن کریم آخری اور مکمل شکل میں' اب سے قریباً چودہ سو سال پہلے' محمد رسول اللہؐ کی وساطت سے' انسانوں تک پہنچی۔ اِس کے مجموعہ کا نام القرآن العظیم ہے۔

۵۔ قرآن کریم' خدا کی طرف سے بتدریج نازل ہوتا رہا اور قریب تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں تکمیل تک پہنچا۔ نبی اکرمؐ نے اس کی کتابت اور حفاظت کا پورا پورا اہتمام و انتظام کیا۔ چنانچہ حضورؐ کی وفات کے وقت' یہ اپنی مکمل شکل میں' کتابی صورت میں بھی موجود تھا اور سینکڑوں حفاظ کے سینوں میں بھی محفوظ۔ یہی کتاب اپنی اصلی شکل اور ترتیب کے ساتھ' اِس وقت ہمارے پاس موجود ہے' اور تاریخی شہادات سے ثابت ہے کہ ان چودہ صدیوں میں' اِس میں ایک حرف کا بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدائے جلیل نے لے رکھا ہے۔ یہ عظیم المرتبت کتاب' ابدی حقائق کا مجموعہ اور مستقل اقدار کا صحیفہ ہے۔ اس میں اِنسانی زندگی کے ہر گوشے کے لئے مکمل راہ نمائی موجود ہے۔

اِنسانی تصنیف، اپنے ماحول کی پیداوار، اور ایک خاص مقصد کی ترجمان ہوتی ہے، اس لئے اس کی زندگی ہنگامی اور وقتی، اور اس کی افادیت محدود ہوتی ہے۔ لیکن آسمانی کتاب کی کیفیت اس سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ فضا اور ماحول کے اثرات سے بلند اور زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہوتی ہے۔ نہ اس کی تعلیم کبھی پرانی اور فرسودہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کسی مقام پر انسان سے یہ کہتی ہے کہ میں اس سے آگے نہیں جاسکتی۔ وہ ہمیشہ زمانے کی امامت کرتی ہے اور انسانی زندگی کے ہر تقاضے کا اطمینان بخش حل بتاتی ہے۔ اس میں، افراد کی صلاحیتوں کی نشو و ارتقاء کے اصول بھی ہوتے ہیں اور اقوام کے عروج و زوال سے متعلق قوانین بھی ——— قرآن کریم ان تمام خصوصیات کی حامل، آسمانی کتاب ہے، اور نوع انسان کے لئے آخری ضابطہ حیات ہونے کی وجہ سے، ہر حیثیت سے مکمل اور ہمہ گیر ہے۔

اِنسانی ناکامیوں کی وجہ

۶۔ ربّ جلیل کی اِس کتاب عظیم نے بتایا کہ انسان کی ناکامیوں اور نامرادیوں۔ تباہیوں اور بربادیوں۔ خوں ریزیوں اور فساد انگیزیوں کی بنیادی وجہ وہ تصورِ حیات ہے، جو اس نے غلط نگہی اور کج فہمی کی بناء پر انسانی زندگی کے متعلق قائم کر رکھا ہے۔ یہ نظریہ وہ ہے جسے عصرِ حاضر کی اصطلاح میں، مادّی تصوّرِ زندگی (MATERIALISTIC CONCEPT OF LIFE) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ کی رُو سے سمجھا یہ جاتا ہے کہ انسان، حیوانات ہی کی بڑھی ہوئی شکل ہے اور اس کی ہستی، اس کے مادی پیکر (جسم) سے وابستہ ہے؛ اور بس۔ اس کی زندگی، حیوانات کی طرح، طبیعی قوانین کے تابع سرگرمِ عمل رہتی ہے، اور انہی قوانین کے مطابق، ایک دن اس کے جسم کی مشینری بند ہو جاتی ہے۔ اس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس فرد کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ لہذا، انسان کے سامنے نہ حیوانی تقاضوں سے بلند کوئی تقاضا ہے، نہ طبیعی مقاصد کے علاوہ کوئی اور مقصد۔ عقل کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ان تقاضوں کی تسکین کا سامان بہم پہنچائے اور اس کے لئے جو وسائل و ذرائع اختیار کرے، ان کے جواز کے دلائل تراشے۔ اس نظریہ کے مطابق زندگی بسر کرنے والوں کے سامنے، "جنگل کے قانون" (یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس) سے بلند کوئی اور قانون ہو نہیں سکتا ——— اور اس کا نتیجہ ظاہر ہے ——— اس سے مختلف افراد کے مفاد میں تصادم ہوتا ہے، اور جب یہی تصادم، افراد سے آگے بڑھ کر، اقوام تک پہنچتا ہے تو اس کی زلزلہ خیزیوں اور آتش فشانیوں سے اِنسانی دُنیا کا گوشہ گوشہ ویران ہو جاتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ انسان نے اپنی تمدّنی زندگی کے لئے جس قدر راستے اختیار کئے، وہ اسے، سکون و اطمینان کی جنّت کے بجائے، تباہی اور بربادی کے جہنم کی طرف لے گئے اور اس کے قصرِ حیات کی کوئی منزل بھی اپنی بنیادوں پر قائم نہ رہ سکی۔ اس لئے کہ

اِنسانی ہیئتِ اجتماعیہ کا کوئی نِظام جس کی بنیاد باطل اصولوں
پر ہو کبھی قائم نہیں رہ سکتا، خواہ اس باطل نظام کو کیسے ہی
حسنِ تدبر اور دانش اطواری سے کیوں نہ چلایا جائے۔ اس کی بنیادی

کمزوری، خارجی نظم و ضبط اور اِدھر اُدھر کی جزئی مرمت سے، کبھی رفع نہیں ہو سکتی۔[۵]

دوسرا تصورِ حیات

اس کے برعکس قرآنی تصورِ حیات یہ ہے کہ انسان صرف اس کے طبیعی جسم سے عبارت نہیں۔ اسے، جسم کے علاوہ، ایک اور شے بھی عطا ہوئی ہے، جسے 'انسانی ذات' (Human personality) کہا جاتا ہے۔ انسانی ذات، نشو و نما یافتہ شکل میں نہیں ملتی، بلکہ مضمر اور خوابیدہ صورت میں ملتی ہے۔ اس کی مضمر صلاحیتوں کو نشو و نما دے کر اس کی ممکنات کو مشہود کرتے جانا، انسانی زندگی کا مقصود ہے۔ اگر انسانی ذات کی مناسب نشو و نما ہو جائے تو، اس سے انسانی زندگی، موت کے بعد مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اسے جنتی زندگی کہتے ہیں۔ جس طرح انسان کی جسمانی زندگی کی پرورش کیلئے قوانین مقرر ہیں، اسی طرح اس کی ذات کی نشو و نما کے لئے بھی قوانین متعین ہیں۔ یہ قوانین وحی کے ذریعے عطا کئے گئے ہیں اور قرآن کریم کے اندر محفوظ ہیں۔

انسانی معاشرہ کی تشکیل

۷۔ انسانی ذات کی نشو و نما انفرادی طور پر نہیں ہو سکتی، بلکہ معاشرہ کے اندر رہتے ہوئے ہو سکتی ہے۔ اس لئے، انسانی ذات کی نشو و نما کے لئے جو قوانین، قرآن کریم میں درج ہیں، ان سے انسانی معاشرہ کی تشکیل کے لئے بھی راہ نمائی ملتی ہے۔ جو معاشرہ ان قوانین کے مطابق متشکل ہوتا ہے، اس کے پیش نظر پوری کی پوری انسانیت کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اس میں نہ افراد کے مفاد میں باہمی تصادم ہوتا ہے، نہ اقوام کے مقاصد میں تزاحم۔ اس لئے کہ انسانی ذات کی نشو و نما کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جو شخص، جس قدر دوسروں کی نشو و نما کرے گا، اسی قدر اس کی ذات کی نشو و نما ہو گی۔ ظاہر ہے کہ جس معاشرہ میں ہر فرد کی کوشش یہ ہو کہ وہ زیادہ سے زیادہ دوسروں کی منفعت کا کام کرے (تاکہ اس سے اس کی ذات کی نشو و نما ہو) اس میں مفاد کے ٹکراؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔ اور جب باہمی مفاد میں تصادم نہیں ہو گا تو وہ الجھنیں خود بخود ختم ہو جائیں گی جن کی وجہ سے انسانی تاریخ، یفسد فی الارض ویسفك الدماء (عالمگیر فساد انگیزیوں اور خونریزیوں) کا عبرت انگیز صحیفہ، اور اس کا ہر ورق انسانی چیرہ دستیوں اور ستم کوشیوں کا بھیانک مرقع بن رہا ہے۔ ان قوانین کو، جو خدا کی اس عظیم المرتبت کتاب میں منقوش ہیں، مستقل اقدار یا غیر متبدل اصولِ حیات کہا جاتا ہے۔ یہ اصول، انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہیں اور عالمگیر انسانیت کی ابدی راہ نمائی کے لئے کافی۔ ان میں نہ کسی تغیر و تبدل کی ضرورت ہے، نہ حک و اضافہ کی گنجائش۔ یہ ساحلِ حیات پر روشنی کے مینار کی طرح استادہ ہیں اور زندگی کی تلاطم خیزیوں اور زمانے کی طوفان انگیزیوں میں انسانی کشتی کے ناخداؤں کی منزلِ مقصود کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ عقل انسانی کو ان روشنی کے میناروں کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح انسانی آنکھ کو سورج کے نور کی احتیاج۔

[۵] ROBERT BRIFFAULT —— The MAKING OF HUMANITY.

جنتی معاشرہ

ان مستقل اقدار اور غیر متبدل اصولوں کے مطابق، آج سے چودہ سو سال پہلے، سرزمین حجاز میں نبی اکرمؐ اور حضورؐ کے رفقائے کارؓ کے مقدس ہاتھوں قرآنی معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئی اس معاشرہ نے جس قدر انسانیت ساز اور جنت بداماں نتائج مرتب کئے، انسانی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔

> دُنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ، قانون اور سلطنتیں پیدا کیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کرسکے جو اکثر اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئیں۔ لیکن اس انسان (محمدؐ) نے صرف جیوش و عساکر، مجالس قانون ساز، وسیع سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں ہی کو حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسانوں (کے قلوب) کو بھی جو اس زمانے کی آباد دُنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے تھے.... اس نے ایک ایسی کتاب کی اساس پر، جس کا ایک ایک لفظ قانون کی حیثیت رکھتا ہے، ایک ایسی قومیت کی بنیاد رکھی جس نے دُنیا کی مختلف نسلوں، اور زبانوں کے امتزاج سے ایک "اُمتِ واحدہ" پیدا کردی — یہ لافانی اُمت باطل کے خداؤں سے سرکشی اور تنفر اور خدائے واحد کے لئے والہانہ جذب و عشق — یہ ہیں دُنیا میں اس عظیم ہستی کی یادگاریں۔ بہت بڑا مفکر۔ بلند پایہ خطیب۔ پیغامبر۔ مقنن۔ سپہ سالار۔ معتقدات کا فاتح۔ صحیح نظریۂ حیات کو علیٰ وجہ البصیرت قائم کرنے کا ذمہ دار۔ اس نظام کا بانی جس میں باطل خدا، ذہنوں کی دنیا تک میں بار نہ پاسکیں۔ بیس دنیاوی سلطنتوں اور اس کے اوپر ایک آسمانی بادشاہت کا بانی[1]۔

دنیاوی سلطنتوں کے اوپر یہ "آسمانی بادشاہت" انہی مستقل اقدار اور غیر متبدل اصولوں کی فرمانروائی تھی جن کی حدود کے اندر رہتے ہوئے قرآنی معاشرہ اپنا نظم و نسق سرانجام دیتا ہے، اور جس سے انسانیت کے ہر گوشے سے، حیاتِ نو کے چشمے اُبلتے اور اس کی کشت امید کو سیراب کرتے ہیں۔ جب تک یہ نظام قائم رہا، نوعِ انسان اس کی منفعت بخشیوں سے متمتع ہوتی رہی۔

اس کے بعد

اس کے بعد جب انسانوں نے اس کا دامن چھوڑ دیا، تو، حیوانی سطح زندگی کے تقاضے پھر غالب آگئے اور انسانی ذات کا تصور ان کے نیچے دب گیا۔ نتیجہ یہ کہ تباہیوں اور بربادیوں کے جس عذاب میں باقی اقوامِ عالم مبتلا تھیں، اسی میں یہ قوم بھی ماخوذ ہوگئی، اس لئے کہ قانون خداوندی کی نگاہ میں نہ کوئی قوم چہیتی ہے، نہ سوتیلی۔

[1] LAMARTINE — HISTORY DE LA TURQUIE (VOL. II)

جو قوم، قرآن کی مستقل اقدار کے مطابق زندگی بسر کرے گی، خوشگواریوں اور سرفرازیوں کی جنت سے بہرہ یاب ہوگی۔ جو ان کے خلاف جائے گی، نکبت و زبوں حالی کے جہنم میں جا گرے گی۔

۹- اُس دور ہمایوں کے بعد، قرآنی نظام دنیا میں کہیں قائم نہیں ہوا لیکن خدا کا کائناتی قانون، دنیا کو بتدریج، آہستہ آہستہ، قرآنی اقدار کے قریب لا رہا ہے۔ "آہستہ آہستہ" اسلئے کہ کائناتی قانون کی رفتار بڑی سست ہوتی ہے۔ قرآن کے الفاظ میں، اس کا ایک ایک دن ہمارے حساب و شمار سے، ہزار ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ دنیا کس طرح ان اقدار کے قریب آرہی ہے، اس کا اندازہ دو چار مثالوں سے لگائیے۔

چند مثالیں

نزولِ قرآن سے پہلے، ذہنِ انسانی کا فیصلہ یہ تھا کہ ملوکیت، عین "انسانی فطرت" کے مطابق نظامِ جہاں بانی ہے۔ قرآن کریم نے اس تصور کی تردید کی اور کہا کہ انسانوں کو اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرنے چاہئیں۔ کسی انسان کو اس کا حق حاصل نہیں کہ دوسرے انسانوں سے اپنا حکم منوائے۔ قرآن نے یہ تصور دیا اور نبی اکرمؐ نے اس کے مطابق نظامِ مملکت قائم کرکے دکھا دیا۔ اُس وقت عام انسانی ذہن کے لئے یہ تصور نامانوس تھا، اس لئے اُس نے اسے نہ اپنایا۔ لیکن آپ دیکھئے کہ وہی ذہن، کس طرح اپنے سابقہ تصور کو چھوڑ کر، قرآنی تصورِ مملکت کی طرف آرہا ہے۔

انسانی ذہن کا اُس وقت فیصلہ یہ تھا کہ غلاموں کا وجود معاشرہ کا جزو لاینفک ہے اور فطرت کی صحیح تقسیم کا نتیجہ۔ قرآن نے یہ انقلابی تصور دیا کہ تمام افرادِ انسانیہ اپنی پیدائش کے اعتبار سے یکساں واجب التکریم ہیں، اس لئے کسی فرد کا دوسرے کو غلام بنا لینا، خلافِ انسانیت ہے۔ اُس وقت کے ذہن کی عام سطح نے اس تصور کو ناقابلِ قبول سمجھا، لیکن اس کے بعد انسان نے خود اس تصور کے خلاف بغاوت کی اور غلامی کو انسانیت کے لئے لعنت قرار دیا۔

اُس وقت یہ تصور عام تھا کہ رنگ اور نسل کے اعتبار سے، ایک انسان کو دوسرے انسان پر فضیلت حاصل ہے۔ قرآن کریم نے کہا کہ یہ محض توہم پرستی ہے۔ انسان کی قدر و قیمت اس کے جوہرِ ذاتی سے ہے، نہ کہ انتساباتِ نسبی کی بنا پر۔ اُس زمانے نے اس تصور کو اپنے لئے ناآشنا پایا، لیکن اب دیکھئے کہ دنیا سے یہ قدیم تصور کس طرح اُٹھتا جا رہا ہے، اور قرآنی تصور اس کی جگہ لے رہا ہے۔

اُس زمانے میں جاگیرداری۔ زمینداری۔ سرمایہ داری کا نظام عین مطابقِ فطرت سمجھا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے یہ انقلاب انگیز تصور پیش کیا کہ رزق کے سرچشموں کا مقصد نوعِ انسانی کی نشوونما ہے، اس لئے وسائلِ پیداوار تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر کھلے رہنے چاہئیں، اور معاوضہ محنت کا ہونا چاہیئے، نہ کہ سرمایہ کا۔ اُس زمانے کے انسانی ذہن نے اس عظیم انقلابی تصور کو ٹھکرا دیا۔ لیکن اب دنیا، رفتہ رفتہ، اپنے نظامِ کہن سے تنگ آکر قرآنی نظام کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔

اُس زمانے میں' دنیا مختلف قبائل اور اقوام میں بٹی ہوئی تھی' اور عالمگیر انسانیت کا تصوّر کسی کے سامنے نہیں تھا۔ قرآن کریم نے بتایا کہ نوعِ انسان ایک ہمہ گیر برادری ہے اور اس کی عملی تشکیل کا طریق یہ ہے کہ ساری دنیا کا نظامِ حکومت ایک ہو' اور یہ نظام وحی کی عطا کردہ مستقل اقدار کے مطابق قائم ہو۔ یہ بات اُس زمانے کے محدود ذہن میں سما نہ سکی' لیکن اب دیکھئے' دنیا کس طرح اقوام کی تفریق و تقسیم سے تنگ آکر' ایک عالمگیر نظام کی تلاش میں مضطرب و بیقرار ہے۔ اگرچہ اُسے اس کی بنیاد نہیں ملتی — اس کی بنیاد صرف قرآنی اقدار سے مل سکے گی۔

اس قسم کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں' لیکن ہم' بغرضِ اختصار' انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ زبانِ وحی نے صدیوں پہلے بتا دیا کہ نوعِ انسان کے لئے صحیح نظامِ زندگی کونسا ہے۔ جن لوگوں نے اس کی صداقت پر یقین کیا' انہوں نے اس نظام کو متشکل کر دیا' اور اسکے زندگی بخش' تعمیری نتائج نے وحی کے دعوے کو سچا ثابت کر دکھایا۔ دوسرے لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اپنے لئے تنہا عقل کی راہ نمائی کو کافی سمجھا۔ عقل نے بھی بالآخر اسی سمت کو صحیح پایا جس کی نشاندہی وحی نے کی تھی' لیکن اُسے اس نتیجہ تک پہنچنے میں ڈیڑھ ہزار سال کا عرصہ لگ گیا' اور اس کے لئے انسان کو جن جانکاہ مشقتوں اور جگر پاش مصیبتوں سے گزرنا پڑا' اس کی شہادت تاریخ کے رنگین اوراق دیتے ہیں۔

عقل کا تجرباتی طریق

عقل کا طریق تجرباتی ہے۔ یہ' کسی عقدہ کے حل کے لئے ایک تدبیر سوچتی ہے۔ اس پر عمل شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن صدیوں کے تجربہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ تدبیر غلط تھی۔ اس پر' عقلِ انسانی دوسری تدبیر سامنے لاتی ہے۔ پھر اس پر عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یوں پیہم ناکام تجارب کے بعد' کہیں ہزاروں سال میں عقلِ انسانی صحیح نتیجہ تک پہنچتی ہے۔ لیکن انسان کو اس کی جس قدر قیمت ادا کرنی پڑتی ہے' اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اِس کے برعکس' وحی' پہلے ہی دِن' حقیقت کو بے نقاب کر کے سامنے لے آتی ہے اور اس طرح' ایک طرف انسان کا اِس قدر قیمتی وقت بچا دیتی ہے اور دوسری طرف' اسے ان تمام ہلاکتوں اور تباہیوں سے محفوظ رکھتی ہے جو عقل کے تجرباتی طریق کا لازمی نتیجہ ہیں۔ گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ پُکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ انسان' آخر الامر' اُس نظامِ زندگی کو اختیار کرے گا جسے قرآن کریم نے پیش کیا تھا —— اس کے سوا اسے کوئی چارہ ہی نہیں —— لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ انسان نے (الف لیلہ کی روایتی بوتل کا کارک کھول کر) تباہی اور بربادی کی جن ہیبب عفریتی قوتوں کو فضا میں منتشر کرنا شروع کر دیا ہے' اور وہ جس تیزی سے انسانی زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں' کیا اس سے اِسے اتنی مہلت ملے گی کہ یہ عقل کے تجرباتی طریق سے' قرآنی نظامِ زندگی کی پناگاہ تک صحیح و سلامت پہنچ جائے؟ واقعات اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔

نزولِ قرآن کے وقت' دنیائے تہذیب و تمدّن کی حالت کیا ہو چکی تھی' اس کا نقشہ' ایک

مغربی مؤرخ نے اِن الفاظ میں کھینچا ہے۔

اُس وقت ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا وہ قصرِ رشید جس کی تعمیر میں چار ہزار سال صرف ہوئے تھے، منہدم ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا اور نوعِ انسانی پھر اسی بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی جہاں ہر قبیلہ، دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا اور آئین و ضوابط کو کوئی جانتا تک نہ تھا۔ . . .

نزولِ قرآن کے وقت دُنیا کا نقشہ

غرضیکہ وقت وہ آچکا تھا جبکہ ہر طرف فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔ تہذیب کا وہ بلند و بالا درخت جس کی سرسبز و شاداب شاخیں کبھی ساری دُنیا پر سایہ فگن تھیں، اور آرٹ، سائنس اور لٹریچر کے سنہری پھلوں سے لدی ہوئی تھیں، اب لڑکھڑا رہا تھا۔ عقیدت و احترام کی زندگی بخش نمی اسکے تنے سے خشک ہو چکی تھی اور وہ اندر سے بوسیدہ اور کھوکھلا ہو چکا تھا۔ جنگ و جدال کے طوفان نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے جو صرف پرانی رسموں کے بندھن سے یک جا کھڑے تھے اور جن کے متعلق خطرہ تھا کہ اب گرے یا اب۔

اِس کے بعد یہ مؤرخ یہ سوال سامنے لاتا ہے کہ،

کیا ان حالات میں کوئی ایسا جذباتی کلچر پیدا کیا جا سکتا تھا جو نوع انسان کو ایک مرتبہ پھر ایک نقطہ پر جمع کر دے؟

اور خود ہی اس سوال کا جواب اِن الفاظ میں دیتا ہے کہ

یہ اَمر مُوجب حیرت و استعجاب ہے کہ اس قسم کا نیا کلچر عرب کی سرزمین سے پیدا ہوا۔ اور اُس وقت پیدا ہوا جبکہ اس کی اشد ضرورت تھی۔

آج دُنیا کی حالت اُس سے کہیں زیادہ نازک اور تشویش انگیز ہو چکی ہے جو زمانہ نزولِ قرآن کے وقت تھی۔ لیکن جس طرح قرآن کریم نے، انسانیت کو تباہی اور بربادی کے جہنم میں گرنے سے اُس وقت بچا لیا تھا، آج بھی اس میں اتنی قوت اور صلاحیت ہے کہ وہ گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھال لے، اور راستے کی پُرخطر گھاٹیوں سے بچا کر اسے صحیح و سلامت منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔ اور دُنیا ایک بار پھر اس عظیم حقیقت کو بے نقاب دیکھ لے کہ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ (۲/۳۸)۔ جو قوم قوانین خداوندی کا اتباع کرے گی، وہ خوف و حزن سے مامون رہے گی۔

قرآن اَب بھی سنبھال سکتا ہے

ؔ QUOTED BY IQBAL IN HIS LECTURES.

قرآن، پریشاں خاطر و افسردہ حال، حیران و سرگرداں، راہ گم کردہ انسانیت کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ (۳/۱۳۸)۔ تم تباہی و بربادی کی ہیبت قوتوں سے مت خوف کھاؤ۔ تاریک مستقبل کی اندوہناکیوں اور ہلاکت سامانیوں سے مت گھبراؤ۔ جی نہ چھوڑو۔ حوصلہ نہ ہارو۔ مایوس نہ ہو۔ میں جو نظام پیش کرتا ہوں اس کی صداقت پر بھروسہ کر کے اسے عملاً آزماؤ۔ اور پھر دیکھو کہ تم شکست و ریخت کی ان تمام قوتوں پر غلبہ پا کر، کس طرح، خاک کی پستیوں سے آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچتے ہو۔ یہ نظام اس کے سوا کیا ہے کہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے، ان کے ماحصل کو وحی کی عطا کردہ اقدار کے مطابق، نوعِ انسان کی نشوونما کے لئے صرف کیا جائے اور اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھا جائے کہ

مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (۱۳/۱۷)

دُنیا میں وہی نظامِ حیات باقی رہ سکتا ہے جو تمام نوعِ انسانی کیلئے منفعت بخش ہو۔

اِس کا عملی طریق

اِس کا عملی طریق یہ ہے کہ ایک خطۂ زمین کو اِس نظام کی تجربہ گاہ بنا کر، اس کے درخشندہ و تابناک، حیات بخش و انسانیت ساز نتائج کو دُنیا کے سامنے لایا جائے اور یوں مضطرب و پریشان اقوامِ عالم کو بتایا جائے کہ ان کے لئے امن و سلامتی کا راستہ کونسا ہے۔ ان سے کہا جائے کہ

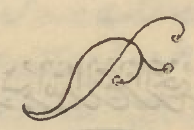
چارہ این است کہ از عشق کشادے طلبیم
پیشِ او سجدہ گذاریم و مرادے طلبیم

تم نے تنہا عقل کی راہ نمائی کو آزما کر دیکھ لیا۔ اب ذرا وحی کی شمعِ نورانی کو دلیلِ راہ بنا کر دیکھو!

لیکن یہ عملی طریق وہی قوم اختیار کر سکتی ہے جو ایک طرف قرآنی نظام کو اچھی طرح سمجھے اور دوسری طرف عصرِ حاضر کے تقاضوں پر اس کی نگاہ ہو۔ میں گذشتہ پچیس تیس سال سے قرآن کو اسی انداز سے قوم کے سامنے پیش کرتا چلا آ رہا ہوں۔ مفہوم القرآن، جس کا تعارف آیندہ صفحات میں آپ کے سامنے آئے گا، اسی جہد پیہم اور سعیِ مسلسل کی ایک اہم کڑی ہے جو میرے مدت العمر کے تدبر فی القرآن کا ماحصل ہے۔ مقصد اس سے اس عظیم حقیقت کا وانشگاف کرنا ہے کہ قرآن کریم، نوعِ انسانی کے لئے کس قسم کا نظامِ زندگی تجویز کرتا ہے اور وہ مستقل اقدار کونسی ہیں جن کی بنیادوں پر اس فلک بوس و کہکشاں گیر نظام کی حسین و جمیل عمارت استوار ہوتی ہے۔ اور وہ کس طرح، غلط نظامہائے زندگی کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے انسان کے لئے گوشۂ عافیت اور مرکزِ حیات بنتی ہے۔ جب نوعِ انسانی کا یہ آخری ملجا و ماوی وجود میں آئے گا تو نوامیسِ فطرت اس کی طرف آنے والے انسانوں کا استقبال لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ○[1] (۴۱/۳۱) کی نشاط آور بشارتوں سے کریں گے۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ○[2] (۳۶/۵۸) کی نویدِ جاں فزا و نشیدِ دل نواز ان کے لئے فردوسِ گوش

---

[1] اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جسے تمہارا جی چاہے اور جس کی تم آرزو کرو۔ [2] خدائے رحیم کی طرف سے امن و سلامتی کی نویدِ جاں فزا۔



بنے گی۔ اور ندائے جمال، جنّت سے نکلے ہوئے آدم سے، بکمال شفقت و محبّت کہے گی کہ

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ (۴۳/۷۲)

یہ ہے وہ جنت جس کے تم اپنے اعمال کی بدولت وارث بنائے گئے ہو۔

(اب تمہیں اس سے کوئی نہیں نکال سکے گا۔)

اور، کامیاب و شادکام 'انسان'، ہزار مسکراہٹوں سے، آسمان کی طرف دیکھ کر کہے گا کہ

دیدۂ آغازم ـــــ انجام نگر۔

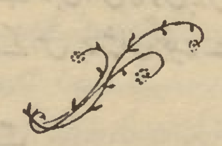
قرآن عظیم یہ کچھ کر کے دکھا سکتا ہے۔

گر زمینی! آسماں سازد ترا	آنچہ حق می خواہد آں سازد ترا
خستہ باشی، استوارت می کند	پختہ مثل کوہسارت می کند
صیقلش آئینہ سازد سنگ را	از دلِ آہن رباید زنگ را
نوعِ انساں را پیامِ آخریں	حاملِ اُو رحمۃٌ للعالمین

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (۱۷/۹)[1]

۲۵۔بی ـــ گل برگ
لاہور

پرویز
جولائی ۱۹۶۱ء



[1] یقیناً یہ قرآن، سفرِ زندگی میں، اُس راہ کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی، ہموار اور محکم ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ



تعارف

چوں مسلماناں اگر داری جگر — در ضمیر خویش و در قرآں نگر
صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست — عصرہا پیچیدہ در آناتِ اوست

خدائے جلیل کی کتاب عظیم کا مختصر سا تعارف' سابقہ صفحات میں کرایا جا چکا ہے۔ وہیں یہ حقیقت بھی سامنے آچکی ہے کہ اِنسانی زندگی کے معاملات' تنہا عقل کی رُو سے حل نہیں ہو سکتے۔ اِن کا حل اسی صورت میں مِل سکتا ہے جب عقل' وَحیِ خداوندی کی روشنی میں کام کرے۔ یہ وَحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں' قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے' اور تمام نوعِ انسان کے لئے' ہمیشہ کیلئے' ضابطۂ ہدایت ہے۔ یہ کتاب عظیم' ہر فرد اور ہر قوم کو' ہر زمانے میں' زندگی کے دوراہے پر بتاتی ہے کہ صحیح راستہ کونسا ہے اور غلط کونسا۔ انسانیت کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے' نہ اِس کتاب کی راہ نمائی سے مفر ہو سکتا ہے' نہ ہی اس کا کوئی بدل ہے۔ سوال یہ ہے کہ حقائق و معارف کے اِس بے بہا خزینہ اور رشد و ہدایت کے اس بے مثال گنجینہ سے' عصرِ حاضر میں کس طرح راہ نمائی حاصل کی جائے۔

قرآن فہمی کی اہمیت

۲- یوں تو دُنیا کی ہر کتاب کی یہ کیفیت ہے کہ جب تک اُسے سمجھا نہ جائے اس سے مستفید نہیں ہوا جا سکتا' لیکن جس کتاب کی پوزیشن یہ ہو کہ انسان کو' زندگی کے ہر معاملہ میں' اُس سے راہ نمائی حاصل کرنی ہے' اُسے کما حقہٗ سمجھنے کی اہمیت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔

یہ کتاب، زندگی کے مسائل کے لئے عملی اُصول (فارمولے) دیتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عملی اُصول (فارمولا) اُسی صورت میں صحیح نتیجہ پیدا کرسکتا ہے، جب اس کے ہر جزو، مختلف اجزا کی ترتیب اور اس کے مجموعی طریقِ عمل کا صحیح صحیح علم ہو۔ اگر ان میں سے کسی ایک عنصر کے سمجھنے میں بھی غلطی ہوجائے، تو وہ اُصول کبھی صحیح نتائج مُرتب نہیں کرے گا اور انسان کی ساری محنت رائگاں جائیگی۔ اِس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کی صداقت پر ایمان رکھتے اور اسے ضابطۂ حیات سمجھتے ہیں، اُن کے لئے، اِس کتاب کا صحیح طور پر سمجھنا کس قدر ضروری ہے۔ اُن کی تو زندگی، اور زندگی کی کامیابیوں کا دارومدار ہی اِس پر ہے۔

۳۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ایک عرصہ تک اِس کتاب عظیم کی یہ حیثیت، اور اس کے سمجھنے کی اہمیت، ہماری نگاہوں سے اوجھل رہی (اور اس کا خمیازہ بھی ہم نے بھگتا۔ اور ابھی تک بھگت رہے ہیں)۔ اسے ایک "مقدس صحیفہ" سمجھا جاتا رہا، جس کا مطلب یہ تھا کہ اسے ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر، اونچے طاق پر رکھا جائے، تاکہ اُس کی جانب پُشت ہوجانے سے اس کی بے ادبی نہ ہو۔ یا، اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لئے، اس کی قسم کھائی جائے۔ اور اگر اسے پڑھا جائے تو محض بغرض "ثواب" ——— خواہ وہ ثواب اپنے لئے ہو یا مُردوں کو بخشنے کے لئے۔ لیکن مقامِ مسرّت ہے کہ اب، رفتہ رفتہ، اس بلند و بالا کتاب کا صحیح مقام سامنے آرہا ہے، اور اسے سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت نمایاں ہورہی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا رجحان اس کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کے حقائق کو بے نقاب دیکھنے کی تڑپ ان کے دل میں پیدا ہورہی ہے۔ لیکن اسے شکایت ہے کہ مروجہ ترجموں سے قرآن کریم سمجھ میں نہیں آتا، اور تفاسیر کا

نوجوان طبقہ کی مُشکلات

یہ عالم ہے کہ کثرتِ تعبیر سے، خواب، پریشاں سے پریشاں تر ہو جاتا ہے۔ اِس سے نوجوان گھبرا اُٹھتا ہے اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرے۔ اِس کے شوق کا یہ عالم ہے کہ وہ بار بار قرآن کریم کی تلاوت شروع کرتا ہے، لیکن اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ ذوق اور عقیدت کی بنا پر، پہلے پارہ کے رُبع یا نصف تک بمشکل پہنچتا ہے، اور اس کے بعد اسے مجبوراً بند کردیتا ہے۔

۴۔ میں قرآن کریم کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں جس نے اپنی عمر اس کے سمجھنے اور سمجھانے میں صرف کی ہے۔ قرآنی فکر کو دوسروں تک پہنچانے کے سلسلہ میں میرا اوّلین مخاطب طبقہ، قوم کا یہی نوجوان، تعلیم یافتہ گروہ رہا ہے (اور اب تک ہے)۔ میں نے نوجوانوں کی نفسیات کا مطالعہ کیا ہے۔ اِن کے دِل کی گہرائیوں میں اُتر کر اِن کے جذبات و احساسات، اور رجحانات و میلانات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اِن کے ذہن میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات پر بنظرِ تعمّق غور کیا ہے اور اُن اسباب و علل کی تحقیق کی ہے جن کی وجہ سے یہ، اکثر، "مذہب" سے برگشتہ ہوجاتے ہیں۔ میں ہزارہا نوجوانوں سے ملا ہوں جن کے سینے میں، عدم یقین اور تذبذب کی آتش خاموش

سلگ رہی تھی لیکن ہنوز بھڑکی نہیں تھی۔ اوران ژولیدہ مو' آشفتہ مغز' بیباک سرپھروں سے بھی جن کی یہ آگ 'شعلہ بن کر اٹھی' اور جوالہ مُکھی کی طرح پھٹ پڑی تھی' اور جنہیں مذہب' اور اس کی طرف منسوب کردہ ہر شے سے بیزاری ہی نہیں بلکہ چڑسی ہوگئی تھی۔ میں نے' نہ کبھی اوّل الذکر گروہ کے تذبذب اور ڈھلمل یقینی کو "لاحول" پڑھ کر ٹھکرایا' اور نہ ہی ثانی الذکر کے سرکش جذبات کو ماتھے کی شکنوں سے دھتکارا۔ میں نے ان کے لئے 'ہمیشہ' اپنے سینے کو کھُلا رکھا اور انہیں سمجھنے اور قریب لانے کی کوشش کی۔ اس کے لئے میں نے' قرآن کریم کے ابدی حقائق کو' اپنے دور کی علمی سطح کے مطابق' عقل و بصیرت کی روشنی میں ان کے سامنے پیش کیا' اور ان کے شکوک و شبہات کی خلشوں کو' دلائل و براہین سے دُور کرنے کی کوشش کی۔ اِس کا نتیجہ بالعموم یہ نِکلا' کہ جو مذہب کو گالیاں دیتے ہوئے آتے وہ دینِ خداوندی کے گرویدہ بن کر جاتے۔ میں' اس طرح' آہستہ آہستہ' اِس طبقہ کو قرآن کریم تک لے آتا' اور اِس کے بعد اِن سے کہتا کہ وہ اسے خود سمجھنے کی کوشش کریں ——— وہ اِس کے لئے کوشش کرتے' اور نہایت نیک نیتی سے ایسا کرتے' لیکن (جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں)' ہار تھک کر پکار اٹھتے' کہ مروّجہ ترجموں سے قرآنِ کریم ان کی سمجھ میں نہیں آتا!

میں نے جب ان کی مشکلات پر غور کیا تو ان کی شکایت کو دُرست پایا۔ وہ ایسا کہنے میں حق بجانب تھے کہ قرآن کریم مروّجہ تراجم سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اِن میں سے جنہوں نے' تراجم سے آگے بڑھ کر' کسی تفسیر کو دیکھا تھا' ان کا کہنا یہ تھا کہ اس سے' قرآن کریم کا سمجھ میں آنا تو ایک طرف' انسان کے ذہن میں مزید الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ اجمال تھوڑی سی تفصیل چاہتا ہے۔

رِوَایات کی رُو سے تفسیر

۵۔ کہا یہ جاتا ہے کہ "قرآن کریم نبی اکرمؐ پر نازل ہوا اور حضورؐ نے اسے صحابہؓ کی جماعت کو سمجھایا۔ ظاہر ہے کہ اِس آسمان کے نیچے اِس ذاتِ اقدس و اعظمؐ سے بہتر نہ تو کوئی قرآن کو سمجھانے والا ہو سکتا ہے' اور نہ قدوسیوںؓ کی اس جماعت سے بہتر' سمجھنے والا ——— اِس لئے ہمیں قرآن فہمی کے سلسلہ میں کسی اور طرف رُخ کرنے کی ضرورت ہی نہیں"۔ یہ بالکل بجا اور درست ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جو کچھ حضورؐ نے سمجھایا تھا وہ اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں ہم تک نہیں پہنچا۔ اِس کا واضح اور بیّن ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم کی جس تفسیر کو نبی اکرمؐ کی ذاتِ گرامی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' وہ زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ وہ حضورؐ کی حقیقی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ مثلاً' صحیح بخاری کو احادیثِ نبویؐ کا مستند ترین مجموعہ قرار دیا جاتا ہے۔ اِس میں ایک حصّہ کِتَابُ التَّفْسِیْر کا ہے۔ یعنی اس میں قرآنی آیات کی وہ تفسیر درج کی گئی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ نبی اکرمؐ نے بیان فرمائی تھی۔ یہ تفسیر کس قسم کی ہے' اِس کے لئے آپ سورۃ بقرہ کی اُس آیت کو لیجئے جو اُس میں سب سے پہلے درج ہے۔ یعنی' وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ

كُلَّهَا (۲/۳۱)۔ "آدم کو خدا نے تمام چیزوں کے نام بتادیئے"۔ اِس کی تفسیر میں لکھا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ رسولِ خداؐ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سب مسلمان جمع ہو کر مشورہ کریں گے کہ آج ہم کسی کو اپنا شفیع بنائیں۔ اور آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ سب کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ نے ملائکہ سے سجدہ کرایا ہے اور آپ کو تمام نام سکھائے ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کریں تاکہ ہم آج اس جگہ کی تکلیف سے راحت پائیں۔ وہ کہیں گے کہ آج میں اِس قابل نہیں۔ اور اپنا گناہ یاد کریں گے (خلافِ حکم درخت کا پھل کھالیا تھا) اور اللہ سے شرمائیں گے۔ اور کہیں گے کہ تم نوحؑ کے پاس جاؤ۔ ان کو اللہ نے سب سے پہلا نبی بنا کر زمین پر بھیجا تھا۔ سب آدمی ان کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے کہ آج میں اس قابل نہیں اور اپنا گناہ یاد کر کے شرمائیں گے۔ اور کہیں گے کہ تم ابراہیمؑ خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ سب ان کے پاس آئیں گے۔ یہ بھی ایسا ہی کہیں گے اور کہیں گے کہ تم موسٰیؑ کے پاس جاؤ۔ اللہ نے اِن سے باتیں کی ہیں اور توریت عطا فرمائی ہے۔ وہ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں آج کے دن تمہارا شفیع نہیں ہو سکتا' اور اپنا گناہ یاد کر کے اللہ سے شرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم عیسٰیؑ کے پاس جاؤ۔ وہ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ جب ان کے پاس آئیں گے یہ بھی ایسا ہی کہدیں گے اور کہیں گے کہ تم محمدؐ کے پاس جاؤ جس کے اللہ نے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔ وہ اس وقت میرے پاس آئیں گے۔ میں ان کو اللہ کے پاس بخشوانے لے جاؤں گا اور اللہ کے حضور (داخلہ کی) اجازت طلب کروں گا تو مجھ کو (آنے کی) اجازت ملے گی۔ تو جس وقت میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا اور اللہ جو بات میرے دل میں ڈالے گا وہ کہوں گا۔ پھر اللہ کی طرف سے کہا جائے گا (اے محمدؐ) سر کو اُٹھا اور سوال کر تاکہ عطا کیا جائے۔ اور کہہ تیرا کہنا سنا جائے گا اور تیری شفاعت قبول کرلی جائے گی۔ اِس وقت میں سر اٹھاؤں گا۔ اور جیسے اللہ نے مجھے تعلیم دی تھی ویسے ہی اس کی تعریف بجالاؤں گا۔ پھر شفاعت کروں گا۔ اس وقت ایک گروہ بخشا جائے گا (یعنی مہاجرین وانصار' اور بڑے بڑے نیک بندے۔ اولیاء۔ شہداء) اور ان کو جنت میں بھجوادوں گا۔ پھر اللہ کی طرف آؤں گا اور دیکھ کر سجدے میں جاؤں گا اور شفاعت کروں گا۔ اس مرتبہ بھی ایک گروہ بخشا جائے گا۔ اسی طرح تیسری دفعہ۔ پھر چوتھی دفعہ ایسے ہی شفاعت کروں گا۔ پھر اللہ سے کہوں گا کہ کوئی باقی نہیں رہا سوائے ان کے جن کو قرآن نے روکا ہے اور ان پر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنے کا حکم ہے۔ ابو عبداللہ بخاری کہتے ہیں' جن کے بارے میں

یہ آیت (خَالِدِیْنَ فِیْھَا) ہے۔

(ترجمہ مرزا حیرت دھلوی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۱۹)۔

ظاہر ہے کہ یہ روایت ' وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کی تشریح نہیں کرتی۔ اور اس کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ نبی اکرمؐ کی بیان فرمودہ تفسیر کا صحیح ریکارڈ نہیں ہو سکتی۔

ایک اور آیت لیجئے۔ سورۂ مائدہ میں ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ... (۵/۸۷)۔ " اے ایمان والو! جس کو اللہ نے تمہارے لئے حلال اور پاک کر دیا ہے اس کو تم حرام مت بناؤ"۔ اس کی تفسیر میں صحیح بخاری میں حسب ذیل روایت مذکور ہے۔

> عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ ہم رسولؐ خدا کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں (اور عورتوں سے جدائی کی برداشت نہ ہوتی تھی بوجہ حرارت اور قوت کے) تو ہم نے عرض کیا۔ آیا ہم خصّی ہو جائیں۔ آپ نے منع فرمایا' اور پھر اجازت دیدی کہ عورت سے تھوڑے یا زیادہ دن مقرر کر کے' جس میں وہ عورت راضی ہو نکاح کر لو (تاکہ اس فعل یعنی خصّی ہونے سے بچو اور نگاہ بد کسی پر نہ پڑے)۔ پھر یہ آیت پڑھی (ایضاً صفحہ ۴۶۰)

آیت کا مطلب صاف تھا' لیکن اس تفسیر نے ذہن میں جو اُلجھاؤ پیدا کر دیا وہ ظاہر ہے۔ (اس سے چند دنوں کے لئے عارضی نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے)۔ لہٰذا' یہ تفسیر نبی اکرمؐ کی نہیں ہو سکتی۔

میں اِن دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر آپ تفصیل میں جانا چاہتے ہوں تو صحیح بخاری (یا صحاح ستہ میں سے کسی اور کتاب) میں تفسیری روایات ملاحظہ فرمالیں۔ بات واضح ہو جائے گی کہ ان روایات کی رُو سے' جنہیں نبی اکرمؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور جن کا مضمون بتاتا ہے کہ وہ نبی اکرمؐ کے ارشادات گرامی نہیں ہو سکتے' قرآن کریم سمجھ میں نہیں آسکتا۔

تفسیر ابنِ کثیر

۶۔ کتب احادیث کے بعد' ہمارے سامنے کتب تفاسیر آتی ہیں۔ ان میں اس تفسیر کو معتبر ترین سمجھا جاتا ہے جس کی تائید میں کوئی حدیث یا صحابہؓ میں سے کسی کا قول درج ہو۔ ان تفاسیر میں' تفسیر ابن کثیر بڑی قابل اعتماد سمجھی جاتی ہے۔ اس میں آیت (وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا) کی تفسیر میں لکھا ہے۔

> فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام بتائے۔ یعنی ان کی تمام اولاد کے' سب جانوروں کے' زمین' آسمان' پہاڑ' تری' خشکی' گھوڑے' گدھے' برتن بھانڈے' چرند پرند' فرشتے تارے وغیرہ تمام چھوٹی بڑی چیزوں کے نام...... صحیح قول یہی ہے کہ تمام چیزوں کے نام سکھائے تھے۔ ذاتی نام بھی اور صفاتی نام بھی۔ اور کاموں کے نام بھی۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ گوز کا نام بھی بتایا گیا تھا۔ (ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی۔ پارہ اول' صفحہ۸)

(اس کے بعد' صحیح بخاری کی وہ روایت مذکور ہے جسے اوپر درج کیا جاچکا ہے۔)۔

ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ

۷۔ کتب احادیث و تفاسیر کے بعد' تراجم کی طرف آیئے۔ اردو کے موجودہ تراجم میں شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ مستند ترین سمجھا جاتا ہے۔ اس ترجمہ کا انداز اِس قِسم کا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ○ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ (۲/۱۶—۱۹)

مثال ان کی جیسے مثال اس شخص کی جلا دے آگ۔ پس جب روشن کیا جو کچھ گرد اس کے تھا لے گیا اللہ روشنی ان کی اور چھوڑ دیا ان کو بیچ اندھیروں کے نہیں دیکھتے۔ بہرے ہیں' گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں پھرتے۔ یا مانند مینہ کے آسمان سے بیچ اس کے اندھیرے ہیں اور گرج ہے اور بجلی۔ کرتے ہیں اُنگلیاں اپنی بیچ کانوں اپنے کے' کڑک سے ڈر موت کے سے۔ اور اللہ گھیرنے والا ہے کافروں کو۔

اس ترجمہ پر تنقید مقصود نہیں' لیکن یہ تو واضح ہے کہ جب ایک تعلیمیافتہ نوجوان اس کی شکایت کرے کہ اس ترجمہ سے قرآن کا مفہوم اس کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کی یہ بات ایسی نہیں جس پر اُسے جھڑک دیا جائے۔ اس پر توجہ دینا ضروری ہے۔

ترجمہ' مفہوم کو واضح کر ہی نہیں سکتا

۸۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ' خواہ وہ دُنیا کی کسی زبان میں بھی کیوں نہ ہو' قرآنی مفہوم کو واضح کر ہی نہیں سکتا ——— حتیٰ کہ اگر قرآن کریم کے الفاظ کی جگہ' خود عربی زبان کے دوسرے الفاظ رکھ دیئے جائیں' تو بھی بات کچھ سے کچھ ہو جائے گی۔ قرآن کریم کا انداز اور اسلوب بالکل نرالا ہے۔ یہ اپنی مثال آپ ہے۔ الفاظ تو اس کے عربی زبان ہی کے ہیں' لیکن ان میں جامعیت اس قدر ہے کہ نہ ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لے سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی ترتیب میں رَدّ و بدل کرنے سے' وہ بات باقی رہ سکتی ہے۔ اس لئے' قرآن کریم کے ترجمہ میں اس کا پورا پورا مفہوم آ نہیں سکتا۔ اِس بات

اِمام ابن قتیبہ کی رائے

میں' امام ابن قتیبہؒ (متوفی [illegible]) 'کتاب القرطین' میں عربوں کے مختلف اَسالیب بیان کی خصوصیات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

قرآن کریم کا نزول، ان تمام اسالیب کلام کے مطابق ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ترجمہ کرنے والا، قرآن کریم کا ترجمہ کسی زبان میں (کما حقہٗ) نہیں کر سکتا، جیسا کہ ترجمہ کرنے والوں نے، انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے، حبشی یا رومی زبان میں کر لیا تھا، ایسے ہی زبور اور تورات کے تراجم اور باقی کتب الٰہیہ کے تراجم عربی زبان میں کر لئے گئے تھے۔ کیونکہ عجمی زبانوں میں، مجاز کی وہ وسعت نہیں جو عربی زبان میں ہے[1]۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ اگر آپ قرآن کریم کی اس آیت کا ترجمہ کرنا چاہیں —

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ (۸/۵۸)

تو آپ قیامت تک ایسے الفاظ مہیا نہیں کر سکتے جو ان معنوں کو ادا کر دیں جو اس آیت میں ودیعت ہیں، بجز اس کے کہ آپ اس نظم و ترتیب کو توڑ کر الگ الگ چیزوں کو ملائیں اور جو چیزیں اس میں ودیعت کی گئی تھیں، انہیں اس طرح ظاہر کر دیں، اور یوں کہیں کہ "اگر تمہارے درمیان اور کسی قوم کے درمیان صلح اور معاہدہ ہو، اور تمہیں ان سے خیانت اور نقضِ عہد کا اندیشہ ہو، تو پہلے انہیں بتا دو کہ جو شرائط تم نے ان کے لئے منظور کی تھیں، تم نے انہیں توڑ دیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی ان کے خلاف اعلانِ جنگ بھی کر دو تاکہ تم اور وہ دونوں نقضِ عہد کو جان لینے میں برابر سرابر ہو جاؤ"۔

ایسے ہی قرآن کریم کی ایک دوسری آیت ہے۔

فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا (۱۸/۱۱)

اگر آپ چاہیں کہ اس مضمون کو کسی دوسری زبان کے الفاظ میں منتقل کر دیں تو اس سے وہ مضمون قطعاً نہیں سمجھا جا سکے گا جو ان الفاظ سے سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ہم نے انہیں چند سال تک سلائے رکھا" تو اب بھی آپ نے مضمون کا ترجمہ تو کر دیا، مگر الفاظ کا ترجمہ نہیں کر سکے۔

ایسے ہی قرآن کریم کی تیسری آیت ہے

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (۲۵/۷۳)

---

[1] اس میں شبہ نہیں کہ عجمی زبانوں میں، عربی زبان کی سی وسعت نہیں، لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ، عربی زبان کے علاوہ، اس میں قرآن کریم کے خاص اسلوب کو بنیادی دخل ہے۔ اور یہ خصوصیت ہر آسمانی کتاب کی ہوتی ہے۔ وحی کا انداز ہی نرالا ہوتا ہے خواہ اس کی زبان کوئی بھی ہو۔ آج ہمارے سامنے، قرآن کریم کے علاوہ، کوئی اور آسمانی کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں، ورنہ ہم دیکھتے کہ وحی کی زبان کا ترجمہ (کما حقہٗ) ہو نہیں سکتا، خواہ وہ کوئی آسمانی کتاب ہو۔ انجیل اور تورات کے جو تراجم ہمارے سامنے ہیں، اوّل تو وہ اصل کتابوں کے براہ راست تراجم نہیں۔ اور اگر (بفرضِ محال) یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ اصل کتابوں کے تراجم ہیں، تو کون کہہ سکتا ہے کہ اصل کیا تھا اور وہ ترجمہ میں آکر کیا ہو گیا؟

اگر آپ اس آیت کا ترجمہ' اس کے الفاظ کے مطابق کریں گے تو وہ ایک مغلق بات بن جائیگی۔
اور اگر آپ یوں کہیں گے کہ" وہ لوگ اس سے تغافل نہیں برتتے" تو اس سے آپ نے مضمون
کو دوسرے الفاظ میں ادا کر دیا ہے۔ ترجمہ نہیں کیا۔ (قرطین جلد دوم۔ صفحہ ۱۶۳)۔

ایک مستشرق کی رائے

یہ تو اپنوں کی رائے ہے۔ غیروں میں سے بھی جس نے قرآن کریم کا مطالعہ بنظرِ غائر کیا ہے' وہ اسی نتیجہ پر پہنچا ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ (کماحقہ) کسی زبان میں نہیں ہوسکتا۔ مشہور مستشرق گب (H.A.R. GIBB)' اپنی کتاب (Modern Trends in Islam — 1945 ed.) میں لکھتا ہے۔

> حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا —— جس طرح کسی بلند شاعری کا ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ وحی کی زبان ہی مختلف ہوتی ہے۔....... قرآن کریم کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرو تو اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اس کے عربی زبان کے 'تراشے ہوئے نگینوں کے گوشوں کو جامع طور پر سامنے لانے کے بجائے' مترجم اپنے وضع کردہ ایسے الفاظ استعمال کریگا جو اصلی الفاظ کی وسعت اور جامعیت کو مقید کر دیں گے۔ ایسی آیات میں' جن میں عام واقعات یا قوانین و احکام مذکور ہوں' ترجمہ کا یہ نقص شاید زیادہ نقصان رساں نہ ہو' لیکن' بایں ہمہ' جو مدّ و جزر' جو نشیب و فراز' جو بلندیاں اور گہرائیاں' جو لطافتیں اور باریکیاں' اور اس کے ساتھ جو جوش و خروش' اصل کتاب میں جلوہ فرما ہے' وہ ترجمہ میں کیا آسکے گا! ذرا اس صاف اور سیدھی سی آیت کو لیجئے۔
>
> اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ۝ (۵۰/۴۳)
>
> اور انگریزی ہی نہیں' دنیا کی کسی زبان میں اس کا ترجمہ کر کے دکھایئے۔ اس کے چھ الفاظ میں' جو پانچ مرتبہ "ہم" (WE) کی تکرار ہے' اسے کونسی زبان ادا کر سکے گی؟
>
> (صفحہ ۴ ترجمہ رواں)

اس مشکل کا حل

۹۔ میں قرآن کریم کے ترجمہ کی ان مشکلات پر ایک مدت تک غور کرتا رہا' اور اس کے بعد' اس نتیجہ پر پہنچا کہ کرنے کا کام یہ ہے کہ

(i) عربی زبان کی مستند کتب لغت و تفاسیر کی مدد سے' قرآن کریم کے تمام الفاظ کے معانی' پوری وسعت اور جامعیت کے ساتھ متعین کئے جائیں' اور اس کے لئے جہاں تک پیچھے جا سکتے ہوں' جائیں' تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ نزولِ قرآن یا اس سے قریب تر زمانہ میں ان الفاظ سے' بالعموم کیا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(ii) پھر یہ دیکھا جائے کہ قرآن کریم نے ان الفاظ کو کن کن معانی میں استعمال کیا ہے۔ اسکا انداز یہ ہے کہ وہ ایک بات کو مختلف مقامات پر بیان کرتا ہے' اور ان تمام مقامات کو بیک وقت سامنے لانے سے' ان الفاظ کا مفہوم نمایاں طور پر سامنے آجاتا ہے۔ یہ کام میرے لئے آسان تھا' اس لئے کہ میں اس سے پہلے' سالہا سال کی محنت سے قرآن کریم کی تبویب (CLASSIFICATION) کا کام مکمل کر چکا تھا۔

(iii) علاوہ ازیں' جن الفاظ کو قرآن کریم نے بطور اصطلاحات استعمال کیا ہے' ان کا مفہوم بھی قرآن کریم سے متعین کیا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ ان جامع اصطلاحات سے' اپنی تعلیم کے کس قسم کے تصورات (Concepts) پیش کرتا ہے۔ یہ نکتہ بڑا اہم ہے۔ اسے ذرا آگے چل کر تفصیلاً بیان کیا جائیگا۔

لُغات القُرآن اس پروگرام کے مطابق میں نے قرآنی مفردات کے معانی متعین کرنے کے لئے تحقیق شروع کی' اور مدّتِ دراز کی مسلسل محنت کے بعد' ایک ایسا جامع لُغت مُرتب کیا جس میں ہر لفظ کا مفہوم' نہایت وضاحت سے سامنے آجاتا ہے۔ بعض مقامات پر ایک لفظ کے مفہوم کی وضاحت کے لئے' دس دس' بارہ بارہ' صفحات درکار ہوئے ہیں۔ یہ لُغت قریب ساڑھے اٹھارہ سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

اِس کے بعد اگلا مرحلہ سامنے آیا۔ یعنی قرآنی الفاظ کے جو مَعانی اِس طرح متعین کئے

مَفہُوم القُرآن گئے ہیں' ان کی رُو سے' آیات قرآنی کا مفہوم متعین کیا جائے اور اِس طرح' (اَلْحَمْدُ سے وَالنَّاس تک) پُورے قرآن کریم کا (مسلسل) مفہوم سامنے آجائے۔ کافی غور و خوض کے بعد' میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کے لئے وہی انداز اختیار کیا جائے جس کی طرف امام ابن قتیبہؒ نے اشارہ کیا ہے۔ یعنی قرآنی آیات کا ترجمہ نہ کیا جائے (کیونکہ ترجمہ سے بات واضح نہیں ہو سکتی)۔ بلکہ ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا جائے خواہ یہ کتنی ہی جگہ کیوں نہ گھیر لے۔ چنانچہ میں نے اس کام کو بھی ہاتھ میں لے لیا' اور اپنی استعداد اور بصیرت کے مطابق' جو کچھ کر سکا' وہ' "مفہوم القرآن" کی شکل میں احباب کے سامنے ہے۔

قرآنی اِصطلاحات

۹۔ جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے' قرآن فہمی کے سلسلہ میں' سب سے اہم سوال' قرآنی اصطلاحات کے صحیح مفہوم کی تعیین ہے۔ کوئی فن یا موضوع ہو' اس میں اصطلاحات کی حیثیت بنیادی اور کلیدی ہوتی ہے' اور جب تک ان اصطلاحات کا صحیح تصوّر سامنے نہ آئے' متعلقہ موضوع یا فن سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اصطلاحات کے الفاظ تو اسی زبان کے ہوتے ہیں جس میں باقی کتاب لکھی گئی ہو' لیکن ان کا مفہوم بڑا جامع اور مخصوص ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو الفاظ' اصطلاحات کے لئے استعمال کئے جائیں' اُن کے معانی کا اصطلاحات کے معانی سے کوئی تعلّق نہیں ہوتا' ایسا نہیں ہے۔ اصطلاحات کے معانی کی بنیاد' ان الفاظ کے معانی ہی پر رکھی جاتی ہے' البتہ ان کے مفہوم میں وسعت

پیدا ہو جاتی ہے' قرآن کریم نے بھی اپنی اِصطلاحات اسی طرح وضع کی ہیں' اور ان کے معانی کی خود ہی وضاحت کر دی ہے۔ اِن معانی کے سمجھنے کا طریق یہ ہے کہ پہلے ان الفاظ کے بنیادی معانی کو سمجھا جائے جن سے وہ اصطلاحات وضع کی گئی ہیں۔ اس کے بعد قرآن کریم کے ان تمام مقامات کو سامنے لایا جائے جن میں وہ اصطلاحات آئی ہیں۔ ایسا کرنے سے ان کے معانی واضح طور پر سامنے آجائیں گے۔ میں نے لغات القرآن میں' ان اصطلاحات کے معانی اسی طرح متعین اور بیان کئے ہیں' اور وہی معانی اب مفہوم القرآن میں پیش کئے گئے ہیں۔ مثلاً

صَلوٰۃ

قرآن کریم کی ایک خاص اِصطلاح "اقامتِ صلوٰۃ" ہے جس کے عام معنی نماز قائم کرنا یا نماز پڑھنا کئے جاتے ہیں۔ لفظ صلوٰۃ کا مادہ (ص-ل-و) ہے؛ جس کے بنیادی معنی کسی کے پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں۔ اس لئے صلوٰۃ میں' قوانینِ خداوندی کے اتباع کا مفہوم شامل ہو گا۔ بنا بریں' اقامتِ صلوٰۃ سے مفہوم ہو گا ایسے نظام یا معاشرہ کا قیام جس میں قوانین خداوندی کا اتباع کیا جائے۔ یہ اس اصطلاح کا وسیع اور جامع مفہوم ہے۔ نماز کے اجتماعات میں' قوانین خداوندی کے اتباع کا تصور' محسوس اور مجسّم ہوئی شکل میں سامنے آجاتا ہے' اس لئے قرآن کریم نے اِس اصطلاح کو ان اجتماعات کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ قرآنی آیات پر تھوڑا سا تدبر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ کس مقام پر' اقامتِ صلوٰۃ سے مُراد اجتماعاتِ نماز ہیں اور کس مقام پر' قرآنی نِظام یا معاشرہ کا قیام۔ مفہوم القرآن میں یہ معانی' اپنے اپنے مقام پر واضح کر دیئے گئے ہیں۔

زکوٰۃ

اسی طرح' مثلاً زکوٰۃ کی اصطلاح ہے۔ اس لفظ کا مادہ (ز-ک-و) ہے۔ جس کے بنیادی معنی' بڑھنا۔ پھولنا۔ پھلنا۔ نشو و نما پانا ہیں۔ قرآن کریم نے اسلامی نظام یا مملکت کا فریضہ ایتائے زکوٰۃ بتایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظام قائم اس لئے کیا جاتا ہے کہ نوعِ انسان کو سامان نشو و نما فراہم کیا جائے۔ زکوٰۃ کا مروّجہ مفہوم یہ ہے کہ اپنی دولت میں سے ایک خاص شرح کے مطابق روپیہ نکال کر' خیرات کے کاموں میں صرف کیا جائے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ اس میں بھی زکوٰۃ کے قرآنی مفہوم کی ایک جھلک پائی جاتی ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اسے' ان خاص معانی میں استعمال نہیں کیا۔ اس لئے اس اصطلاح کو انہی معانی کے لئے مخصوص کر دینا قرآنی مفہوم کی وسعت اور ہمہ گیری کو مقید کر دینا ہو گا۔

دیگر اصطلاحات

یہی صُورت قرآن کریم کی دیگر اصطلاحات کی ہے —— مثلاً کتاب۔ حکمت۔ ملائکہ۔ دِین۔ دُنیا۔ آخرت۔ قیامت۔ ساعت۔ جنّت۔ جہنّم۔ ایمان۔ کفر۔ نِفاق۔ فِسق۔ اثم۔ عدوان۔ تقویٰ۔ عبادت۔ وغیرہ۔ مروّجہ تراجم میں ان اصطلاحات کے صرف وہی معنی دیئے گئے ہیں جو ہمارے ہاں متداول ہیں۔ لیکن مفہوم القُرآن میں ان کے وہ وسیع اور ہمہ گیر معانی دیئے گئے ہیں۔ جو مذکورہ بالا طریق سے متعین کئے گئے ہیں۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ ان اصطلاحات کے مروّجہ مقید مفہوم سے قرآنی تعلیم کس طرح

سمٹ جاتی ہے' اور ان کے قرآنی مفہوم سے اس کی وسعتیں کس طرح حدود فراموش ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی کتاب کو' جو زمان و مکان کے حدود سے ماوراء' اور تمام نوع انسان کے لئے' ہمیشہ کے لئے' ضابطہ ہدایت ہو' ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے۔

اس نکتہ کی وضاحت کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی ہے کہ (میرا تجربہ بتاتا ہے کہ) یہی

مُروّجہ مفہوم سے اختلاف؟

وہ مقامات ہیں جہاں اعتراض کیا جاتا ہے کہ میں نے قرآن کریم کو بالکل نئے معنی پہنا دیئے ہیں۔ بعض حضرات تو جوش مخالفت میں یہاں تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے "دین میں تحریف" قرار دیدیتے ہیں اور اس کے لئے دلیل یہ دیتے ہیں کہ میں نے ان مقامات میں مروجہ مفہوم سے اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے' یہ مروجہ مفہوم سے اختلاف نہیں' بلکہ مروجہ مفہوم کی محدودیت کو قرآن کی وسعت سے ہمکنار کر دینا ہے۔ ان مقامات میں دیکھنا یہ چاہیئے کہ جو مفہوم میں نے پیش کیا ہے' وہ ان الفاظ کے بنیادی معانی اور قرآن کریم کی کُلّی تعلیم کے خلاف تو نہیں۔ اس کے لئے لغات القرآن کے متعلقہ مقامات کا مطالعہ ضروری ہوگا' جہاں سے آپ کو میرے پیش کردہ مفہوم کی تشریح' دلیل اور سند مل سکے گی (مروجہ تراجم سے اختلاف کا ذکر ذرا آگے چل کر کیا جائیگا)۔

مذہب اور دین

(۱۰) قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے "مذہب" اور "دین" کے بنیادی فرق کا سامنے رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اسلام' دین ہے — مذہب نہیں۔ "مذہب" سے مفہوم یہ ہے کہ انسان' خدا کے ساتھ اپنا پرائیویٹ رشتہ جوڑے۔ اپنی نجات کی فکر کرے۔ اس کے لئے خدا کی "پرستش" کرتا رہے۔ باقی رہے دنیاوی امور اور اجتماعی مسائل حیات' سو انہیں اپنی صوابدید کے مطابق خود حل کرے۔ مذہب کا ان سے کچھ واسطہ نہیں۔ اس کے برعکس' دین سے مقصود یہ ہے کہ

(۱) خارجی کائنات اور انسانی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اٹل قوانین مقرر کئے ہیں۔ ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے کاروان انسانیت اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

(۲) خارجی کائنات کے قوانین' علوم سائنس کی رُو سے معلوم کئے جا سکتے ہیں' لیکن انسانی دنیا سے متعلق قوانین' وحی کی رُو سے عطا ہوئے ہیں جو اب اپنی آخری اور مکمل شکل میں' قرآن کریم کے اندر محفوظ ہیں۔

(۳) ان قوانین کا پورا پورا اتباع' انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر' ایک نظام اور معاشرہ کے اندر ہو سکتا ہے۔ اسی کا نام نظام خداوندی یا قرآنی معاشرہ (مملکت) ہے۔ جو معاشرہ' اپنا تمام کاروبار قرآن کریم کے غیر متبدل اصول و احکام کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے سرانجام دے گا' وہ قرآنی معاشرہ کہلائے گا۔ اس معاشرہ کا قیام اور استحکام' جماعتِ مومنین کا فریضہ ہے۔

(۴) اس نظام کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ

(ا) افراد کی ذات کی نشوونما ہوگی جس سے وہ' اس زندگی کے بعد' حیات اُخروی میں' زندگی کی مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(ب) اس قوم کو، اس دنیا میں، سرفرازیاں اور سربلندیاں نصیب' اور ایسی بین الاقوامی پوزیشن حاصل ہوگی جس سے وہ اقوام عالم میں عدل و مساوات کا آئین قائم کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ اور

(ج) دنیا میں عدل و احسان اور امن و سلامتی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اس معاشرہ میں انسان کو، دنیا اور آخرت دونوں میں جنت کی زندگی نصیب ہوگی۔ دین کے اس تصور کو سامنے رکھنے سے، قرآنی تعلیم بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

متشابہات

۱۱۔ اسی سلسلہ میں ایک اور اہم نکتہ کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں جو کچھ خارجی کائنات یا انسانی دنیا (انفس و آفاق) کے متعلق کہا گیا ہے' یا جن امور کو تشبیہات اور تمثیلات کے انداز میں بیان کیا گیا ہے' ان کا مفہوم انسانی علم کی وسعت کے ساتھ زیادہ نکھر کر سامنے آتا جائے گا۔ ان مقامات کو، ہر زمانے کے انسان، اپنے زمانے کی علمی سطح کے مطابق سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا ان مقامات میں قرآنی فہم، ہر دور میں بدلتا (اور انسانی علم کی بلندی کے ساتھ بلند ہوتا) جائے گا۔ جو شخص ان مقامات کو آج سمجھنا چاہتا ہے اس کے سامنے انسانی علم کی موجودہ سطح کا ہونا ضروری ہے۔ پھر بھی اسے یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ جو کچھ اس نے سمجھا ہے وہ اس باب میں حرفِ آخر ہے۔ حرفِ آخر' کا حق تو 'آخری انسان کے لئے ہی چھوڑنا ہوگا' اور وہ بھی ان میں سے بعض امور کی کنہ و حقیقت کے متعلق اتنا ہی سمجھ سکے گا جتنا' شعور کی موجودہ سطح پر انسان کے لئے سمجھنا ممکن ہے۔ اس کی تفصیل لغات القرآن میں ملے گی۔

انسانیت کے نئے مسائل

علاوہ ازیں جوں جوں انسان کی تمدنی اور عمرانی زندگی پھیلے گی، زندگی کے نئے نئے مسائل اور انسانیت کے نئے نئے تقاضے سامنے آئیں گے۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اصولوں میں اتنی جامعیت ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ان تقاضوں کا آخری حل اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن یہ حل معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف انسان کے سامنے قرآن کریم کے جامع، عالمگیر اور غیر متبدل اصول ہوں' اور دوسری طرف زندگی کے نئے نئے تقاضے بھی اس کے پیش نظر ہوں۔ اپنے دور سے الگ ہٹ کر، نہ قرآنی تعلیم کو کما حقہٗ سمجھا جا سکتا ہے' نہ اس سے مطلوبہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اقوامِ سابقہ

۱۲۔ یہ بھی واضح رہے کہ قرآن کریم نے جو کچھ اقوام سابقہ' یا خود زمانۂ نزول قرآن کے مخاطبین کے متعلق کہا ہے' اس سے ان کی تاریخ پیش کرنا مقصود نہیں۔ ان سے یہ بتانا مطلوب ہے کہ جب انسان، قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا نتیجہ کس قدر تباہ کن اور ہلاکت انگیز ہوتا ہے' اور جب وہ اپنے معاشرہ کو ان قوانین کے مطابق متشکل کرتا ہے تو اس سے اس قوم کو کس قدر شادابیاں اور سرفرازیاں نصیب ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھئے تو اقوام گذشتہ کی داستانیں، قوانین خداوندی کے اٹل نتائج کی زندہ شہادتیں بن کر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ لہٰذا ان واقعات کا تعلق ماضی سے نہیں' بلکہ خود ہمارے حال سے ہے۔ قرآن فہمی کے سلسلہ میں اس حقیقت کا سامنے رکھنا بھی ضروری ہے۔

مروّجہ مسالک

۱۳- ہمارے مروّجہ عقائد اور مسلک میں بہت کچھ ایسا بھی ہے جو قرآن کریم کے خلاف یا اس سے خارج ہے۔ چونکہ مفہوم القرآن سے مقصد، قرآن کریم کا مفہوم بیان کرنا ہے، اس لئے اس میں خارج از قرآن کسی بات کو نہیں آنے دیا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ میرے نزدیک یہ شرک ہے کہ انسان اپنے ذہن میں، پہلے سے کوئی خیال لے کر قرآن کریم کی طرف آئے، اور پھر قرآن سے اس کی تائید تلاش کرنا شروع کر دے۔ قرآن سے صحیح راہ نمائی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خالی الذہن ہو کر اس کی طرف آئے، اور اس کے ہاں سے جو کچھ ملے، اسے من و عن قبول کرے، خواہ یہ اس کے ذاتی خیالات، رجحانات، معتقدات اور معمولات کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو۔ ہمارا مقصد ہے اپنے ایمان و عمل کو قرآن کے مطابق بنانا۔ نہ کہ (معاذ اللہ) قرآن کو اپنے ایمان و عمل کے قالب میں ڈھالنا۔ میں نے قرآن کریم سے اسی انداز سے راہ نمائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس سلسلہ میں میرے فہم نے کہیں غلطی کی ہو۔ لیکن میں نے قرآنی تعلیم کو اپنے کسی خیال یا رجحان کے تابع رکھنے کی جسارت کبھی نہیں کی۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

فردِ واحد کی کوشش

۱۴- میں جانتا ہوں کہ تبویب القرآن، معارف القرآن (قرآنی انسائیکلوپیڈیا) لغات القرآن اور مفہوم القرآن جیسے کام تنہا افراد کے کرنے کے نہیں ہوتے۔ یہ کام جماعتوں کے کرنے کے ہوتے ہیں ــــــ لیکن میرا شروع ہی سے انداز یہ رہا ہے کہ اگر کسی ایسے کام کے لئے، جس کا کرنا ضروری ہو، کوئی جماعت میسر نہ آئے، تو انسان کو یہ کہہ کر خاموش نہیں بیٹھ جانا چاہئے کہ میں تنہا کیا کر سکتا ہوں۔ اسے چاہیئے کہ وہ جو کچھ کر سکتا ہے، ضرور کرے۔ اگر اس کام میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہے تو وہ زندہ رہے گا۔ اس کے بعد جب دیگر افراد یا جماعتیں، اس کی طرف توجہ دیں گی تو اس کی یہ محنت "بنیادی ذرہ" (FIRST CRYSTAL) کا کام دے گی۔ میں نے ہمیشہ اسی اصول کے مطابق کام کیا ہے، جس کا نتیجہ ــــ سلسلۂ معارف القرآن ــــ من و یزداں، ابلیس و آدم، جوئے نور، برقِ طور، شعلۂ مستور، معراج انسانیت (یعنی صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ خود قرآن کی روشنی میں)، اسباب زوالِ اُمت، اسلامی معاشرت، نظام ربوبیّت، فردوس گمگشتہ، سلیم کے نام خطوط، طاہرہ کے نام خطوط، انسان نے کیا سوچا، لغات القرآن اور مفہوم القرآن کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ "تبویب القرآن" کا مبسوط سلسلہ (جو ابھی شائع نہیں ہوا) اس سے الگ ہے۔ اس میں قرآن کریم کی آیات کو، سینکڑوں عنوانات کے تابع تقسیم کیا گیا ہے تاکہ جس عنوان کے متعلق آپ چاہیں، تمام آیات بیک وقت آپ کے سامنے آجائیں۔ ماہنامہ طلوع اسلام کے ہزارہا صفحات پر پھیلے ہوئے میرے مضامین اس پر مستزاد ہیں۔

۱۵- مفہوم القرآن کی اشاعت سے پہلے سورۂ بقرہ کی چند ابتدائی آیات کا مفہوم، بطور نمونہ شائع کیا گیا تھا، اور احباب سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اپنی آراء اور مشوروں سے مجھے سرفراز فرمائیں۔ بِلّٰہِ الحمد کہ ان کی طرف سے مجھ تک یہ آواز متفقہ طور پر پہنچی ہے کہ یہ کوشش، مقصد پیش نظر کے لئے کامیاب ہے

اور اس سے قرآن کریم کا مفہوم، بغیر کسی دقت اور کاوش کے، بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ لیکن بہرحال یہ خشتِ اوّل ہے۔ بعد میں آنے والے اس بنیاد پر اس سے کہیں بہتر عمارت استوار کرسکیں گے۔

۱۵۔ مفہوم القرآن کے متعلق یہ بھی کہا جائے گا کہ یہ اکثر مقامات پر مروجہ تراجم سے مختلف ہے۔

مُروّجہ تراجم اور مفہوم القرآن

اِس ضمن میں سب سے پہلے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ یہ قرآن کریم کی آیات کا مفہوم ہے، اِن کا ترجمہ نہیں۔ اور ترجمہ اور مفہوم میں جو فرق ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ جو مفہوم دیا گیا ہے وہ عربی لغت اور قرآن کریم کے مطابق ہے یا نہیں۔

دوسرے یہ کہ مروجہ تراجم بھی سب کے سب ایک دوسرے کے مطابق نہیں۔ ان میں بھی باہمی اختلاف ہے۔

تراجم میں اختلاف

مثال کے طور پر دو (مستند) تراجم کو لیجئے۔ شاہ عبدالقادرؒ کے مشہور ترجمہ قرآن کریم میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم نے ترمیم کی اور مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اس پر حواشی لکھے۔ گویا یہ ترجمہ، اتنے بڑے پایہ کے تین علماء کرام کے نزدیک صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ اِس میں، سورۂ بقرہ کی آیت

وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَـكَيۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ (۲:۱۰۲)

کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔

(اور اس علم کے پیچھے ہولئے) جو اُترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں۔

اس ترجمہ کی رو سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ ہے کہ بابل میں دو فرشتوں پر کچھ نازل ہوا تھا۔

دوسرا ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا لیجئے۔ اِس میں اِس آیت کا ترجمہ یہ دیا ہے۔

یہ بھی صحیح نہیں کہ بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اس طرح کی کوئی بات نازل ہوئی تھی۔

اس ترجمہ سے ظاہر ہوا کہ بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں پر کچھ نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ دونوں ترجمے ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں، بلکہ ان میں باہمی تضاد ہے۔ اگر اس تضاد کے باوجود، ان پر اعتراض نہیں

اختلاف مبنی بر تدبّر فی القرآن

ہوسکتا تو، مفہوم القرآن کے بعض مقامات کا موجودہ تراجم سے اختلاف، موجب اعتراض کیوں سمجھا جائے؟ متقدّمین اور متاخّرین نے جو کچھ قرآن کریم کے متعلق لکھا ہے، میں نے، بقدرِ استطاعت اس سے استفادہ کیا ہے۔ وہ ہمارے بزرگوں کا علمی سرمایہ ہے جس کے ہم وارث ہیں۔ اِس لئے اس سے کیوں نہ استفادہ کیا جائے؟ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان سے کسی بات میں اختلاف کرنا جُرم یا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں غور و تدبر کا حکم ہر دور کے انسانوں کو دیا ہے۔ اگر آج کسی کے غور و تدبر کا نتیجہ کسی سابقہ دَور کے حضرات (یا موجودہ دور کے دیگر حضرات) کے غور و تدبر سے مختلف ہو، تو محض یہ اختلاف باعثِ اعتراض کیوں سمجھا جائے؟ اختلاف کا حق

کسی سے نہیں چھینا جا سکتا۔ (جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے) دیکھنا یہ چاہیئے کہ جو کچھ کہا گیا ہے' وہ عربی زبان اور قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف تو نہیں۔ میں ارباب بصیرت سے درخواست کروں گا کہ وہ مفہوم القرآن کا غائر نگاہ سے مطالعہ کریں' اور اگر ان کی دانست میں کوئی مقام ایسا ہو جو عربی لغت یا قرآنی تعلیم کے خلاف جاتا ہے' تو مجھے مطلع فرمائیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں گا اور ان کے اعتراض پر پوری توجہ دوں گا۔ لیکن جو حضرات یہ کہیں کہ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (۲۳/۲۴)۔ تو وہ مجھے معذور سمجھیں۔

حروف مقطعات

۱۶۔ چند الفاظ حروفِ مقطعات (الٓمٓ وغیرہ) کے سلسلہ میں ضروری ہیں۔ میں نے لغات القرآن میں ان کے معانی بیان نہیں کئے۔ اس لئے کہ اس میں' قرآنی مفردات کے معانی ان کے مادّوں کی روشنی میں متعین کئے گئے ہیں' اور مقطعات درحقیقت مفردات ہیں ہی نہیں۔ مقطعات کے متعلق' متقدمین سے لے کر متاخرین تک نے' بہت کچھ لکھا ہے اور اس باب میں مختلف ارباب تحقیق کی آراء مختلف ہیں۔ اس حد تک قریب قریب سب کا اتفاق ہے کہ عربوں میں الفاظ کو مخفف کر کے بولنے کا رواج تھا۔ مخفف کرنے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ اہم الفاظ کا ایک ایک حرف لے لیا جائے اور ان حروف کے مجموعہ کو' ان الفاظ کا مجموعہ تصور کر لیا جائے۔ قرآن کریم کے مقطعات کے متعلق میرا بھی یہی خیال ہے۔ یہ بالعموم اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ کے مخففات ہیں۔ مثلاً الٓمٓ' "اللہ۔ علیم وحکیم" کا مخفف ہے۔ وقس علیٰ ذالک۔ میں نے ان کے مفہوم کے متعلق یہی انداز اختیار کیا ہے۔

تصریف آیات

۱۷۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے' قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ ایک مضمون کو مختلف مقامات پر بیان کرتا ہے اور اس طرح تصریف آیات (یعنی آیات کو پھیر پھیر کر لانے) سے اپنے مفہوم کی وضاحت کر دیتا ہے۔ مفہوم القرآن میں قرآن کریم کے اس انداز کو التزاماً سامنے رکھا گیا ہے اور ہر متعلقہ مقام پر اُس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے وہ مفہوم لیا گیا ہے۔ مثلاً آپ کو' سورۂ بقرہ کی آیت ۲ (ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ) کا مفہوم یوں ملے گا:۔

> تم جس ہدایت کی آرزو رکھتے ہو (۱/۵) وہ ہمارے اس ضابطۂ قوانین کے اندر محفوظ ہے (۱۵/۹) جس میں نہ بے یقینی اور تذبذب ہے' نہ کوئی نفسیاتی الجھن۔

(۱/۵) کا مطلب یہ ہے کہ یہ مضمون آپ کو پہلی سورہ (الفاتحہ) کی پانچویں آیت میں ملے گا۔ وہاں دیکھئے۔ اسی طرح (۱۵/۹) سے مراد یہ ہے کہ یہ مضمون پندرھویں سورہ (الحجر) کی نویں آیت میں ملے گا۔ یہ ضروری ہے کہ آپ ان آیات کو جن کا اس طرح حوالہ دیا گیا ہے' ساتھ کے ساتھ دیکھتے جائیں۔ چونکہ قرآن کریم کے تمام نسخوں میں آیات کے نمبر یکساں نہیں' اس لئے اگر کسی وقت متعلقہ آیت نمبر کے مطابق نہ ملے' تو ایک دو آیات آگے پیچھے دیکھ لی جائیں۔

باقی رہا یہ کہ مندرجہ بالا آیت (۲/۲) میں' لفظ ریب کا مفہوم بے یقینی' تذبذب' اور نفسیاتی الجھن

کس طرح ہے' تو اس کے لئے لغات القرآن دیکھئے۔ اگر آپ نے مفہوم القرآن کو اس طریق سے سمجھنا شروع کیا تو آپ دیکھیں گے کہ قرآن کریم کس طرح آپ سے خود باتیں کرنے لگتا ہے۔

۱۸- آخر میں' پھر اس حقیقت کو دہرا دینا چاہتا ہوں کہ جو کچھ مفہوم القرآن میں پیش کیا گیا ہے' وہ

انسانی کوشش

فہم قرآن کی انسانی کوشش ہے' اور انسانی کوشش کبھی سہو و خطا سے منزہ نہیں ہو سکتی' نہ ہی اسے کبھی حرفِ آخر کہا جا سکتا ہے۔ میں نے قرآن فہمی کے سلسلہ میں' اپنی بصیرت کے مطابق' ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ اگر میری یہ کوشش نتیجہ خیز ہوئی' تو مجھ سے بہتر صلاحیتیں رکھنے والے' اسے واضح تر کرتے جائیں گے' اور یوں یہ سلسلہ' قانونِ کائنات کے مطابق' اپنی ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ قرآن فہمی کا سلسلہ نہ کسی دور میں ختم ہو سکتا ہے' نہ کسی انسان تک پہنچ کر رک سکتا ہے۔ یہ ایک جوئے رواں ہے جو لامتناہی وسعتوں کا امکان رکھتی ہے۔ جوں جوں انسانی علم وسیع ہوگا' قرآنی حقائق' بیش از بیش بے نقاب ہوتے جائیں گے۔ یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا' ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔

۱۹- مفہوم القرآن کا اوّلین مخاطب قوم کا تعلیم یافتہ طبقہ ہے۔ یہ بنیادی طور پر انہی کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ اگر میری اس کوشش سے' ایک سوچنے والا ذہن بھی قرآن کریم کے قریب آگیا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ثمر بار ہو گئی' اور مجھے میری دیدہ ریزیوں اور جگر کاویوں کا صلہ مل گیا ——— اور سب سے بڑا صلہ تو اس بارگاہ صمدیت سے مل سکتا ہے' جس کے قانونِ حیات کے مطابق چلنے سے' انسانی کوششیں صحیح نتائج مرتب کرتی ہیں۔ اس لئے جب میں اپنی محنت کا یہ ماحصل' اپنی کوتاہ دامنی کے اعتراف کے ساتھ' اربابِ فکر و نظر کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں' اس کے ساتھ ہی میرے دل کی گہرائیوں سے اُبھرنے والی آرزوئیں' یہ دعا بن کر میرے لب تک آ جاتی ہیں کہ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۲/۲۸۶)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (۲/۱۲۷)

۲۵-بی گل برگ
لاہور

پرویز
جولائی ۱۹۶۱ء

مفہوم اور لغات کا تعلق

(ایک مثال)

سابقہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ مفہوم القرآن 'آیات قرآنی کے الفاظ کے اُن معانی پر مبنی ہے جو از روئے لغت متعین کئے گئے ہیں' اور جن کی مزید وضاحت خود قرآن کریم کے دیگر مقامات سے ہوتی ہے۔ اسے ایک مثال سے سمجھئے۔ سورۂ فاتحہ کے الفاظ کے معانی 'لغات القرآن' کی رُو سے حسب ذیل ہیں:-

حمد۔ کسی نہایت حسین اور نادر شاہکار کو دیکھ کر انسان کے دل میں تحسین وستائش (APPRECIATION) کے جو جذبات پیدا ہوں' ان کے اظہار کا نام حمد ہے' جس سے مقصد اُس شاہکار کے خالق کی عظمت و برتری کا اعتراف ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جس شاہکاری کی ستائش کی جارہی ہے وہ محسوس شے ہو اور تحسین کرنے والے کو اُس کا ٹھیک ٹھیک علم ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز' خالق کائنات کی اسکیموں پر غور و فکر سے پیدا ہوگی جو زندگی کے مختلف گوشوں میں کارفرما ہیں۔

رب۔ کسی شے کی بتدریج نشو و نما کرتے ہوئے اسے تکمیل تک پہنچا دینا' ربوبیت کہلاتا ہے۔ مثلاً بچے کا نشو و نما پا کر جوان ہو جانا۔ بیج کا درخت بن جانا۔ ایسا کرنے والے کو رب کہتے ہیں۔

عالمین۔ وہ شے جس کے ذریعے کسی چیز کا علم حاصل کیا جائے' عَالَمٌ کہلاتی ہے۔ اس کی جمع عَالَمِیْنَ ہے۔ چونکہ خالق کائنات کا علم' کائنات سے حاصل ہوتا ہے' اس لئے کائنات اور نوع انسان 'عالمین' میں شامل ہیں۔

رحمٰن و رحیم۔ وہ سامان نشو و نما (خواہ یہ نشو و نما جسم کی ہو یا شرفِ انسانیت کی) جو خدا کی طرف سے بلا مزد و معاوضہ ملے رَحْمَۃٌ کہلاتا ہے۔ جیسے بچہ کی رحمِ مادر میں پرورش۔ سائنس کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ کائنات میں ارتقاء (نشو و نما پا کر آگے بڑھتے جانے) کا ایک طریق یہ ہے کہ ہر شے کی اگلی کڑی سلسلۂ علت و معلول (Cause and Effect) کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔ اسے تدریجی عملِ ارتقاء (PROGRESSIVE EVOLUTION) کہتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شے' کئی کڑیاں پھاند کر آگے بڑھ جاتی ہے۔ اسے ہنگامی یا انقلابی ارتقاء (Emergent Evolution) کہتے ہیں۔ عربی زبان

کے قاعدے کی رُو سے اوّل الذکر کے لئے رَحِیم کا لفظ آئے گا اور ثانی الذکر کے لئے رحمٰن کا۔
الفاظ قرآنی کے ان معانی کو سامنے رکھ کر، آپ سورۃ فاتحہ کی پہلی دو آیات کے مفہوم کو دیکھئے (جو آگے دیا گیا ہے)۔ بات سمجھ میں آجائے گی۔

مَالِكِ - وہ جسے کسی شے پر پورا پورا اختیار، اقتدار اور کنٹرول حاصل ہو۔

یوم - وقت۔ زمانہ۔ دن۔ سب کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

دین - اس کے ایک معنی، خدا کا وہ قانون ہے جس کی رُو سے انسان کا ہر عمل اپنا ٹھیک ٹھیک نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ یوم الدین سے مراد، انسانی اعمال کے نتائج کے ظاہر ہونے کا وقت ہوگا۔

اِن معانی سے تیسری آیت کا مفہوم واضح ہوجائے گا۔ اِس میں قرآن کریم کی جن دیگر آیات کا حوالہ دیا گیا ہے، وہاں سے اس مفہوم کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

نعبد - عبادت کے بنیادی معنی ہیں کسی کی محکومیت اختیار کرنا، کسی کے قوانین و احکام کے مطابق چلنا۔ اپنی قوتوں کو، کسی کے پروگرام کے مطابق صرف کرنا۔

نستعین - استعان کے معنی ہیں اپنی ذات کیلئے اعتدال (BALANCED DEVELOPMENT) کی خواہش کرنا اور اس کے لئے کسی کی مدد طلب کرنا۔ اِن معانی کے پیشِ نظر، چوتھی آیت کا مفہوم واضح ہوجائے گا۔

صراط المستقیم - صراط - سیدھا راستہ۔ اور مُستقیم وہ جس کا توازن (EQUILIBRIUM) بھی درست ہو۔

انعام - انسانی زندگی کے ہر پہلو کا خوشگوار، کشادہ، ملائم، آسودہ، بلند اور اذیت سے دور ہونا، نِعمۃ کہلاتا ہے۔ مُنعم علیہ، وہ قوم ہے جسے یہ سب کچھ میسر ہو۔ اس میں اِس دنیا اور آخرت، دونوں کی نعماء شامل ہیں۔

مغضوب و ضالّین - بعض قومیں اپنے جرائم میں اس حد تک آگے بڑھ جاتی ہیں کہ ان میں زندہ رہنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ انہیں مَغضُوبِ عَلَیہِم کہا جائے گا۔ لیکن بعض قومیں ایسی ہوتی ہیں کہ صحیح راستہ ان کے سامنے نہیں ہوتا۔ وہ کبھی اپنے قیاس کے مطابق ایک طرف چل نکلتی ہیں، کبھی توہم پرستی کے پیچھے دوسری طرف۔ اس طرح وہ چلتی تو رہتی ہیں، لیکن ان کی کوششیں رائگاں جاتی ہیں۔ وہ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتیں۔ انہیں ضالین کہا جائے گا۔

۲۔ الفاظ قرآنی کے ان معانی کی رُو سے سورۃ فاتحہ کا جو مفہوم مرتب کیا گیا ہے،

اسے آپ سامنے کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے۔ اُس کے ساتھ ہی آپ اس سورہ کے مروجہ ترجموں کو دیکھئے۔ "مفہوم" اور "ترجمہ" کا نمایاں فرق آپ کے سامنے آجائے گا۔ مثلاً شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

> سب تعریف واسطے اللہ کے جو پروردگار ہے عالموں کا۔ بخشش کرنے والا' مہربان۔ خداوند دن جزا کا۔ تجھی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہم۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تو نے اوپر اُن کے۔ سوائے ان کے جو غصہ کیا گیا ہے اوپر ان کے۔ اور نہ گمراہوں کی۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم' جو پُرشکوہ الفاظ میں قرآن کریم کا رواں ترجمہ کرتے ہیں' سورۂ فاتحہ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں۔

> ہر طرح کی ستائش اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات خلقت کا پروردگار ہے۔ جو رحمت والا ہے اور جس کی رحمت تمام مخلوقات کو اپنی بخششوں سے مالامال کر رہی ہے۔ جو اُس دن کا مالک ہے جس دن کاموں کا بدلہ لوگوں کے حصے میں آئے گا۔ (خدایا!) ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تو ہی ہے جس سے (اپنی ساری احتیاجوں میں) مدد مانگتے ہیں (خدایا!) ہم پر (سعادت کی) سیدھی راہ کھول دے۔ وہ راہ جو ان لوگوں کی راہ ہوئی جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کی نہیں جو پھٹکارے گئے۔ اور نہ انکی جو راہ سے بھٹک گئے۔

آپ اِن تراجم کا مقابلہ "مفہوم" سے کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ترجموں میں جو بات مجمل یا مبہم رہ گئی ہے "مفہوم" میں اسکی وضاحت بھی ہوگئی ہے اور قرآن کریم جو تصورات پیش کرتا ہے' وہ بھی سامنے آگئے ہیں۔ یہی "مفہوم القرآن" سے مقصود ہے۔

۳۔ تصریحات بالا سے یہ بھی واضح ہے کہ اگر آپ یہ سمجھنا چاہیں کہ فلاں آیت کا یہ مفہوم کس طرح متعین کیا گیا ہے تو اسکے لئے ضروری ہوگا کہ آپ اس آیت کے الفاظ کے معانی لغات القرآن میں دیکھیں' اور جن دیگر آیات کا حوالہ دیا گیا ہے' انہیں بھی سامنے رکھیں۔ اس کے لئے آپ کو کچھ محنت تو کرنی پڑے گی لیکن اس سے جو کچھ حاصل ہوگا وہ اس کے مقابلہ میں بڑا گراں بہا ہے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (۱۰/۵۸)

۴۔ اب بِسْمِ اللهِ کیجئے اور مفہوم القرآن کی طرف آئیے۔ وَاللهُ المستعان ٭

پرویز

سُوْرَةُ الْفَاتِحَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

ع

۱ زندگی کا ہر حسین نقشہ اور کائنات کا ہر تعمیری گوشہ، خالق کائنات کے عظیم القدر نظام ربوبیت کی ایسی زندہ شہادت ہے جو ہر چشم بصیرت سے بے ساختہ دادِ تحسین لے لیتی ہے۔

۲ وہ نظام جو تمام اشیائے کائنات اور عالمگیر انسانیت کو، انکی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما سے تکمیل تک لئے جارہا ہے ـــــ عام حالات میں بتدریج، اور ہنگامی صورتوں میں انقلابی تغیر کے ذریعے۔

۳ انسان کو یہ تمام سامانِ نشوونما بلا مزد و معاوضہ ملتا ہے، لیکن اُس کی ذات کی نشوونما اور اُس کے مدارج کا تعین اُس کے اعمال کے مطابق ہوتا ہے، جن کے نتائج خدا کے اُس قانونِ مکافات کی رُو سے مرتب ہوتے ہیں جس پر اُسے کامل اقتدار حاصل ہے۔ (۲/۱۲۲ ; ۴۶/۱۹ ; ۸۲—۱۹/۱۷)

۴ اے عالمگیر انسانیت کے نشوونما دینے والے! ہم تیرے اِسی قانونِ عدل و ربوبیت کو اپنا ضابطۂ حیات بناتے، اور اِسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ تو ہمیں اِسکی توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے تجویز کردہ پروگرام کے مطابق اپنی صلاحیتوں کی بھرپور اور متناسب نشوونما کرسکیں اور پھر انھیں تیرے ہی بتائے ہوئے طریق کے مطابق صرف کریں۔

۵ ہماری آرزو یہ ہے کہ یہ پروگرام اور طریق، جو انسانی زندگی کو اُس کی منزلِ مقصود تک لے جانے کی سیدھی اور متوازن راہ ہے، نکھر اور اُبھر کر ہمارے سامنے آجائے (۵۱/۲۸)

۶ یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر، پچھلی تاریخ میں، سعادتمند جماعتیں، زندگی کی شادابی و خوشگواری۔ سرفرازی و سربلندی۔ اور سامانِ زیست کی کشادگی و فراوانی سے بہرہ یاب ہوئی تھیں۔

۷ اور اُن کا انجام اُن سوختہ بخت اقوام جیسا نہیں ہوا تھا جو اپنے انسانیت سوز جرائم کی وجہ سے یکسر تباہ و برباد ہوگئیں، یا جو زندگی کے صحیح راستے سے بھٹک کر، اپنی کوششوں کو نتائج بدوش نہ بنا سکیں، اور اِس طرح اُنکا کاروانِ حیات، اُن کی قیاس آرائیوں کے سراب اور توہم پرستیوں کے پیچ و خم میں کھو کر رہ گیا۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ (۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ② الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

۱ خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ

۲ تم جس ہدایت کی آرزو رکھتے ہو (۱/۵) وہ ہمارے اِس ضابطۂ قوانین کے اندر محفوظ ہے (۱۵/۹) جس میں نہ بے یقینی اور تذبذب ہے اور نہ کوئی نفسیاتی اُلجھن۔

یہ ضابطۂ قوانین، سفرِ زندگی میں، اُن لوگوں کو اِنسانیت کی منزلِ مقصود کی طرف لے جانے والی راہ بتاتا ہے جو غلط راستوں کے خطرات سے بچنا چاہیں۔

۳ یہ وہ لوگ ہیں جو اُن حقیقتوں پر یقین رکھتے ہیں جو نگاہوں سے اوجھل ہیں، اور صحیح رَوِش کے اُن نتائج پر بھروسہ رکھتے ہیں جو اگرچہ ابتداءً اُن کی نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن جن کا آخرالامر سامنے آجانا یقینی ہوتا ہے۔

اِس مقصد کے لئے یہ لوگ اُس نظام کو قائم کرتے ہیں جس میں تمام افراد قوانینِ خداوندی کا اِتّباع کرتے جائیں۔ اور جو سامانِ نشو ونما اُنھیں دیا جاتا ہے، اُس میں سے اپنی ضروریات کے بقدر لے کر (۲/۲۱۹) باقی نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔

۴ یہ وہ لوگ ہیں جو اُن تمام صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو (اے رسول!) تجھ پر بذریعہ وَحی نازل کی گئی ہیں، اور جو تجھ سے پہلے پیغمبروں کو اُن کے اپنے وقت میں دی گئی تھیں (اور جو اَب قرآن کریم کے اندر محفوظ ہیں) ـــــ اِن صداقتوں پر ایمان رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ صحیح تاریخی شہادتوں سے اِس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ اِس پروگرام پر اِس سے پہلے بھی کئی بار عمل ہو چکا ہے اور اِس سے ہر بار وہی نتائج پیدا ہوئے ہیں جنکا اب وَعدہ کیا جاتا ہے، اس لئے اب بھی وہی نتائج مرتب ہوں گے ـــــ وہ اِس طرح اِس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ اِس ضابطۂ خداوندی پر عمل کرنے سے ایک نئی زندگی کی نمود

الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ ع

ہو جاتی ہے اور یوں حال کی جد و جہد سے اِنسان کا مستقبل روشن ہو جاتا ہے —— وہ مستقبل جس کا سِلسلہ اِسی دنیا تک محدود نہیں بلکہ وہ مرنے کے بعد بھی آگے چلتا ہے۔

۵ یہ وہ سَعادت مَند لوگ ہیں جو اپنے نشو و نما دینے وَالے کے قانونِ ربوبیت کی راہ نمائی میں سفرِ زندگی طے کرتے جاتے ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی کھیتیاں آخرالامر پروان چڑھتی ہیں۔ (۲۳/۱–۱۱ ؛ ۳۱/۲–۵)

یہ گروہ اُن لوگوں کا ہے جو غلط رَوِشِ زندگی کے تباہ کُن نتائج سے بچنا چاہتے ہیں اور اُن کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ صحیح رَاستہ اُن کے سَامنے آجائے۔

۶ اِن کے برعکس، دوسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے کہ زندگی کا صحیح رَاستہ نمایاں طور پر اُن کے سَامنے آجاتا ہے لیکن وہ ضِد۔ حَسَد۔ تکبر۔ سَرکشی اور اپنی مَفاد پرستیوں کی بِنا پر اُسے اختیار نہیں کرتے (۲/۸۹ ، ۹۰ ؛ ۱۰۹ - ۲۷/۱۴ - ۳۵/۴۲–۴۳ - ۴۷/۳۲)۔ وہ خود بھی اِس راستے پر نہیں چلتے اور دُوسروں کو بھی اِس پر چلنے سے روکتے ہیں۔ (۶/۲۶ ؛ ۴۱/۲۶ ؛ ۴۷/۳۲)

اِن لوگوں کو اُن کی اِس رَوِش کے تباہ کُن نتائج سے آگاہ کیا جائے یا نہ کیا جائے، اِن کے لئے برابر ہے۔ یہ صحیح رَاستہ کبھی اختیار نہیں کریں گے۔ (جو شخص خودکُشی پر تُلا بیٹھا ہو اُس سے یہ کہنا کہ سنکھیا مُہلک ہوتا ہے، اِس سے بچنا، بے سُود ہوتا ہے)۔ ایسی نصیحت اُسی کے لئے نفع بخش ہو سکتی ہے جو زِندہ رہنا چاہے۔ (۳۶/۷۰)

۷ اِن لوگوں کی اِس رَوِش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِن میں دیکھنے بھالنے اور سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی (جس طرح غصّے میں اِنسان پاگل ہو جاتا ہے)۔ اِن کی آنکھوں پر جذبات پرستی کے ایسے گہرے پَردے پڑ جاتے ہیں کہ وُہ نشاناتِ راہ کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ اِن کے کانوں میں ایسے ڈاٹ لگ جاتے ہیں کہ وہ آوازِ جرس سے بھی کارواں کا سُراغ نہیں پا سکتے۔ اِن کے قلب و دماغ پر اِس قسم کے غلاف چڑھ جاتے ہیں کہ وہ گرد و پیش پر غور کرنے سے بھی صحیح سمت کا اَندازہ نہیں کر سکتے۔ یہ سَب اِن کے اپنے اَعمال کا نتیجہ ہوتا ہے جو خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل کے مُطابق مُرتّب ہوتا ہے (۲/۸۸ ؛ ۴/۱۵۵ ؛ ۱۸/۵۷ ؛ ۴۵/۲۳ ؛ ۸۳/۱۴)

یہ لوگ اِس طرح اپنے آپ کو زندگی کی حقیقی شیرینیوں سے محروم کر لیتے ہیں اور تباہی و بربادی کے جہنم میں گر جاتے ہیں۔ کِس قدر اَلَم انگیز ہے اِن کا یہ انجَام!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا

---

۸ یہ دو گروہ تو وہ ہیں جو یا کھُلے بندوں حقیقت کا اِقرار کرتے ہیں، یا کھُلے بندوں اِس سے انکار کرتے ہیں۔ تیسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اِس ضابطۂ خداوندی کی صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں اور قانونِ مکافات اور اُخروی زندگی پر ہمارا ایمان ہے، لیکن وہ درحقیقت اِن پر ایمان نہیں رکھتے۔ (یہ لوگ یا تو سطحی جذبات پرست ہوتے ہیں اور یا ابن الوقت اور موقعہ پرست۔ اِس لئے اِن لوگوں کی رفاقت پر کبھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا)۔

۹ یہ لوگ نظامِ خداوندی اور اُس کے قائم کرنے والی جماعتِ مومنین سے دورُخی چالیں چلتے ہیں اور بزعمِ خویش سمجھتے ہیں کہ ہم اِنھیں فریب دے رہے ہیں، حالانکہ اگر یہ عقل و شعور سے کام لیتے تو اِن پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ وہ خود اپنے آپ کو فریب میں رکھ رہے ہیں۔

۱۰ اِس قسم کی جذبات پرستانہ اور فریب کارانہ زندگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِن کا قلب و دماغ صحت مندانہ توازن کھو بیٹھتا ہے۔ اور خدا کا قانون یہ ہے کہ غیر متوازن ذہن جس قدر مصروفِ کار رہے گا اُسی قدر اُس کا توازن اور بگڑتا جائے گا۔

اِس روش کو نبھانے کے لئے اِنہیں قدم قدم پر جھوٹ بولنا اور ہر موقعہ پر نیا بہروپ بدلنا پڑتا ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ اِس سے اِن کی جان کس قدر اَلَمْ انگیز عذاب میں رہتی ہے۔

۱۱ جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ ناہمواریاں پیدا کر کے معاشرہ کے نظام کو تباہ مت کرو، تو یہ نہایت ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ ہم معاشرہ کو بگاڑتے کب ہیں، ہم تو آئے سنوارنے والے مُصلحین ہیں —

۱۲ یاد رکھو! یہی لوگ تباہ کاریاں اور ناہمواریاں پیدا کرنے والے ہیں۔ (اِس لئے کہ جن کی اپنی داخلی زندگی میں ہمواریاں نہ ہوں وہ معاشرہ میں کس طرح ہمواریاں پیدا کر سکتے ہیں!)

أَنُؤْمِنُ كَمَآ آمَنَ السُّفَهَآءُ ۗ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوٓا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمْ قَالُوٓا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۴﴾ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَٰنِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۵﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَٰرَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۶﴾

حیرت ہے کہ یہ لوگ اِس کا بھی اِحساس نہیں کرتے کہ اِن کے قول وفعل کا یہ تضاد، اِن کی اَصل وحقیقت کو کس طرح بے نقاب کر دیتا ہے!

۱۳ جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اِس ضابطۂ زندگی کو اِسی طرح مانو اور اختیار کرو جس طرح جماعتِ مومنین کے افراد اِسے صحیح تسلیم کرتے اور اِس کے مُطابق چلتے ہیں، تو یہ اِس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ تو بے وقوف ہیں جنھیں اپنے نفع نقصان کا بھی خیال نہیں، اور مفت ہاتھ آجانے والے فائدوں کو چھوڑ کر "اُصُول پرستی" کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں! کیا ہم بھی اِنہی جیسے احمق بن جائیں؟

یاد رکھو! نفع نقصان سے بے خبر اور احمق خود یہ لوگ ہیں جو اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ عارضی مفاد کی خاطر مستقل منافع کو چھوڑ دینا، اچھی تجارت نہیں کہلا سکتی۔

۱۴ اِن کی دورُخی زندگی کا یہ عالم ہے کہ جب یہ اُن لوگوں کے سامنے آتے ہیں جو اِس ضابطۂ خداوندی کو اختیار کئے ہیں، تو اُن سے کہتے ہیں کہ ہم بھی تمھاری طرح اِسکی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن جب یہ اپنی پارٹی کے سرغنوں سے تنہائی میں ملتے ہیں، تو اُن سے کہتے ہیں کہ ہم اندر سے تو تمھارے ہی ساتھ ہیں، صرف ظاہرا طور پر اِن لوگوں سے ملتے اور اِنھیں بے وقوف بنا کر اِن کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں۔

۱۵ اے کاش! یہ اِس کا اندازہ کر سکتے کہ یہ دوسروں کو بیوقوف بنا کر اُن کا مذاق کیا اُڑائیں گے، خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے (حقائق کی دُنیا میں) خود اپنا مذاق اُڑاتے ہیں۔ یہ لوگ، اپنی قوّت واقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر غلط راستے پر پڑ جاتے ہیں اور پھر حیران وسرگرداں مارے مارے پھرتے ہیں، اور جوں جوں آگے بڑھتے ہیں، منزل سے دُور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

۱۶ یہ لوگ اپنے آپ کو بڑا عقلمند سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو دھوکا دے کر ناجائز فائدے حاصل کر رہے ہیں، اور خوش ہیں کہ ہمارا کاروبار بڑا نفع بخش ہے۔ حالانکہ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾

حقیقت یہ ہے کہ اِن جیسا نادان ہی کوئی نہیں کہ اِنہوں نے زندگی کی صحیح رَوِش کے بدلے میں غلط راستہ خرید لیا ہے۔ اِن کی یہ تجارت کبھی نفع بخش ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ غلط راستے پر چل کر زندگی کی منزلِ مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔

۱۷ اِن عارضی اور عاجلہ مفاد کے پیچھے پھرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص جنگل کی تاریک رات میں راستہ معلوم کرنے کے لئے آگ سُلگائے جس سے اُس کے ارد گرد کی فضا روشن ہو جائے۔ لیکن اِس کے فوری بعد آگ بُجھ جاتے اور اِس طرح خدا کا قانون اُسے تاریکیوں میں اِس طرح چھوڑ دے کہ اُسے کچھ دکھائی نہ دے۔ (یعنی مفاد عاجلہ کی تابناکیاں ایک دفعہ تو نگاہوں میں چکاچوند پیدا کر دیتی ہیں لیکن اِس کے بعد ایسا اندھیرا چھا جاتا ہے کہ اِس میں) صرف نگاہیں ہی بیکار نہیں ہوتیں بلکہ سوجھ بوجھ کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ اور انسان

۱۸ بہرا، گونگا اور اندھا۔ یعنی عقل و فکر سے عاری (۸/۲۲) اور جذبات سے مغلوب ہو کر نفع و نقصان کی تمیز سے محروم ہو جاتا ہے (۱۲/۴۶)۔ اور اُس کے لئے صحیح راستے کی طرف لوٹنے کی کوئی صُورت باقی نہیں رہتی۔

۱۹ یا (اِن کے تمدّنی اور معاشی نظام) کی مثال، جو اِن کے خود ساختہ قوانین سے مُرتّب ہوتا ہے، ایسی ہے جیسے، وقت پر مینہ برسانے والا بادل، لیکن اُس کے ساتھ گھٹا ٹوپ اندھیرا، گرج اور بجلی کی چمک بھی۔ (یعنی سامانِ زیست کے ساتھ اسبابِ ہلاکت ملے ہوئے ۳/۴۲)۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ بارش کی منفعت بخشیوں سے تو فائدہ اُٹھالیں لیکن رعد و برق کی تباہ کاریوں سے بچ جائیں۔ اس کا طریقہ اِن کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لی جائیں ——— نہ یہ ہیبت ناک آوازیں سُنائی دیں، نہ وہ موت کے مُنہ میں جائیں ——— اِن نادانوں کو اتنا معلوم نہیں کہ بجلی کی تباہ کاریاں کانوں کے راستے ہی اندر نہیں جایا کرتیں۔ وہ تو پوری کی پوری فضا میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ (یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر تدبّر کی فسوں سازی سے اُن رخنوں کو بند کر دیا جائے جن کے راستے اِن کی دانست میں، تباہیاں آتی ہیں تو غلط نظامِ زندگی کے

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ۧ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

(۲ / ع ۱۳ / ۳)

عواقب سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ لیکن اِن کا خیال خام ہے)۔ خدا کا قانونِ مکافات اُس قوم کو چاروں طرف سے گھیرے رہتا ہے جو حقائق سے انکار کرتی ہے۔ (۷/۱۸۳ ؛ ۲۹/۵۴ ؛ ۴۹/۳۶ ؛ ۴۲/۱۶)۔

(۲۰) ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کڑک کے ڈر سے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں (اور اِس طرح بزعمِ خویش اپنے آپ کو اِس خطرہ سے محفوظ خیال کر لیں) تو بجلی کی چمک اِن کی بینائی اُچک کر لے جائے۔ یعنی سامانِ زیست کی فراوانی اِن کی نگاہوں میں ایسی خیرگی پیدا کر دے کہ اِن کی آنکھیں خطرہ کے مقامات کو بھانپنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ یا یہ ایک خطرہ کی روک تھام کا انتظام کریں تو دوسرا خطرہ، کسی غیر متوقع مقام سے اُبھر کر اُنھیں تباہ کر دے (۷/۱۸۳)۔

مختصراً یوں سمجھو کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ جو قوم بھی فِطرت کی قوتوں کو مسخر کر لے وہ اُن سے نفع یاب ہو جاتی ہے (۱۷/۱۸—۲۱) لیکن صرف طبیعی زندگی کے مفاد پر نگاہ رکھنے والوں کی یہ نفع یابیاں عارضی ہوتی ہیں، اور بلند اقدار کو سامنے رکھنے والوں کی مستقل اور پائیدار۔ (۲/۲۰۱ ؛ ۱۱/۱۵ ؛ ۴۲/۲۰)۔ اوّل الذکر کی حالت یوں سمجھو جیسے کوئی شخص بادلوں سے گھری ہوئی تاریک رات میں صحرا میں راہ گم کردہ کھڑا ہو۔ جب بجلی کی چمک سے ذرا راستہ روشن ہو جائے تو وہ اُس میں چار قدم چل لے، لیکن جب پھر اندھیرا چھا جائے تو کھڑے کا کھڑا رہ جائے۔

ہم چاہتے تو ایسا بھی کر سکتے تھے کہ ان لوگوں کے ذرائع علم (سماعت و بصارت) سلب ہو جاتے اور اِس طرح اُنھیں قدرتی سامانِ نشو و نما سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ہی نہ دیا جاتا لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ ہم نے ہر بات کیلئے اندازے اور پیمانے مقرر کر دیئے، اور قوانین و ضوابط ٹھیرا دیئے ہیں۔ کائنات کی کوئی شے اِن پیمانوں سے باہر نہیں جا سکتی۔ اِن پر ہمارا پورا پورا کنٹرول ہے۔

(۲۱) لہذا، اے گروہِ نسلِ انسانی! تمھیں اِن اقوام کے خود ساختہ نِظام کی نگاہ فریب جگمگاہٹ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ تمھیں چاہیئے کہ اپنے آپ کو، اپنے نشو و نما دینے والے کے قوانین کے تابع لے آؤ۔ وہ نشو و نما دینے والا جس نے تمھیں اور تمھارے

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾

آباؤ اجداد کو پیدا کیا' اور کائنات کی اِس قدر تخریبی قوتوں کے باوجود، نسلِ انسانی کو مختلف مراحل میں سے گذارتے ہوئے اِس مقام تک لے آیا (۴۰؍۶۴)۔ بس یہی ایک طریق ہے جس سے تم راستے کے خطرات سے محفوظ رہ سکو گے۔

۲۲ یہ حفاظت تمھیں خدا کے عالمگیر نظامِ ربوبیّت کی رُو سے مِل سکے گی جس کے مطابق اُس نے تمھارے لئے زمین میں ٹھکانے کا سامان پیدا کر دیا۔ اُوپر فضا میں کُرّے بکھیر دیئے تاکہ باہمی کشش و جذب سے یہ اپنی اپنی جگہ برقرار رہیں۔ پھر ایسا انتظام کر دیا کہ آسمان سے پانی برسے جس سے تمھارے لئے سامانِ رزق پیدا ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام سامانِ زیست تمھیں خدا کی طرف سے بلامزد و معاوضہ ملا ہے۔ اِس پر ملکیت خدا ہی کی ہے' تمھیں صِرف اِس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ لہٰذا تم نے ایسا نہ کرنا کہ انسانوں کو اِس کا مالک بنا دو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ' جانتے بوجھتے' خدا کے ساتھ شرک ہو گا۔

۲۳ اگر تم اِس قدر محکم دَلائل و شواہد کے باوجود' اِس باب میں کسی شک و شبہ یا نفسیاتی اُلجھن میں مُبتلا ہو کہ جو ضابطہٴ زندگی ہم نے' اپنے بندے کی وساطت سے' تمھیں دیا ہے' وہ واقعی حقیقت پر مبنی ہے یا نہیں' تو اِس کے دُور کرنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اِنسانی زندگی کے لئے جو نقشہ یہ ضابطہ پیش کرتا ہے' اُس کے بجائے کوئی متبادل نقشہ تم مُرتّب کر کے دِکھاؤ ——— پُوری کی پوری عمارت کا نہیں تو اِسکی کسی ایک منزل ہی کا سہی ——— یعنی اِس ضابطہ کی کسی ایک شق جیسی شق بنا کر لاؤ۔ (۸؍۳۴ ؛ ۱۱؍۱۳) - اِس کے لئے کِسی ایک شخص پر ذمّہ داری ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جتنے ادیب و مفکّر اور تمدّنی اور سیاسی مقنّن تمھارے معاشرہ میں پلائے جاتے ہوں' اِن سب کی ایک کمیٹی بنا لو' بس ایک اللہ کی وحی کو الگ چھوڑ دو' اور اُن سے کہو کہ ایسا کر کے دکھائیں۔ اگر تم واقعی اپنے اِس دَعوے میں سچے ہو کہ تم اِس کا فیصلہ نہیں کر پاتے کہ یہ ضابطہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں' اور محض اپنی مفاد پرستیوں سے چمٹے رہنے کی خاطر شکوک و شبہات کا ساز نہیں بجا رہے'

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٢٤﴾
وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ
رِّزْقًا ۙ قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ ﴿٢٥﴾

تو تمھیں اِس چیلنج کو ضرور قبول کر لینا چاہیئے۔

(۲۴) لیکن اگر تم نے ہمارے چیلنج کو قبول نہ کیا ——— اور ہم بتائے دیتے ہیں کہ تم اِسے ہرگز قبول نہیں کرو گے ——— اور عقل وبصیرت کی رو سے بات سمجھنے کی کوشش نہ کی بلکہ اپنی مخالفت میں اندھا دھند آگے بڑھتے گئے اور حق کے راستے میں روک بن کر کھڑے ہو گئے، تو اِس کا نتیجہ وہ تباہی و بربادی کا جہنم ہو گا جس میں تمھارے عوام اور خواص، اور چالاک لیڈر اور ان کے متبعین، سب اپنی دولت وحشمت کے ساتھ، جا گریں گے۔ ——— خواہ یہ جنگ کی صورت میں ہو، جس کی آگ انسانوں کے ہاتھوں سے اور معدنی آلاتِ حرب وضرب کے ذریعے بھڑکائی جاتی ہے۔ اور خواہ غلط نظامِ زندگی کے تباہ کُن انجام کی شکل میں ہو۔ بہرحال، یہ وہ جہنم ہے جو صحیح ضابطۂ زندگی سے اِنکار اور سرکشی برتنے والوں کے اعمال نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

(۲۵) اِس ٹکراؤ میں اُس جماعت کے لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں جو قوانینِ خداوندی اور زندگی کی بلند اقدار کی صداقتوں پر یقین رکھتی ہے، اور خدا کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہتی ہے۔ اے رسول! تو اِنھیں خوشخبری دیدے کہ اِن کے لئے ایک ایسا معاشرہ متشکل ہو جائے گا جس کی شادابیاں سدا بہار، اور جس کی آسائشیں زوال ناآشنا ہوں گی (۱۳/۳۵)۔ اِس زندگی میں بھی خزاں نادیدہ بہاریں، اور بعد کی زندگی میں بھی حیاتِ جاوید۔

یہ چیزیں صرف اِنہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جب اور جہاں بھی کسی جماعت نے ایسی روش اختیار کی، اُس کا یہی نتیجہ نکلا (۴۶/۵۵ ؛ ۳۹/۴،۴)۔ اِن اعمال کے نتائج ہمیشہ ایک جیسے ہوتے ہیں، البتہ اِن کے پیکر زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے ملتے جلتے ہیں۔

اِس معاشرہ میں اِن کے ساتھ اور لوگ بھی ملتے جائیں گے اور اِن کے رفیق بنتے جائیں گے۔ یہ بھی اِن ہی جیسی پاکیزہ سیرتوں کے حامل ہوں گے۔ جب تک

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ إِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْأَرْضِ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

یہ معاشرہ قوانینِ خداوندی کی بنیادوں پر استوار رہے گا' یہ اپنے پھل اِسی طرح دیتا جائے گا۔ اِس میں فساد اور تغیّر واقع نہیں ہوگا۔

(۲۶) ہم نے اِس معاشرہ کو ایک سرسبز وشاداب باغ (جنّت) کہہ کر پکارا ہے' اور اور اِن کے اعمالِ حسنہ کے نتائج کو لذیذ پھلوں سے تشبیہ دی ہے' تو اِس لئے کہ بلند حقیقتیں، محسوس تشبیہات سے سمجھائی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا یہ بات شانِ خداوندی کے منافی نہیں کہ وہ حقائق کو تمثیلات کے ذریعے بیان کرتا ہے۔ یہ تو خیر پھر بھی باغات اور پھلوں کی مثالیں ہیں' اگر ضرورت پیش آئے تو اُسے اِس میں بھی کسی قسم کا باک نہیں ہوگا کہ وہ مچھّر جیسی حقیر شے' یا اُس سے بھی کسی کمتر چیز کی مثال دے کر بات واضح کردے۔ جو لوگ اِس پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ خدا کی طرف سے (وحی کے ذریعے) بیان ہورہا ہے' وہ اِن مثالوں سے سمجھ جائیںگے کہ یہ' اُن کے نشو ونما دینے والے کی طرف سے حقیقتِ ثابتہ ہے۔ لیکن جو لوگ اِس بنیادی حقیقت ہی سے انکار کرتے ہیں وہ ان تمثیلات اور تشبیہات میں بھی ہزار نقص نکالیں گے' اور کہیں گے کہ اِس قسم کی مثالوں سے بالآخر مقصد کیا ہے؟ اِس سے تم سمجھ لو کہ ایک ہی بات سے کس طرح دو متضاد نتیجے اخذ کئے جاسکتے ہیں' فرق زاویۂ نگاہ کا ہوتا ہے۔ ایک اندازِ نگاہ سے دیکھو تو اُسی سے گمراہی کے راستوں پر جا پڑو۔ اور دوسری نگاہ سے دیکھو تو اُسی سے کامیابیوں اور کامرانیوں کی راہیں کشادہ ہوجائیں۔ لیکن غلط راہوں پر صرف وہ لوگ چل نکلتے ہیں جو قوانینِ خداوندی کے قالب کے اندر زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے' بلکہ اِن سے گریز کی راہیں نکال کر' اپنے لئے الگ راستے اختیار کرلیتے ہیں۔

(۲۷) یہ وہ لوگ ہیں جو اُن تمام ذمّہ داریوں کے قبالہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالتے ہیں جو اُن پر خدا کی ربوبیتِ عالمینی کی رُو سے عائد ہوتی ہیں' نیز اُس عہد کو بھی توڑ ڈالتے ہیں جو اُنھوں نے نظامِ خداوندی سے باندھا تھا (۹/۱۱۱)۔ اور اس طرح' انسانیت کے تمام رشتوں کو منقطع کرکے (۱۳/۲۱ ؛ ۱۳/۲۵) انفرادی مفاد پرستی کو زندگی کا نصب العین

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٢٨ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ



بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝٢٩

بنا لیتے ہیں، حالانکہ خدا کے قانونِ ربوبیّت کا تقاضا ہے کہ اِن رشتوں کو جوڑ کر، تمام نوعِ انسان کو ایک برادری کے افراد اور ایک درخت کی شاخیں سمجھا جائے (٢/٢١٣ ؛ ٣١/٣٢ ؛ ١٠/١٩)۔ اِس روش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا ہو جاتی ہیں او آخر الامر تباہی اور بربادی کے سوا اِن کے حصّے میں کچھ نہیں آتا۔

٢٨ اِن لوگوں سے (جن کی روش زندگی کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) کہو کہ تم قانونِ خداوندی کا اِنکار کِس دلیل سے کر سکتے ہو، جبکہ خود تمھاری اپنی ہستی اِس کی زندہ شہادت ہے۔ تم کِسی انداز سے بھی غور کرو، اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک وقت ایسا تھا کہ تم زندگی سے محروم تھے۔ (زندگی تو ایک طرف، تم کوئی قابلِ ذکر شے ہی نہیں تھے۔ (٧٦/١)۔ پھر تم میں زندگی آگئی۔ ظاہر ہے کہ زندگی تمھاری پیدا کردہ نہیں، اِسے خدا ہی نے عطا کیا ہے۔ اِس کے بعد جب تم طبیعی قانونِ خداوندی کے مطابق مرجاؤ گے تو خدا کیلئے کونسی مشکل ہوگی کہ تمھیں پھر زندہ نہ کر سکے (٣٠/٥٠ ؛ ٤٠/١١ ؛ ٤٤/٥٥)۔ لہذا، موت سے زندگی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ زندگی آگے چلتی ہے، اور آگے چلتی ہے مکافاتِ عمل کیلئے۔ اِس لئے تم اِس قانون کی گرفت سے باہر جا ہی نہیں سکتے۔ تم اِس سے ہزار بھاگنے کی کوشش کرو، تمھیں آخر الامر اِس کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا ـــــ بلکہ یوں سمجھو کہ اب بھی تمھارا ہر قدم اِسی کی طرف اُٹھ رہا ہے۔

٢٩ یہ قانون اُس خدا کا متعین کردہ ہے جس نے تمھیں اِس زمین پر پیدا کیا تو تمھارے لئے سامانِ نشو و نما بھی ساتھ ہی مہیّا کر دیا۔ پھر تم کائنات کی پہنائیوں میں غور کرو کہ اُس میں متعدد اجرامِ فلکی کس توازن و اعتدال کے ساتھ اپنے اپنے فرائض کی سرانجامدہی میں سرگرمِ عمل ہیں (٥١/١-٢)۔ یہ بھی خدا ہی کے قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ اُس خدا کے قانون کے مطابق جو ہر شے کی مضمر قوتوں اور تقاضوں سے اچھّی طرح باخبر ہے۔

ارض و سما کا یہ کائناتی نظام اِس لئے سرگرمِ عمل ہے کہ انسانوں کے اعمال کے ٹھیک ٹھیک نتائج مرتب ہوں (٥٣/٣١ ؛ ١١/٧)۔ اِس حقیقت کے سمجھنے کے لئے

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِــُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

ضروری ہے کہ پہلے انسانی خصوصیات اور کائنات میں اِس کے مقام کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ اسے قصۂ آدم کے تمثیلی انداز میں بیان کیا جاتا ہے، جو درحقیقت خود انسان ہی کی سرگذشت ہے۔

(۳۰) جب زندگی اپنے ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی پیکرِ انسانی میں پہنچی، اور مشیت کے پروگرام کے مطابق وہ وقت آیا کہ انسان، اپنے سے پہلی آبادیوں کی جگہ زمین میں آباد ہو (لہ ۱۶۵/۶)، تو کائناتی قوتوں کو اِس پر تعجب ہوا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کائنات میں کوئی ایسی مخلوق نہیں تھی جسے قوانینِ خداوندی سے مجالِ سرتابی ہو (۱۶/۴۹-۵۰)، لیکن اِس جدید مخلوق کو صاحبِ اختیار و ارادہ بنایا جا رہا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی بھی کر سکتا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے عرض کیا کہ بار الٰہا! یہ کس قسم کی مخلوق ہے جسے اب زمین میں بسایا جا رہا ہے؟ یہ تیرے قانون سے سرکشی برتے گا جس کا نتیجہ ناہمواریاں اور خوں ریزیاں ہوگا۔ اس کے برخلاف ہم ہیں کہ جو فرائض ہمارے سپرد کئے گئے ہیں ہم اُن کی سرانجامدہی میں ہمیشہ سرگرمِ عمل رہتے ہیں اور تیرے پروگراموں کو وجۂ حمد و ستائش بنانے کے لئے جہاں تک جانا پڑے جاتے ہیں۔ اِس پر خالقِ کائنات نے کہا کہ ہمارے اِس جدید پروگرام کو تم نہیں سمجھ سکتے۔ ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں۔

(۳۱) اِنسان میں اس امر کی امکانی استعداد رکھ دی گئی تھی کہ یہ اُن قوانین کا علم حاصل کر سکے جن کے مُطابق مختلف اشیائے کائنات سرگرمِ عمل ہیں۔ چنانچہ اُن کائناتی قوتوں سے کہا گیا کہ اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ یہ جدید مخلوق تمہارے مقابلہ میں فروتر ہے، تو بتاؤ کیا تمھیں بھی یہ استعداد حاصل ہے؟

لہ انسانی زندگی کے ارتقائی منازل کے لئے حسب ذیل آیات دیکھئے۔
۶/۲ ؛ ۷/۱۸۹ ؛ ۲۲/۵ ؛ ۲۳/۱۲-۱۳ ؛ ۲۵/۵۴ ؛ ۳۲/۷-۹ ؛ ۳۵/۱۱ ؛ ۳۷/۱۱ ؛ ۷۱/۱۷

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ ٗ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلۡنَا يٰۤاٰدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ وَكُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا ۖ وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۳۵﴾

۳۲ اِس پر اُنھوں نے عجز سے اپنی گردن جھکا دی اور کہا کہ تیرے پروگرام ہماری حدِّ نگاہ سے بہت آگے ہوتے ہیں۔ ہم تو صرف اُتنا ہی جانتے ہیں جتنا ہمیں علم دیا گیا ہے۔ اِس سے زیادہ اکتساباً کچھ معلوم کر لینے کی ہم میں استعداد ہی نہیں۔ تجھے کائنات کا کُلّی علم ہے اور تو ہی اپنے پروگرام کی غرض و غایت سے باخبر ہے۔

۳۳ جب اِس طرح انسانی ممکنات کی یہ پہلی جھلک اُن کے سامنے آگئی تو اُن سے کہا گیا کہ ہم کائنات اور اِس میں پیدا کی جانے والی مخلوق کے متعلق وہ کچھ جانتے ہیں جو تمھاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم سے سَردست کیا کچھ ظہور میں آرہا ہے اور تمھاری مضمر صلاحیتیں کیا ہیں (جن کی نمود انسان کے ہاتھوں ہوگی)۔

۳۴ اس پر کائناتی قوتیں سب انسان کے سامنے جُھک گئیں، لیکن ایک چیز ایسی بھی تھی جس نے اِس کے سامنے جُھکنے سے انکار کر دیا۔ اُس نے سرکشی اختیار کی۔ یہ تھے انسان کے خود اپنے جذبات جن کے غالب آجانے سے اس کی عقل و فکر ماؤف ہو جاتی ہے اور، اتنی بڑی قوتوں کا مالک، خود اپنے ہاتھوں بے بس ہو جاتا ہے، اور اِس پر چاروں طرف سے مایوسیاں چھا جاتی ہیں۔

۳۵ اِن صلاحیتوں کے ساتھ انسان کو دُنیا میں بسایا گیا۔ اِس کی ابتدائی زندگی کا نقشہ یہ تھا کہ اِسکی ضروریات بہت محدود تھیں اور سامانِ نشو و نما کی بڑی فراوانی تھی۔ (۲۰/۱۱)۔ اِس لئے اِن میں نہ باہمی تصادم تھا، نہ تزاحم۔ نہ اختلاف تھا، نہ افتراق۔ تمام انسان ایک برادری کی طرح رہتے تھے (۲/۲۱۳ ؛ ۱۰/۱۹)۔ چنانچہ اِن سے کہہ دیا گیا کہ اگر تم نے باہمی اختلافات شروع کر دیئے تو یہ جنّتی زندگی تم سے چھن جائے گی اور تم (زندگی کے بلند مقاصد تو ایک طرف) سامانِ زیست کے حصول کیلئے بھی جانکاہ مشقتوں میں مُبتلا ہو جاؤ گے (۲۰/۱۱۸)، اور اِس طرح خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ پر زیادتی کر بیٹھو گے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

۳۶ لیکن اِنسان پر اُس کی انفرادی مفاد پرستیوں کے جذبات غالب آ گئے اور اِس نے اپنے خود ساختہ نظام کے مُطابق تمدّنی زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ اِس سے اِسکی وُہ جنتی زندگی چھن گئی۔ انسان مختلف گروہوں میں بٹ گیا، اور ایک گروہ دوسرے گروہ کا دشمن ہو گیا۔ اِن میں مفادِ خویش کی پچرّیں حائل ہو گئیں۔

لیکن دُنیا میں انسانی زندگی کوئی ایک آدھ دن کی بات نہ تھی کہ یوں بھی گذر ہو جاتا۔ اِس نے یہاں ایک مدّت تک رہنا اور سامان زیست سے ہر ایک نے فائدہ اٹھانا تھا۔ تو کیا انسان کیلئے اُسکی خود پیدا کردہ مصیبت کا کوئی حل نہیں تھا؟

۳۷ اس کا حل تو تھا لیکن یہ، اُس کے عقل کے بس کی بات نہیں تھی۔ عقلِ انسانی ہر فرد کو اُس کے مفاد کے تحفظ کی راہیں تو بتا سکتی ہے، عالمگیر انسانیت کے امن و سلامتی کا طریق نہیں بتا سکتی۔ یہ اُس نظریۂ زندگی اور نظامِ حیات کی رو سے ممکن تھا جو خدا کی طرف سے بذریعہ وحی ملنا تھا، اور جسے اختیار کرنے سے اسے پھر سے وہی جنتی زندگی حاصل ہو سکتی تھی۔

۳۸ چنانچہ جب وہ جنّت کی زندگی اِس سے چھن گئی تو اِس سے کہدیا گیا کہ تمہارے لئے مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں —— خواہ تم سب کے سب غلط راستے پر چل نکلو پھر بھی مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ ہماری طرف سے ہمارے رسولوں کی معرفت (۵۰) تمھاری طرف راہ نمائی آتی رہے گی۔ جو لوگ اُس راہ نمائی کے مُطابق زندگی بسر کریں گے وہ ہر قسم کے خوف و حزن سے محفوظ رہیں گے (۲۰/۱۲۳-۱۲۴)

۳۹ لیکن جو لوگ اس راہ نمائی کے قبول کرنے سے انکار کریں گے اور اس کی صداقتوں کو جھٹلائیں گے، تو، ہمارے قانون مکافات کے مطابق وہ مستقل عذاب کی زندگی جئیں گے —— اِس دنیا میں بھی اور اس کے بعد بھی ——

کائناتی قوتوں کو مُسخّر کر لینا مقامِ آدم ہے (یعنی کائنات میں انسان کا صحیح مقام) اور اِن قوتوں کو وحئِ خداوندی کے مُطابق، عالمگیر انسانیت کی بہبُود کی خاطر استعمال کرنا، مقامِ مومن ہے۔ اگر اِن قوتوں کو مختلف قومیں اپنی خواہشات اور ذاتی مفاد کیلئے استعمال کریں تو اسکا نتیجہ عالمگیر فساد ہے۔ یہ ہے سرگذشتِ آدم کا تمثیلی بیان اور اس کا ماحصل۔

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَ اَوۡفُوۡا بِعَہۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَہۡدِکُمۡ ۚ وَ اِیَّایَ فَارۡہَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾

وَ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَ لَا تَکُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِہٖ ۪ وَ لَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫

وَّ اِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۴۱﴾

(۴۰) جو اُصول اوپر بیان کیا گیا ہے (یعنی یہ کہ جو قوم قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرے گی، وہ سرسبز و شاداب رہے گی اور جو اِن کے خلاف چلے گی، وہ تباہ و برباد ہو جائے گی) اُس کی زندہ مثال قوم بنی اسرائیل ہے، جو اِس وقت (اے رسول!) اِن قوانین کی اِس شدت سے مخالفت کر رہی ہے۔ تم اِن سے کہدو کہ تم اپنی تاریخ کے اُس عہد کو سامنے لاؤ جب تم قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ تم نے دیکھ لیا تھا کہ اُس دور میں تمہیں کس قدر آسائشیں اور راحتیں، سرفرازیاں اور سربلندیاں نصیب تھیں۔

پھر تم نے اُس رَوش کو چھوڑ دیا، تو اِس کا نتیجہ بھی تمھارے سامنے ہے۔ یعنی دُنیا بھر کی ذِلّت و رُسوائی ($\frac{۲}{۶۱}$)۔

اب پھر ایسا موقعہ آیا ہے کہ تم چاہو تو اپنی گم گشتہ جنّت کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہو۔ تم (میرے قوانین کے اِتّباع سے) اپنے عہد کو پورا کرو، اور پھر دیکھو کہ میں کس طرح اُن تمام ذمّہ داریوں کو پورا کرتا ہوں جن کا میں نے تم سے، اِس کے بدلے میں، وعدہ کیا تھا ($\frac{۹}{۱۱۱}$)۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم، تمام غیر خدائی قوتوں کا خوف اپنے دِل سے نکال ڈالو، اور صرف میرے قوانین کے سامنے جھکو، اور اِن کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے ڈرو، اور محتاط رہو۔

(۴۱) اِس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ تم اُس ضابطۂ قوانین (قرآن) پر ایمان لاؤ جسے ہم نے (اِس رسول پر) نازل کیا ہے۔ یہ (علاوہ اور باتوں کے) اُن تمام دعاوی کو بھی سچ کر دکھائے گا جو تمھارے ہاں نظری طور پر موجود ہیں۔ چونکہ اِس کی تعلیم بنیادی طور پر وہی ہے جو کبھی تمھیں بھی دی گئی تھی (اور جو اب اپنی اصلی شکل میں تمھارے پاس نہیں)، اس لئے تمھیں چاہیئے تھا کہ تم لپک کر اِس کی طرف آتے۔ لیکن، اس کے برعکس، تم نے اوروں سے بھی پہلے اِس کی مخالفت شروع کر دی۔ ایسا نہ کرو۔ ہم جانتے ہیں کہ تمھیں، مذہبی پیشوائیت کی بنا پر کچھ دُنیاوی مفاد حاصل ہیں ($\frac{۲}{۷۹}$)، اور تمھارے خود ساختہ عقائد و رسومات

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾

تمہاری قومی گروہ بندی کا موجب بن رہے ہیں جس کا چھوڑنا تم پر گراں گذرتا ہے (۲۹/۲۵)؛ لیکن اِس ضابطہ کے اتباع سے جو کلّی مفاد حاصل ہوں گے، وہ اِن سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوں گے۔ لہٰذا تم اِسی کے مطابق زندگی بسر کرو۔

(۴۲) تمہاری موجودہ رَوش یہ ہے کہ کہیں تم حقیقت پر یکسر پردہ پوشی کر کے، اُسے لوگوں کے سامنے آنے ہی نہیں دیتے (۲/۱۵۹)، اور کہیں، (وحی کے ساتھ اپنی خود ساختہ شریعت کو ملا کر) حق اور باطل کو اِس طرح خلط ملط کر دیتے ہو کہ باطل، حق بن کر دکھائی دیتا ہے۔ اور تم یہ سب کچھ، اپنے مفاد کی خاطر دیدہ و دانستہ کرتے ہو۔

(۴۳) تم اپنی اِس رَوش کو چھوڑ دو، اور (قرآن کو اپنی زندگی کا ضابطہ بنانیکے بعد) نظامِ صلوٰۃ قائم کرو، اور نوعِ انسان کی نشو و نما کا سامان فراہم کرو، اور اِس طرح تم بھی اُن کے ساتھی بن جاؤ جو قوانین خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں (۹/۱۱۹ ؛ ۸۹/۲۹)۔

(۴۴) اِس کتمانِ حقیقت اور تلبیسِ حق و باطل کی رَوش کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ تمہاری اپنی زندگی میں عجیب تضاد اور منافقت پیدا ہو چکی ہے۔ تم دوسروں کو تو تاکید کرتے ہو کہ وہ بھلائی اور کشاد کی راہ اختیار کریں (۲/۱۰۰) لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو تمھیں یہ سب وعظ و نصیحت بھول جاتی ہے۔ اور اِس کے ساتھ تم اِسکے بھی مدعی ہو کہ تم کتاب اللہ کا اِتّباع کرتے ہو۔ ذرا عقل و فکر سے کام لے کر سوچو کہ کیا خدا کی کتاب اِس قسم کی رَوش اِختیار کرنے کی تعلیم دے گی؟

(۴۵) یاد رکھو! تمہاری صَلاحیتوں کی نشو و نما، اور تمھاری زندگی میں صحیح توازن اُسی صورت میں پیدا ہو سکے گا کہ تم نہایت استقامت اور استقلال سے نظامِ صلوٰۃ پر کاربند رہو (۲/۱۵۳)۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ راستہ تمھیں بڑا دشوار گذار، اور یہ منزل بڑی کٹھن نظر آئے گی (اس لئے کہ تم دوسروں کی کمائی پر تن آسانی کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے ہو (۲۰/۱۰ — ۲۷ ؛ ۹۰/۱۱ — ۱۴)۔ لیکن اگر تمھیں اِس کا خیال رہے کہ تم نے خدا (کے قانون مکافات) کا سامنا کرنا ہے۔ تم اُس

الربع ع

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

۴۶ قانون کی زد سے باہر نہیں جا سکتے۔ تمھارا ہر قدم اُسی کی طرف اُٹھ رہا ہے، تو پھر تمھارے دل میں یقیناً وہ جھکاؤ پیدا ہو جائے گا جس سے انسان، اپنے ذاتی میلانات کو چھوڑ کر، قوانینِ خداوندی کے سامنے سر جھکا دیا کرتا ہے۔

۴۷ تمھیں تو یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں کہ ان قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنیکا نتیجہ کیا ہوا کرتا ہے۔ تم اِس کے نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو، جب تمھیں اِن کی بدولت، زندگی کی ہر قسم کی آسائشیں نصیب ہو گئی تھیں، اور تم اپنی ہم عصر اقوام میں، ایسی ممتاز حیثیت کے مالک ہو گئے تھے کہ کوئی اور قوم تمھارا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی (۲/۱۲۲)۔

۴۸ اِس نظام کو چھوڑنے کے بعد، تمھاری حالت یہ ہو گئی کہ آئین و قوانین کا احترام اور عدل و انصاف کی پاسداری، تمھارے ہاں سے بالکل اُٹھ گئی —— لیکن اب یہ دھاندلی زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتی۔ اب (قرآنی نظام کے قیام سے) وہ دور جلد آنے والا ہے جس میں کوئی شخص کسی مجرم کا ذرا سا بوجھ بھی نہیں بٹا سکے گا۔ ہر ایک کو اپنے کیے کی سزا خود بھگتنی پڑے گی (۶/۱۶۵)۔ نہ ہی کسی کی سفارش کسی کے کام آسکے گی۔ نہ ہی کسی سے، اُس کے جرم کے معاوضہ میں کچھ (رشوت) لے کر، اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی شخص، کسی مجرم کی مدد کو پہنچ سکے گا۔

یہ اِس دنیا میں بھی ہو گا جب (قرآن کا) نظامِ عدل قائم ہو گا، اور آخرت میں بھی، جب تمام فیصلے خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے ہوں گے۔

۴۹ تمھیں یاد ہے کہ جب تم قومِ فرعون کی محکومی میں تھے تو وہ تم پر، ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر طرح طرح کے عذاب وارد کیا کرتے تھے۔ اُن میں، بدترین عذاب یہ تھا کہ وہ تمھارے اندر پارٹیاں پیدا کرتا رہتا تھا (۲۸/۴) اور اِس طرح کرتا یہ تھا کہ تمھاری قوم کے معزز افراد کو، جن میں اُسے جوہرِ مردانگی کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور جن سے اُسے خطرہ کا امکان نظر آتا تھا، ذلیل و خوار کر کے غیر مؤثر بناتا رہتا تھا (بالخصوص اُنھیں

وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰٓى اَرۡبَعِيۡنَ لَيۡلَةً ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوۡنَا عَنۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۵۲﴾

وَاِذۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَالۡفُرۡقَانَ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۵۳﴾

جو موسٰےؑ پر ایمان لاتے تھے۔ (۴/۲۸)' اور جو طبقہ اِن جوہروں سے عاری ہوتا' اُسے اپنا معزز و مقرّب بنا کر' آگے بڑھاتا رہتا تھا۔ اِس طرح مجموعی حیثیت سے تمھاری قوم کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی تھی (۲۹/۵)۔ [سیاستِ ملوکیت کا انداز ہی یہی ہوتا ہے۔ (۲۵/۴۳)]۔

تم نے قوانینِ خداوندی کا اتباع کیا تو اُس نے تمھیں سب سے پہلے فرعون کے اِس عذاب سے نجات دلائی۔ یہ چیز' تمھارے نشوونما دینے والے کی طرف سے' تمہارے لئے ایک عظیم نعمت تھی' کیونکہ اِس سے تمھیں اپنی باز آفرینی کے مواقع حاصل ہوگئے (۶/۱۴)۔

۵۰ اور پھر (قومِ فرعون کے ساتھ کشمکش کے بعد) وہ وقت آگیا کہ تم مصر کو چھوڑ کر چل نکلے اور فرعون کا لشکر تمھارے تعاقب میں آیا' تا آنکہ تم اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں سامنے سمندر (یا دریا) کا حصّہ تھا اور پیچھے فرعون اور اُس کی فوج۔ تم اِس طرح گِھر چکے تھے کہ ہماری راہ نمائی سے تمھیں سمندر (یا دریا) میں خشک راستہ مل گیا' اور اِسطرح' ہم نے تمھیں فرعون کے لشکر کی دستبرد سے بچالیا' اور وُہ' اور اُس کا لشکر' سب غرق ہوگئے۔ اور یہ کچھ تمھاری آنکھوں کے سامنے ہوا (۷/۱۳۸ ؛ ۱۰/۹۰ ؛ ۲۰/۷۷ ؛ ۲۶/۶۳ ؛ ۴۴/۲۴)۔

۵۱ اور سینا کی وادی میں پہنچ کر' (جہاں تمھاری تربیت ہو رہی تھی)' موسٰےؑ ہمارے حکم کے مُطابق چالیس راتوں کے لئے تم سے الگ ہوا (۷/۱۴۲)' تو تم نے' اتنے ہی عرصہ میں' (خدا کو چھوڑ کر' مصریوں کے دیوتا) بچھڑے کی پرستش شروع کردی' اور اِس طرح' قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرلی۔

۵۲ لیکن ہم نے' اِس پر بھی' تمھیں راندۂ درگاہ نہیں کردیا' بلکہ (جیسا کہ آگے چل کر مذکور ہے۔ (۲/۵۶)' تمھاری اِس غلط رَوش کے مُضر اثرات کو مٹا دیا' اور تمھیں پھر موقعہ دیا کہ تم اپنی صلاحیتوں کی پوری پوری نشوونما کرلو۔

۵۳ اِس مقصد کے لئے' ہم نے موسٰےؑ کو ایسا ضابطۂ قوانین دیا' جو حق و باطل کو نکھار کر' الگ کر دینے والا' اور مستقل اقدار کا پیمانہ تھا۔ یہ اِس لئے دیا کہ تم' اُس کی

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

روشنی میں، اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔

(۵۴) جب موسیٰؑ (چالیس راتوں کے بعد)، اپنی قوم کی طرف واپس آیا، اور اُس نے دیکھا کہ قوم گوسالہ پرستی میں مصروف ہے، تو اُس نے اُن سے کہا کہ تم نے اِس بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر، اپنا ہی نقصان کیا ہے، کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ تم اِس سے، انسانی سطح سے بہت نیچے گر گئے ہو ($\frac{۷}{۱۵۲}$)۔ اب پھر اُس مقام کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنی غلطی کا اعتراف کرو، اور نہایت عجز و اِنکسار سے، قوانینِ خداوندی کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دو۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے تم قوانینِ خداوندی کے اُن خوشگوار اور زندگی بخش نتائج سے پھر مستفید ہو سکتے ہو، جو اِس وقت تم سے مُنہ موڑ چکے ہیں۔ اِن قوانین میں یہ خصوصیت ہے کہ جب بھی کوئی اِن کی طرف رجوع کرتا ہے، تو یہ، ربوبیّت کے تمام سامان اپنے ساتھ لئے، اپنا رُخ اُس کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

(۵۵) ہم نے تمھیں ایک واضح ضابطۂ قانون دیا تھا جس کے نتائج نے تمھیں خود بخود بتا دینا تھا کہ وہ (واقعی) خدا کا قانون ہے، کسی انسان کا خود ساختہ نہیں۔ لیکن، بجائے اِس کے کہ تم اُس پر عمل پیرا ہو کر اُس کے نتائج سے خدا کو پہچانتے، تم اِس قدر محسوسات کے خوگر ہو چکے تھے، کہ تم موسیٰؑ سے یہ کہنے لگے کہ ہم تیری کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں جب تک ہم اُس خدا کو (جس کی طرف سے، تم کہتے ہو کہ، یہ قانون نازل ہوا ہے) خود اپنی آنکھوں سے بے نقاب نہ دیکھ لیں۔ (حالانکہ ظاہر ہے کہ خدا کوئی مادّی پیکر نہیں جسے آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔ اُس کا تو، اُس کی خدائی اور اُس کے قوانین کے نتائج سے، بہ چشمِ بصیرت ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے)۔

تقاضا تمہارا خدا کو بے نقاب دیکھنے کا تھا، اور ہمّت کا یہ عالم کہ زلزلہ کی گرج دار آواز، اور ارتعاش سے ($\frac{۷}{۱۵۵}$) تمھارے ہوش اُڑ گئے، حالانکہ تم دیکھ رہے تھے کہ وہ زلزلہ ہی ہے۔ (یہ اِس لئے کہ تمہاری توہم پرستیوں نے،

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

جن کی وجہ سے تم نے بچھڑے تک کو دیوتا بنالیا تھا' اِن مظاہرِ فطرت کا خوف تمہارے دِل میں پیدا کر رکھا تھا۔ شرک کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے)۔

۵۶ ہم نے اِس کے بعد بھی تمھیں اٹھا کھڑا کیا اور اِسکا موقعہ دیا کہ تمہاری صلاحیتوں کی پوری پوری نشو و نما ہو سکے اور تمہاری کوششیں ثمر بار ہو سکیں۔

۵۷ اِس کے لئے تمہیں' بلا مزد و معاوضہ' سامانِ معیشت کی فراوانیاں عطا کی گئیں۔ اُس بیابان میں' پانی سے بھرتے ہوئے بادل تمہارے سَروں پر سایہ فگن تھے' اور کھانے کے لئے نہایت خوشگوار غذا —— پرندوں کا گوشت اور نباتاتی شیرینی —— تمہارے لئے وجۂ سکون و اطمینان بنتی تھی۔

لیکن تم اِس پر بھی ہمارے قوانین کے اتباع پر قائم نہ رہے! اِس سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا' تم نے اپنا ہی نقصان کیا' اور خود اپنے ہاتھوں سے ایسا کیا۔

۵۸ ہماری تجویز یہ تھی کہ تم فلسطین کی سرزمین میں فاتحانہ حیثیت سے رہو (۵:۲۱) اور اس طرح' اپنے اِختیار و ارادہ سے' جیسے اور جب جی چاہے' سامانِ رزق سے فائدہ اُٹھاؤ' فقط اِس ایک شرط کے ساتھ کہ تم ہمارے قوانین کے سامنے اپنا سر جھکائے رکھو۔ اِس طرح' تمہاری صحرانوردی اور خانہ بدوشی کی زندگی بھی ختم ہو جاتی' اور تم سے جو غلطیاں ہو چکی تھیں اُن کے مُضر اثرات سے تمہیں سامانِ حفاظت بھی مل جاتا۔ اور' اگر تم اُس کے بعد بھی حُسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتے' تو اُن فتوحات کا سلسلہ اور بھی آگے بڑھتا چلا جاتا۔

۵۹ لیکن تم نے سپاہیانہ اور مجاہدانہ زندگی کے مقابلہ میں' آرام طلبی اور تساہل انگیزی کی زندگی کو پسند کیا (۵:۲۴)' اور اِس طرح' ہمارے تجویز کردہ راستے

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

ع ۷ ۲ ۷

کو چھوڑ کر، ایک الگ راہ اختیار کرلی۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے سماوی قانونِ مکافات کے مطابق تم میں کمزوری آتی چلی گئی اور تمہاری ٹانگیں بُری طرح لڑکھڑانے لگ گئیں۔ تم میں جرأت و ہمّت باقی نہ رہی (۵/۲۲–۲۴)۔ [اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی سرزمین، جس کی ملکیت کا قبالہ تمہارے نام لکھا جاچکا تھا، (۳/۲۱)، چالیس سال تک تمہارے قبضے میں نہ آسکی۔ (۵/۲۶)]۔

۶۰ تم اپنی تاریخ کے اُس واقعہ کو بھی یاد کرو جب تمھیں پانی کی دقت ہوئی، اور موسیٰؑ نے اِن کے لئے ہم سے درخواست کی تو ہم نے اُس کی راہ نمائی اُس مقام کی طرف کردی جہاں پانی کے چشمے مستور تھے۔ وہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں پہنچا، چٹان پر سے مٹی ہٹائی، تو اُس میں سے، ایک دو نہیں اِکٹھے، بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ اُس نے اُن چشموں کو نامزد کردیا اور ہر قبیلہ کو بتا دیا کہ اُن کا چشمہ کونسا ہے۔ اِس طرح ہم نے تمھیں سامانِ معیشت کی فکر سے نجات دلادی اور کہدیا کہ دیکھو! اب جبکہ تمھاری معاشی ضروریات پوری ہورہی ہیں، تم نے معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کرکے اِس کا شیرازہ منتشر نہ کردینا۔

۶۱ (جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے ۲/۵۵) تم نے 'سپاہیانہ زندگی' پر 'شہری زندگی' کو ترجیح دی۔ اِس کے لئے موسیٰؑ سے کہا کہ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم (اِس صحرائی زندگی میں) صبح و شام ایک ہی قسم کا کھانا کھاتے رہیں۔ اِس لئے تم اپنے نشوونما دینے والے سے ہمارے لئے زمینی پیداوار طلب کرو——سبزیاں ترکاریاں، ککڑیاں، لہسن (یا مختلف قسم کے اناج)، مسور پیاز (وغیرہ)——حالانکہ صحرائی زندگی تمہاری عسکری تربیت گاہ تھی اور وہاں کی خوراک ایسی تھی جو تم میں زندگی کی حرارت

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ
أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ
خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾

پیدا کر دیتی۔

موسیٰ نے کہا کہ (کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ) تم اُس بہترین زندگی کی بجائے‘ جو تمہارے لئے تجویز کی جارہی تھی‘ اس قسم کی ادنیٰ زندگی اختیار کرنا چاہتے ہو۔ اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو جاؤ شہر کی زندگی اختیار کرلو۔ وہاں تمھیں یہ سب کچھ مل جائے گا۔

اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن میں عسکریت اور کشور کشائی کی صلاحیتیں مفقود ہوگئیں اور محکومیت اور تساہل انگیزی کی خصلتیں پیدا ہوگئیں۔ اور اِس طرح اُن پر ذلت و خواری کا عذابِ خداوندی مستولی ہوگیا۔ یہ سب اِس لئے ہوا کہ اُنھوں نے قوانین خداوندی کے مُطابق زندگی بسر کرنے سے اِنکار کر دیا اور اپنے انبیاء کی عزت و توقیر کے بجائے‘ اُنہیں ناحق ذلیل کرنے کی تدبیریں کرنے لگے؛ نیز بعض کی جان تک کے لاگو ہوگئے۔ یہ سب کچھ اُن کی سرکشی اور حدُود فراموشی کا نتیجہ تھا۔

۶۲ یہ تو تمہاری رَوِش رہی ہے‘ اور اِس کے باوجود تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تم خدا کی چہیتی اولاد ہو (۵/۱۸) اور جنّت تمہاری نسل کے لئے مخصوص ہے (۲/۱۱۱) —— یہ تمہاری خام خیالی ہے —— جنّت کسی نسل کے لئے مخصوص نہیں۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ‘ یہودی ہوں یا نصرانی۔ صابی ہوں یا وہ لوگ جو بغیر رسمی گروہ میں داخل ہوئے ویسے ہی خدا کو مانتے ہیں —— یا خود مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے —— غرضیکہ کوئی بھی ہو‘ جو بھی خدا کے اقتدارِ اعلیٰ‘ زندگی کے تسلسُل‘ اور اُس کے قانونِ مکافات پر اُس طرح ایمان رکھے جس طرح اِس قرآن میں بتایا گیا ہے (۴/۱۳۶)‘ اور اِس کے دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق صَلاحیت بخش کام کرے‘ تو اُن کے نشوونما دینے والے کے قانون مکافات کے مُطابق‘ اُن کا اجر ملے گا‘ (جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ) نہ کسی قِسم کا خوف اُن کے دامنگیر ہوگا‘ نہ حزن‘ وجۂ افسردگی بنے گا۔

۶۳ (اِس ضمنی گوشہ کے بعد تم پھر اپنی تاریخ کی طرف پلٹو) اور اس حقیقت کو سامنے لاؤ کہ تمہاری طبیعی حفاظت کا سامان اِس طرح کر دیا گیا تھا کہ تمھارے سر پر پہاڑ کھڑا تھا اور تم اِس کے دامن میں تھے —— اور تمہاری انسانیت کی حفاظت کے لئے

ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَكُنۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٔيۡنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا وَمَا خَلۡفَهَا وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۶۶﴾ وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۶۷﴾

تمہیں ضابطۂ قوانین دیا گیا تھا۔ اِس کے بعد ہم نے تم سے کہا تھا کہ تم نے اِس ضابطۂ ہدایت کو نہایت مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ یعنی جو کچھ اِس میں کہا گیا ہے اُسے ہر وقت اپنے پیشِ نظر رکھنا، تاکہ تم زندگی کے ہر خطرے سے محفوظ رہ سکو۔ تم نے اِسکا محکم عہد کیا تھا۔

۶۴ لیکن، اِس محکم عہد و پیمان کے بعد، تم اِس سے پھر گئے۔ یہ تو ہمارا قانونِ مُہلت تھا جس کی وجہ سے تم پر فوراً گرفت نہ کی گئی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم سے زندگی کی وہ خوشگواریاں اور سامانِ نشو و نما کی فراوانیاں، جو تمہیں حاصل تھیں، فوراً چھن جاتیں اور تم بالکل تباہ و برباد ہو جاتے۔

۶۵ ضابطۂ خداوندی کو مضبوطی سے تھامنا تو بہت بڑی چیز تھی، تمہاری ناپختگیٔ سیرت اِس حد تک پہنچ چکی تھی کہ تم سے کہا گیا کہ ہفتے میں ایک دن اپنا کاروبار بند رکھو، اور مچھلیاں نہ پکڑو (۷/۱۶۳)۔ لیکن تمہاری حرص و ہوس اتنی سی پابندی کی متحمل بھی نہ ہو سکی (۴/۱۵۴ ; ۱۶/۱۲۴)۔ اور تم نے اُس نظم و ضبط کو توڑ ڈالا۔ (اِس سے ہمارا تو کچھ نہ بگڑا) تم خود ہی ذِلت و مسکنت کے چلتے پھرتے پیکر بن گئے۔ سرکش قوتوں کی محکومی کے شکنجے میں جکڑے گئے (۵/۶۰ ; ۷/۱۶۷)۔ اور زندگی کی شادابیوں سے محروم رہ گئے (۲/۶۱)۔

۶۶ تمہاری یہ ذِلت و خواری، ہر اُس قوم کے لئے جو تباہیوں سے بچنا چاہے، عبرت و موعظت کا سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اُن کے لئے بھی جو اُس وقت تمہارے ہم عصر تھے، اور اُن کیلئے بھی جو اُن کے بعد آئے، اور اُنھوں نے تاریخی نوشتوں سے تمہارے حالات کو پڑھا۔

۶۷ پھر، تمہاری خوئے بہانہ سازی کا یہ عالم ہو چکا تھا، کہ جب تمہیں خدا نے حکم دیا کہ ایک سانڈ ذبح کر ڈالو تاکہ تمہارے دل سے گؤسالہ پرستی کا وہ جذبۂ عقیدت نکل جائے جو تم نے قبطیوں کی دیکھا دیکھی اپنے اندر پیدا کر لیا تھا (۲/۵۴ ; ۷/۱۵۲)، تو پہلے تو تم نے اِس حکم ہی کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا، حالانکہ تمہیں معلوم تھا

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾

کہ تمہیں وہ حکم خداوندی، ایک پیغمبر کی وساطت سے ملا ہے، اور یہ بات ایک پیغمبر کے شایانِ شان نہیں ہوتی کہ وہ جہالت آمیز باتیں کرے۔

۶۸ جب تمہیں بتایا گیا کہ یہ خدا کا حکم ہے اور اس کی تعمیل ضروری، تو تم نے خواہ مخواہ موشگافیاں شروع کر دیں، اور کہنے لگے کہ خدا سے کہو کہ وہ ذرا واضح طور پر بتلائے کہ وہ سانڈ کس قسم کا ہونا چاہیئے۔

جب تم نے خود ان جزئیات کا تعین چاہا تو تم سے کہا گیا کہ وہ سانڈ نہ بوڑھا ہونا چاہیئے نہ بچہ، بلکہ اس کے بین بین اُدھیڑ عمر کا ہونا چاہیئے۔ لہٰذا اب تم اس حکم کی تعمیل میں لیت ولعل مت کرو۔

۶۹ تم نے کہا کہ نہیں، بات اب بھی واضح نہیں ہوئی۔ اپنے رب سے پوچھ کر یہ بتاؤ کہ اُس کا رنگ کیسا ہو؟ کہا گیا کہ گہرے زرد رنگ کا سانڈ، جو دیکھنے والوں کی نگاہوں میں اچھا جچے۔

۷۰ اس پر بھی تم آمادۂ عمل نہ ہوئے، اور مزید حجت بازی کے لئے کہا کہ بات اب بھی کچھ مشتبہ سی رہی۔ ذرا اور وضاحت سے بیان کیجئے تاکہ ہم صحیح بات تک پہنچ جائیں اور جو کچھ خدا کا منشار ہے ٹھیک اُسی کے مُطابق کریں۔

۷۱ کہا گیا کہ ایسا سانڈ جسے نہ ہل میں جوتا گیا ہو اور نہ کنویں پر چلایا گیا ہو۔ ہر طرح سے صحیح وسالم اور بے داغ ——— کہا کہ ہاں! اب تم نے ٹھیک ٹھیک پتہ بتایا۔

سو تم نے ایک معمولی سی بات میں بھی اس قدر موشگافیاں شروع کر دیں۔ یہ کچھ تم نے اس لئے نہیں کیا تھا کہ پہلے بات واضح نہ تھی۔ تمہیں شروع ہی سے معلوم تھا کہ ہم تمہارے ہاتھوں سے سانڈ (دیوتا)، اس لئے ذبح کرانا چاہتے تھے کہ تم نے اُسے

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾

معبود بنا رکھا تھا' اور ہم چاہتے تھے کہ تمہارے دل سے یہ جذبۂ عقیدت نکل جائے۔ لیکن تمہارا جی نہیں چاہتا تھا کہ تم اُسے ذبح کرو۔ اُس کی محبّت تمہارے دِل کی گہرائیوں تک اُتر چکی تھی (۲/۹۳)۔ لیکن تم اِس کا اِقرار بھی نہیں کرنا چاہتے تھے' اِس لئے تم نے حیلہ سازیاں کرنی شروع کر دیں' اور اِس قدر لمبی چوڑی باتوں کے بعد اِس حکم کی تعمیل کی۔

یاد رکھو! تعمیلِ احکام میں وہ باتیں کُرید کُرید کر نہیں پوچھنی چاہئیں جو خدا نے خود نہ کہی ہوں (۵/۱۰۱)

۷۲ ایک طرف تو تمہاری یہ حالت کہ ایک جانور کے ذبح کرنے میں اس قدر حیل و حجّت' اور دوسری طرف یہ عالم کہ ایک انسانی جان ناحق لے لی۔ اُسے (خفیہ طور پر) مار دیا' اور جب تفتیش شروع ہوئی تو لگے ایک دوسرے کے سر اِلزام دھرنے۔ یعنی تم میں اِتنی اخلاقی جرأت بھی نہ تھی کہ جُرم ہو گیا ہے تو کھلے بندوں اُس کا اِقرار کر لو۔ لیکن جس بات کو تم چھُپانا چاہتے تھے خدا اُسے ظاہر کر دینا چاہتا تھا' تاکہ جُرم بلاقصاص نہ رہ جائے۔

۷۳ مشرکانہ توہم پرستیوں سے' جن میں تم مبتلا ہو چکے تھے' اِنسان کی نفسیاتی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ اُسے کسی ذرا سی خلافِ معمول بات کا سامنا کرنا پڑے تو اُس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے (۲۲/۱۳)۔ چونکہ خدا تمہاری اِس نفسیاتی کیفیت سے واقف تھا اِس لئے اُس نے قاتل کا سُراغ نکالنے کے لئے ایک نفسیاتی ترکیب بتائی (جو اِنسان کی اُس زمانے کی ذہنی سطح کے اعتبار سے' بڑی خلافِ معمول تھی)۔ اُس نے کہا کہ تم میں سے ایک ایک جاؤ اور مقتول کے کِسی حصّۂ جسم کو اُٹھا کر' لاش کے ساتھ لگا دو۔ (چنانچہ جو مجرم تھا جب وہ لاش کے قریب پہنچا تو خوف کی وجہ سے اُس سے ایسے آثار نمایاں ہو گئے جو اُس کے جُرم کی غمازی کرنے کے لئے کافی تھے)۔ اِس طرح اللہ نے اُس قتل کے راز کو بے نقاب کر دیا اور' مجرم سے قصاص لے کر' موت کو زندگی سے بدل دیا۔ کیونکہ قصاص میں قوم کی حیات کا راز پوشیدہ ہوتا ہے (۲/۱۷۹)۔

اللہ اِس طرح تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے تاکہ تم' عقل و شعور سے کام لے کر' ایسے معاملات کو سُلجھا لیا کرو' اور اِس حقیقت کو سمجھ لو کہ نفسیاتی تغیّر

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾ أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾

(افراد سے آگے بڑھ کر)، کس طرح خود قوموں کی حالت بدل جاتی ہے (۱۳/۱۱)۔

(۷۴) غرضیکہ، تمہارے ساتھ یہ کچھ ہوتا رہا۔ تم بگڑتے اور بنتے رہے۔ آخر الامر تم نے ضابطۂ خداوندی سے یکسر منہ موڑ لیا۔ اِس سے تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے، بلکہ اُس سے بھی زیادہ سخت۔ اِس لئے کہ، بعض پتھر بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اُن سے ندیاں پھوٹ نکلتی ہیں، اور بعض ایسے کہ وہ پھٹ جاتے ہیں تو اُن کے اندر سے (ندیاں نہ سہی) پانی کے چشمے ضرور بہ نکلتے ہیں۔ اور ایسے پتھر بھی ہوتے ہیں کہ وہ قانونِ خداوندی کے سامنے، سختی کو چھوڑ کر، اپنے مقام سے نیچے اُتر آتے ہیں یعنی نرم پڑ جاتے ہیں — ایسے نرم کہ انہیں آسانی سے پیسا جا سکتا ہے اور بعض کو پگھلایا بھی۔ لیکن تمہارے دل ہیں کہ نہ وہ انسانیت کی غمخواری میں نرم ہوتے ہیں اور نہ قانونِ خداوندی کے سامنے جھکتے ہیں!

لیکن اِس سے خود تمہارا اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔ تمہاری کوئی حرکت ہمارے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ اِن میں سے ایک ایک کا نتیجہ مرتب ہو کر رہیگا۔

(اے جماعتِ مومنین، دیکھنا! تم نے بھی کہیں اِن جیسا نہ ہو جانا۔ (۵۷/۱۶))۔

(۷۵) اے قرآنی انقلاب کی طرف دعوت دینے والی جماعت! ہم جانتے ہیں کہ تم دل سے چاہتے ہو کہ یہود بھی اِس انقلاب میں تمہارا ساتھ دیں، اور اس طرح، وہ خود بھی اِس ذلت و خواری کی زندگی سے نجات حاصل کر لیں اور انسانیت بھی اِن کی دسیسہ کاریوں سے مخلصی پائے۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ اس قسم کی قوم، جس کی قلبی کیفیت وہ ہو چکی ہو جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے، کبھی تمہارا ساتھ دے سکتی ہے؟ بالخصوص، جب اِن کی حالت یہ ہے کہ وہ یہ کچھ لاعلمی سے نہیں کرتے۔ اِن میں (مذہبی پیشواؤں کا) گروہ موجود ہے جو قوانینِ خداوندی کو سنتے ہیں، سمجھتے ہیں، اور پھر جان بوجھ کر اُس میں تغیر و تبدل کر دیتے ہیں اور اُس کی ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جن سے بات کچھ سے کچھ بن جاتی ہے —— باقی لوگ اِنہی کا اتباع کرتے رہتے ہیں۔

جو لوگ دیدہ دانستہ یہ کچھ کریں اُن سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ حق کو

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِىَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۤ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

النصف

قبول کرلیں گے؟

۷۶ تم انہیں ایماندار سمجھتے ہو' حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو اپنے آپ کو ایماندار ظاہر کرتے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس جماعت سے خلا ملا رکھنا تو اچھا ہے' لیکن ہمیں اس کی احتیاط برتنی چاہیئے کہ ان سے اپنی کتابوں کی وہ باتیں نہ کہہ دی جائیں جنہیں یہ ہمارے خلاف بطور دلیلِ خداوندی لاکر' ہمارا منہ بند کر دیں۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔

۷۷ لیکن یہ اتنا نہیں سوچتے کہ جس خدا کی طرف سے انہیں وہ باتیں ملی تھیں' یہ' اسی خدا سے ان باتوں کو چھپانا چاہتے ہیں! ان سے پوچھئے کہ کیا خدا سے یہ باتیں چھپی رہ سکتی ہیں؟ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ لوگ ظاہر کیا کرتے ہیں اور چھپا کر کیا رکھتے ہیں۔

۷۸ یہ لوگ دوسروں کے ساتھ ہی اس قسم کی فریب کاری نہیں کرتے' خود اپنوں کے ساتھ بھی یہی کچھ کرتے رہتے ہیں۔ (مثلاً) ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جو پڑھے لکھے نہیں۔ وہ خوش عقیدگی کی پیدا کردہ جھوٹی آرزوؤں کو پلّے باندھے رکھتے ہیں' اور توہم پرستیوں اور قیاس آرائیوں میں مست رہتے ہیں۔ اور شریعت کے متعلق جو کچھ انھوں نے پوچھنا ہو' اس کے لئے اپنے احبار و رہبان (علماء و مشائخ) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۷۹ ان کے علماء کرتے یہ ہیں کہ شریعت کے احکام خود اپنے ذہن سے' اپنی مرضی کے مطابق' وضع کر لیتے ہیں اور ان اَن پڑھ لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب ارشادات خداوندی ہیں۔ اور اس طرح ان سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ ان کی یہ خود ساختہ شریعت' اور اس کے ذریعے کمائی ہوئی دولت' سراسر تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔

ان کی یہ خوئے فریب دہی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ' اور تو اور' یہ خود اپنے آپ

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ
تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۰﴾ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۲﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا
مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ
وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۸۳﴾

---

۸۰ کو بھی دھوکا دینے سے نہیں چوکتے۔ چنانچہ' یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم جو جی میں آئے کریں' ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا- ہم' زیادہ سے زیادہ' چند دنوں تک جہنم میں رہیں گے (یعنی صرف اُتنے وقت کے لئے جب تک ہمارے شفاعت کرنیوالے ہمیں خدا سے بخشوا نہیں لیں گے)- اِن سے پوچھو کہ کیا تم نے اِس کے متعلق خدا سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تم ٹھیک کہتے ہو- اس لئے کہ خدا اپنے عہد سے پھرا نہیں کرتا- لیکن ایسا ہرگز نہیں- تم خدا کے متعلق اِس قسم کی باتیں کرتے ہو جن کے لئے تمہارے پاس کوئی علم و دلیل نہیں۔

۸۱ (تم سے کس نے کہہ دیا کہ خدا کے ہاں سفارشیں چلتی ہیں؟ وہاں کسی کی سفارش نہیں چل سکتی' نہ ہی اُس کی کوئی چہیتی قوم ہے)- اُس کا غیر متبدل قانون یہ ہے کہ جس قوم نے بھی قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی کی' اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارا معاشرہ خطاکاریوں سے بھر گیا اور ہر سمت فساد ہی فساد رونما ہوگیا' تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی کھیتیاں جھلس کر رہ جائیں گی' اور وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

۸۲ اِن کے برعکس' جو قوم خدا کے قانون پر یقین رکھتے ہوئے صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوگی' تو اِن لوگوں کو جنتی زندگی نصیب ہوگی- اور اِن کی کھیتیاں ہمیشہ لہلہاتی رہیں گی۔

۸۳ (تمہارا خدا سے یہ عہد نہیں تھا کہ تم جو کچھ بھی کرتے رہوگے' تم سے اِسکی بازپرس نہیں ہوگی)- تمہارا عہد یہ تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کے قوانین و احکام کی اطاعت نہیں کروگے- (ضعیف) ماں باپ سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ گے- نیز اپنے رشتہ داروں سے' اور اُن لوگوں سے جن کا چلتا ہوا کاروبار رُک جائے اور اُنکی زندگی کی گاڑی کھڑی ہو جائے۔ اِن سب سے ایسا برتاؤ کروگے کہ اُن کی کمیاں پوری ہو جائیں

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾
ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ
وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ
بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ
الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور اِس طرح معاشرہ کا توازن بگڑنے نہ پائے۔

تم نے یہ عہد بھی کیا تھا کہ تم لوگوں سے ہمیشہ خوش معاملگی سے پیش آؤ گے، اور اُنھیں اچھی باتوں کی تلقین کرو گے۔ نیز یہ کہ تم ایسا نظام قائم کرو گے جس میں تمام افراد قوانینِ خداوندی کا پورا پورا اتباع کریں۔ اور اُن کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچتا رہے ——
لیکن تم نے اِس عہد کے بعد، گریز کی راہیں نکالنی شروع کر دیں اور، معدودے چند کے سوا، سب کے سب، سیدھا راستہ چھوڑ کر دوسری طرف چل نکلے —— یہ کوئی اتفاقی بات نہیں تھی۔ تمہاری نفسیاتی کیفیت ہی ایسی ہو چکی تھی کہ تم قانونِ خداوندی کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چل نکلتے!

(۸۴) تم نے یہ عہد بھی کیا تھا کہ تم باہمی خونریزی نہیں کرو گے، اور اپنے میں سے کمزوروں اور غریبوں کو اُن کے گھروں سے نکال باہر نہیں کرو گے۔ تم نے اِس کا اقرار کیا تھا، اور سب کچھ دیکھتے بھالتے، سوچتے سمجھتے اقرار کیا تھا —— تم اب بھی اسے تسلیم کرتے ہو ——

(۸۵) لیکن تم ہو کہ ایسے محکم قول و اقرار کے بعد، باہمی خونریزیاں کرتے ہو اور، اپنے غریب بھائیوں کو اُن کے گھروں سے نکال باہر کرتے ہو۔ اور بجائے اِس کے کہ تمہاری سوسائٹی، اِن مجرمین کے خلاف، کوئی کارروائی کرے، تم اُلٹے اِن غریبوں کے خلاف ظلم و استبداد میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو —— کہیں کمزوروں کو کمزور تر بنانے سے اور کہیں اِن سرکشوں کی حوصلہ افزائی کرنے سے —— اور ستم ظریفی یہ کہ جب اِن گھروں سے نکالے ہوئے غریبوں کو دوسرے لوگ پکڑ کر لے جاتے ہیں، تو تم بڑے خداترس بنتے ہوئے آگے بڑھتے ہو، اور اُن کا زرِ فدیہ ادا کر کے اُنھیں چھڑا لیتے ہو، اور اِس سے سمجھتے یہ ہو کہ تم نے بڑا نیکی کا کام کیا! حالانکہ خود اِن لوگوں کو اُنکے گھروں سے نکالنا وہ سنگین جرم تھا جس سے تمہیں منع کیا گیا تھا۔ سو تمہاری حالت یہ ہے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿۸۷﴾

کہ تم ضابطۂ خداوندی کے ایک حصّہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس کے دوسرے حصّے سے اِنکار کرتے ہو۔ (حالانکہ جس طرح انسانی زندگی کے حصّے بخرے نہیں کئے جاسکتے، اُسی طرح اِس ضابطۂ خداوندی کو بھی ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا جاسکتا۔ اِسے مانا جائیگا، تو سب کا سب مانا جائے گا۔ اور اِنکار کیا جائے گا تو پورے کے پورے سے اِنکار کیا جائے گا۔ جس طرح جسم کے دو ٹکڑے کر دینے سے کوئی ٹکڑا بھی زندہ نہیں رہ سکتا، اُسی طرح، جو قوم ضابطۂ خداوندی کو مختلف حصّوں میں تقسیم کر دیتی ہے، اور جو حصّہ مفید مطلب ہو اُس پر عمل کرتی ہے اور دوسرے کو چھوڑ دیتی ہے، تو) اِس کا نتیجہ اِس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا کہ ایسی قوم کے حال کی زندگی بھی ذلت اور رسوائی کی زندگی ہو اور مستقبل کی زندگی بھی اندوہناک تباہیوں سے لبریز۔ دُنیا میں بھی ذِلّت اور آخرت میں بھی رُسوائی۔

ضابطۂ خداوندی سے اِس قسم کا برتاؤ کرنے کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ یاد رکھو! خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

۸۶ یہ لوگ محض ذاتی مفاد کی خاطر، ضابطۂ خداوندی کے ساتھ اِس قسم کا سلوک کرتے ہیں، اور طبیعی زندگی کی آسائشوں کے لئے مستقبل کی سرفرازیوں کو بیچ ڈالتے ہیں (لیکن جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے، اِن کی یہ زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے، اور آخرت کی زندگی بھی خراب۔) اور یہ تباہی بڑھتی چلی جاتی ہے، اور کوئی ایسا نہیں ہوتا جو اِس حال سے نکلنے میں اِن کی مدد کر سکے۔

۸۷ تمہاری طرف قوانین خداوندی بھیجنے کا سلسلہ موسیٰؑ تک ہی نہیں رہا، بلکہ، اُسکے بعد بھی، تمہارے پاس، مختلف رسول، یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ آخر میں عیسیٰؑ ابن مریم آیا۔ اُسے بھی ہم نے واضح دلائل و براہین دیئے تھے۔ یعنی ہم نے اُسے اُس وحی کی رُو سے تائید و تقویت عطا کی تھی جو ہماری طرف سے بلا آمیزش اُس تک پہنچی تھی — اور تمہارے پاس انبیائے سابقہ کی جو وحی رہ گئی تھی اُس میں تم نے اپنی طرف سے ہزار ملاوٹیں کر رکھی تھیں۔

لیکن تمہاری روش ہمیشہ یہ رہی کہ جب کبھی کسی رسول نے ایسی بات کہی جو تمہارے

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ؗ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾

مفاد و رجحان کے خلاف جاتی تھی' اور اس لئے تمہارا دِل اُسے پسند نہیں کرتا تھا' تو تم وہیں اکڑ گئے۔ پھر ان رسولوں میں سے بعض کی تم نے تکذیب کی اور بعض کے قتل تک کے درپے ہو گئے۔

یہی کچھ اب تم اِس کتاب کے متعلق کر رہے ہو' تا کہ اِس میں تمہاری منشاء کے مطابق تبدیلی کر دی جائے۔ ($\frac{۱۰}{۱۵}$ ؛ $\frac{۱۱}{۱۱۳}$ ؛ $\frac{۱۶}{۴۶}$ ؛ $\frac{۴۰}{۹}$)۔

۸۸ قرآنی تعلیم سے ان کی بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ اِس پر غور کرنا تو ایک طرف' یہ اِسے سننا تک بھی نہیں چاہتے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ (اِن سے کہو کہ یہ کوئی خوبی اور فخر کی بات نہیں کہ تمہارے دِل اِس کا اثر قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ دِل کا فطری فریضہ تو ہر بات پر غور و فکر کر کے سچی بات کو قبول کرنا ہے۔ جو دل ایسا نہیں کرتے' سمجھ لو کہ) وہ اپنی اِس فطری استعداد اور صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں ــــــ اور' دلوں کی یہ حالت اِس طرح ہو جایا کرتی ہے کہ جو بات سامنے آئے' اُس پر غور و فکر کرنے کے بجائے' پہلے ہی یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ ہم نے اسے ماننا ہی نہیں۔ ($\frac{۲}{۲}$)۔

اِس قسم کی ذہنیت والوں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہیں کہ صحیح بات کو سمجھ سوچ کر اُسے تسلیم کر لیں۔

۸۹ اِن کی یہ حالت اُس وقت ہو رہی ہے جب اِن کے پاس اللہ کی طرف سے وُہ ضابطۂ قوانین آ چکا ہے جو اُن اخلاقی اقدار اور دعاوی کو سچ کر کے دکھانے والا ہے جو تعلیم خداوندی میں سے اِن کے ہاں موجود ہیں' اور جس کے لئے یہ خدا سے دعائیں مانگا کرتے تھے کہ وہ آئے تو یہ کفار پر غلبہ پا سکیں۔ یہ خوب پہچانتے ہیں کہ یہ ضابطۂ قوانین خدا ہی کی طرف سے نازل ہوا ہے' لیکن' اِس کے باوجود' یہ اِس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن اِس انکار سے اِنہوں نے اِس ضابطۂ خداوندی کا کیا بگاڑا؟ اِس سے ہوا یہ کہ یہ خود اُس کی برکات سے محروم رہ گئے۔

تمہیں معلوم ہے کہ اِن کے اِنکار کی اصلی وجہ کیا ہے؟ صرف یہ حسد کہ یہ

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۤ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾

۹۰ رسول غیر اسرائیلی کیوں ہے! (انہوں نے از خود یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ دنیا بھر کی برکات وسعادات بنی اسرائیل کے لئے مخصوص ہو چکی ہیں، حتّٰی کہ نبوت بھی انہی کی قومیت کے دائرے میں محدود ہے)۔ حالانکہ نبوّت ایک ایسی موہبت ہے جو خدا کے قانون مشیت کے مطابق اُسے دی جاتی ہے جسے اُس کا اہل سمجھا جائے۔ (اِس میں، قوم اور وطن اور زبان اور رنگ کی کوئی خصوصیت نہیں)۔

بہر حال، اِن کی اِس ضد سے اِس کے سوا اور کیا ہُوا کہ یہ زندگی کی تمام خوشگواریوں سے محروم رہ گئے۔ اِن کی امیدوں کی کھیتی جل کر راکھ ہو گئی اور اِن کا اِنکار اور سرکشی اِن کے لئے ایسی ذلت آمیز تباہی کا موجب بن گئی جس نے اِن کی ساری اجتماعی قوت کو توڑ کر رکھ دیا۔ کتنا بُرا ہے یہ سودا جو اِنہوں نے اپنی زندگی کے عوض کیا ہے!!

اور یہ انجام ہر اُس قوم کا ہوتا ہے جو قوانین خداوندی سے سرکشی اختیار کرے۔

۹۱ جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ، آؤ! اِس ضابطۂ خداوندی کی صداقتوں پر ایمان لاؤ، تو اِس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو صرف اُسی پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل ہُوا تھا۔ اُس کے سوا ہم کسی اور تعلیم پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ یہ قرآن (اُن کی طرف بھیجی ہوئی سچی تعلیم کے خلاف نہیں، بلکہ) اُن اقدار اور دعاوی کو سچ کر کے دکھانے والا ہے جو تعلیم خداوندی میں سے اُن کے پاس موجود ہیں۔

اِن سے کہو کہ (اگر تمہارا اعتراض یہی ہے کہ ہم اِس قرآن کو اِس لئے نہیں مانتے کہ یہ ایک غیر اسرائیلی کی طرف نازل ہُوا ہے تو) بتاؤ کہ، اِس سے قبل، جو اسرائیلی انبیاء تمہاری طرف آتے رہے تھے، تم اُن کی تذلیل و تحقیر پر کیوں اُتر آیا کرتے تھے اور اُن کی جان تک کے دشمن کیوں بن جایا کرتے تھے؟ تمہارا یہ دعوٰے کہ تم اسرائیلی انبیاء پر ایمان لایا کرتے تھے، خود تمہاری اپنی تاریخ کی رُو سے جھوٹا ثابت ہو رہا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۤ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۭ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

---

۹۲ دیگر انبیائے بنی اسرائیل کو تو چھوڑو، تم نے خود موسیٰؑ کے ساتھ کیا کیا؟ وہ تمہارے پاس ایک واضح ضابطۂ قوانین لایا تھا (جس کی بنیادی تعلیم توحید تھی)، لیکن تم نے اُسے چھوڑ کر، گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ کہو! یہ ایمان تھا یا کفر؟ یہ اطاعت تھی یا سرکشی؟

۹۳ (جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے ۲/۶۳) جب ہم نے تم سے 'دامنِ کوہ میں' اِس بات کا پختہ عہد لیا تھا کہ تم اُس ضابطۂ خداوندی کو پوری قوت سے تھامے رہو گے' تو تم سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم اِس بات کو دِل کے کانوں سے سُن لو! اور اچھی طرح سمجھ لو۔ تم نے جواب دیا تھا کہ ہم نے اِسے اچھی طرح سُن اور سمجھ لیا ہے۔ لیکن اُس کے بعد کیا ہوا؟ ہوا یہ کہ تم نے اُن قوانین کی اطاعت کے بجائے اُن سے سرکشی اختیار کر لی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (توحید کا اثر تمہارے دلوں سے زائل ہو گیا اور) گوسالہ کی محبت اُن کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔

اِن سے کہو کہ یہ ہے تمہارا سابقہ ریکارڈ! لہٰذا' تمہارا یہ کہنا کہ ہم اِس لئے قرآن پر ایمان نہیں لاتے کہ ہم اُس ضابطۂ خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوا تھا' خود فریبی اور فریب دہی سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر تمہارا ایمان تمہیں یہی کچھ سکھاتا ہے' اور اِس قسم کی زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے تو ہزار افسوس ہے ایسے ایمان پر!

۹۴ اِن سے کہو کہ تمہارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ تم خدا کی چہیتی اولاد ہو (۵/۱۸)۔ اور آخرت کا گھر، یعنی جنت، تمہارے لئے مخصوص ہے (۲/۸۰)' اور غیر اسرائیلیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں (۲/۱۱۱)۔ اگر تم اپنے اِس دعوے میں سچے ہو تو تمہیں موت سے کبھی نہیں ڈرنا چاہیئے' بلکہ اُس کی تمنا کرنی چاہیئے۔ (تمہیں نِکھر کر میدانِ جنگ میں سامنے آنا چاہیئے۔ چُھپ چُھپ کے سازشیں نہیں کرنی چاہئیں۔ موت تو حُسنِ عمل کا پہلا امتحان ہے' (۱۱/۷ ؛ ۶۷/۲)۔

۹۵ لیکن تم دیکھو گے کہ یہ لوگ مرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے' اِس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اپنی مستقبل کی زندگی کیلئے کیا کمائی کر کے آگے بھیجی ہوئی ہے

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

اللہ اِس قسم کے فریب کار سرکشوں کی ابلہ فریبیوں سے خوب واقف ہے۔

(۹۶) مرنے کی تمنا تو ایک طرف! تم دیکھو گے کہ یہ لوگ، زندہ رہنے کے لئے، مشرکینِ عرب سے بھی زیادہ حریص ہیں۔ اِن میں سے ایک ایک کی تمنا یہ ہے کہ اُسے ہزار سال کی عمر مل جائے۔ لیکن، یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ اس درازیٔ عمر سے کیا ہوگا؟ کیا اِس سے یہ اپنے غلط اعمال کے تباہ کُن نتائج سے بچ جائیں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ خدا کا قانونِ مکافات اِن کے ایک ایک کام پر نگاہ رکھتا ہے۔ اِس لئے اِن کے ہر عمل کا نتیجہ اِن کے سامنے آکر رہے گا۔

(۹۷) یہ لوگ جبریل سے ناراض ہو رہے ہیں کہ اُس نے ایک غیر اسرائیلی کو وحی کیوں دیدی (۲/۹۰)۔ اِن سے کہو کہ اِس میں جبریل سے ناراض ہونے کی کونسی بات ہے؟ اِس لئے کہ وہ از خود کسی کی طرف وحی نہیں لے جاتا۔ اُس نے اِس قرآن کو قلبِ محمدیؐ پر، خدا کے حکم کے مطابق نازل کیا ہے۔ اور جو کچھ نازل کیا ہے اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اُن دعاوی کو سچ کر کے دکھانے والا ہے جو خود تمہارے ہاں موجود ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ، یہ وحی، ہدایت وسعادت کو بنی اسماعیل میں محدود نہیں کرتی (کہ تمہیں شکایت ہو کہ تم اِس سے محروم کر دیئے گئے ہو)۔ یہ تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر کھلی ہے، اور اُن لوگوں کو، جو اِس کی صداقتوں پر ایمان لائیں، زندگی کی صحیح منزل کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور حال و مستقبل کی خوشگواریوں کی خوشخبری دیتی ہے (خواہ وہ کسی نسل سے کیوں نہ ہوں)۔

(۹۸) (اِن سے کہو کہ) تمہارے اِس اعتراض کی نشتر، صرف جبریل تک ہی نہیں پہنچتی۔ یہ تو خود خدا پر اعتراض ہے۔ اور اُس کے تمام نظامِ وحی پر، اور ان وسائط پر جو، اُس کے حکم سے، تدبیرِ امور کرتے ہیں —— یعنی جبریل و میکائیل سمیت تمام ملائکہ پر اعتراض —— اِس قسم کا اعتراض، درحقیقت، خدا اور اس کے نظام سے کھلا ہوا انکار ہے۔ سوچو، کہ جو لوگ اِس قسم کی روش اختیار کئے ہوں، خدا اُن کا دوست کیسے ہو سکتا ہے!

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَي الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا ھُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

---

۹۹ (ان سے کہدو کہ تمہاری تمام مخالفت، اور حسد و عناد کے علی الرغم) خدا نے یہ واضح تعلیم تیری طرف نازل کی ہے۔ اس سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو زندگی کے صحیح راستے کو چھوڑ کر، غلط راہوں پر چل نکلے ہوں۔

۱۰۰ (یہ تو ہے ان کی اعتقادی زندگی کا عالم۔ باقی رہی ان کی عملی زندگی، سو اُس کی کیفیت یہ ہے کہ) جب یہ کسی سے عہد و پیمان کرتے ہیں تو (اگرچہ وہ عہد و پیمان پوری کی پوری قوم کی طرف سے ہوتا ہے لیکن) اِن میں سے ایک جماعت اُس معاہدہ کو، ردی کاغذ کا ٹکڑہ سمجھ کر پھینک دیتی ہے، اور اُس کا کوئی احترام نہیں کرتی —— یہ اس لئے کہ یہ لوگ کسی مستقل قدر اور غیر متبدل اُصول پر ایمان ہی نہیں رکھتے، (مصلحت کوشی ان کا شیوہ، اور مفاد پرستی ان کا شعار ہے۔ وہ کسی طریق سے بھی حاصل ہو!)

۱۰۱ (اے رسول! یہ جو اِس طرح تمہاری مخالفت کر رہے ہیں، تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ ہمیشہ یہی کچھ کرتے رہے ہیں۔ مثلاً، تم سے پہلے) جب اِن کی طرف ایک رسول (عیسیٰؑ) آیا —— وہ رسول جو (تمہاری طرح) اُن اقدار و دعاوی کو سچ کر کے دکھانے والا تھا جو تعلیم خداوندی میں سے اِن کے پاس موجود تھے۔ (اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھا، اور اِنکی کتابوں میں اُس کا صریح ذکر بھی موجود تھا) لیکن، اس کے باوجود، اِن لوگوں کے ایک گروہ نے جو کتاب الٰہی اپنے پاس رکھتے تھے، اُس کتاب کو یوں پس پشت ڈال دیا، گویا وہ اُسے جانتے تک نہ تھے (اور اُس رسول کے قتل تک کے درپے ہو گئے)۔

۱۰۲ (اِن لوگوں کا شیوہ ہی یہ رہا ہے کہ یہ خدا کی سچی تعلیم کو ٹھکراتے رہے) اور

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۚ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٣﴾ ع ۱۲

اپنے خود ساختہ افسانوں کے پیچھے لگے رہے۔ اُن افسانوں میں ایک یہ بھی تھا کہ (انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ خدا کا برگزیدہ پیغمبر) سلیمانؑ، حقائقِ خداوندی کو چھوڑ کر، سحر آفرینیوں اور شعبدہ بازیوں کو ماننے لگ گیا تھا۔

سلیمانؑ، خدا کا پیامبر، اور اِس قسم کی کافرانہ روش کا حامل! یہ یکسر افترا پردازی تھی، جو اُس کی نبوت کے خلاف اِن شیاطین نے تراش رکھی تھی۔ اِس باطل رَوش کا اتباع سلیمانؑ نے نہیں کیا تھا، خود اِن کے فتنہ پرداز سرغنوں نے کیا تھا۔ وہ لوگوں کو جادو ٹونے سکھاتے تھے (اور اُسے منسوب کرتے تھے سلیمانؑ کی طرف)۔

پھر ایک افسانہ یہ بھی تھا (جو انہوں نے مشہور کر رکھا تھا) کہ بابل میں دو فرشتے تھے ـــ ہاروت و ماروت ـــ اُن پر خدا نے اِس علم (جادو) کو نازل کیا تھا۔ لوگ اُن کے پاس جا کر اِس قسم کے تعویذ، گنڈے سیکھتے جن سے میاں بیوی میں افتراق پیدا ہو جائے۔ لیکن وہ (فرشتے) یہ کچھ سکھانے سے پہلے لوگوں سے (صاف صاف) کہہ دیتے کہ بھائی! ہم تو ایک فِتنہ ہیں۔ تم یہ کچھ سیکھ کر کیوں کافر بنتے ہو۔ (لیکن اِس کے باوجود، لوگ اُن سے یہ باتیں سیکھتے ـــ اِن باتوں میں لذّت ہی ایسی ہوتی ہے)۔

لیکن یہ سب افسانہ ہی افسانہ ہے۔ نہ بابل میں اِس قسم کے کوئی فرشتے تھے۔ اور نہ ہی خدا نے اُنھیں کوئی باطنی علم سکھایا تھا۔ یہ سب ان لوگوں کی خود ساختہ کہانیاں ہیں۔ باقی رہے یہ گنڈے، تعویذ۔ سو یہ، اِن کے ذریعے کسی کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نفع و نقصان، سب قوانینِ خداوندی کے مطابق ہوتا ہے۔ تعویذ، گنڈے سیکھنے (اور کرنے) والوں کو، اِس سے کچھ دنیاوی مفاد ضرور حاصل ہو جاتے ہیں، لیکن (ذرا بہ نظرِ تعمق دیکھا جائے تو یہ حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے کہ) اِس میں اِن کا نقصان ہی ہے، نفع نہیں۔ اِس لئے کہ اِس سے اِنہیں دنیاوی مفاد حاصل ہو جاتے ہیں، لیکن مستقبل کی خوشگواریوں میں اِن کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا۔ (اور یہ حقیقت ہے کہ مستقبل کی خوشگواریوں کے مقابلہ میں، عاجلہ مفاد کچھ وزن نہیں رکھتے) ـــ جو شخص جان دے کر، جسم کی لذتیں خریدتا ہے، اُس کی تجارت، نفع کا سودا کس طرح قرار پاسکتی ہے؟ اے کاش! یہ اِس قدر کھلی ہوئی بات کو سمجھ سکتے۔

۱۰۳ اگر یہ لوگ اِن افسانوں کے پیچھے لگنے کے بجائے "قرآنی حقائق پر ایمان لے آتے" اور قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے، تو خدا کے ہاں سے اِنہیں اِس کا بہت اچھا بدلہ (نتیجہ) ملتا ـــ کاش، یہ عقل و فکر سے کام لیتے!

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾

---

۱۰۴ اے جماعتِ مومنین! اِس مقام پر ایک اہم حقیقت کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ یہودیوں کی ذہنیت یہ تھی کہ وہ موسیٰؑ سے بار بار اِس قسم کے مطالبے کرتے تھے کہ ہمارے لئے یہ مہیا کر دو تو ہم تمہاری بات مانیں گے۔ یہ رَوِش زندگی غلط ہے۔ تم نے یہ نہ کرنا کہ اپنے نظام سے اِس قسم کی سودے بازی شروع کر دو۔ تمہارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیئے کہ تم اپنے رسول (نظامِ خداوندی کے مرکز) سے یہ کہو کہ آپ ہم پر نگاہ رکھیں کہ ہم بے راہ نہ ہونے پائیں' اور ہم آپ کی اطاعت کرتے جائیں گے۔

نیز' باہمی گفتگو میں' ذو معنی الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ نہ ہی بات کو توڑ مروڑ کر' کرنا چاہیئے۔ یہودیوں کی یہ بھی عادت ہے (۴/۴۶)۔

یاد رکھو! یہ باتیں یوں تو بڑی عام سی دکھائی دیتی ہیں' لیکن اِن کے اثرات بڑے دُور رس ہوتے ہیں۔ جو لوگ اِن حقیقتوں سے اِنکار کرتے ہیں وہ الم انگیز عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۱۰۵ اِن اہلِ کتاب' اور مشرکینِ عرب میں سے جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے' وہ اِسے دیکھ ہی نہیں سکتے کہ تمہاری طرف خدا کی وحی آئے (۳/۷۱ ؛ ۱۶/۳۰)۔ اور اُس کی بنا پر تمہیں زندگی کی خوشگواریاں حاصِل ہوں۔ لیکن اِس میں اِن کے چاہنے یا نہ چاہنے کا کیا سوال ہے؟ یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ جس فرد کو چاہتا ہے وحی کے لئے چُن لیتا ہے' اور پھر جو چاہے اُس وحی کی خیر و برکت سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اُس کی نعمتوں کا دستر خوان ہر شخص کیلئے کھُلا ہے۔ جو ہاتھ بڑھا کر اُٹھانا چاہے' اُٹھا لے۔

۱۰۶ اِن (اہلِ کتاب) کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ جب خدا کی کتابیں پہلے سے موجود تھیں' تو پھر ایک نئی کتاب (قرآن) کی ضرورت کیوں پڑ گئی۔ نیز یہ بھی کہ اگر یہ کتاب خدا ہی کی طرف سے ہے تو اِس میں ایسے احکام کیوں ہیں جو خدا کی پہلی وحی (تورات) کے خلاف ہیں۔

اِن سے کہدو کہ ہماری طرف سے وحی کا انداز یہ ہے کہ کسی سابقہ رسول کی وحی کے ایسے احکام جو وقتی طور پر نافذ العمل رہنے کے لئے دیئے گئے تھے' اُنھیں' بعد میں آنے والے

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾ أَمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾

رسول کی وحی کے احکام سے بدل دیا جاتا ہے' اور یہ نئے احکام' پہلے احکام سے بہتر ہوتے ہیں۔ جن سابقہ احکام کے متعلق اُس کا فیصلہ ہوتا ہے کہ اُنہیں علی حالہٖ رہنے دیا جائے' یا جنہیں سابقہ رسولوں کی قومیں ترک یا فراموش کر دیتی ہیں' یا اُن میں اپنی طرف سے آمیزش کر دیتی ہیں (۲۲/۵۲)۔ اُن کی جگہ' اُنہی جیسے احکام' جدید وحی میں دیدیئے جاتے ہیں (۱۶/۱۰۱)۔ اور یہ سب کچھ ہمارے مقرر کردہ اندازوں کے مطابق ہوتا ہے جن پر ہمارا پورا پورا کنٹرول ہے۔

انہی اندازوں کے مطابق اب یہ آخری ضابطۂ حیات دیا گیا ہے' جس میں تمام سابقہ سچائیاں آگئی ہیں (۵/۴۸)۔ جو ہر طرح سے مکمل ہے (۶/۱۱۵)' اور جو ہمیشہ محفوظ رہے گا (۱۵/۹)۔ اس لئے یہ ضابطہ' اب تمام سابقہ ضوابط کی جگہ لے لیگا' اور ہمیشہ نافذ العمل رہے گا۔

۱۰۷ ان سے کہو کہ اس بارے میں کوئی شخص خدا پر اعتراض نہیں کرسکتا کہ اُس نے وحی کا انتظام ایسا کیوں رکھا ہے؟ کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں سب اقتدار اُسی کا ہے' اس لئے وہی جانتا ہے کہ کونسا قانون کب نافذ کرنا چاہیئے۔ (ان سے کہہ دو کہ' اسکے باوجود اگر تم اس ضابطۂ قوانین کی اطاعت سے انکار کرتے رہو گے تو تم خود دیکھ لوگے کہ کوئی دوسرا ضابطہ' زندگی کی مشکلات دور کرنے میں' تمہارا کارساز اور مددگار نہیں ہو سکے گا۔

۱۰۸ اس سلسلہ میں (اے جماعتِ مومنین!) تم بھی ایک بنیادی حقیقت کو سمجھ لو۔ اور وہ یہ کہ جس قدر احکام و قوانین کا دیا جانا خدا کو مقصود ہے' وہ سب 'از خود' قرآن میں دیدیئے جائیں گے' اور جن امور کے متعلق کچھ نہیں کہا جائے گا' اُن کے متعلق سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسا دانستہ کیا گیا ہے' خدا سے بھول نہیں ہو گئی۔ لہٰذا ان امور کے متعلق' تم نے اپنے رسولؐ سے اُس قسم کے سوالات نہ شروع کر دینا جس قسم کے سوالات' اس سے پہلے بنی اسرائیل' اپنے رسول' موسیٰؑ' سے کیا کرتے تھے۔ (اس کرید کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ایسی باتوں کو اپنے لئے غیر متبدل شریعت بنا لیا جن کا ہمیشہ کے لئے نباہنا مشکل تھا۔ آخر الامر انہیں اُن سے انکار کرنا پڑا۔ سو تم نے بھی ایسا نہ کرنا۔ (۵/۱۰۱)۔ جو قوم بھی ایمان

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا الزَّكَوٰةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾ وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَٰرَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١١١﴾

سے بہرہ یاب ہو کر پھر کفر کی روش اختیار کرلے' تو فلاح و بہبود کی راہ اس سے گم ہو جاتی ہے۔

۱۰۹ اِن اہلِ کتاب میں سے اکثر چاہتے ہی یہ ہیں کہ تمہارے اِس ایمان کے بعد' تمہیں پھر کفر کی طرف لوٹا دیں۔ یہ اِس لئے نہیں کہ حقیقت اِن پر واضح نہیں ہوئی۔ حقیقت تو اِنکے سامنے نکھر کر آچکی ہے' لیکن یہ اپنے قومی تعصب کی بنا پر اِس دین کو اختیار کرنے کیلئے تیار نہیں' اور نہ ہی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اِس نظامِ زندگی کی برکات سے تم فیضیاب ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ اِس کا علاج کیا ہے؟ تم ابھی اپنے نظام کے ابتدائی دَور سے گذر رہے ہو' اِس لئے اِن سے اُلجھ کر اپنا وقت اور توانائی ضائع مت کرو۔ اُس وقت تک کہ فیصلہ کن انقلاب کا مرحلہ سامنے نہ آجائے' تم اِن سے اعراض برتو' اور اِن کا خیال کئے بغیر اپنے پروگرام کی تکمیل میں آگے بڑھتے جاؤ' اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اُس سے درگذر کرو (۵/۱۲ : ۱۵/۸۵ : ۴۳/۸۹ : ۴۴/۱۱)۔ خدا ہر بات کے اندازے سے واقف ہے اور حالات پر پورا پورا کنٹرول رکھتا ہے۔ اِس لئے وہ جانتا ہے کہ کس موقعہ پر کونسی روش اختیار کرنی چاہیئے۔

۱۱۰ اِس پروگرام کی تکمیل' اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ سے ہوگی۔ یعنی ایسا معاشرہ قائم کرنے سے جس میں ہر فرد قوانینِ خداوندی کے پیچھے چلتے ہوئے' اُن کی رُو سے عائد شدہ فرائض کو ادا کرتا جائے' اور نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان بہم پہنچاتا رہے (۲/۴)۔ اِس ابتدائی مرحلہ میں ایسا محسوس ہوگا کہ تم جو کچھ کر رہے ہو' اُس کا کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہو رہا۔ لیکن یقین رکھو کہ تمہاری محنت رائگاں نہیں جائیگی۔ تم اپنی محنتوں کا نتیجہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق' وقتِ مقررہ پر' اپنے سامنے دیکھ لوگے۔ (۲/۳)۔ کسی کا کوئی عمل' اُس کے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتا۔

۱۱۱ اِن (اہلِ کتاب) کا دعوٰے ہے کہ جنت بس اِنہی (یہود و نصارٰی) کے لئے مخصوص ہو چکی ہے' اِن کے علاوہ' اِس میں کسی اور کا داخلہ نہیں ہو سکتا۔ (۲/۱۳۵)۔

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

یہ اِن کی خوش فہمی ہے جو اِن کے فریب نفس اور جہالت نے پیدا کر رکھی ہے۔ اِن سے کہو کہ 'ذرا جذبات سے الگ ہٹ کر، علم و بصیرت کی رو سے بات کریں'، اور اگر یہ اپنے اِس دعوے میں سچے ہیں، تو اِس کی تائید میں دلائل و براہین پیش کریں — حقائق کے فیصلے خوش آیند جذبات کی رُو سے نہیں ہوا کرتے، علم و برہان سے ہوتے ہیں۔

۱۱۲ اور علم و برہان کا فیصلہ یہ ہے کہ زندگی کی خوشگواریاں اور کامرانیاں، قومی گروہ بندیوں اور دل خوش کن آرزوؤں سے وابستہ نہیں۔ اِن کے لئے ایک ابدی اور غیر متبدل قانون ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ جس کسی نے بھی اپنے آپ کو قوانینِ خداوندی کے سامنے جھکا دیا۔ جس نے اپنا رُخ اُس منزل کی طرف کر لیا جو اللہ نے انسانوں کے لئے مقرر کی ہے — اور اِس کے بعد (افراط و تفریط کو چھوڑ کر (۲/۱ : ۱۴۳)، حسن کارانہ انداز سے (قرآن کے مطابق) زندگی بسر کی، تو اُس کے اِس ایمان و عمل کا نتیجہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق، اُسے مل جائے گا۔ ایسے لوگوں کی نشانی یہ ہوگی کہ نہ اُن کیلئے کسی قسم کا خوف و خطر ہوگا، اور نہ ہی افسردگی اور غمگینی۔

۱۱۳ حق کی مخالفت کرنے والوں کی حالت بھی عجیب ہوتی ہے۔ اِن کے باہمی اختلافات خواہ کتنے ہی شدید کیوں نہ ہوں، دینِ خداوندی کی مخالفت میں یہ سب متحدہ محاذ بنا لیتے ہیں۔ یہی کیفیت اِن یہود و نصاریٰ کی ہے۔ تمہاری مخالفت میں یہ سب ایک ہو جاتے ہیں، لیکن باہمی اختلافات کا یہ عالم ہے کہ یہودی، عیسائیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا مذہب کچھ نہیں۔ عیسائی، یہودیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ سچائی پر نہیں۔ اور لُطف یہ کہ دونوں اِس کے مُدعی ہیں کہ وہ اُس کتاب کی پیروی کرتے ہیں جس کا سرچشمہ ایک ہے (یعنی عہد نامۂ عتیق و جدید)۔ یہی حالت اِن (مشرکین عرب) کی ہے جنہیں کتاب (وغیرہ) کا کوئی علم نہیں۔ وہ بھی اپنے معتقدات کو حق پر مبنی قرار دیتے ہیں اور دوسروں کی مخالفت کرتے ہیں۔ پارٹی بازی کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔

اِن کے یہ اختلافات (جو خدا کا عذاب ہیں (۶/۶۵) اُس وقت تک نہیں مٹ سکتے جب تک قرآن کی رُو سے انسانی معاشرہ میں انقلاب عظیم واقع نہیں ہو جاتا (۱۱/۱۱۸-۱۱۹)۔ اُس وقت عالمگیر انسانیت، اور وحدتِ اقتدار و قانون کا تصور غالب آ جائے گا، اور یوں اختلافات

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

مِٹ جائیں گے ——— یا پھر مرنے کے بعد، ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ حق پر تھا یا باطل پر۔

۱۱۴ قرآن کے اِس اِنقلاب آفریں نظام کی بنیاد، مومنین کی جماعت کے ہاتھوں رکھی جارہی ہے، اور وہ اِس کی ابتدا اُس مقام سے کر رہی ہے، جہاں صرف خدا کے قانون کے سامنے جھکنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی مقامات (مساجد) اِن کے نِظام کے مراکز ہیں۔ (اِن مراکز کی آبادی صرف اِس جماعت کے ہاتھوں سے ہوگی، نہ کہ اُن ہاتھوں سے جو خدا کے قانون کے ساتھ، انسانوں کے خود ساختہ قوانین بھی شامل کرلیں (۹/۱۹—۱۷)، یا جو جماعت میں تفریق پیدا کرنے کا موجب بنیں (۹/۱۰۷)۔

اب سوچو کہ اُن لوگوں سے زیادہ سرکش اور اِنسانیت کا دشمن اور کون ہو سکتا ہے، جو اِس نظام کی تخریب کیلئے کوشاں ہوں، اور ہر قسم کی رُکاوٹیں ڈالیں کہ دین کے اِن مراکز میں، خالص قانون خداوندی کا چرچا نہ ہونے پائے (۴۲/۱۳)۔

اِنہیں چاہیئے تھا کہ اِن مراکز کی طرف آتے تو، سرکشی کے جذبات لئے ہوئے نہیں، بلکہ، اپنی تخریبی کارروائیوں کے تباہ کن نتائج سے ڈرتے ہوئے آتے۔ بہر حال اِن کی موجودہ رَوِش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اِنھیں دنیاوی زندگی میں ذِلّت و رسوائی نصیب ہوگی اور آخرت کی زندگی میں تباہی و بربادی۔


اِنہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ لوگ اگر اِس نظام کو، اِس مقام (مکّہ) میں سر دست قائم نہ بھی ہونے دیں گے، جسے ہم نے انسانیت کا "پہلا گھر" کہہ کر پکارا ہے (۳/۹۵)، تو اِس سے اِس نظام کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ یہ نظام کسی خاص مقام کے ساتھ وابستہ نہیں۔ یہ اُس خدا کا نظام ہے جو جہت اور سمت، اور زمان و مکان کی نِسبتوں سے بلند ہے۔ وہ کائنات کی تمام پہنائیوں پر چھایا ہوا ہے۔ اِس لئے (اے جماعتِ مومنین!) تم جہاں بھی اُسکی طرف متوجہ ہوگے، اُسکی طرف لے جانیوالا راستہ تمہارے سامنے ہوگا۔ خدا کا نظام بڑی وسعتوں کا مالک اور سرتاپا علم و بصیرت پر مبنی ہے۔


یہودیوں سے ہٹ کر، ذرا اِن عیسائیوں سے پوچھو کہ تم کس منہ سے خدا پر

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ لَوۡلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوۡ تَاۡتِيۡنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّثۡلَ قَوۡلِهِمۡ ؕ تَشَابَهَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ قَدۡ بَيَّنَّا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾

ایمان کے مدعی بنتے ہو جبکہ خدا کے متعلق تمہارا تصوّر اس قدر پست ہے کہ تم کہتے ہو کہ اُسکا ایک بیٹا بھی ہے۔ تم نے ' اِس طرح ' خدا کو انسانوں کی سطح پر لاکر رکھ دیا۔ وہ اِس سطح سے بہت اونچا اور اِس تصوّر سے بہت دُور ہے۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے وہ سب اُس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے وجود میں لایا گیا ہے ' اور سب اُس کے قوانین کے اطاعت گذار ہیں۔ اِس لئے وہ ' انسانوں کی طرح ' بیٹوں کا محتاج نہیں۔

۱۱۷ تمہارا محدود ذہن تمہیں یہی بتا سکا ہے کہ خدا کا طریقِ آفرینش بھی تولید کا ہے۔ یعنی وہ طریق جس کی رُو سے ایک باپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ خدا وہ ہے جو ساری کائنات کو پہلی مرتبہ (عدم سے) وجود میں لایا ہے۔ اُس کا اندازِ تخلیق یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے ' تو اُس کے ساتھ ہی اُس شے کی تخلیق کا آغاز ہو جاتا ہے۔

ایسی قوتوں کے مالک ' خدا ' کو بیٹے کی کیا احتیاج ہے ؟

۱۱۸ ان میں سے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ (خدا کو اگر ہماری راہ نمائی مقصود ہے تو وہ) ہم سے براہ راست باتیں کیوں نہیں کرتا۔ یا کوئی ایسی محسوس نشانی ہمارے سامنے کیوں نہیں لے آتا جس سے ہم پہچان لیں کہ یہ واقعی خدا کی طرف سے وحی ہے ؟ اِن کی یہ باتیں وحی کی ماہیت سے لاعلمی پر مبنی ہیں ' اور پہلی مرتبہ نہیں کہی گئیں۔ اِن سے پہلے بھی ' اِس قسم کی ذہنیت رکھنے والے لوگ ' یہی کچھ کہا کرتے تھے۔

اِنہیں کون بتائے کہ ہماری کتنی نشانیاں اِن کے سامنے نمایاں طور پر موجود ہیں۔ لیکن یہ نشانیاں اُنہی کو نظر آسکتی ہیں جو علم و بصیرت سے کام لے کر اعترافِ حقیقت کے لئے آمادہ ہوں۔

اگر یہ عقل و فکر سے کام لیتے تو یہ حقیقت اِن کی سمجھ میں آجاتی کہ صاحبِ اختیار و ارادہ مخلوق (یعنی انسانوں) کی راہ نمائی کے لئے طریقہ یہ ہے کہ خدا اپنی باتیں کسی

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ ﴿١١٩﴾ وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِى جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾ ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ أُو۟لَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿١٢١﴾

ایک شخص (رسول) کی وساطت سے انسانوں تک پہنچاتا ہے (۴۲/۵۱) اور اِسے پھر انسانوں پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ جی چاہے تو اُس راہ نمائی کو قبول کرلیں اور جی چاہے تو اُس سے اِنکار کردیں (۱۸/۲۹ : ۷۶/۳)۔

۱۱۹ یہی وہ اُصول ہے جس کے مطابق ہم نے 'اے رسول' تجھے حق کے ساتھ انسانوں کی راہ نمائی کے لئے بھیجا ہے' تاکہ تو لوگوں کو بتادے کہ خدا کی وحی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا نتیجہ کس قدر خوشگوار ہوگا اور اِس کی خلاف ورزی سے کس طرح ہلاکت اور تباہی آجائیگی۔ تو اِن تک یہ پیغام پہنچادے اور پھر اُنہیں اِن کے حال پر چھوڑ دے کہ جس کا جی چاہے اِس سے اُنکار کردے۔ جو انکار کرے گا وہ تباہ و برباد ہوجائے گا' اور اُس کی اِس ہلاکت کی ذمہ داری تمہارے سر پر نہیں ہوگی۔ تمہارا فریضہ اِس پیغام کو لوگوں تک پہنچادینا ہے (۱۳/۴۰)۔

۱۲۰ اصل یہ ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ' اِس قسم کی باتیں حق کی جستجو کے لئے نہیں کرتے۔ انہوں نے تو پہلے ہی فیصلہ کر رکھا ہے کہ تم جس راستے پر چل رہے ہو' یہ اُسے کبھی اختیار نہیں کریں گے۔ اِس لئے یہ تم سے کسی صورت میں راضی نہیں ہوسکتے جب تک تم (اے رسول) اپنا راستہ چھوڑ کر اِن کا مسلک نہ اختیار کرلو۔

اِن سے کہہ دو کہ 'سوال میرے راستے یا تمہارے راستے کا نہیں۔ راستہ وہی صحیح ہوسکتا ہے جس کی طرف خدا کی وحی راہ نمائی کرے۔ (اور وہ وحی اپنی اصلی شکل میں تمہارے پاس نہیں۔ قرآن کے اندر ہے۔)

اب ظاہر ہے کہ اگر' اِن حالات کے ماتحت' جبکہ خدا کی وحی تمہاری طرف آچکی ہے' تم (اے رسول' بفرضِ محال) اِن لوگوں کے پست خیالات اور خواہشات کا اتباع کرنے لگ جاؤ' (تو تم بھی اِنہی جیسے ہوجاؤ گے) اور اِس غیر خداوندی راستے پر چلنے سے جو تباہی آئے گی' اُس سے بچانے کے لئے تمہارا کوئی چارہ ساز اور مددگار نہیں ہوسکے گا۔ (۳/۶ : ۱۰۹/۱ : ۱۳/۳۷)۔

۱۲۱ تمہاری جماعت کے لوگ' جنہیں ہم نے یہ ضابطہ قوانین (قرآن) دیا ہے' اُسکا

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾

پورا پورا اتباع کرتے ہیں، یہی خدا کے مقرر کردہ معیار کے مطابق، سچے مومن ہیں۔ ان کے برعکس، جو لوگ اِس کی صداقتوں سے انکار کرتے ہیں (وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب)، تو ایسے لوگ تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔

۱۲۲ جو کچھ ہم نے اوپر کہا ہے وہ کس قدر حقیقت پر مبنی ہے، اِس کے لئے اِن یہودیوں (بنی اسرائیل) سے کہو کہ تم اپنی تاریخ پر ایک مرتبہ پھر غور کرو، اور دیکھو کہ (جب تم نے خدا کی راہ نمائی اختیار کی تھی تو اُس کی بدولت) تمہیں کس طرح زندگی کی خوشگواریاں نصیب ہو گئی تھیں، اور کس طرح تمہیں، تمہاری ہم عصر اقوام پر فضیلت حاصل ہو گئی تھی۔

۱۲۳ لیکن (جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں۔ (۲/۴۸)۔ اُس ضابطہ ہدایت کو چھوڑ دینے سے دنیا بھر کی خرابیاں تمہارے اندر پیدا ہو گئیں۔ تم میں نہ آئین و قوانین کا احترام باقی رہا اور نہ ہی عدل و انصاف کا کوئی خیال ـــــ لیکن اب یہ دھاندلی زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی۔ اب وہ دَور آنے والا ہے جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کے جرم کا ذرا سا بوجھ بھی نہیں بٹا سکے گا۔ ہر ایک کو اپنے کئے کی سزا خود بھگتنی پڑے گی (۶/۱۶۵)۔ نہ ہی کسی کی سفارش کسی کے کام آسکے گی۔ نہ ہی کسی سے، اُس کے جرم کے عوض، کچھ (رشوت وغیرہ) لے کر اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی کسی مجرم کی مدد کو پہنچ سکے گا۔

یہ اِس دُنیا میں بھی ہو گا جب قرآن کا نظامِ عدل قائم ہو گا، اور آخرت میں بھی، جب ظہورِ نتائج کا وقت آئے گا۔

۱۲۴ اِس میں شبہ نہیں کہ اِس قسم کے نظامِ حق و صداقت کی اقامت لئے کھڑے ہونے میں بڑی ہمت اور استقامت کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن تاریخ اِس پر شاہد ہے کہ جو اِس ہمت اور استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے اُسے کس قدر مقام بلند نصیب ہو جاتا ہے۔ تمہیں اپنے مورثِ اعلیٰ، ابراہیمؑ کے کوائفِ حیات کا تو علم ہی ہے۔ اُسے، مملکت کی بلند ترین پیشوائیت کا منصب وراثت میں مل سکتا تھا۔ لیکن اُس نے اُسے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا، اور نظامِ خداوندی کی اقامت کے لئے،

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

پُورے عزم و استقلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا (٣٧/٩٧—٨٢ ; ٦٠/٤)۔ اِس کے بعد اُسے کتنے ہی صبر آزما اور جانگسل مراحل سے گذرنا پڑا۔ لیکن یہ تمام مراحل اُس کی نمودِ ذات کے مواقع بن گئے۔ وہ اِن سب میں پورا اُترا، اور اِس طرح اُس نے ثابت کر دیا کہ اُس کی صلاحیتوں کی کس قدر نشو ونما ہو چکی ہے۔

اِس کا نتیجہ کیا ہوا؟ وہ نوعِ انسان کی امامت (لیڈر شپ) کا مستحق قرار پا گیا، اور اُس کا مسلک، انسانی معاشرہ کی سیدھ اور ٹیڑھ کے پرکھنے کا معیار بن گیا۔

یہ سب ابراہیمؑ کی سعی و عمل کا نتیجہ تھا۔ لیکن تم ہو کہ محض اولادِ ابراہیمؑ ہونے کی بنا پر اپنے آپ کو نوعِ انسان کی امامت کا مستحق سمجھے بیٹھے ہو، حالانکہ اِس حقیقت کو اُسی وقت واضح کر دیا گیا تھا کہ اولادِ ابراہیمؑ میں سے بھی جو اِس راستہ سے ہٹ کر، ظلم اور سرکشی کی راہ اختیار کرلے گا، تو وہ مقامِ بلند اُس سے چھین لیا جائے گا۔ (چنانچہ جب تم نے اُس مسلک کو چھوڑ دیا، تو وہ امامت بھی تم سے چھن گئی)۔

۱۲۵ ابراہیمؑ کا قائم کردہ یہی وہ نظام تھا جس کا مرکز، کعبہ قرار دیا گیا تھا، تاکہ تمام نوعِ انسان، اپنے اختلافات دُور کر کے، ایک نقطہ پر جمع ہو جائے اور اِس طرح ہر قسم کے خطرات سے (جو گروہ بندیوں اور قومیت پرستی کا لازمی نتیجہ ہوتے ہیں) محفوظ و مامون ہو جائے ـــــ یہی وہ مرکز ہے جس پر نوعِ انسان نے آخر الامر جمع ہونا ہے۔ اِسی سے اِنسانیت اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے کے قابل ہو سکے گی (٣/٩٦ ; ٥/٩٧ ; ١٤/٣٥ ; ٢٢/٢٥)۔

اگر تم بھی مقامِ ابراہیمی کو حاصل کرنا چاہتے ہو، تو اُس کے مسلک و منہاج کے پیچھے پیچھے چلو۔

ہم نے (معمارانِ حرم) ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے تاکید کی تھی کہ وہ اِس مقام کو عالمگیر نظامِ انسانیت کا مرکز بنائیں، اور اُسے، انسانوں کے خود ساختہ تصوّرات و معتقدات سے پاک و صاف رکھ کر، اُس جماعت (٢/١٤٣) کی تنظیم و تربیت کے لئے مخصوص کر دیں جس کا شیوۂ زندگی یہ ہے کہ وہ قوانینِ خداوندی کے سامنے جھک کر، اور اُن کی پوری پوری اطاعت کر کے، ایسی پوزیشن اختیار کرلے کہ وہ تمام اقوامِ عالم کی نگران و پاسبان ہو، اُن کے اُلجھے ہوئے معاملات کو سنوارے، اور اُنکے بکھرے ہوئے شیرازہ کو مجتمع کرے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۲۸﴾

---

۱۲۶ ابراہیمؑ نے اِس مرکزیت کی بنیاد رکھ دی اور خدا سے التجا کی کہ 'اے وہ جو تمام کائنات کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچانے والا ہے! تو ایسا کر دے کہ یہ مقام، ساری دنیا کے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے، امن اور پناہ کی جگہ بن جائے (۹۵/۳)۔ اور اُن میں سے جو لوگ تیرے قوانین کی صداقتوں پر یقین، اور مستقبل کی زندگی پر ایمان رکھیں، خواہ وہ کہیں کے رہنے والے بھی کیوں نہ ہوں (۲۲/۲۵)، اُنہیں زندگی کی آسائشیں اور سامانِ زیست کی فراوانیاں عطا کر دے۔ (۱۴/۱۴)۔

خدا نے کہا کہ بیشک اِن لوگوں کو یہ کچھ ملے گا۔ باقی رہے وہ جو اِس سے اِنکار کرینگے، تو ہمارے طبعی قوانین کے مطابق، اُنھیں بھی زندگی کے عاجلہ مفاد ضرور حاصل ہوں گے (۲۰/۱۷-۱۸)، لیکن انجام کار وہ نہایت بے بسی کی حالت میں مصیبت کی زندگی کی طرف کھنچے چلے جائیں گے ـــــ کس قدر سوختہ بخت ہے وہ قوم جس کا مآل یہ ہو!

۱۲۷ اِن حسین تمناؤں اور مقدس آرزوؤں کے ساتھ، ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے اِس مرکزِ نظامِ خداوندی کی بنیاد رکھی تھی۔ اُن کے ہاتھ اِسکی تعمیر میں مصروف تھے، اور لب پر یہ وجد انگیز دعائیں تھیں کہ 'اے ہمارے نشو و نما دینے والے! تو ہماری اِن ناچیز کوششوں کو شرفِ قبولیت عطا فرما دے' کہ تو 'دِل میں مچلنے والی آرزوؤں کو جانتا اور لب تک آنے والی تمناؤں کو سُنتا ہے' اِس لئے تو خوب جانتا ہے کہ ہم کن اِرادوں کے ماتحت اِس مرکز کی تعمیر کے لئے کوشاں ہیں۔

۱۲۸ اور وہ ارادے اِس کے سوا کیا ہیں کہ، اِس مرکز کے ساتھ وابستہ رہ کر، ہم تیرے ضابطۂ قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں اور ہمارے سر اِس کے سامنے جھکے رہیں — نہ صرف ہم ہی، بلکہ ہماری آنے والی نسلوں میں بھی وہ لوگ پیدا ہوں جو اِسی طرح، تیرے قوانین کی اِطاعت کرنے والے ہوں۔

اے ہمارے نشو و نما دینے والے! تو ہمیں وہ طور طریق بتا دے جن سے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۗ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

ہم اِس مقصدِ عظیم کے حصول میں کامیاب ہو جائیں، اور تیری عنایات و انعامات کا رُخ ہماری طرف رہے۔ اِس لئے کہ تیرا ہی قانون وہ قانون ہے کہ جونہی کسی نے اُس کی طرف رُخ کیا، وہ اپنے سامانِ رحمت و ربوبیت کو لئے، خود اُس کی طرف بڑھ آیا (۲۰/۱۸۶)۔

۱۲۹ اے ہمارے پروردگار! ہماری اولاد میں یہ سلسلہ اِسی طرح قائم رہے، تاآنکہ اُن میں سے، اِس دعوتِ انقلاب کو لے کر وہ رسول اُٹھ کھڑا ہو جو تیرے ضابطۂ قوانین کو اُس کی آخری اور مکمل شکل میں اُن کے سامنے پیش کر دے (۶/۱۱۶)۔ اُنہیں اُس ضابطہ (کتاب) کی تعلیم بھی دے، اور یہ بھی بتائے کہ اِن قوانین کی غرض و غایت کیا ہے اور اِن پر عمل کرنے سے کیا نتائج مرتب ہوں گے (۲/۲۳۱ ؛ ۱۷/۳۹ ؛ ۳۳/۳۴)۔ اور (صرف نظری طور پر ہی یہ تعلیم نہ دے، بلکہ عملاً ایسا نظام متشکل کر دے جس میں) لوگوں کی صلاحیتوں کی برومندی اور اُن کی ذات کی نشوونما ہوتی جائے۔

اِس قسم کی نشوونما، قوت اور حکمت، دونوں کے امتزاج سے ہو سکتی ہے، اور اِن دونوں کا امتزاج تیرے متعین کردہ نظام ہی کے اندر ممکن ہے (۵۷/۲۵)۔

۱۳۰ یہ تھا وہ مسلکِ زندگی جس پر ابراہیمؑ گامزن تھا ——— وہ مسلک جس سے اُسے اِس دنیا میں بھی ممتاز اور برگزیدہ زندگی حاصل ہو گئی تھی، اور جس سے آخرت میں بھی اُس کا شمار اُن خوش بخت لوگوں میں ہوگا جو اُس بلند و بالا زندگی کے بسر کرنے کی صلاحیتیں اپنے اندر رکھتے ہیں۔ (۱۶/۱۲۰ ——— ۱۲۲)۔

اب غور کرو کہ جو شخص ایسے مسلکِ حیات سے روگردانی کر کے، دوسرے راستوں پر چل نکلے، وہ اگر فریبِ نفس میں مبتلا نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ روش وہی شخص اختیار کر سکتا ہے جس نے کبھی اپنے متعلق غور و فکر سے کام ہی نہ لیا ہو۔ جس نے کبھی سوچا ہی نہ ہو کہ انسانی ذات کی قدر و قیمت کیا ہے اور اس کی صلاحیتوں کی برومندی کس قدر ضروری ہے۔


یہ تھا مسلکِ ابراہیمیؑ ——— یعنی اُس ابراہیمؑ کا مسلک کہ جب اُس کے نشوونما دینے والے

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

نے اُس سے کہا کہ ہمارے قوانین کے سامنے جھک جاؤ' تو وہ اِس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اُن قوانین کے سامنے پوری طرح جُھک گیا ـــــ اُن قوانین کے سامنے جن کی رُو سے تمام کائنات کی نشو و نما ہو رہی ہے۔

۱۳۲ وہ خود بھی اِس مسلک پر قائم رہا' اور اپنے بیٹوں کو بھی اِسی پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ اِسی طرح' (اِن یہودیوں کے جدِ امجد' اسرائیل' یعنی) یعقوبؑ نے بھی' اِسی مسلک کی تلقین کی۔ اِس نے اپنی اولاد سے کہا کہ یہی وہ نظامِ زندگی ہے جسے خدا نے تمہارے لئے منتخب کیا ہے۔ لہذا تمہیں' اپنی تمام زندگی اِس کے مطابق بسر کرنی چاہیئے' اور مرتے دم تک اِس کی اِطاعت کرتے رہنا چاہیئے۔

۱۳۳ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یعقوبؑ نے مرتے وقت اپنی اولاد سے کیا کہا تھا؟ اُس نے اُن سے پوچھا تھا کہ تم' میرے بعد' کِس کی محکومیت اختیار کرو گے؟ اُنہوں نے کہا کہ اُس خدا کے قوانین کی جو تیرا بھی خدا ہے' اور تیرے آباء' ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کا بھی خدا۔ وہ خدا جس کے سوا کائنات میں کسی کا اقتدار و اختیار نہیں۔ ہم اُس کے قوانین کے سامنے سربسجود رہیں گے۔

۱۳۴ یہ تھے (اِن) یہودیوں کے اسلاف' جن میں سے ہر ایک نے قانونِ خداوندی کے مطابق اپنی عمر بسر کی۔ اب اُن کے یہ اخلاف ہیں جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہ محض' اُن کی اولاد ہونے کی بنا پر' زندگی کی اُن تمام خوشگواریوں سے بہرہ یاب ہو جائیں گے جو اِنکے بزرگوں کو' اُن کے حسنِ عمل کی بدولت ملی تھیں۔ اِن سے کہو کہ اعمال کے نتائج اپنے اپنے ہوتے ہیں۔ اِس میں وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو کچھ اُنہوں نے کیا' اُسکے ثمرات و برکات اُن کے حصے میں آئے۔ جو کچھ تم کرو گے' اُس کا پھل تمہیں ملے گا۔ تم سے' تمہارے اعمال کی بابت پوچھا جائے گا۔ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہارے اسلاف کے اعمال کِس قسم کے تھے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ
النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ
اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

---

۱۳۵ یہ کہتے ہیں کہ تمہیں ہدایت کی راہ اُسی صورت میں مل سکتی ہے کہ تم (موجودہ) یہودیوں یا عیسائیوں کا مسلک اختیار کرو۔ اِن سے کہو کہ تم مسلکِ ابراہیمیؑ کی طرف دعوت کیوں نہیں دیتے؛ ابراہیمؑ نہ یہودی تھا نہ عیسائی (۳/۶۶)۔ وہ خالص دینِ خداوندی کا متبع تھا اور اس میں کسی غیر خدائی تصوّر کو شریک نہیں کرتا تھا۔ (اس کے برعکس تم ہو کہ، تم نے کہیں انسانوں کی خود ساختہ شریعت کو احکامِ خداوندی قرار دے رکھا ہے اور کہیں خدا کے رسول کو خود خدا بنا دیا ہے!)۔

۱۳۶ اِن سے کہو کہ آؤ تمہیں بتائیں کہ وہ کونسا مسلک ہے جسے اختیار کر کے ہم تمہاری خود ساختہ گروہ بندی اور نسل پرستی سے بلند ہو چکے ہیں۔ وہ مسلک یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں؛ اور اُس ضابطۂ حیات پر ایمان رکھتے ہیں جو اُس نے (اِس رسول کے ذریعے) ہماری طرف بھیجا ہے۔ (یہ اپنی اصل کے اعتبار سے اُسی قسم کا ضابطۂ حیات ہے جس قسم کا، اس سے پہلے) ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ، اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کی طرف نازل ہوا تھا۔ ہم اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ اُنھیں بھی (اپنے اپنے وقت میں) خدا کی طرف سے ضوابطِ حیات ملے تھے نیز موسیٰؑ کو بھی اور عیسیٰؑ کو بھی۔ بلکہ تمام انبیاءؑ کو۔ ہم اِن تمام انبیاءؑ کو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں سمجھتے ہیں اور، نبی ہونے کی جہت سے، اُن میں سے کسی کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔
یہ ہے وہ مسلک جس کی رُو سے ہم (خالص) قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں۔

۱۳۷ اِن سے کہو کہ یہ ہے ہماری دعوت۔ اگر یہ لوگ بھی اُسی طرح اِس ضابطۂ حیات پر ایمان لے آئیں جس طرح تم لائے ہو، تو اُس وقت یہ خدا کے متعین کردہ صحیح راستہ پر ہوں گے۔ اور، اگر یہ اِس سے اعراض برتیں گے، تو اُن کا یہ اعراض اُس راستے سے ہٹ جانے کے مرادف ہوگا جس پر تمام انبیاءؑ سابقہ چلتے رہے ہیں۔
اگر انہوں نے اِس راستے کو اختیار نہ کیا اور اپنی ضد پر قائم رہے، تو اِن کی مخالفت بدستور رہے گی۔ لیکن تمہیں اِس کی قطعاً پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمارے

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

نظام میں، جس کی تم اطاعت کرتے ہو' اتنی قوت موجود ہے کہ وہ تمہیں اِن کی ضرر رسانیوں سے محفوظ رکھ سکے — اِس لئے کہ یہ اُس خدا کا نظام ہے جو سب کچھ سننے والا' جاننے والا ہے۔

۱۳۸ اِن (نصارٰی) سے کہو کہ 'نجات و سعادت' رنگ چھڑکنے (بچوں کو بپتسمہ دینے) سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہ قانونِ خداوندی سے یک رنگ و ہم آہنگ ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ اِس رنگ سے زیادہ حسین رنگ اور کونسا ہو سکتا ہے؟

اِن سے کہو کہ ہم نے اپنے لئے یہی رنگ تجویز کیا ہے۔ یعنی ہم نے خالص قانونِ خداوندی کی اِطاعت اختیار کی ہے۔ اُس کے سوا ہم کسی کی محکومیت کو تسلیم نہیں کرتے۔

۱۳۹ یہ کہیں گے کہ جب ہم پہلے ہی خدا کو مانتے ہیں تو پھر' تم ہمیں خدا پر ایمان لانے کی دعوت کیوں دیتے ہو؟ اِن سے کہو کہ آؤ! ہم بتائیں کہ تمہارے خدا کے ماننے اور ہمارے ماننے میں کیا فرق ہے؟

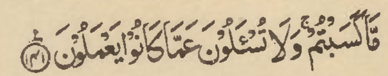
تم اُس خدا کو مانتے ہو جس کی رحمت صرف بنی اسرائیل (کی کھوئی ہوئی بھیڑوں) تک محدود ہے' اور ہم اُس خدا کو مانتے ہیں جس کی رُبوبیت' ہمارے' تمہارے (اور تمام نوعِ انسان کے) لئے عام ہے۔ (۱-۲/۱)

تم اُس خدا کو مانتے ہو جو کسی انسان (مسیحؑ) کی جان کا کفارہ لے کر' دوسروں کے گناہوں کو بخشدیتا ہے۔ اور ہم اُس خدا کو مانتے ہیں جس کے قانونِ مکافات کے مطابق' ہر ایک کو' اُس کے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اِس میں نہ کسی کی سفارش کام دیتی ہے' نہ کفارہ اور فدیہ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ (۲/۱۲۳)!

اب تم نے سمجھا کہ تمہارے اور ہمارے خدا کے ماننے میں کیا فرق ہے؟ اِس کے بعد بھی' اگر تم اِس باب میں ہم سے جھگڑتے ہو' تو تمہاری مرضی۔ ہم تم سے' اور تمہارے جیسے اور لوگوں سے' قطع نظر کر کے' خالصتہً خدائے ربّ العالمین کے قوانین کی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔

۱۴۰ اس قدر وضاحت کے بعد بھی' اگر یہ لوگ' اپنی اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ ابراہیمؑ' اسماعیلؑ' اسحاقؑ و یعقوبؑ' اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل' یہودی

أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ


مَا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤١﴾

ع ۱۶

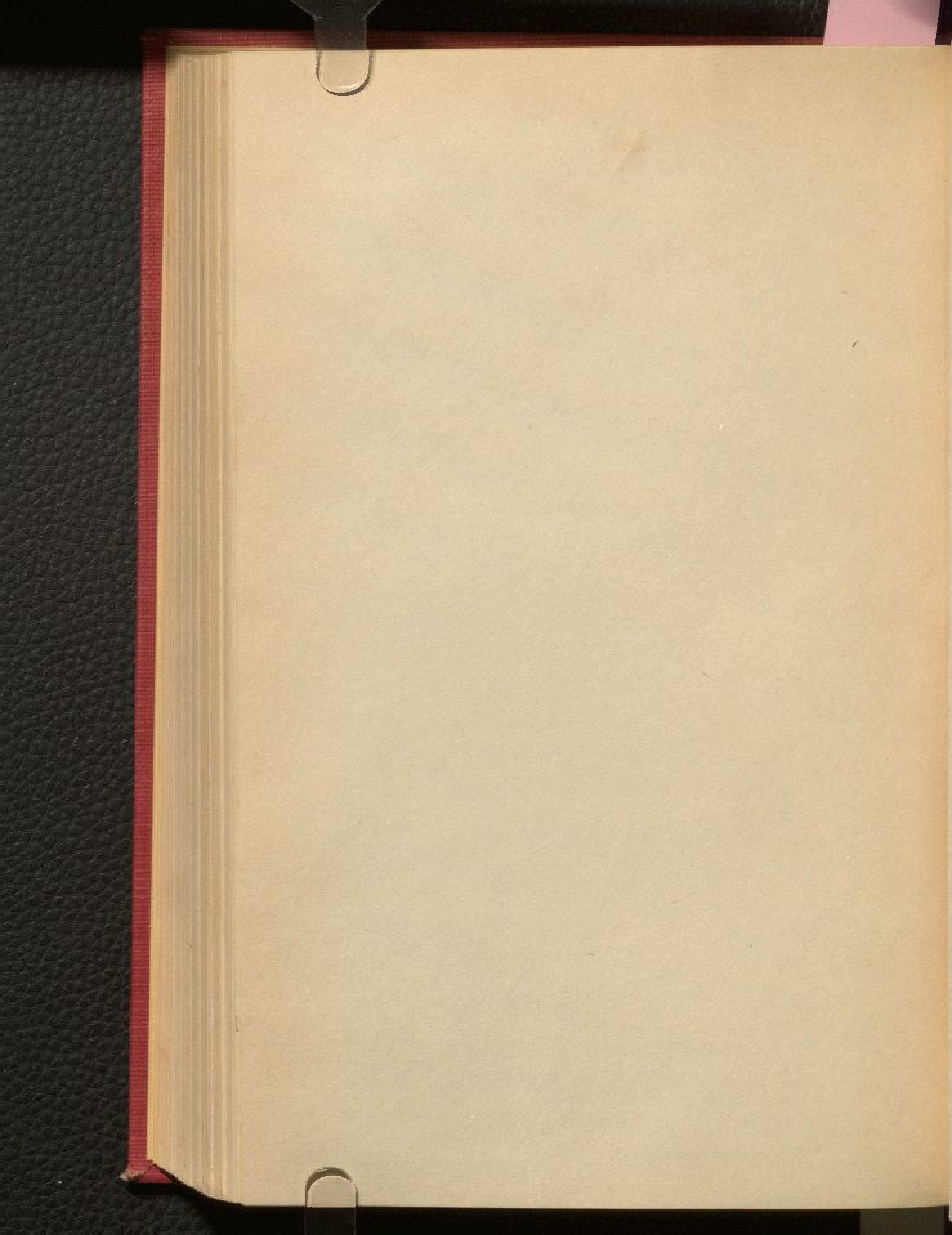
یا نصرانی تھے، تو ان سے کہو کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں، خدا کی طرف سے عطا شدہ علم (وحی) کی بنا پر کہتے ہیں۔ لہذا بتاؤ کہ حقیقت کا علم تمہیں زیادہ ہو سکتا ہے یا خدا کو؟

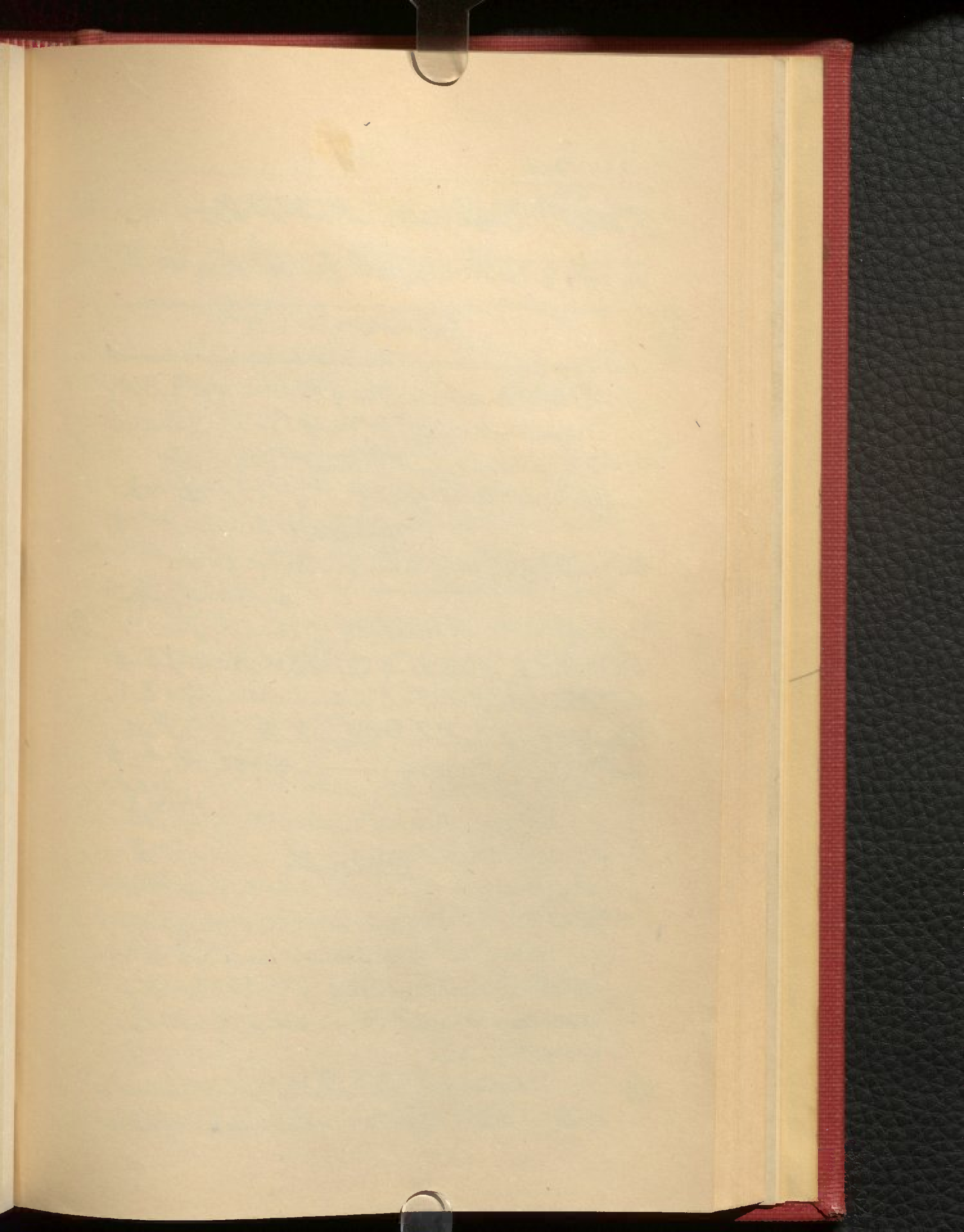
حقیقت یہ ہے کہ تم اِس بات کو اچھی طرح جانتے ہو اور پھر دانستہ غلط بیانی کرتے ہو۔ لیکن سوچو کہ جو شخص اُس حقیقت پر پردہ ڈالے جو اُسے خدا کی طرف سے ملی ہو اُس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے؟

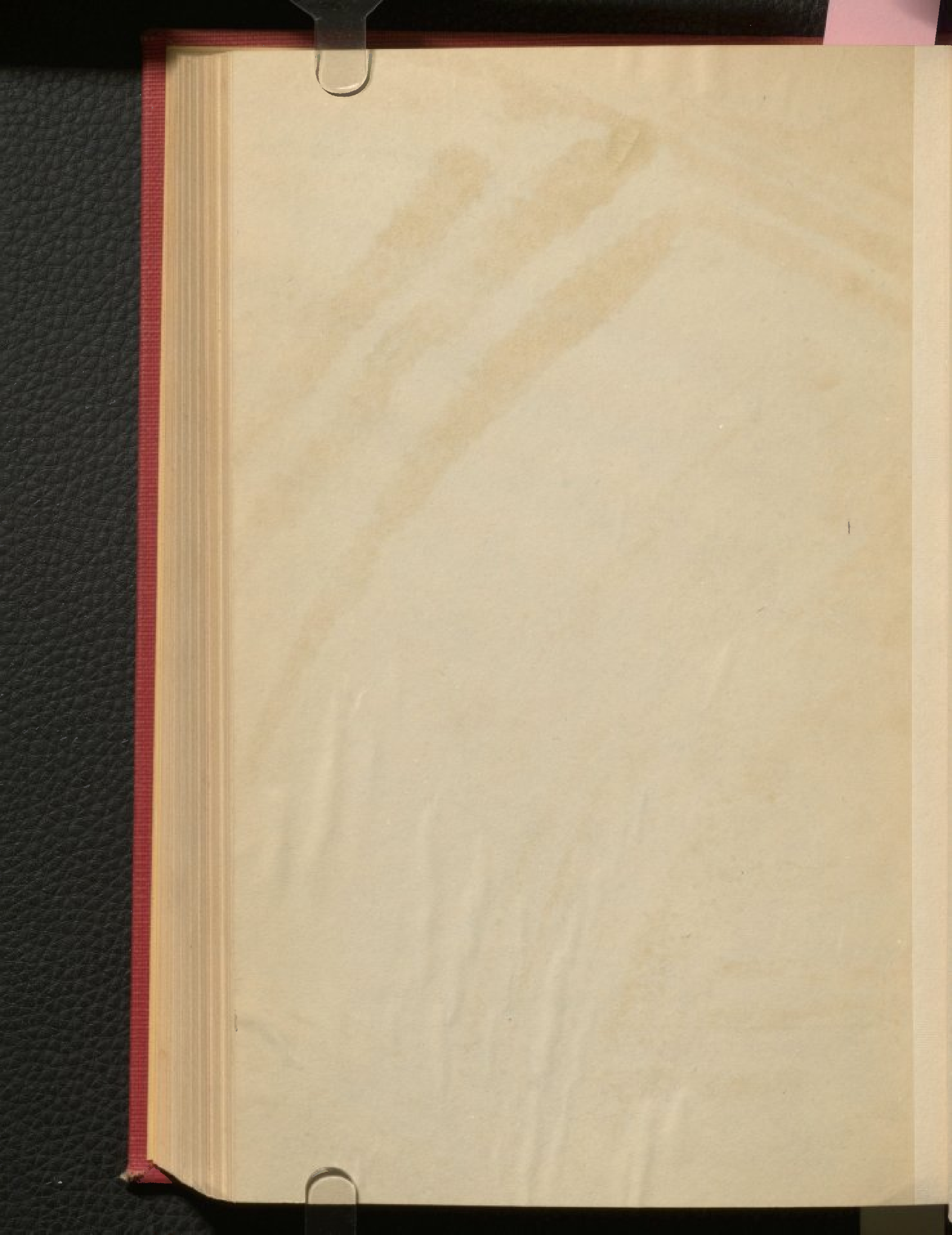
لیکن تم ہم سے تو یہ باتیں چھپا سکتے ہو، اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تمہاری ایک ایک حرکت سے باخبر ہے۔

(۱۴۱) بہرحال، اگر اس کے باوجود تم اصرار کرتے ہو کہ تمہارے اسلاف ایسے نہیں تھے، ایسے تھے، تو اِس سے اصل بات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ وہ جیسے بھی تھے، اُن کے اعمال اُنکے لئے تھے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہارے اسلاف کس رَوِش پر چلتے تھے اور کیسے کام کرتے تھے۔ تم سے تو یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے کس قِسم کے کام کئے تھے —— یہ ہے دین کی اصل جس میں کسی جھگڑے کی گنجائش نہیں۔

ختم پارۂ اوّل







بصیرت افروز لٹریچر

اسبابِ زوالِ اُمّت: (پرویز) ہم ذلیل کیوں ہیں؟ مجلد دو روپے

اسلامی معاشرت: (پرویز) روزمرہ کی زندگی کے لئے قرآنی احکام مجلد دو روپے

اقبال اور قرآن: قرآن کی تعلیم، اقبال کا فلسفہ اور پرویز کا قلم۔ قیمت دو روپے

طاہرہ کے نام: (پرویز) عورتوں سے متعلق قرآنی احکام اور تعلیم۔ سلیس اور شگفتہ انداز میں۔ جلد اول مجلد دو روپے۔ جلد دوم مجلد ۲ روپے

سلیم کے نام: (پرویز) نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے دل میں پیدا ہونے والے شکوک کے اطمینان بخش جوابات۔ مجلد جلد اول ۸ روپے، دوم ۶ روپے، سوم ۶ روپے

اسلام میں قانون سازی کا اصول: نامور محققین اور مدبرین کے خیالات ملکی۔ قیمت ۲ روپے

نظامِ ربوبیت: (پرویز) نظام سرمایہ داری اور کمیونزم دونوں کے بجائے قرآن کا معاشی نظام مجلد ۴ روپے

لغات القرآن: (پرویز) قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کا مستند مفہوم اور قرآنی حقائق کا انسائیکلوپیڈیا چار جلدوں میں، قیمت فی جلد پندرہ روپے۔

فجر الاسلام (اردو): (علامہ محمد امین مصری) اسلام کے اولین دور کی محققانہ سرگزشت، قیمت: ۸ روپے

اِبلیس و آدم: (پرویز) آدم۔ انسان۔ ملائکہ۔ جن۔ اِبلیس۔ شیطان۔ وحی۔ رسالت مجلد ۸ روپے

مَن و یزداں: (پرویز) خدا کیا ہے؟ اس کا انسان سے تعلق کیا ہے مجلد ۱۰ روپے

جُوئے نُور: (پرویز) حضرات انبیائے کرام اور ان کی اقوام کی زریں داستان از حضرت نوحؑ تا حضرت شعیبؑ۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

برقِ طُور: (پرویز) داستانِ بنی اسرائیل۔ قوموں کے عروج و زوال کے ابدی قوانین مجلد ۶ روپے

شعلۂ مستور: (پرویز) حضرت عیسیٰ کے کوائف حیات تحقیق جدید اور قرآن کی روشنی میں، قیمت مجلد چھ روپے

معراجِ انسانیت: (پرویز) حضور خاتم النبیینؐ کی روح پرور حیاتِ طیبہ قرآن کے آئینہ میں، قیمت مجلد بیس (۲۰) روپے۔

اِنسان نے کیا سوچا: (پرویز) کائنات، اخلاقیات، سیاست، معاشرت، معیشت اور مذہب کے متعلق انسانی فکر کی نادر کہانی۔ قیمت مجلد ۱۲ روپے

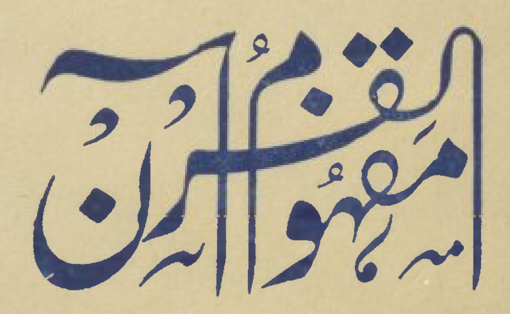
الفتنۃ الکبریٰ (اردو): (ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری) حضرت عثمانؓ کے زمانہ کی فتنہ سامانیوں کی داستان اور ان کا اصل باعث (قیمت مجلد ۹ روپے)

تاریخ الامت: علامہ اسلم جیراجپوری مرحوم کا سلسلۂ تاریخ، کامل آٹھ جلدوں میں مکمل سیٹ ۱۸ روپے

میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

میزان پرنٹنگ پریس - ۲۷ - بی شاہ عالم مارکیٹ - لاہور
میں باہتمام نظر علی شاہ مینجر چھپا۔



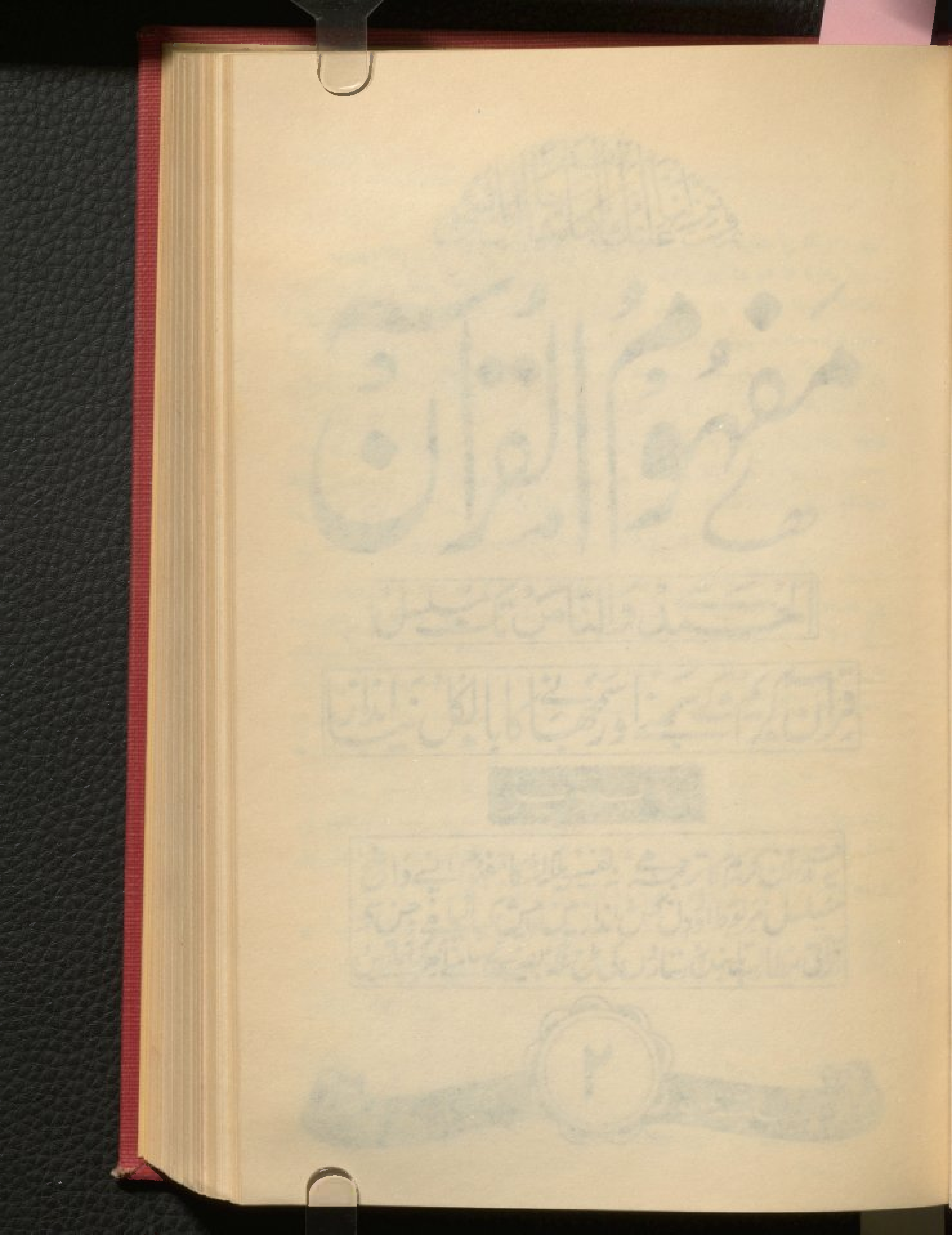
دوسرا پارہ

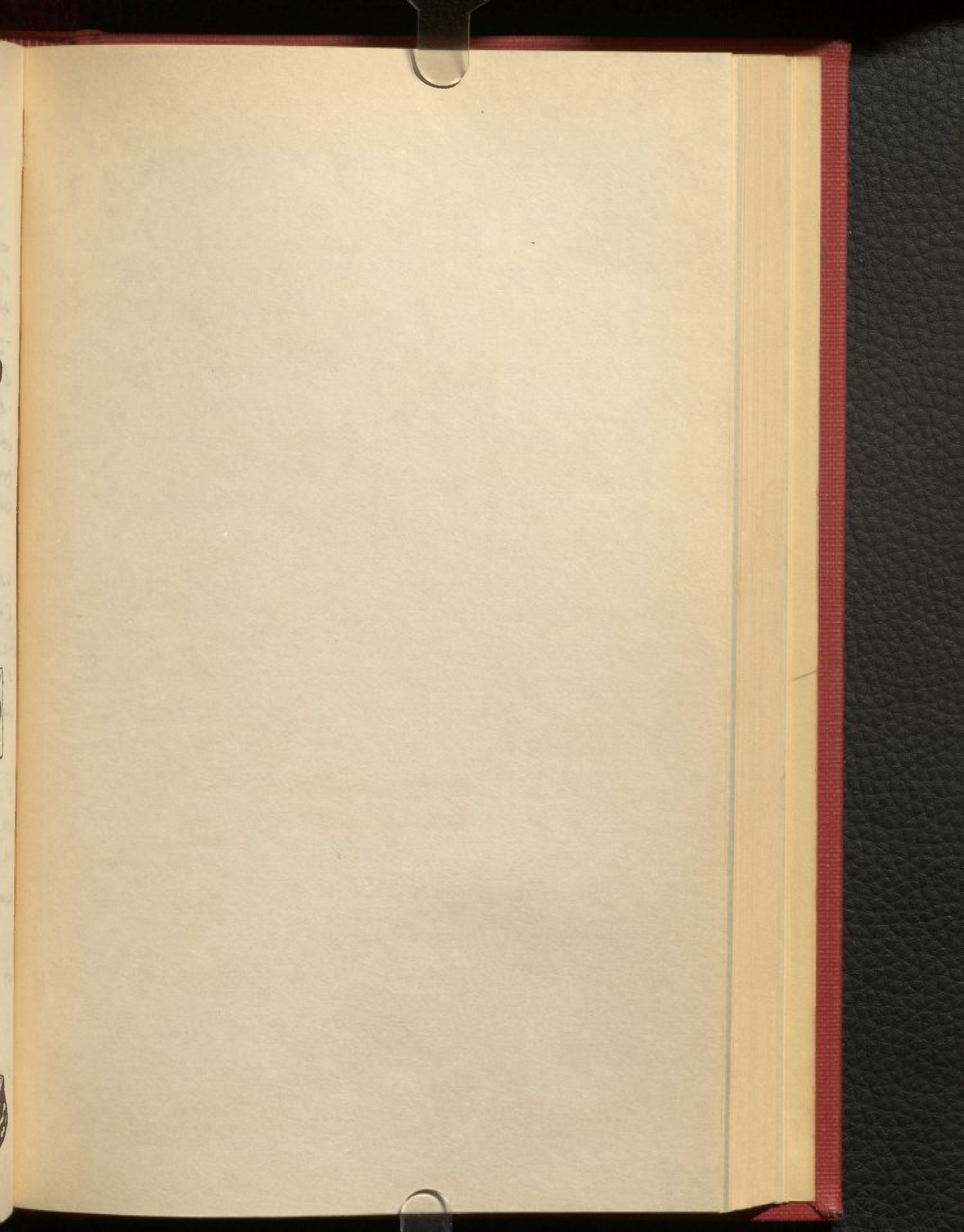
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷۔بی۔شاہ عالم مارکیٹ۔لاہور

قیمت 2/-







وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

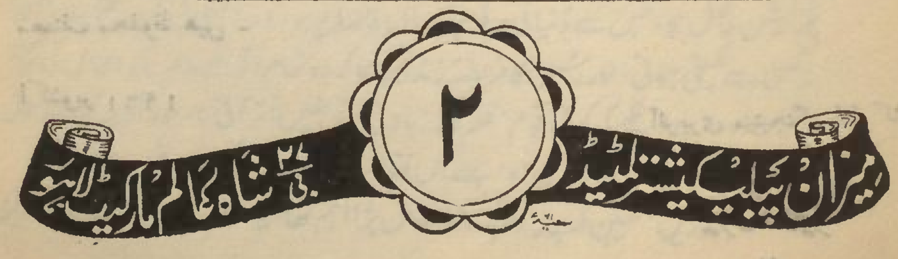
مفہوم القرآن

الحمد سے والناس تک مسلسل

قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز

از پرویز

یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، نہ تفسیر بلکہ اس کا مفہوم ایسے واضح، مسلسل، مربوط اور دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آجاتے ہیں



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفہوم القرآن کا دوسرا پارہ پیش خدمت ہے۔ جن حضرات کی نظروں سے اس کا پہلا پارہ نہیں گذرا ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے اور نہ ھی اسکی تفسیر۔ یہ اُس کا مفہوم ہے جسے اپنے لفظوں میں اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی پوری تعلیم، صاف۔ واضح۔ مسلسل اور مربوط شکل میں سامنے آ جائے۔ اس میں مفہوم بیان کرنے والے کے ذاتی خیالات کا کوئی دخل نہیں۔ اس مفہوم کی سند، لغات القرآن ہے، جسے عربی زبان کی مستند کتب لغت سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں جس لفظ کا مفہوم آپ کو مروجہ ترجموں سے مختلف نظر آئے، اس کے صحیح ہونے کی دلیل اور سند لغات القرآن میں مل جائیگی۔ لغات القرآن چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے جن کی مجموعی قیمت ۵۷ روپے ہے۔

۲۔ قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو مختلف مقامات میں پیش کرتا ہے اور آیات کو پھیر پھیر کر لاتا ہے تاکہ ہر معاملہ کے مختلف گوشے سامنے آ جائیں۔ مفہوم القرآن میں بھی اس کا التزام کیا گیا ہے۔ اس میں آپ کو جہاں جہاں دوسری آیات کے حوالے ملیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اس مضمون کی مزید وضاحت اُن مقامات میں آئی ہے۔ وہاں بھی دیکھ لیں۔

۳۔ مفہوم القرآن ایک ایک پارہ کر کے شائع ہوتا رہیگا۔ اگر آپ نے پہلا پارہ نہیں خریدا تھا تو اسے جلد حاصل کر لیں۔ اُسکی قیمت تین روپے ہے کیونکہ اس کی ضخامت ۸۱ صفحات ہے۔ اس پارہ کی قیمت دو روپے ہے۔

۴۔ اگر آپ ہمارے ہاں اپنا پتہ درج کرا چھوڑیں تو پارہ شائع ہونے پر آپ کو اطلاع دیدی جائیگی۔

اکتوبر ۱۹۶۱

آنریری مینیجنگ ڈائرکٹر

میزان پبلکیشنز لمیٹڈ

لاہور



سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٤٢﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٤٣﴾

---

۱۴۲ اِن لوگوں (یہودیوں) کا ایک اِعتراض یہ بھی ہے کہ، جب سابقہ اہلِ کتاب کا قبلہ (مرکز) بیت المقدس چلا آ رہا تھا، تو مسلمانوں نے، اُس سے رُو گردانی کر کے، کعبہ کو اپنا قبلہ (مرکز) کیوں بنا لیا؟ یعنی اُس کے بجائے اِسے کیوں اپنا قبلہ قرار دیا؟

یہ اِعتراض بھی جہالت اور نادانی پر مبنی ہے، ورنہ بات واضح ہے۔ بیت المقدس بنی اِسرائیل کا قومی مرکز ہے اور اسلام، تمام نوعِ انسان کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت ہے۔ سو ظاہر ہے کہ اِس عالمگیر دعوت کا مرکز وہی ہونا چاہیئے جو مشرق و مغرب (ساری دنیا) کو محیط ہو، نہ وہ جو کسی خاص قوم یا نسل کا منتہائے نگاہ ہو۔ اِس مقصد کے پیشِ نظر، خدا نے، اپنے قانونِ مشیّت کے مطابق، اِس مِلّت (جماعت مومنین) کی راہ نمائی انسانیت کی صحیح راہ کی طرف کر دی ہے۔

۱۴۳ (سو، اے جماعتِ مومنین! تم اِن کے اِس اعتراض کا قطعًا خیال نہ کرو)۔ اِس پروگرام سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمہیں ایک ایسی قوم بنا دیا جائے جسے تمام دُنیا میں بین الاقوامی پوزیشن حاصل ہو۔ جس سے دُنیا کی ہر قوم یکساں فاصلہ پر ہو۔ وہ نہ کسی کی طرف جھکی ہوئی ہو، نہ کسی سے کھِنچی ہوئی۔ اور اُس کا فریضۂ زندگی یہ ہو کہ وہ تمام اقوامِ عالم کے اعمال کی محاسب و نگران ہو۔ (وہ دیکھے کہ کوئی قوم، ظلم اور زیادتی پر تو نہیں اُتر آئی)۔ اور اُن کے اپنے اعمال کا محاسب و نگران، اُن کا رسول ہو، جسے اِس نظامِ خداوندی کی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

بنا بریں، تعیّنِ قبلہ (مرکز) کا سوال بڑا اہم تھا۔ یہ سوال، درحقیقت، قومی مرکز

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۖ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

کی جگہ انسانیت کے عالمگیر مرکز کے اختیار کرنے کا سوال تھا۔ اِس لئے جس قبلہ کو (اے رسول!) تو نے اختیار کیا ہے' اُسے ہم نے اس لئے قبلہ بنایا ہے تاکہ دونوں قسم کی ذہنیتیں الگ الگ ہو جائیں' اور یہ واضح ہو جائے کہ وہ کون ہے جو رسول کے اتباع میں' اپنا رُخ پھیر کر' ہر قسم کی قومی نسبتوں کو چھوڑ کر' خالص انسانیت کی نسبت اختیار کرتا ہے' اور وہ کون ہے جو قومی نسبت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

یہ تبدیلی 'فی الواقعہ' ان لوگوں پر گراں گذرتی تھی جن کے دِل ابھی تک قومیتوں کے تنگ دائرے میں گھرے ہوتے ہیں۔ اِن تنگناؤں سے نکلنا اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان اپنے ذاتی رجحانات کے بجائے قانون خداوندی کو اپنا راہ نما بنالے۔

قومیت کے تنگ دائرے میں رہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ انسانیت کی وسعتوں میں پھیل جانے سے اس کا جتھہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس سے بڑا نقصان پہنچتا ہے ($\frac{۲۹}{۲۵}$)' لیکن تم نے اِن کی باتوں میں نہ آجانا۔ عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود پر تمہارا ایمان کبھی رائگاں نہیں جائے گا۔ خدا کے قانون کے مطابق چلنے سے انسان' تخریبی قوتوں سے بھی محفوظ رہتا ہے اور اسے سامان نشو و نما بھی بافراط ملتا ہے۔

(۱۴۴) ہمیں اِس کا بھی علم ہے کہ تمہارے دِل میں بار بار یہ آرزو اُبھر رہی ہے کہ جس مقام (مکہ) کو ہم نے اپنے نظام کا مرکز قرار دیا ہے' اس پر قبضہ و تصرف بھی ہمارا ہی ہونا چاہیئے۔ یہ ٹھیک ہے۔ ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ (تمہارے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ) تم اپنی تمام توجہات' اسی نقطہ (یعنی خانہ کعبہ کو غیر خداوندی قوتوں سے آزاد کرانے) پر مرکوز کر دو۔ تم دنیا کے کسی گوشے میں ہو (اور زندگی کے کسی شعبہ میں مصروف تگ و تاز ہو)' تم اپنی توجہات کا رُخ اسی سمت کو رکھو۔

اصل یہ ہے کہ یہ اہلِ کتاب بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہاری یہ دعوت' اُن کے نشو و نما دینے والے کی طرف سے ایک حقیقت ہے (اِس لئے کہ خود اِن کے یہاں اِس کا ذکر موجود ہے) لیکن' اس کے باوجود' یہ محض ضد اور تعصب کی بنا پر' اِس کی مخالفت کئے جا رہے ہیں۔ ہم اِن کی ایک ایک حرکت سے باخبر ہیں۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۗ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

---

(۱۴۵) یہ ظاہر ہے کہ جہاں ضد اور تعصب کارفرما ہو' وہاں دلیل وبرہان کچھ اثر پیدا نہیں کرسکتی۔ اِس لئے اگر تو اِن کے سامنے دنیا جہان کی دلیلیں بھی پیش کردے' یہ پھر بھی تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی تم (علم وبصیرت کے خلاف) اِن کے قبلہ کی پیروی کرسکتے ہو۔ اِن کی تو خود اپنی حالت یہ ہے کہ (تمہاری مخالفت میں تو ایک دوسرے کے ساتھ ہیں لیکن) اپنے اپنے قبلے الگ رکھتے ہیں' اور ایک مرکز پر جمع ہی نہیں۔

بہرحال' ایک عالمگیر انسانیت کی طرف دعوت دینے والا' اُن لوگوں سے مفاہمت کرہی نہیں سکتا جو قومیتوں کے تنگ دائرے میں مقید ہوں۔ اگر (بفرضِ محال)' وحی کی رُو سے حقیقتِ حال کا علم ہوجانے کے بعد بھی' تو اِن کی خواہشات کا اتباع کرنے پر آمادہ ہوجائے' تو تیرا شمار انہی میں سے ہوگا جو قوانین خداوندی سے سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

(۱۴۶) یہ لوگ اِن تمام حقائق سے اچھی طرح باخبر ہیں' اور تمہاری اِس دعوت کو اُسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح انسان اپنے بیٹوں کو پہچان لیتا ہے (اِس لئے کہ یہ سب اِن کے نوشتوں میں موجود ہے۔ لیکن) اِن کے احبار ورہبان' دیدہ ودانستہ اِن حقائق کو چھپاتے ہیں۔

(۱۴۷) بہرحال' یہ وہ حقیقت ہے جو تیرے نشوونما دینے والے کی طرف سے تم پر واضح ہوچکی ہے۔ اب اِس معاملہ میں اِن سے بحث وجدل کی ضرورت نہیں۔

(۱۴۸) لیکن' تعینِ مرکز کی اس قدر اہمیت کے باوجود' اِس حقیقت کو نظرانداز نہ کردینا کہ کسی خاص مقام کو مرکز بنالینا مقصود بالذات نہیں ہوتا۔ اِس طرح تو ہر قوم نے اپنے لئے کوئی نہ کوئی مرکز تجویز کررکھا ہے۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ تم نوعِ انسان کی بھلائی کے کاموں' اور اپنی ذات کی وسعتوں میں دیگر اقوام سے کس قدر آگے بڑھتے ہو (۲/۱۴۴) —— محض طبیعی زندگی کی عیش سامانیوں میں نہیں (۵۷/۲۰ ؛ ۱۰۲/۱—۲)' بلکہ حقیقی فوز وفلاح کے کاموں میں (۵۳/۲۶) —— اگر تم نے اس مقصد کو سامنے رکھا تو پھر تم' دنیا کے کسی گوشے اور

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُو
هَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي
وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَ
يُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾

زندگی کے کسی شعبے میں بھی ہو، خدا کا قانون تم میں حقیقی اجتماعیت پیدا کر دے گا (کیونکہ حقیقی اجتماعیت کا مدار، وحدتِ مقصد، آئیڈیالوجی، پر ہے، نہ کہ وطن اور نسل کے اشتراک پر)۔ یاد رکھو! خدا کا قانون ہر شے کے اندازوں سے واقف ہے اور اُن پر پورا پورا کنٹرول رکھتا ہے۔

۱۴۹ اِس اجتماعیت کا عملی طریق یہ ہے کہ تم کسی مقام سے بھی آگے بڑھنے کے لئے قدم اُٹھاؤ، اپنی توجہات اِسی مرکز کی طرف مرکوز کر لو۔ یہ تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے مبنی بر حقیقت پیغام ہے۔ اِس کی خلاف ورزی کبھی نہ کرنا۔ یاد رکھو! تمہارا کوئی کام بھی خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

۱۵۰ پھر سن لو کہ تمہارے لئے سفرِ حیات میں بنیادی اُصول کیا ہے؟ یہ کہ تم دُنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو، اور وہاں سے کسی طرف بھی قدم اُٹھانے کا ارادہ کرو (تمہارے سامنے کوئی پروگرام بھی ہو)، اپنی نگاہ ہمیشہ اپنے مرکز کی طرف رکھو — اے رسول! تم بھی ایسا ہی کرو، اور تمہاری یہ جماعت بھی ایسا ہی کرے — اگر تم ایسا کرتے رہے، تو تمہاری سعی و عمل کے درخشندہ نتائج، تمہارے نظام کی صداقت کی دلیل بنتے جائیں گے، اور کسی کو اس کے خلاف ایک لفظ تک کہنے کی جرأت نہیں ہوگی، سوائے اُن لوگوں کے جو (اپنے ضد اور تعصب میں) حق و انصاف کی راہوں سے بہت دور نکل چکے ہوں۔ لیکن اِن لوگوں سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ڈرنا تمہیں صرف اِس بات سے چاہئیے کہ کہیں قانونِ خداوندی کا دامن تمہارے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔

ہم نے تو یہ ضابطۂ حیات دیا ہی اِس لئے ہے کہ تمہیں زندگی کی تمام خوشگواریاں حاصل ہوں ($\frac{۵}{۳}$) اور تمہارا ہر قدم منزلِ مقصود کی طرف اُٹھتا جائے۔

۱۵۱ اِسی مقصد کے لئے ہم نے تمہاری طرف اِس رسول کو بھیجا ہے۔ یہ ہمارا پیغام تم تک پہنچاتا ہے۔ تمہیں بتاتا ہے کہ قانونِ خداوندی کیا ہے اور اس کی غرض و غایت

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾

کیا —— یعنی وہ کچھ بتاتا ہے جس سے تم (وحی سے پہلے) قطعاً واقف نہ تھے۔ (اگر واقف ہوتے تو پھر وحی کی ضرورت ہی کیا تھی؟)۔ اِس کے ساتھ ہی وہ ایسا عملی نظام قائم کرتا ہے جس میں تمہاری ذات کی صلاحیتوں کی نشو و نما ہوتی جائے۔

۱۵۲ اگر تم نے اِس قانونِ خداوندی کو اپنے پیشِ نظر رکھا' تو خدا تمہارے حقوق کی حفاظت کرے گا اور تمہیں شرف اور عظمت عطا کرے گا (۲۱/۱۰ ؛ ۲۱/۴۴ ؛ ۲۳/۷۰ ؛ ۴۳/۴۴)۔
لہٰذا تمہیں جو ایسی عظیم نعمت دی گئی ہے' اس کی قدر کرو۔ اِس ضابطہ کو نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دو۔

۱۵۳ لیکن اِس نظام کی اقامت کی راہ میں (جو محدود گروہوں اور قوموں کے مفاد کے خلاف عالمگیر انسانیت کے مفاد کا علمبردار ہے)' بڑی بڑی رکاوٹیں پیش آئیں گی اور سخت مشکلات کا سامنا ہو گا (مفاد پرست گروہ اسے آسانی سے قائم نہیں ہونے دیں گے)۔ اِن مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک تو یہ کہ' کچھ بھی کیوں نہ ہو' استقامت اور ثبات کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اور دوسرے یہ کہ مخالفین خواہ کوئی راہ کیوں نہ اختیار کریں' تم اُسی راستے پر چلو جو تمہارے خدا نے تمہارے لئے تجویز کیا ہے۔
اِس سے تمہیں' ہمارے قانون کی رو سے' بڑی قوت حاصل ہو گی۔

۱۵۴ یاد رکھو! دنیا میں نظامِ خداوندی متشکل کرنا پھولوں کی سیج نہیں' کانٹوں کی راہ ہوتی ہے۔ اِس میں' اور تو اور' جان تک بھی دے دینی پڑتی ہے۔ لیکن جو اس جدوجہد میں جان دیتا ہے' وہ مرتا نہیں —— اُسے مردہ سمجھنا ہی نہیں چاہیئے (۳/۱۶۹)۔ وہ حیاتِ جاوداں سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ لیکن' جس طرح تم اِس طبیعی زندگی کا ادراک' حواس کے ذریعے کر سکتے ہو —— یعنی تم دیکھ سکتے ہو کہ فلاں شخص زندہ ہے یا نہیں —— اُس زندگی کا ادراک اِس طرح نہیں کر سکتے۔ وہ محسوسات کی دُنیا سے باہر کی چیز ہے۔ (البتہ اُسکے امکان کو سمجھ سکتے ہو)۔

۱۵۵ اِس جدوجہد میں بیشتر مواقع ایسے آئیں گے جن میں تمہیں اِس امر کا اندازہ ہو سکے گا کہ تمہاری صلاحیتوں کی کس حد تک نشو و نما ہو چکی ہے۔ (ٹکراؤ کے بغیر انسان اپنی صلاحیتوں کا

اَلَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ ۟ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَ الۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ۚ فَمَنۡ حَجَّ الۡبَیۡتَ اَوِ اعۡتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِ اَنۡ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا ؕ وَ مَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۵۸﴾

صحیح اندازہ کر ہی نہیں سکتا (۶۷/۲)۔ اس میں کہیں جنگ و قتال اور دیگر خطرات کا اندیشہ ہوگا۔ کہیں سامانِ خورد و نوش کی کمی ہوگی۔ کہیں مال اور جان کا نقصان ہوگا۔ کہیں کھیت اور باغ اجڑیں گے۔ یہ سب کچھ ہوگا۔ لیکن آخر الامر، فتح و کامرانی کی خوشخبریاں

۱۵۶ اُن کے لئے ہوں گی جو اِس جد و جہد میں ثابت قدم رہیں گے، اور مصائب و مشکلات کے ہجوم میں اُن کی نگاہیں اِس نقطہ سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹیں گی کہ ہمارا مقصدِ زندگی نظامِ خداوندی کا قیام ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو اِس کے لئے وقف کر رکھا ہے (۶/۱۶۳)۔ مشکلیں آتی ہیں تو آئیں، ہمارا ہر قدم اِسی نصب العین کی طرف اُٹھے گا (۹/۵۹)۔ وہی ہمارا مقصود و منتہیٰ ہے اور ہم ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کریں گے۔

۱۵۷ یہی وہ انقلابی جماعت ہے جو اپنے نشو و نما دینے والے کے نزدیک مستحقِ ہزار تبریک و تہنیت ہے۔ اِنہیں اُس کے قانون کی تائید حاصل ہے (۳۳/۴۳ ؛ ۳۳/۵۶)۔ اِنہی کے لئے سامانِ نشو و نما کی فراوانیاں اور الطاف و اکرام کی بارشیں ہیں۔ اور اِن کا اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جانا یقینی ہے۔

۱۵۸ اِس تگ و تاز کے بعد وہ نظام قائم ہوگا جس کا مرکز، کعبہ قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ نظام قائم ہوگا تو متعدد مسائل ایسے سامنے آتے رہیں گے جن کا فیصلہ ملّت کے باہمی مشورہ سے ہوگا (۴۲/۳۸)۔ اِس کے لئے ضروری ہوگا کہ سال میں ایک مرتبہ (حج) یا عند الضرورت کئی بار (عمرہ کی شکل میں) مِلّت کا اجتماع ہو۔ اِن اجتماعات سے مقصد تو وہی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، لیکن ایسی تقاریب پر جو باتیں ملی شعار کے طور پر چلی آ رہی ہوں، یا اختیار کی جائیں، اُن کی ادائیگی میں کوئی ہرج نہیں ہوتا (بشرطیکہ وہ دین کے کسی اُصول سے نہ ٹکرائیں) —— مثلاً صفا اور مروہ کی درمیانی وادی میں چکر لگانا۔ لیکن اِن رسوم کو اصل مقصد نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ اصل مقصد تو "مسابقت فی الخیرات" ہے —— یعنی انسانیت کے فلاح و بہبود کے کاموں میں آگے بڑھنا (۲/۱۴۸) —— سو جو شخص، دل کی پوری رضامندی سے، اِن کاموں میں حصّہ لے تو اُس کی کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں گی، اِس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات ظواہر سے آگے بڑھ کر نیتوں تک سے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾

بھی واقف ہوتا ہے۔(۲۰/۱۹)۔۔

۱۵۹ یہ ہے مقصد حج کے اجتماع سے۔ یعنی اُس ضابطہ ہدایت کو' جسے خدا نے اپنی کتاب (قرآن) کے الفاظ میں واضح طور پر بیان کیا ہے' عملاً دنیا کے سامنے پیش کرنا' تاکہ اُسکے نتائج مشہود طور پر سامنے آجائیں (۲۲/۲۸)۔ لیکن اگر تم نے اِن بلند مقاصد کو رسومات کے پردے میں چھپائے رکھا تو تم اِس ضابطۂ خداوندی کے ثمرات سے محروم رہ جاؤ گے' اور ان قوتوں کی تائید و نصرت سے بھی جو اِس کے نتائج مرتب کرنے میں ممد و معاون بن سکتی ہے۔

۱۶۰ لیکن' اگر تم کسی وقت ایسا کر بیٹھو' تو یہ نہ سمجھ لینا کہ بس' اب یہ محرومی ابدی ہے۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں۔ تم جب بھی اُس مقام پر واپس آجاؤ جہاں سے تمہارا قدم غلط سمت کو اُٹھ گیا تھا' اور صحیح راستے پر چل پڑو' اور اس طرح' اِس نظام کو پھر سے عملاً متشکل کر کے نمایاں طور پر دُنیا کے سامنے لے آؤ' تو اِس کی برکات پھر تمہاری طرف لوٹ آئینگی۔ اِس لئے کہ خدا کا قانون' اپنی برکات و ثمرات کو لئے' اُس قوم کی طرف تیزی سے بڑھ آتا ہے جو اُس کی طرف رُخ کرتی ہے' اور اُس کے لئے برومندی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔

۱۶۱ لیکن جو قوم ایسا نہیں کرتی' اور عمر بھر غلط روش پر ہی چلے جاتی ہے' تو وہ یقیناً اِس ضابطۂ قانون کی برکات سے' فطرت کی قوتوں کی تائید سے' اور اُن تمام انسانوں کے تعاون سے محروم رہ جاتی ہے' جنہوں نے اِس باب میں اُن کا ساتھ دینا تھا۔

۱۶۲ اُس قوم کی یہی حالت رہتی ہے اور اُن کی تباہیوں اور بربادیوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ نہ ہی اُنھیں پھر مہلت ملتی ہے (اس لئے کہ اعمال کے نتائج کا ظہور ہوتا ہی مہلت کے وقفہ کے بعد ہے۔ لہٰذا' ظہورِ نتائج کے وقت' مہلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔

۱۶۳ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے' وہ ٹھیک اسی طرح ہو کر رہتا ہے' اِس لئے کہ کائنات میں قانون صرف ایک ہی کا جاری و ساری ہے۔ یعنی خدا کا قانون جس کے سوا کوئی

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّأَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

صاحب اختیار واقتدار نہیں۔ اُس کی مشیّت کا پروگرام یہ ہے کہ کائنات، نشو ونما حاصل کرتے ہوئے، ارتقائی مدارج طے کرتی چلی جائے (۱/۲)۔ اِس لئے جو تخریبی قوتیں اُس کے راستے میں روڑے اٹکاتی ہیں، اُنہیں راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ اسی کا نام قوموں کی تباہی ہے۔ (۶/۵ ۴۴)۔

(۱۶۴) تم نے یہ دیکھنا ہو کہ کائنات میں کس طرح خدائے واحد کا قانون کارفرما ہے، اور وہ قانون کس طرح تعمیری نتائج مرتب کرتا ہے، تو، اِس کے لئے، کائنات کی حیرت انگیز مشینری پر غور کرو اور دیکھو کہ اس کی پستیوں اور بلندیوں کی تخلیق کس طرح عمل میں آئی ہے۔ دِن اور رات کی گردش مدام کس نظم وضبط سے جاری ہے۔ اتنے اتنے بڑے جہاز منفعت بخش سامان سے لدے ہوئے، کس طرح سینۂ بحر پر تیرتے پھرتے ہیں (اور وہ کونسا قانون ہے جو اُنھیں اِس طرح تھامے ہوئے ہے)۔ اُس صاف اور شفاف پانی کو دیکھو جو بادلوں سے برستا ہے اور زمینِ مُردہ کو حیاتِ تازہ عطا کرتا ہے۔ نیز، اِس حقیقت پر بھی غور کرو کہ صفحۂ ارض پر انواع واقسام کے چلنے پھرنے والے ذی حیات، کس طرح پھیل رہے ہیں۔ ہوائیں کس طرح، خاص خاص موسموں میں، اپنی سمت بدلتی ہیں۔ بادل کس طرح زمین اور آسمان کی درمیانی فضا میں، قانون فطرت کی زنجیروں میں جکڑے، اِدھر اُدھر کھنچے چلے جاتے ہیں۔

اِن تمام مظاہر فطرت پر غور کرنے سے انسان ایک ہی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کائنات کا نظم وضبط ایک ہی ذی اقتدار ہستی کے کنٹرول میں ہے۔ لیکن اس نتیجہ پر وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو عقل وفکر سے کام لیں۔

(۱۶۵) لیکن دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو، خدا کے علاوہ اور ہستیوں کے متعلق بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اُنہی اقتدارات واختیارات کی مالک ہیں جو خدا کو حاصل ہیں۔ وہ اُن کے احکام و

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ؑ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖؗ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾

ارشادات کی اُسی طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح خدا کے احکام کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ لیکن جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں، وہ نہایت شدت سے اِن قوانین کی اِطاعت کرتے ہیں اور کسی انسان کو خدائی قوتوں میں شریک نہیں سمجھتے۔ وہ قوانین خداوندی کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرتے ہی نہیں (۶/۳)۔

لیکن یہ بات، اِن (اوّل الذکر) لوگوں کی سمجھ میں ابھی نہیں آسکتی۔ جب اِن کی اِس غلط روش کے نتائج اِن کے سامنے آئیں گے تو اُس وقت یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ فی الواقعہ کائنات میں اقتدار و اختیار صرف خدا کو حاصل ہے۔ اُسکے سوا اور کسی کو نہیں۔ اُس کے قوانین کو چھوڑ کر، دیگر قوانین پر عمل پیرا ہونے، اور اِس طرح انسانوں کو خدا کا درجہ دیدینے کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔

۱۶۶ یہ بات اِن کی سمجھ میں اُس وقت آئے گی جب یہ دیکھیں گے کہ جن (حکمرانوں اور مذہبی پیشواؤں) کی یہ پیروی کیا کرتے تھے، وہ کس طرح اِن کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ وہ سہارے کس طرح ٹوٹ رہے ہیں جو اِنہوں نے اُن سے وابستہ کر رکھے تھے۔ اور اِن کے باہمی رشتے کس طرح منقطع ہو رہے ہیں!

۱۶۷ اُس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ اگر وقت کا دھارا ایک بار پیچھے کی طرف مُڑ جائے تو ہم بھی اِن حاکموں اور پیشواؤں سے اِسی طرح آنکھیں پھیر کر بتائیں جس طرح انہوں نے ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ یوں ان کے اعمال کے نتائج بے نقاب ہو کر ان کے سامنے آجائیں گے۔ اور یہ دیکھ لیں گے کہ جن ہستیوں کو وہ اپنے لئے اس قدر قوت کا موجب سمجھتے تھے، اُنہوں نے اِنھیں کس قدر عاجز و ناتواں بنا ڈالا ہے۔ ایسا عاجز و ناتوان اور افسردہ و وَاماندہ کہ اِن میں اِس تباہی سے نکلنے کی سکت ہی باقی نہیں رہی۔

کِس قدر حسرتناک ہے اِن کا یہ انجام!

۱۶۸ ۱۶۹ یہ اپنے آپ بن بیٹھنے والے حاکم، اور مذہبی پیشوا، لوگوں کو یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کرو اور صرف اپنے مفاد کا خیال رکھو اور زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرتے چلے جاؤ ——— اور لُطف یہ کہ اِس خود ساختہ مسلک کے متعلق کہتے یہ ہیں کہ یہ فرمودۂ خداوندی ہے۔ شریعتِ حقّہ ہے۔

اے نوعِ انسان! دیکھنا، تم نے اِن 'قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتنے والے' مفاد پرستوں کے پیچھے نہ لگ جانا۔ اِن کی کوئی بات نہ ماننا۔ یہ تمہارے بھلے کی نہیں کہتے۔ یہ تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔ خدا کا فرمان یہ نہیں کہ تم سب کچھ سمیٹ کر اپنے ہی لئے رکھ لو اور اس طرح معاشرہ میں ایسی شکل پیدا کر دو کہ کسی کے ہاں انبار کے انبار لگے ہوئے ہیں اور کسی کو ایک وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ اُس کا فرمان یہ ہے کہ تم رزق کے سرچشموں کو تمام نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھو۔ اِس میں سے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق، نہایت خوشگوار طریق سے 'کھاؤ پیو' (۲/۲۱—۲۲ ؛ ۱۶/۱۱۴) ۔ اور خدا کی طرف ایسی باتوں کو منسوب نہ کرو جن کا تمہیں علم نہ ہو۔

۱۷۰ اِن لوگوں کے پاس اپنے غلط نظام کی سند صرف یہ ہے کہ یہ نظام اُن کے اسلاف سے متوارث چلا آ رہا ہے۔ سوچئے کہ یہ بھی کوئی سند ہے؟ یاد رکھو! غلط اور صحیح۔ حق اور باطل کی سند اور معیار صرف یہ ہے کہ خدا کی کتاب کا کیا فیصلہ ہے۔ لیکن یہ کبھی اُسے معیار تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ جب ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ خدا نے (قرآن میں) نازل کیا ہے اُس کا اتباع کرو' تو یہ کہیں گے کہ نہیں! ہم اُسی کا اِتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے اسلاف کو چلتے دیکھا ہے ——— یعنی خواہ ان کے اسلاف نہ عقل و بصیرت رکھتے ہوں اور نہ ہی وحی کے صحیح راستے پر گامزن ہوں، یہ پھر بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلتے رہیں گے! (۵/۱۰۴ ؛ ۱۰/۷۸ ؛ ۱۱/۶۲ ؛ ۱۱/۸۷ ؛ ۲۱/۵۳ ؛ ۲۳/۲۴ ؛ ۳۴/۴۳ ؛ ۳۸/۷ ؛ ۴۳/۲۳)۔

۱۷۱ تقلید کی یہ راہ انسان کو حیوانوں کی سطح پر پہنچا دیتی ہے جو عقل و فکر سے کام لینے کی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

صلاحیت ہی نہیں رکھتے (۶/۱۰۹)۔ اِن کی' اور اِن کے پیشواؤں کی مثال یوں سمجھئے کہ بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ ہے جسے کے پیچھے چرواہا ہے۔ چرواہے نے اپنے بڑے بوڑھوں سے کچھ آوازیں سیکھ رکھی ہیں' بلا الفاظ۔ اور کچھ الفاظ یاد کر رکھے ہیں' بلا مطلب۔ وہ یہ آوازیں نکالتا اور اِن الفاظ کو دہراتا رہتا ہے' اور بھیڑ بکریاں' اِن اشاروں پر اِدھر اُدھر مڑتی رہتی ہیں۔ نہ چرواہے کو اِس کا علم ہوتا ہے کہ اِن آوازوں اور الفاظ کا مطلب کیا ہے' اور نہ ہی وہ بھیڑ بکریاں' اِن آوازوں کے علاوہ کچھ اور سمجھنے کے قابل ہوتی ہیں۔

یہ ہیں آباء کی تقلید کرنے والے۔ بہرے' گونگے' اندھے۔ عقل و فکر سے کچھ کام نہ لینے والے۔ انہیں انسان کون کہہ سکتا ہے؟

۱۷۲ اے جماعتِ مومنین! تم نے کہیں یہ راہ اختیار نہ کر لینا۔ تم تو علم و بصیرت کی روشنی میں' ابدی حقائق پر ایمان لائے ہو۔ تم نے یہ نہ دیکھنا کہ ہوتا کیا چلا آ رہا ہے' یا دوسری قومیں کونسی روش اختیار کر رہی ہیں۔ مثلاً اِن قوموں کو تم دیکھو گے کہ اسلاف کی اندھی تقلید نے انہیں' قدم قدم پر' غیر فطری زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے ــــــ یہ حرام ہے' وہ حلال ہے۔ یہ جائز ہے' وہ ناجائز ہے ــــــ یہ سب اِن کی خود ساختہ پابندیاں ہیں۔ خدا کا قانون یہ ہے کہ اُس نے جو سامانِ زیست تمہارے لئے پیدا کیا ہے' اُس میں سے' اُن چیزوں کو چھوڑ کر جنہیں اُس نے حرام قرار دیا ہے' باقی سب' نہایت خوشگوار طریق سے کھاؤ پیو' اور اُنہیں خدا کے متعین کردہ پروگرام کے مطابق صرف میں لاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو سمجھ لیا جائے گا کہ تم واقعی خدا کے احکام و قوانین کی اطاعت کرتے ہو۔ اُس کے سوا کسی اور کی اطاعت نہیں کرتے۔

۱۷۳ اب یہ سُن لو کہ خدا نے حرام کس کس چیز کو قرار دیا ہے ــــ مُردار۔ بہتا ہوا خون (۶/۱۴۶)۔ خنزیر کا گوشت۔ اور' ہر وہ شے جسے اللہ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

پھر اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ کھانے کے لئے اور کچھ نہ ملے' اور تم (جان بچانے کے لئے) مجبور ہو جاؤ' تو ایسی حالت میں' اِن چیزوں کو بھی کھا سکتے ہو جنہیں حرام قرار دیا گیا ہے' بشرطیکہ تم واقعی مجبور ہو جاؤ اور تمہاری نیت قانون شکنی یا ہوس پروری کی نہ ہو۔ ایسی حالت میں' اِن چیزوں کے کھانے سے تمہاری ذات پر جو مضر اثرات مرتب

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۶﴾

ہوں گے، قانون کے احترام کا محکم احساس، تمہیں اُن اثرات سے محفوظ رکھے گا اور تمہاری صلاحیتوں کی نشو و نما بدستور ہوتی رہے گی۔

۱۷۴ حرام وحلال کے متعلق خدا کا قانون یہی ہے (۵/۳ ؛ ۵/۸۷ ؛ ۶/۱۱۹-۲۰ ؛ ۶/۱۲۲ ؛ ۶/۱۴۶ ؛ ۱۰/۵۹ ؛ ۱۶/۱۱۵-۱۱۶ ؛ ۲۲/۳۰ ؛ ۶۶/۱)۔ جو لوگ اِس قانون کو چھپاکر، اپنی طرف سے حرام وحلال کی فہرستیں مرتب کرنے لگ جائیں، اور خدائی اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لے کر، اُنھیں دنیاوی مفاد حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیں، تو وہ بظاہر کتنے ہی مرفہ الحال اور مقدس کیوں نہ دکھائی دیں، یوں سمجھو کہ وہ آگ کے شعلوں سے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ، ظہور نتائج کے وقت، قانون خداوندی کی رُو سے ملنے والی سعادتیں اور خوشگواریاں اُن سے بات تک نہیں کریں گی، اور اُن کی صلاحیتوں کی کبھی نشو و نما نہیں ہو سکے گی۔ یہ بڑا ہی الم انگیز عذاب ہوگا۔ اُس وقت اِنہیں اِس کا اندازہ ہوگا کہ انھوں نے شرف انسانیت کو جن داموں بیچا تھا، وہ کس قدر حقیر اور کم مایہ تھے۔

۱۷۵ اِس لئے کہ اِنہوں نے خدا کی متعین کردہ سیدھی راہ کو بیچ کر، غلط راستوں کو خریدا۔ خدا کی حفاظت کے بدلے میں تباہیاں مول لیں —— ذرا سوچو کہ، سب کچھ دیکھتے بھالتے، اِس طرح تباہیوں کے جہنم کی طرف بڑھتے چلے جانا، کتنی بڑی جسارت کا کام ہے! یہ اپنی قوّتِ برداشت کے متعلق کس قدر غلط اندازہ لگا رہے ہیں! یہ اُس تباہی کا مقابلہ ہی نہیں کر سکیں گے۔

۱۷۶ اِن کا یہ انجام اِس لئے ہوگا کہ خدا نے جو کتاب نازل کی ہے وہ اٹل حقیقت ہے، جس میں اختلاف کا شائبہ تک نہیں (۴/۸۲)۔ لیکن جب اِنسان اپنے ذہن سے شریعتیں وضع کر کے اُس کتاب میں اختلافات پیدا کرنے لگ جائیں، تو پھر وہ صحیح راستے سے بہت دُور ہٹ جاتے ہیں۔ اِس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہوتا ہے۔

یہ لوگ، اِس طرح دین کے مقصد سے بیگانہ ہو جاتے ہیں، اور چند رسوم ومناسک

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ
السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا
عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

۱۷۷ کو اصلِ دین سمجھ کر اُن کی پابندی کو اُس کی غایت سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن، تم نے کہیں اِس فریب میں نہ آجانا۔ تم اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ قانونِ خداوندی کی رُو سے 'وسعت وکشاد کی راہ (جس سے انسان معیارِ خداوندی پر پورا اُترتا ہے) یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرتے ہو یا مغرب کی طرف [اگرچہ اُمت میں وحدت اور یک جہتی پیدا کرنے کے لئے اِس قسم کے محسوس شعائر کی پابندی بھی ضروری ہوتی ہے۔ لیکن یہ مقصود بالذات نہیں ہوتے۔] مقصود اُس نظام کا قیام ہے جس کے اُصول اساسی یہ ہیں:

اللہ پر ایمان۔ قانونِ مکافات اور حیاتِ اُخروی پر ایمان، اُن کائناتی قوتوں پر ایمان جو مشیت کے پروگرام کو بروئے کار لانے میں واسطہ بنتی ہیں۔ انبیاء کرامؑ پر ایمان جن کی وساطت سے خدا کا پیغام انسانوں تک آتا رہا ہے۔ اور اُن کی وساطت سے ملی ہوئی کتابوں پر ایمان (۲/۴)۔

اِس ایمان (آئیڈیالوجی) کے بعد عملی دنیا میں یہ روش کہ مال و دولت کی محبت کے باوجود، اُسے دوسروں کی پرورش کے لئے عام کر دینا (۳/۹۱) —— وہ رشتہ دار ہوں یا ایسے لوگ جو معاشرہ میں لاوارث اور تنہا رہ جائیں۔ یا وہ لوگ جن کا چلتا ہوا کاروبار رُک جائے، یا ان میں کام کاج کی استعداد باقی نہ رہے۔ یا ایسے مسافر جو کسی طرح زادِ سفر سے محروم رہ جائیں۔ یا وہ لوگ جن کی کمائی اُن کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو۔ اِن کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنی دولت کو وقف کر دینا۔ مختصر الفاظ میں، نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرنا تاکہ تمام ضرورتمندوں کو سامانِ نشو و نما بہم ہوتا رہے۔ اپنے عہد و پیمان کا احترام کرنا اور قول و اقرار کا پکا ہونا۔ لیکن اگر مخالف قوتیں آمادۂ پیکار ہو جائیں تو پھر مصائب و مشکلات کا نہایت ثابت قدمی اور استقامت سے مقابلہ کرنا، اور خوف و ہراس کو پاس نہ پھٹکنے دینا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۸﴾

جو لوگ اِس رَوش پر استقامت سے گامزن رہتے ہیں' وہی اپنے دعوٰئے ایمان میں سچے ہوتے ہیں اور انہی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ وہ قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہوئے خطرات کی گھاٹیوں سے بچتے ہیں (نہ وہ جو چند رسومات کے مجموعہ کا نام دین رکھ کر' اُن کی ادائیگی سے جنّت کے وارث بننے کا دعوٰی کرتے ہیں)۔

(۱۷۸) یاد رکھو! جس اصول کے مطابق' مستبد قوم سے اجتماعی طور پر جنگ کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے (یعنی حقوقِ انسانیت کے تحفظ کی خاطر) اُسی اُصول پر' اپنے معاشرہ میں' انفرادی طور پر' جرمِ قتل کی سزا دینی بھی ضروری قرار پاتی ہے' کیونکہ اِس کے بغیر کسی کی جان محفوظ نہیں رہ سکتی' اور انسانی جان کی قیمت بہت بڑی ہے (۵/۳۲)۔ لہٰذا اِس باب میں قانون یہ مقرر کیا جاتا ہے کہ قاتل کو معاشرہ کی طرف سے سزا ضرور دی جائے (یعنی اسے خود معاشرہ یا نظام کے خلاف جرم سمجھا جائے' افرادِ متعلقہ کے خلاف نہیں)۔

سزا کے سلسلہ میں' عدل اور مساوات کے بنیادی اصولوں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ یعنی اِس میں بڑے اور چھوٹے کی کوئی تمیز نہیں ہوگی۔ سوال مقتول یا قاتل کی پوزیشن کا نہیں۔ اصل سوال تقاضائے عدل کا ہے' جس کی رُو سے ہر انسانی جان یکساں قیمت رکھتی ہے۔ (مثلاً) اگر قاتل آزاد مرد ہے تو وہی آزاد مرد سزا پائے گا۔ اگر قاتل غلام ہے تو اُسی غلام کو سزا دی جائے گی۔ اگر وہ عورت ہے' تو اُس کا عورت ہونا اُسے سزا سے نہیں بچا سکے گا' اُسے بھی سزا بھگتنی پڑے گی۔

جرمِ قتل کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ قتل بالارادہ (قتلِ عمد)' یا سہواً (نادانستہ) قتل۔ اوّل الذکر کی صورت میں سزائے موت ہے (زرِ فدیہ نہیں) ——— یا جرم کی نوعیت کے لحاظ سے' انتہائی سزا سے کم تر کوئی اور سزا (۴/۹۲) ——— لیکن سزا کو جرم کی حد سے بڑھ نہیں جانا چاہیئے (۴۲/۴۰ ؛ ۱۷/۳۳)۔

لیکن اگر قتل' عمداً نہیں کیا گیا۔ یونہی سہواً ہو گیا ہے' تو اِس صورت میں (۴/۹۲) کے مطابق)' دیت (معاوضہ) کی سزا دی جائے گی۔ اس دیت (کی رقم سے) اگر مقتول کا وارث' برضا و رغبت کچھ چھوڑنا چاہے' تو اُسے اِس کا اختیار دیا گیا ہے (۱۷/۳۳)۔ اِس صورت

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٩﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٨٢﴾ ع

میں مجرم کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ طے ہو گیا ہے اُس کی پابندی کرے اور حسن کارانہ انداز سے اِس کی ادائیگی کرے۔ (قتل سہو کی سزا مقرر کرنے میں) تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے قانون میں رعایت رکھ دی گئی ہے تاکہ اس سے تم سب کی صلاحیتیں مناسب نشوونما پاتی رہیں۔

لیکن جو شخص، اِس طرح معاملہ طے ہو جانے کے بعد، زیادتی کرے تو اُسے سخت سزا دی جائے۔

۱۷۹ اگر تم، سطحی جذبات سے ہٹ کر، عقل و فکر کی رُو سے غور کرو گے تو تم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قصاص کے اِس قانون میں تمہاری اجتماعی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ اِس سے تم لاقانونیت کے خطرات سے محفوظ رہ سکو گے۔

۱۸۰ جان کی حفاظت کے بعد، معاشرہ میں مال کی حفاظت کا سوال سامنے آتا ہے (جب مال انفرادی تحویل میں ہو)۔ اِس کے لئے قانون یہ مقرر کیا جاتا ہے کہ جب تم دیکھو کہ تمہاری موت قریب ہے، اور تم اپنے پیچھے کچھ مال و دولت چھوڑ رہے ہو، تو تم اپنے والدین اور اقربین کے لئے، قاعدے کے مطابق وصیت کر جاؤ۔ ایسا کرنا تمام متقین (مسلمانوں) پر فریضۂ خداوندی ہے۔ (ترکہ کی تقسیم، وصیت پوری کرنے کے بعد ہو گی۔ (۴/۱۱))

۱۸۱ وصیت دو عادل گواہوں کے سامنے ہونی چاہیئے (۵/۱۰۶)۔ اگر کوئی شخص وصیت سُننے کے بعد اُس میں ردوبدل کر دے، تو ایسے لوگ (قانون کی نگاہ میں) مجرم ہوں گے (انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ بات زبانی ہوئی تھی، اِس لئے کسے معلوم کہ متوفی نے کیا کہا تھا اور ہم نے کیا بیان دیا ہے۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ) اللہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔

۱۸۲ لیکن اگر کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ وصیت کرنے والے نے انصاف سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ کسی کی طرف بیجا طور پر جُھک گیا ہے، تو اُسے چاہیئے کہ متعلقین میں مصالحت کی صورت پیدا کر دے (وصیت کرنے والے کی زندگی میں یا اس کے بعد)۔ یہ وصیت بدل دینے

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُودٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَاَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾

کے جرم کے مرادف نہیں ہوگا۔ بلکہ اِس سے قانونِ خداوندی اُن لوگوں کو حق تلفی سے محفوظ کردے گا جن سے انصاف نہیں ہوا تھا۔ اور یہی اُس کے قانونِ مرحمت کا تقاضا ہے

۱۸۳ لیکن میدانِ جنگ میں ثبات واستقامت کا سوال ہو، یا معاشرتی اور معاشی دنیا میں نظامِ عدل و مساوات کا قیام، یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہیں اپنے آپ پر ضبط ہو۔ یعنی جب کبھی ایسا ہو کہ تمہارے کسی جسمانی (حیوانی) تقاضہ اور بلند انسانی قدر میں ٹکراؤ ہو، تو تم اس قدر کو جسمانی تقاضہ پر ترجیح دو۔ نیز تم جفاکشی اور مشقت طلبی کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو جاؤ۔ اِس مقصد کے لئے تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلی اقوام پر فرض کئے گئے تھے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرنے کے قابل ہو سکو، اور زندگی کے سفر میں راستے کے خطرات سے محفوظ رہو۔

۱۸۴ یہ روزے گنتی کے دنوں کے ہیں (گنتی کا تعین، بجائے خویش، ڈسپلن پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے)۔ پھر، جو کوئی تم میں سے مریض ہو، یا سفر میں ہو، تو وہ دوسرے اوقات میں اِس گنتی کو پورا کرلے۔ لیکن اگر شکل یہ ہو کہ ایک شخص نہ تو بیمار ہے اور نہ ہی حالتِ سفر میں، لیکن اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ روزے کو بہ مشقت نباہ سکتا ہے (تو اُس کے لئے دوسرے اوقات میں روزے پورے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔ اسے چاہیئے کہ روزے کے عوض، کسی حاجتمند کی روٹی کا انتظام کردے۔ (اس سے کم از کم، بعدِ اشخاص کا قلبی تعلق، اِس اجتماعی فریضہ کے ساتھ قائم رہے گا۔)

یہ ظاہر ہے کہ اس بات کا فیصلہ قانونی طور پر نہیں کیا جاسکتا کہ تم روزہ بہ مشقت نباہ سکتے ہو۔ یہ چیز تمہارے اپنے فیصلہ کرنے کی ہے۔ لہٰذا اپنی حالت کا جائزہ تم خود لو۔ اگر تم دیکھو کہ صورت بین بین ہے، تو پھر تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے، خواہ اِس میں (مقابلتاً) تھوڑی سی تکلیف بھی کیوں نہ ہو۔ اِس لئے کہ جو مقصد روزے سے حاصل ہو سکتا ہے وہ اُس کے فدیہ سے نہیں ہو سکتا —— بشرطیکہ تم روزے کی حکمت سے واقف ہو۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

---

۱۸۵ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے' کہ اِس اجتماعی اور عسکری ٹریننگ (اور تربیت نفس) کے لئے رمضان کے مہینے کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ اِس لئے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں نزول قرآن کی ابتدا ہوئی تھی ـــــ وہ قرآن جو تمام نوع انسانی کو اس کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کی ایسی راہ بتاتا ہے جو واضح اور اُبھری ہوئی ہے' اور جو مستقل اقدار کے پیمانے پیش کرتا ہے تاکہ حق اور باطل میں تمیز ہوتی رہے۔ روزوں کا نظم و ضبط' اِس عظیم پروگرام کے لئے مستعد رہنے کی سالانہ ٹریننگ ہے۔ سو جو شخص' اِس مہینے میں' اپنے گھر پر موجود ہو' تو اُسے چاہیئے کہ اِس مہینے کے روزے رکھے۔ لیکن جو مریض ہو' یا حالتِ سفر میں' تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔ (اور جو بہ مشقت روزہ رکھ سکتا ہو اِس کے متعلق پہلے کہا جا چکا ہے۔ یہ رعایتیں اِس لئے ہیں کہ) خدا تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے۔ سختی اور تنگی پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ اِس لئے تم دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لیا کرو۔

پھر سن لو کہ روزے محض رسم پوری کرنے کے لئے نہیں۔ ان سے مقصد یہ ہے کہ تم اِس قابل ہو جاؤ کہ' خدا نے جو تمہیں راہ نمائی عطا کی ہے' اُس کے ذریعے تم قانون خداوندی کو ساری دنیا کے قوانین سے بلند کر سکو (۹/۳۳)۔ اور اِس مقصد کے لئے تم جو کوشش کرو' وہ بھرپور نتائج کی حامل ہو۔

۱۸۶ نہ ہی روزوں کے حکم سے' تمہارے ذہن میں یہ خیال پیدا ہونا چاہیئے کہ' مادی لذتوں اور جسمانی ضرورتوں کے ترک کر دینے سے انسان خدا کا مقرب بن جاتا ہے (جیسا کہ مسلکِ خانقاہیت میں' مختلف ریاضتوں اور مشقتوں کے متعلق سمجھا جاتا ہے)۔ (اے رسولؐ!) جب میرے بندے تم سے میرے متعلق دریافت کریں تو اُن سے کہہ دو کہ میں ہر وقت ان کے قریب ہوں۔ (وہ اس طرح کہ) جب بھی کوئی شخص' اپنی راہ نمائی کے لئے

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

مجھے پکارتا ہے تو' میرا قانونِ ہدایت جو قرآن کے اندر محفوظ ہے' اُس کی پکار کا جواب دیتا ہے (اور اُبھر کر اُس کے سامنے آجاتا ہے) - لہذا' اِن سے کہہ دو کہ قربِ خداوندی کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ میرے قانون کی صداقت پر یقین محکم رکھتے ہوئے' اُس کی پوری پوری اِطاعت کریں (۵۱/۵۶ ؛ ۲/۲۴ ؛ ۳۲/۱۵—۱۶ ؛ ۴۰/۶۰ ؛ ۴۲/۲۶) - یہ ہے وہ طریق جس سے یہ زندگی کے صحیح راستے پر پختگی سے چلتے رہیں گے - یہ سب کچھ اِن کے اپنے اعمال سے ہو گا (۳/۱۹۴)-

۱۸۷ یہ بھی سمجھ لو کہ روزہ دن ہی دن کا ہے - رات کے وقت نہ کھانے پینے کی ممانعت ہے نہ ہی بیویوں کی طرف رجوع کرنے کی —— بیویوں سے جنسی اختلاط' "قربِ خداوندی" کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا (یہ بھی مسلکِ خانقاہیت کا پیدا کردہ تصور ہے) - میاں بیوی کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے' اور ایسا قریبی رشتہ کہ اِن کے درمیان کوئی تیسرا حائل نہیں ہو سکتا - اللہ جانتا ہے کہ نفسِ انسانی کے تقاضے کیا ہیں اور مسلکِ رہبانیت میں انسان کے دِل میں کِس کِس قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں جن سے وہ خود اپنے آپ سے خیانت کرتا رہتا ہے (۵۷/۲۴) - لہذا' خدا کا قانون' اِس بارے میں' انسانوں کی خودساختہ حدود سے آگے بڑھتا ہے' اور تمہارے دِل میں جو وساوس پیدا ہو رہے تھے' اُن سے درگذر کرتے ہوئے اِس کی وضاحت کرتا ہے کہ تم' رات کے وقت' منشائے قانونِ خداوندی کے مطابق' اپنی بیویوں کے پاس بھی جا سکتے ہو اور کھا پی بھی سکتے ہو' تا آنکہ صبح کی سفیدی رات کی سیاہی سے نمایاں ہو جائے - اِس کے بعد' رات تک روزہ پورا کرو - لیکن اگر تم' اِس ٹریننگ کے کسی خاص کورس کے لئے' تربیت و اطاعت کے مراکز (مساجد) میں رُکے ہوئے ہو' تاکہ تم اُلجھے ہوئے معاملات کو اچھی طرح سلجھا سکو' تو پھر تم اِن راتوں میں بھی بیویوں سے اختلاط نہ کرو (اور اپنی توجہ کو پوری یک سوئی سے معاملات پیشِ نظر پر مرکوز رکھو) -

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِھَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

بس یہ ہیں وہ حدود جو اِس باب میں قانونِ خداوندی نے مقرر کر دی ہیں۔ اِن کی نگہداشت کرو۔ اِس طرح اللہ اپنے احکام و قوانین کو نمایاں طور پر بیان کر دیتا ہے تاکہ لوگ ان کی پوری پوری نگہداشت کر سکیں۔

(۱۸۸) اِس حقیقت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو کہ (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے) روزے سے مقصد یہ ہے کہ تم میں ایسا ضبطِ نفس پیدا ہو جائے کہ تم، زندگی کے ہر گوشے میں، جائز اور ناجائز میں تمیز کر سکو، اور، خواہ تمہاری مفاد پرستی کا تقاضا کچھ ہی کیوں نہ ہو، ناجائز کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ (مثلاً) آپس میں ایک دوسرے کا مال، ناجائز طریق پر نہ کھاؤ۔ یا اگر معاملہ عدالت تک جا چکا ہے، تو ایسا نہ کرو کہ حکام کو رشوت دے کر ایسا فیصلہ لے لو جس سے دوسروں کا کچھ مال ناجائز طور پر تمہیں مل جائے، حالانکہ تم جانتے ہو کہ جو مال اس طرح حاصل کیا جائے اس کے نتائج کیا ہوا کرتے ہیں؟

روزوں سے تمہاری اِس قسم کی تربیتِ ذات مقصود ہے۔

(۱۸۹) ہم نے اوپر کہا ہے کہ روزے رمضان کے مہینے کے ہیں۔ اِس سے اِن لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ بعض مہینے مبارک ہوتے ہیں اور بعض منحوس، اِس لئے انہوں نے اے رسول! تم سے اِس کی بابت دریافت کیا ہے۔ اِن سے کہہ دو کہ مہینوں (یا دنوں) میں سعد و نحس کا خیال تو وہم پرستی ہے۔ اِن کی حقیقت اِس کے سوا کچھ نہیں کہ اِن سے اوقات کا تعین ہو جاتا ہے — اور اس کے فوائد ظاہر ہیں — اسی طرح، یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حج کب ہو گا۔

اِن سے واضح طور پر کہہ دو کہ دین میں تو وہم پرستی کو کوئی دخل نہیں مثلاً یہ جو تم سمجھتے ہو کہ حج کے دوران، مکانوں میں سامنے کے دروازے سے نہیں آنا چاہیئے پچھواڑے سے آنا چاہیئے (تو یہ محض توہم پرستی ہے)۔ سعادت اور کشاد کی راہیں اِس قسم کی توہم پرستانہ رسوم سے وابستہ نہیں ہوتیں۔ کشاد کی راہ صرف ایک ہی ہے،

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٢﴾

اور وہ یہ کہ تم کس حد تک قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہو، اور تم میں کیریکٹر کی کتنی بلندی پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا، تم اِن جہالت آمیز باتوں کو چھوڑو، اور جس طرح، اور دنوں، گھروں میں دروازوں کے راستے آتے ہو اسی طرح حج کے دنوں میں بھی آؤ جاؤ۔

قانون خداوندی کی نگہداشت کرو اور معمول کے مطابق زندگی بسر کرو۔ یہی کامیابی کا طریقہ ہے۔

۱۹۰ بعض مہینوں میں البتہ جنگ کی اجازت نہیں (۲/۲۱۷ ; ۹/۳۶)۔ لیکن اِس کے یہ معنی نہیں کہ باقی مہینوں میں تم جس کے خلاف چاہو یونہی جنگ چھیڑ دو۔ جنگ اور صلح، تمہاری ذاتی مصلحتوں اور مفاد پرستیوں کے مطابق نہیں ہوگی، یہ بھی قانون خداوندی کے مطابق ہوگی۔ اس باب میں سب سے پہلا اور بنیادی اُصول یہ ہے کہ تم اُنہی سے جنگ کرو جو تمہارے خلاف جنگ پر اُتر آئیں اور اس طرح تمہارے لئے لڑائی کے علاوہ کوئی اور راستہ باقی نہ رہنے دیں (۲۲/۳۹)۔ یہ جنگ "خدا کی راہ" میں ہوگی —— یعنی انسانیت کے تحفظ کی خاطر —— اور اس میں بھی قانون کی حد سے کبھی آگے نہیں بڑھا جائے گا۔ حدود شکنی، قانونِ خداوندی کی رُو سے بڑی ناپسندیدہ بات ہے۔

۱۹۱ جب تم اِن حالات میں جنگ کے لئے مجبور کر دیئے جاؤ، تو پھر دشمن کو جہاں پاؤ اُنکا مقابلہ کرو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے، تم بھی اُنہیں وہاں سے نکال دو۔ یہ اِس لئے کہ انسانی دنیا میں ظلم اور فساد، جنگ سے بھی زیادہ تباہیوں اور خرابیوں کا موجب ہوتا ہے۔ اِس کا البتہ خیال رکھو کہ ہم نے کعبہ کو امن کا مقام قرار دیا ہے (۲/۱۲۵)، اِس لئے تم اِن سے اُس کے قرب و جوار میں جنگ نہ کرو۔ لیکن اگر دشمن وہاں بھی جنگ سے باز نہ آئے، تو پھر تم بھی اُن سے جنگ کرو۔ اِس لئے کہ جو لوگ اِس قسم کے (بین الاقوامی) آئین و ضوابط کا بھی احترام نہ کریں تو اُن کا علاج اِسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اُن کے حملے کا جواب دیا جائے۔

۱۹۲ لیکن اگر وہ وہاں جنگ سے رُک جائیں، تو تم بھی رُک جاؤ۔ (روزوں کی ٹریننگ

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

سے مقصود ہی یہ تھا کہ تم میں ایسی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ جہاں بڑھنے کا حکم دیا جائے 'بڑھ جاؤ' اور جہاں رکنے کے لئے کہا جائے 'رک جاؤ' خواہ آگے بڑھنے میں کتنا ہی فائدہ کیوں دکھائی دے۔ یاد رکھو! اگر تم قانون خداوندی کی اِس طرح نگہداشت کرتے رہے تو وہ تمہاری حفاظت کے اسباب بھی پیدا کر دے گا اور سامانِ نشو ونما بھی (بے حد وشمار) بہم پہنچائے گا۔

(۱۹۳) بہرحال' اِن حدود و شرائط کے ساتھ تم اِن کے خلاف جنگ کرو' تا آنکہ جو فتنہ اِنھوں نے اُبھار رکھا ہے' وہ فرو ہو جائے' اور ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ دین کے معاملہ میں کسی پر کسی قسم کا جبر واکراہ نہ ہو (۲/۲۵۶)' جو چاہے اسے خالصۃً للہ اختیار کر سکے۔ سو جس مقام پر بھی تم دیکھو کہ یہ لوگ اِس قسم کی فساد انگیزیوں سے باز آ گئے ہیں' تم جنگ روک لو۔ (اِس لئے کہ جنگ سے مقصد یہی ہے کہ مستبد اور سرکش قوتوں کو حد سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ لہذا) جو سرکش نہ رہے اس کی سرکوبی کیسی؟

(۱۹۴) جنگ کو اگر مسلسل جاری نہ رکھا جاتے' بلکہ اِس میں وقفہ پڑ جائے تو اِس سے صلح اور امن کے امکانات روشن ہو سکتے ہیں۔ اِس مقصد کے لئے سال میں کچھ مہینے ایسے رکھے جانے ضروری ہیں جن کے احترام میں جنگ روک دی جاتے۔ لیکن جنگ دو مخالف فریقوں میں ہوتی ہے' اِس لئے یہ التوا اُسی صورت میں ممکن ہے کہ دونوں فریق اِس معاہدہ کا احترام کریں۔ ایسی باتیں ادلے بدلے کے طریق پر ہی ممکن ہوتی ہیں۔ لہذا اگر فریق ثانی اِس کا احترام نہ کرے اور زیادتی پر اُتر آئے' تو تم بھی اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو جیسا وہ تمہارے ساتھ کرتا ہے۔ (یعنی اُس کا مقابلہ کرو۔ حرمت کے خیال سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھے رہو) لیکن ان تمام امور میں تم قوانین خداوندی کی ہمیشہ نگہداشت کرو اور اِس حقیقت کو یاد رکھو کہ قانون خداوندی کی تائید ونصرت انہی کے ساتھ ہوتی ہے جو اِن حدود کی نگہداشت کرتے ہیں۔

(۱۹۵) حق کے نظام کے قیام اور باطل کی سرکش قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ بھی

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ضروری ہے کہ تم اپنے مال و دولت کو' اِس مقصد میں صرف کرنے کے لئے کھلا رکھو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہی میں ڈال لو گے —— غرضیکہ تم زندگی کے ہر شعبے میں حسن کارانہ انداز سے' مصروف جدوجہد رہو۔ مستقل اقدار کی حفاظت کے لئے جہاں مال کی ضرورت ہو' مال خرچ کرو۔ جہاں جان دینے کی ضرورت پیش آجائے' بلا توقف جان دیدو۔ یہی روش معیار خداوندی پر پوری اُترتی ہے اور اسی سے انسانیت کا حسن نکھرتا ہے۔

(۱۹۶) تم نے دیکھا کہ نظام عدل و مساوات کے قیام اور استحکام کے لئے کس قدر جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اِس کے لئے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً تمہارے اجتماعات ہوتے رہیں جن میں باہمی مشوروں سے اِس عظیم پروگرام کی تکمیل کے طریقے سوچے جائیں —— انہی اجتماعات کا نام حج اور عمرہ ہے۔

اِن اجتماعات کا مقام' تمہارے نظام کا مرکز یعنی کعبہ ہے۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو کہ تم وہاں پہنچنے سے روک دیئے جاؤ' تو تم سے جو کچھ آسانی سے ہو سکے' تحفۃً وہاں بھیج دو (تاکہ وہ اُن لوگوں کے کام آئے جو اِس مقصد کے لئے وہاں جمع ہوئے ہیں) جب تک یہ تحائف اپنی منزل تک نہ پہنچ جائیں' تم' (اُن لوگوں کے ساتھ قلبی ہم آہنگی قائم رکھنے کے لئے) حجامت نہ بنواؤ۔ جب وہ وہاں پہنچ جائیں تو پھر تم (اُن لوگوں کی مطابقت کرتے ہوئے) اپنے سر کے بال منڈواؤ۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی مریض ہو' یا اُس کے سر میں کوئی تکلیف ہو' تو وہ اِس کے بدلے میں روزے رکھ لے۔ یا کوئی عطیہ دیدے۔ یا کوئی اور عمل خیر کرے جسے وہ اپنے اوپر واجب قرار دے لے۔ پھر جب تم حالت امن میں ہو' (اور اِن اجتماعات میں خود شریک ہو سکو)' تو تم میں سے جو شخص حج اور عمرہ' دونوں سے مستفید ہونا چاہے' تو جو تحفہ میسّر آئے ساتھ لے جائے۔ جسے کوئی تحفہ نہ مل سکے تو وہ حج کے دوران میں تین دن کے

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾

اور واپسی پر سات دِن کے، روزے رکھلے، اور یوں دس دن کے روزے پورے کرلے۔ یہ اُس کے لئے ہے، جس کے اہل و عیال اُس کے ساتھ، کعبہ میں، موجود نہ ہوں۔

یاد رکھو! اِن اجتماعات سے اصل مقصد تو قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرنا ہے، لیکن اِن تقریبات پر بعض رسوم بطور ملی شعائر اختیار کرلی جاتی ہیں۔ اِن سے مقصود، باہمی یک رنگی اور ہم آہنگی ہوتا ہے جس کا مظاہرہ محسوس شکلوں میں ہی ہو سکتا ہے۔ سو تم اپنی نگاہ اصل مقصود پر رکھو۔ یعنی قوانینِ خداوندی کی نگہداشت پر۔ اگر ایسا نہ کروگے (اور محض رسومات ہی کو اصل مقصود سمجھنے لگ جاؤ گے) تو اِس کا نتیجہ سخت تباہی ہوگا۔

(۱۹۷) حج کے اجتماعات کے مہینے معلوم و متعین ہونے چاہئیں۔ پھر جو شخص اِس فریضہ کو اپنے ذمے لے، تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ اِس کی تمام شرائط پوری کرے۔ ازاں جملہ، یہ بھی کہ اِس اجتماع میں کوئی بات پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی نہیں ہونی چاہیے — نہ فحش کلامی یا دیگر جنسی میلانات کی باتیں۔ نہ درشت کلامی یا کوئی اور معیوب حرکت۔ نہ، باہمی مشاورت میں، دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کے لئے یونہی باتیں بڑھاتے جانا اور مناظرانہ جنگ و جدل پر اُتر آنا — اِن میں سے کوئی بات بھی نہیں ہونی چاہیے — مختصراً یوں سمجھو کہ یہ اجتماعات نوعِ انسان کی منفعت بخشیوں کی تجاویز سوچنے کے لئے ہیں (۲۲/۲۸)۔ سو اِن میں کوئی بات ایسی نہ ہو جو تمہیں اِس مقصد سے دور لے جائے۔ یاد رکھو! تمہارا ہر عمل خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہ میں ہوتا ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ اِس سفر کے لئے تمہارے پاس زادِ راہ بھی ہو۔ اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ تم وہاں بھیک مانگنے کی ذلت سے محفوظ رہوگے۔

نیز، اِن اجتماعات میں شریک اُنہی کو ہونا چاہیئے جو عقل و بصیرت کی رُو سے سوچ سکیں کہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کس طرح کی جاسکتی ہے، (اور اُنہیں عملاً نافذ کرنے کی صورتیں کیا ہیں)۔

(۱۹۸) اِس حقیقت کو بھی فراموش نہ کرو کہ یہ اجتماعات، کوئی "یاترا" کی قسم کی چیز نہیں کہ وہاں

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

"دُنیاداری" کے دھندوں کی کوئی بات نہ ہو سکے۔ اِس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اِن اجتماعات میں (ملّت کے لئے) سامانِ نشوونما اور معاشی وسائل کے اخذ و طلب کے لئے جدوجہد کرو۔ پھر جب تم، اِن مسائل کے طے کر لینے کے بعد عرفات کے میدان سے واپس آجاؤ (جہاں تمہارا باہمی تعارف ہو چکا ہے)، تو مشعر الحرام کے قریب آکر، پھر جمع ہو، اور قانون خداوندی کی راہ نمائی میں، نظامِ خداوندی کے مختلف گوشوں کو سامنے لاؤ۔

ممکن ہے تمہارے دِل میں یہ خیال گذرے کہ ہم توجّ کو محض ایک "مذہبی فریضہ" سمجھتے تھے لیکن مذکورہ بالا احکام و ہدایات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نِظامِ خداوندی کا ایک اہم گوشہ ہے جس کا تعلق ہماری معاشرتی اور تمدّنی دنیا سے ہے۔ تو تمہارا پہلا نظریہ غلط تھا۔ صحیح بات وہی ہے جو تمہیں اب بتائی گئی ہے۔

(۱۹۹) اِن تمام امور سے فارغ ہونے کے بعد، تم عام لوگوں کی طرح اپنے اپنے ہاں واپس آجاؤ (یہ نہ سمجھ لو کہ تم اِن سے الگ کچھ اور بن گئے ہو) اور جو پروگرام وہاں طے ہوا ہے اُس کے مطابق، اپنی حفاظت کے سامان کی طلب و جستجو میں سرگرمِ عمل رہو۔ یقیناً اِس طرح اللہ کا قانون تمہاری حفاظت کا سامان بھی کرے گا اور پوری پوری نشوونما کا بھی۔

(۲۰۰) وہاں سے واپسی کے بعد تم یہ نہ سمجھ لو کہ جو کچھ تم پر واجب تھا، سب ادا ہو گیا اور اب تم پر کوئی ذمّہ داری باقی نہیں رہی۔ وہاں سے واپسی پر بھی تم قوانین خداوندی کو ہر وقت اپنے پیش نظر رکھو، اُسی طرح جیسے تم، اِس سے پہلے، اپنے اسلاف کے مسلک کو اپنے سامنے رکھا کرتے تھے ——— بلکہ اُس سے بھی زیادہ شدّت اور گہرائی کے ساتھ۔

یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اِن اجتماعات میں تم اپنے دنیاوی مفاد کے متعلق بھی غور و فکر کرو اور اس کے حصول کی راہیں سوچو، تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارے دین کا منتہیٰ، دنیاوی مفاد کا حصول ہے، اور بس۔ بالکل نہیں۔ اِس حقیقت کو سمجھ لو کہ جو لوگ محض دنیاوی مفاد کو منتہائے نگاہ قرار دے لیتے ہیں، اُنہیں یہ مفاد تو حاصل ہو جاتے ہیں، لیکن مستقبل کی خوشگواریوں میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا۔ (۱۷/۲۱ — ۱۸)

نصف

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾

---

۲۰۱ اِن کے برعکس، دوسرے لوگ وہ ہیں جن کی طلب وآرزو یہ ہوتی ہے کہ اُنہیں دُنیاوی زندگی کی خوشگواریاں بھی حاصل ہوں اور اُخروی زندگی کی خوشگواریاں بھی- اور وہ ہرقسم کی تباہیوں سے محفوظ رہیں-

۲۰۲ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں، اُن کے عمل کے مطابق، دنیا اور آخرت دونوں کی خوشگواریوں سے حصّہ مل جاتا ہے- خدا کا قانونِ مکافات کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا- وہ ہرعمل کا نتیجہ ساتھ کے ساتھ مُرتب کرتا جاتا ہے- (البتہ نتائج کے ظہور کا وقت الگ ہوتا ہے)-

۲۰۳ یہ اجتماعات (جن کا ذکر اوپر سے چلا آرہا ہے اور) جن کا مقصد قوانینِ خداوندی کو سامنے لانا ہے، ایک متعین مُدت تک رہنے چاہئیں- اگر کسی کو جلد واپس آجانا ہو تو وہ دو دن کے بعد چلا جائے- جو زیادہ دیر تک ٹھہر سکتا ہے، وہ واپسی میں تاخیر کردے- نہ اُس میں کوئی ہرج کی بات ہے، نہ اِس میں- اصل چیز تو قانونِ خداوندی کی نگہداشت ہے- لہٰذا تمہاری نگاہ اِس مقصد پر رہنی چاہیئے اور اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ تمہارے اجتماع کی آخری منزل اور غایت وہ ہے جو تمہارے خدا نے تمہارے لئے مقرر کی ہے- تمہارا ہرقدم اُس کی طرف اُٹھنا چاہیئے-

۲۰۴ یاد رکھو! دُنیا میں تمہیں دو قسم کے انسان ملیں گے- ایک وہ جن کے پیشِ نظر صرف دنیاوی (طبیعی) زندگی کا مفاد ہوگا- جب یہ لوگ دنیاوی معاملات کے متعلق گفتگو کریں گے تو وہ تمہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے- وہ اپنے سچے ہونے کے ثبوت میں، قدم قدم پر، خدا کو گواہ ٹھہرائیں گے- (بات بات پر اُس کی قسم کھائیں گے)- حالانکہ ان کے دِل، دشمنی اور خصومت کے جذبات سے لبریز ہوں گے-

وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۲۰۸﴾ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۰۹﴾

۲۰۵ جب اِن لوگوں کو حکومت اور اقتدار مل جائے، تو اِن کی ساری کوشش یہ ہوگی کہ ملک میں تباہیاں اور ویرانیاں عام ہو جائیں۔ فصلیں تباہ ہو جائیں۔ نسلِ انسانی ہلاک ہو جائے ——— نہ معاشی نظام میں توازن رہے، نہ عمرانی نظام میں — انہیں صرف اپنی مفاد پرستی کا خیال ہوتا ہے۔ اِس کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کہ ملک پر کیا گذر رہی ہے ——— حالانکہ جس خدا کو یہ بات بات پر بطور گواہ پیش کرتے ہیں، وہ کبھی پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں تباہی اور ویرانی پھیلائی جائے۔

۲۰۶ جب اِن لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو، تو نشۂ حکومت کی بدمستیاں اور جھوٹی عزت کا خیال، اِنہیں اور خرابیوں کے لئے اُکساتا ہے۔ اِن کا مقام تباہی اور بربادی کا جہنم ہے جہاں اِنسانیت ذبح ہوتی ہے ——— کتنا بُرا ہے یہ مقام!

۲۰۷ دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو منشائے خداوندی کو پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں اور اس کے لئے اگر اُنہیں اپنی جان تک بھی دینی پڑے، تو اُسے بخوشی قربان کر دیتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہیں قانونِ خداوندی کی رُو سے ہر قسم کی حفاظت اور نشوونما کا سامان حاصل ہوتا ہے۔

۲۰۸ لہٰذا، اے جماعتِ مومنین! تم یہی رَوش اختیار کرو، اور اِس نظامِ خداوندی میں، جو امن و سلامتی کا ضامن ہے، اجتماعی طور پر، پورے کے پورے، داخل ہو جاؤ اور چند قدم چل کر رُک نہ جاؤ، بلکہ اس کی آخری حد تک پہنچو۔ اپنے اُن (حیوانی سطحِ زندگی کے) جذبات کے پیچھے نہ لگ جاؤ جنہیں اگر بے باک چھوڑ دیا جائے تو وہ انسان کو بلند اقدار کی سطح تک آنے نہیں دیتے۔ یہ رَوش انسان کی سخت دشمن ہے۔ اِس سے بچنا۔

۲۰۹ ہم نے زندگی کے اُصول و قوانین، واضح طور پر تمہارے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اگر

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾ سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا ۘ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾

اِس کے بعد تمہارے پاؤں میں لغزش آگئی تو یہ نہ سمجھ لوکہ تم سے کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہوگا۔ ہمارا قانونِ مکافات بڑی قوتوں کا مالک ہے۔ وہ ہر ایک پر غالب آکر رہتا ہے۔ لیکن اُس کا غلبہ اندھی قوتوں کا غلبہ نہیں ہوتا، قاعدے اور قانون۔ اور حکمت و بصیرت کے مطابق ہوتا ہے۔

۲۱۰ یہ تمہارے مخالفین ابھی تک اُنہی خیالات میں مست ہیں جو اِن کی توہم پرستیوں نے پیدا کر رکھے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قوموں کی تباہی کے لئے، خدا خود بادلوں (کے رتھ) میں بیٹھ کر، فرشتوں کے جلو میں، آیا کرتا ہے، اور یوں آخری فیصلہ ہو جاتا ہے۔

اِن سے کہو کہ قوموں کی تباہی اور بربادی اِس طرح نہیں ہوا کرتی۔ وہ خدا کے مقرر کردہ قانون کے مطابق ہوتی ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ تمہارا ہر عمل تمہیں، خدا کے قانونِ مکافات کی طرف کشاں کشاں لئے جاتا ہے۔ تم اُس کی گرفت سے کہیں باہر نہیں جا سکتے۔ تباہی اور بربادی اِس طرح آتی ہے۔

۲۱۱ اِس کی شہادت چاہتے ہو تو اِن یہودیوں (بنی اسرائیل) سے پوچھو (جو تمہارے گرد و پیش بستے ہیں)۔ انہیں (قوموں کی زندگی اور موت کے متعلق) واضح قوانین دیئے گئے تھے۔ اِنہوں نے اُن قوانین کا اتباع کیا تو اِن پر خدا کی نعمتوں کے دروازے کھل گئے۔ پھر اِنہوں نے ایسے کام کئے جن سے وہ نعمتیں، ذلتوں اور خواریوں میں بدل گئیں۔ اور یہ سب کچھ خدا کے اُس قانونِ مکافات کی رُو سے ہوا جس کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔

۲۱۲ یہ اِس طرح ہوتا ہے کہ لوگ، زندگی کی بلند سطح کا انکار کرکے، محض طبیعی زندگی کو اصل حیات سمجھ لیتے ہیں۔ اِس زندگی کی عیش سامانیاں اُن کا مقصود بن جاتی ہیں اور یہ چیزیں بڑی حسین بن کر دکھائی دیتی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں، جو بلند اقدار پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنے پروگرام کے ابتدائی دور میں یہ لوگ کمزور اور ناتواں سے

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

دکھائی دیتے ہیں کیونکہ یہ مادی مفاد کے حصول کے لئے (فریق مخالف کی طرح) ہر حربہ استعمال نہیں کرتے۔ لیکن آخر الامر معاشرہ میں جب آسمانی انقلاب نمودار ہو جاتا ہے، تو اُس وقت ساری دُنیا دیکھ لیتی ہے کہ جو لوگ مستقل اقدار کی نگہداشت کرتے تھے، وہ اُن لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں جو محض دُنیاوی مفاد کو مقصدِ حیات سمجھتے تھے اور اُس کے حصول میں کسی قاعدے اور اصول کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اُس وقت یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ جو قوم قانونِ خداوندی کے مُطابق رزق حاصل کرنا چاہتی ہے، اُسے کس طرح بلا حد وحساب رزق کی فراوانیاں نصیب ہو جاتی ہیں (یہ انسان کی بھُول ہے جو ابتدائی محنت سے گھبرا کر، غلط راستے اختیار کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے اُسے بڑی کامیابی حاصل ہوگی)۔

۲۱۳ یہ حقائق قومِ بنی اسرائیل ہی سے مخصوص نہیں۔ نوعِ انسان کی ساری تاریخ اِن کی آئینہ دار ہے۔ انسانی زندگی کا پہلا دَور وہ تھا جب (وہ تمدّنی زندگی سے ناآشنا تھا۔ قدرتی پیداوار پر اُس کا گذارہ تھا اور وہ ہر ایک کو بافراط مل جاتی تھی اِس لئے اِن کے باہمی مفاد میں ٹکراؤ نہیں ہوتا تھا) سب ایک براوری کی شکل میں رہتے تھے۔ اِس کے بعد، اُنہوں نے تمدّنی زندگی شروع کی تو باہمی مفاد میں ٹکراؤ ہوا (۲/۳۶) اور اِس طرح، اُن میں اختلافات پیدا ہونے شروع ہو گئے (۱۰/۱۹)۔ اِن اِختلافات کا مٹانا تنہا عقلِ انسانی کے بس کی بات نہ تھی، کیونکہ ہر فرد اور ہر گروہ کی عقل اُس کے ذاتی مفاد کا تحفظ چاہتی ہے۔ دوسروں کا مفاد اُس کے سامنے ہوتا ہی نہیں۔ اِس مقصد کے لئے اللہ نے انبیاءؑ کو اپنی وحی دے کر بھیجا وہ انہیں اختلافی زندگی کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرتے اور ایک براوری بن کر رہنے کی زندگی کے خوشگوار ثمرات کی خوش خبری سُناتے۔ ہر نبی اپنے ساتھ قوانینِ خداوندی کا ضابطہ (الکتاب) لاتا جو حق پر مبنی ہوتا، تاکہ وہ لوگوں کے اختلافی امور کا فیصلہ کرے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ہر نبی' اِس ضابطہ کی رُو سے' وحدت پیدا کر کے چلا جاتا' لیکن' اِس کے بعد' وہ گروہ جنہیں وہ ضابطہ دیا گیا تھا' باوجود ایسی واضح تعلیم کے' باہمی ضد اور مخالفت' اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے خیال سے' پھر اختلافات شروع کر دیتے (۱۶/۹۲ ؛ ۵۷/۲۰)- لیکن اِن میں سے جو لوگ اِس ضابطہ کی صداقت پر یقین رکھتے' انہیں خدا' اپنے قانون کے مطابق' اختلافات سے بچنے کی راہ دکھا دیتا- یہی وہ طریق ہے جس سے اللہ' ہر اس قوم کو جو اختلافات سے بچنا چاہتی ہے زندگی کی توازن بدوش' سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کر دیتا ہے-

۲۱۴ وحی کی رَاہ نمائی' تمام اِنسانوں کو ایک برادری میں منسلک کر دینا چاہتی ہے لیکن چونکہ اِس سے اِنفرادی مفاد چاہنے والوں کے مقاصد پر زد پڑتی ہے' اِس لئے وہ اِسکی سخت مخالفت کرتے ہیں- لہذا' اِس جنتی معاشرہ کے قائم کرنے کے لئے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے —— سو' اے جماعتِ مومنین! تم نے یہ نہ سمجھ لینا کہ تم اِس معاشرہ کو یونہی قائم کر لو گے' اور' مفت میں' جنت میں داخل ہو جاؤ گے- ایسا نہیں ہو سکے گا- تمہیں بھی اُن جاں گداز مراحل سے گذرنا پڑے گا جن سے وہ لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اِس سے پہلے' اِس انقلاب آفرینی کی کوشش کی- سختیاں اور مصیبتیں اُنہیں چاروں طرف سے گھیر لیتیں- اُن کی شدت سے اُن کے دِل دہل جاتے- یہاں تک کہ وہ' اور ان کا رسول' پکار اُٹھتے کہ بارالہا! ہماری کوششوں کی بارآوری کا وقت کب آئے گا (۳/۱۴۲ ؛ ۹/۱۶ ؛ ۲۹/۲ ؛ ۳۳/۱۰)- ایسے ایسے ہمت شکن اور صبر آزما مراحل کے بعد کہیں جا کر اُن کی کوششیں کامیاب ہوتیں اور تائیدِ ایزدی اُن کی سعی و عمل کو ثمر بار کرتی-

تمہیں بھی انہی مراحل میں سے گذرنا ہو گا-



اِس کے لئے' سب سے پہلا مرحلہ' مالی قربانی کا ہے- اے رسول! تمہارے ساتھی تم سے پوچھتے ہیں کہ اِس کے لئے کس قدر مال کی ضرورت ہو گی اور اُسے کہاں

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾

خرچ کرنا ہوگا۔ اِن سے کہو کہ اِس پروگرام کی ابتدا معاشرہ کے محدود دائروں سے کی جائے گی۔ اِس لئے سَردست تم یہ دیکھو کہ اِن دائروں میں وہ کون کون سے افراد ہیں جو دوسروں کی مدد کے محتاج ہیں۔ مثلاً سب سے پہلے، اپنے گھروں میں اپنے والدین کو دیکھو۔ پھر اپنے گھر کی چار دیواری کو وسیع کر کے، اپنے گرد و پیش میں بسنے والے اقربا کو دیکھو۔ پھر اور آگے بڑھو تو اُنہیں دیکھو جو معاشرہ میں بے یار و مددگار رہ گئے ہیں۔ نیز اُنہیں جن کا چلتا ہوا کاروبار رُک گیا ہے۔ پھر اِس سلسلہ کو اپنی بستی سے آگے بڑھاؤ اور باہر سے آنے والوں کے متعلق دیکھو کہ اُنہیں تمہاری مدد کی کس قدر ضرورت ہے۔ (اِس کی آخری حد وہ ہے جسے ($\frac{2}{219}$) میں بیان کیا گیا ہے)۔

تم اِن لوگوں کی ضروریات کو پورا کرو، اور اس پر یقین رکھو کہ جو کچھ بھی تم دوسروں کی بھلائی کے لئے کرو گے، وہ سب اللہ کے علم میں رہے گا۔ اس میں سے ایک ذرہ برابر بھی بے نتیجہ نہیں رہنے پائے گا۔

(۲۱۶) مال کے بعد، جانوں کی قربانی کا مرحلہ آئے گا۔ یعنی تمہیں مخالفین سے جنگ بھی کرنی پڑے گی۔ یہ مرحلہ تم پر گراں گذرے گا، کیونکہ تم لوٹ مار کی خاطر جنگ کرنے کے عادی ہو۔ انسانیت کی بہبود کیلئے جس میں ایثار ہی ایثار ہو، ذاتی منفعت کوئی نہ ہو، جنگ کرنا کارے دارد۔ لیکن اِن معاملات میں تم اپنی انفرادی عقل اور جذبات سے فیصلہ نہ کراؤ۔ اِس لئے کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ عقلِ خود بیں تمہیں ایک بات کو سخت ناپسندیدہ بنا کر دکھائے، لیکن وہ (تمہاری ذات کی بہبود کے نقطۂ نگاہ سے) تمہارے لئے بڑی خیر و برکت کی موجب ہو۔ اِسکے برعکس، عقل و جذبات کے سطحی تقاضے کسی چیز کو بڑا خوش آیند بنا کر دکھائیں لیکن وہ درحقیقت (تمہاری ذات کی نشو و نما کے لئے) بڑی مضرت رساں ہو۔ اسلئے، اِن امور کا فیصلہ وحی کی روشنی میں کرو کیونکہ وحی کی نگہ دُور رس حقیقت کو دیکھتی ہے اور تمہاری جذبات کے تابع چلنے والی عقل کی نگاہ محدود ہوتی ہے۔ وُہ حقیقت کو نہیں جان سکتی۔

(۲۱۷) لیکن صلح ہو یا جنگ، قانونِ خداوندی کی پاسداری ہر حالت میں لازمی ہے۔ مثلاً

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾

جس مہینے میں تمہیں جنگ سے روکا گیا ہے' اُس میں جنگ کرنا بہت بڑا جُرم ہے. دوسری طرف' اِس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھو کہ لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف آنے سے روکنا- اُس کے قوانین کی صداقت سے انکار و سرکشی برتنا- مسجد حرام تک میں جنگ کرنے سے باز نہ رہنا اور جو لوگ اُس میں پناہ لے چکے ہوں' اُنہیں وہاں سے نکال باہر کرنا- یہ جرائم بہت زیادہ سنگین ہیں- یہ فتنہ پردازی ہے' اور فتنہ پردازی قتل سے بھی زیادہ ہلاکت انگیز نتائج کا موجب ہوتی ہے-

اِسے بھی یاد رکھو کہ یہ لوگ جو تم سے برسرپیکار ہیں' کبھی جنگ سے ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے جب تک —— اگر ان میں اس کی استطاعت ہو —— تمہیں' تمہارے دین سے برگشتہ نہ کردیں. (جنگ سے اِن کا مقصد ہی یہ ہے)- لیکن' اِسے سمجھ لو کہ تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور حالتِ کفر میں اُس کی موت واقع ہو جائے' تو یہ وہ لوگ ہوں گے کہ دُنیا اور آخرت' دونوں میں اِن کے اعمال اِن کے کسی کام نہیں آئیں گے- اِن کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھُلس کر رہ جائیں گی- (۵/۵۴)- یہ بات کہ یہ کبھی وقت دین کے صحیح راستے پر تھے' اِنہیں اِس تباہی سے نہیں بچا سکے گی-

۲۱۸ اِن کے برعکس' جو لوگ اِس نظام کی صداقت پر یقین رکھیں- اور اس کے قیام کی راہ میں جو چیز بھی حائل ہو' اُس سے اپنا دامن چھڑا کر' آگے بڑھ جائیں- حتیٰ کہ اگر اِس کے لئے وطن بھی چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دیں- اور اِس کے حصول کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہیں- (اور مرتے دم تک اسی روش پر قائم رہیں- ۲/۱۴۲)- تو یہی لوگ ہیں جو رحمتِ خداوندی کے صحیح معنوں میں امیدوار ہیں- خدا کا قانونِ ربوبیت' اِن کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کے مضرت رساں اثرات سے' اِن کی حفاظت کر دیتا ہے (۵۳/۴۲)- اور ان کی نشوونما کا پورا پورا سامان مہیا کر دیتا ہے-

۲۱۹ اِس مقام پر یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ نظامِ خداوندی کے قیام کی راہ میں کون کون سی چیزیں حائل ہوتی ہیں جن سے بچنا ضروری ہے- اِس سلسلہ میں پہلی اُصولی بات یہ ہے کہ جو چیز بھی انسان کی عقل و خرد کو ماؤف کر کے' اِس کے قوائے عملیہ کو

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۲۰﴾

مضمحل کر دے، وہ اِس نظام کی راہ میں موانعات سے ہے ——— ہر نشہ آور چیز اور وہ دولت جو بلا محنت و مشقت مِل جائے (جس میں قمار بازی بھی شامل ہے) اِس کی بیّن مثالیں ہیں۔ اِن میں اضافی طور پر، منافع بھی ہیں، لیکن اِن سے انسانی ذات میں ایسی افسردگی، سہل انگاری، سستی اور اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے جو اُسے زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کے قابل ہی نہیں چھوڑتا۔ یہ نقصان اِن چیزوں کے عارضی نفع کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہلاکت انگیز ہے۔

لہذا، مفت میں ہاتھ آجانے والی دولت کے پیچھے نہ پڑو۔ اپنی محنت سے کماؤ (۵۳/۳۹)۔ اِس میں سے بقدر اپنی ضروریات کے اپنے لئے رکھو، اور جس قدر اِن سے زائد ہو، سب کا سب، نوعِ انسان کی پرورش کے لئے، کھلا رکھو (تاکہ نظامِ خداوندی اُسے ضروری مصرف میں لا سکے)۔

اِس طرح خدا اپنے احکام دقوانین کو تمہارے لئے واضح طور پر بیان کر دیتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو، اور سوچو کہ تمہارا حال اور مستقبل (دنیا اور آخرت) دونوں کس طرح روشن ہو سکتے ہیں۔

یہ نظام ہر ضرورتمند کی دستگیری کرے گا۔ اِن میں خصوصیت سے وہ لوگ سامنے آتے ہیں جو دُنیا میں بے یار و مددگار رہ جائیں ——— اِن میں وہ بچّے بھی شامل ہیں جن کے ماں باپ مر جائیں ——— اِن کے معاملات کو سلجھانا، موجبِ خیر ہے۔ اگر تم اِن سے مل جل کر رہتے ہو، یا اِن کے معاملات میں شرکت کرتے ہو، تو ہمیشہ اِس کا خیال رکھو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ یاد رکھو! ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے کون اصلاح چاہتا ہے اور کس کی نیت میں فتور ہے۔ تمہیں یہ واضح ہدایات اِس لئے دی گئی ہیں کہ تمہارے لئے اصلاح کا راستہ آسان ہو جائے۔ اگر اِس کا قانونِ مشیت ایسا نہ ہوتا تو وہ تمہیں اِس قسم کی ہدایات نہ دیتا اور اِس سے تم مشکل میں پھنس جاتے۔ لیکن خدا تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے (۲/۱۸۵)

لیکن آسانیوں کے یہ معنی نہیں کہ تم جو کچھ چاہو کرو۔ تم پر کسی کا کنٹرول ہی نہ ہو۔ خدا کا قانونِ مکافات، ہر بات پر پورا پورا غلبہ رکھتا ہے، اگرچہ اِس کا یہ غلبہ عین حکمت پر مبنی ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۚ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

(۲۲۱) تم جس جنتی معاشرہ کے قیام کی فکر میں ہو، اُس کی ابتدا تمہاری گھر کی زندگی سے ہوتی ہے۔ لہذا سب سے پہلے ضروری ہے کہ تم اپنے گھر کو جنت بناؤ۔ اِس کے لئے بنیادی سوال یہ ہے کہ میاں بیوی کا انتخاب کس معیار کے مطابق ہونا چاہیئے؟ اُسی معیار کے مطابق، جس کی رُو سے تمہاری اُمت کی تشکیل ہوتی ہے۔ یعنی آئیڈیالوجی کے اشتراک کی بنا پر۔ تمہاری آئیڈیالوجی یہ ہے کہ اطاعت صرف ایک خدا کے قوانین کی ہے۔ اِس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا، میاں بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اِس آئیڈیالوجی میں متفق ہوں۔

بنابریں، تم کسی مشرک عورت سے شادی نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لے آئے۔ مشرک آزاد عورت سے، مومن لونڈی[1] بہتر ہوتی ہے، خواہ اوّل الذکر تمہیں کتنی ہی جاذبِ نگاہ دِکھائی کیوں نہ دے۔ اسی طرح مومن عورتیں مُشرک مردوں سے شادی نہ کریں، تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں۔ مُشرک آزاد مرد سے مومن غلام بہتر ہے، خواہ اوّل الذکر کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے۔ یہ اِس لئے کہ متضاد آئیڈیالوجی رکھنے والوں کا یک جا جمع کر دینا، جہنم پیدا کر دے گا۔ اِس لئے خدا کا قانون تمہیں اِس سے روکتا ہے۔ وہ تمہارے گھر کی زندگی کو جنت کی آسودگیاں عطا کرنا چاہتا ہے اور تمہیں ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔

خدا، اِس طرح اپنے احکام کو لوگوں کے لئے واضح کر دیتا ہے تاکہ وہ حقیقت کو اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لیں۔

(۲۲۲) نکاح کے بعد، مقاربت کا سوال آتا ہے۔ سو ایامِ حیض میں اِس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

---

[1] یہ اسلام کے ابتدائی ایام کا ذکر ہے، جس میں ہنوز زمانۂ جاہلیت کی لونڈیاں اور غلام مسلمانوں کے ہاں موجود تھے۔ اسلام نے اُن غلاموں اور لونڈیوں کو آہستہ آہستہ اپنے معاشرہ کا جُزو بنا لیا اور آیندہ کے لئے غلامی کا دروازہ بند کر دیا۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَن تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَّا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۲۵﴾

اِس لئے کہ حیض، عورت کے لئے ایک قِسم کی وَاماندگی کا موجب ہوتا ہے اور اس میں مجامعت، نقصان کا باعث۔ لہذا، اِن ایام میں عورتوں سے الگ رہنا چاہیئے تاوقتیکہ وہ اِس سے فارغ نہ ہو جائیں۔ جب یہ عرصہ ختم ہو جائے تو، جس طرح خدا کے طبیعی قانونِ تولید کا اشارہ ہے[1]، تم اُس طرح اِن سے مقاربت کر سکتے ہو۔

اگر تم، اِس سے پہلے، ایسا نہیں کرتے تھے، تو اب صحیح راستے کی طرف لوٹ آؤ۔ قانونِ خداوندی کی رُو سے، پسندیدہ لوگ وہی ہیں جو غلط راستہ کو چھوڑ کر صحیح راستہ اختیار کر لیں اور ناخوش آیند امور سے دُور رہیں۔

۲۲۳ میاں بیوی کے جنسی اختلاط کے معاملہ میں اس اصُول کو یاد رکھو کہ اِس سے مقصود افزائش نسل (اولاد پیدا کرنا) ہے۔ اِس اعتبار سے تمہاری بیویوں کی مثال کھیتی کی سی ہے۔ جس طرح کسان اُس وقت تخم ریزی کرتا ہے جب اُسے فصل اُگانا مقصود ہو، اِسی طرح تم بھی اُس وقت اپنی "کھیتی" میں جاؤ جب تم (اولاد پیدا کرنا) چاہو۔

لیکن اِس کے ساتھ اِس حقیقت کو بھی سمجھ لو کہ انسانی زندگی کا مقصود و منتہیٰ، اولاد پیدا کرنا ہی نہیں۔ اصل مقصود اپنی ذات کی نشوونما کرنا ہے۔ حیاتِ جاوید، بقائے ذات سے حاصل ہوتی ہے، اولاد کے ذریعے نہیں۔ اِس لئے تم یہ بھی دیکھو کہ تم نے بقائے ذات کیلئے کیا کیا ہے۔ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو، اور اِس حقیقت کو پیش نظر رکھو کہ تم خدا کے قانونِ مکافات کی زد سے بچ نہیں سکتے۔ تمہیں اُس کا سامنا کرنا ہے — زندگی کی خوشگواریاں اُنہی کے لئے ہیں جو اِس حقیقت پر ایمان رکھیں۔

۲۲۴ عائلی زندگی کے سلسلہ میں دوسری بات یہ یاد رکھو کہ بعض لوگ، یونہی کوئی لغو سی قسم کھا لیتے ہیں (کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا)۔ پھر جب اُن سے، بھلائی اور تقویٰ اور لوگوں میں اِصلاح کے کاموں کے لئے کہا جائے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے ایک قسم

---

[1] قرآن کریم نے طبیعی قوانین کے فطری طریق کو بھی تسلیم خداوندی سے تعبیر کیا ہے۔ دیکھئے (۵/۴ ؛ ۹۶/۵ ؛ ۲/۲۸۲)۔

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَآءُو فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِنْ عَزَمُوا۟ ٱلطَّلَٰقَ فَإِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٧﴾ وَٱلْمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِى ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوٓا۟ إِصْلَٰحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾

ع ۲۸ ۱۴

کھا رکھی ہے اِس لئے ہم اِن کاموں میں حصّہ نہیں لے سکتے۔

۲۲۵ یاد رکھو! خدا اِس قِسم کی لغو قسموں پر گرفت نہیں کرتا جو تم، یونہی، بلا سوچے سمجھے کھا لو۔ وُہ اُن قسموں پر گرفت کرتا ہے جو تم دِل کے ارادے سے کھاؤ (۵/۸۹)۔ وہ سب کچھ سُننے والا، جاننے والا ہے۔ نیز، اُس کا قانون ایسا نہیں جو یونہی ذرا ذراسی باتوں پر بھڑک اُٹھے۔ اِس میں بڑی سہار ہے اور مقصد تمہاری حفاظت ہے، نہ کہ تباہی۔

۲۲۶ اِس تمہیدی اُصول کے بعد، اب تم معاملہ کی بات کی طرف آؤ۔ جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں، تو عورت کو اِس معلّق حالت میں غیر متعین عرصہ کے لئے نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اُنہیں، زیادہ سے زیادہ، چار ماہ تک انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اِس عرصہ میں باہمی تعلقات کی طرف رجوع کرلیں، تو اُنہیں اِس کی اجازت ہے، کیونکہ قانونِ خداوندی میں اِس قسم کی لغزشوں سے حفاظت اور مرحمت کی گنجائش رکھی گئی ہے (۵/۸۹ ؛ ۳۳/۴ ؛ ۵۸/۲)۔

۲۲۷ لیکن اگر وہ معاہدۂ نکاح سے آزاد ہو جانے کا فیصلہ کرلیں (جسے طلاق کہتے ہیں) تو اُنہیں ایسا کرلینا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ اُس خدا کا قانون ہے جو ہر بات کا سُننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (اُسے معلوم ہے کہ جب نباہ کی شکل باقی نہ رہے تو پھر الگ ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے)۔

۲۲۸ طلاق یافتہ عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ، اپنے آپ کو، (نکاحِ ثانی سے) اِتنا عرصہ روکے رکھیں جتنے میں اُن کے تین حیض پورے ہوں۔ [جنہیں کسی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، اُن کی عدّت تین ماہ کی ہے (۴/۶۵)۔ اور جس عورت کی طلاق، مقاربت سے پہلے ہو جائے، اُس کی کوئی عدت نہیں (۳۳/۴۹)]۔ اگر وہ حاملہ ہوں تو اُنہیں اِس امر کا اظہار کر دینا چاہیئے۔ اِن کے لئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ اِن کے رحم میں پیدا کر دیا ہے وہ اُسے چھپائے رکھیں۔ خدا کے قانون (اللہ اور آخرت) کو مان لینے کے بعد، اس قسم کی جزئیات تک کی پابندی بھی ضروری ہو جاتی ہے۔ [حمل کی صورت میں اِن کی عدت وضعِ حمل تک

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ‌ؕ وَلَا يَحِلُّ لَـكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّآ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـــًٔا اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ‌ؕ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ‌ؕ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ‌ۚ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۲۹﴾

ہو گی۔ (۶۵/۴)]۔

عدّت کے دوران میں عورت کسی جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر اِس دوران میں، اُن کے خاوند اِس امر کا احساس کر لیں کہ اُن سے غلطی ہوئی ہے اور وہ آیندہ کے لئے اپنی اصلاح کا ارادہ کر لیں، تو وہ اپنی مطلقہ بیوی سے، عدّت کے دوران میں بھی نکاح کر سکتے ہیں [بشرطیکہ بیوی بھی اس کے لئے رضامند ہو (۴/۱۹)]۔ بس یہ ایک بات ہے جس میں عورت کے مقابلہ میں، مرد کو فوقیت حاصل ہے (یعنی عورت کے لئے عدّت ہے اور مرد کے لئے عدّت نہیں)۔ ورنہ، قانونِ خداوندی کی رو سے، مرد اور عورت کے حقوق و فرائض یکساں ہیں۔ اِس لئے کہ یہ اُس خدا کا قانون ہے جو ہر معاملہ کی حکمت سے واقف ہے، اور ہر ایک کو اُس کے صحیح مقام پر رکھنے پر قادر اور غالب۔

۲۲۹ یاد رکھو! ایک مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ طلاق کے بعد، عدّت کے دوران میں|| پھر سے قانون کے مطابق، آپس میں نکاح کر لیں، یا حُسن کارانہ انداز سے الگ ہو جائیں۔ [لیکن اگر تیسری مرتبہ طلاق کی نوبت آجائے، تو اُس کے بعد وہ ایسا نہیں کر سکیں گے (۲/۲۳۰)]۔ طلاق کی صورت میں، اِس کی اجازت نہیں کہ جو کچھ تم عورتوں کو دے چکے ہو اُس میں سے کچھ بھی واپس لے لو۔ ہاں اگر کسی وقت ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ایک طرف یہی چیز اُن کی علیحدگی کے راستے میں حائل ہو رہی ہو، اور، دوسری طرف، میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں اُنہیں خدشہ ہو کہ (تعلقات کی کشیدگی کی بنا پر) وہ حقوق و واجبات ادا نہیں کر سکیں گے جو قانونِ خداوندی نے اُن پر عائد کر رکھے ہیں ——— اور معاشرہ کا نظامِ عدالت بھی اِسی نتیجہ پر پہنچے اور سمجھے کہ خاوند کو واقعی کچھ معاوضہ ملنا چاہیئے، تو اِس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے، اور معاہدۂ نکاح سے آزادی حاصل کر لے۔

یہ قانونِ خداوندی کی حدود ہیں جن کی نگہداشت ضروری ہے۔ جو کوئی اِن حدود سے تجاوز کرے گا، وہ قانون کی نگاہ میں مجرم ہو گا۔

۲۳۰ اگر کسی میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ کی طلاق (اور تین مرتبہ کے

|| یا اُس کے بعد۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ (۲۹ ۴۳ ۱۳)

نکاح) کے بعد تیسری مرتبہ طلاق ہو جائے، تو اُس کے بعد یہ عورت اپنے سابقہ خاوند کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ہاں! البتہ، اگر وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے اور اُس سے بھی طلاق ہو جائے، تو پھر اِس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے پہلے خاوند سے نکاح کر لے، بشرطیکہ اُنہیں توقع ہو کہ وہ اب قانونِ خداوندی کی حدود کی نگہداشت کر سکیں گے۔

یہ ہیں عائلی زندگی سے متعلق وہ قوانین جنہیں اللہ ان لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کرتا ہے جو معاشرتی زندگی کی مصلحتوں کا علم رکھتے ہیں۔

(۲۳۱) عدّت کے دوران میں عورت کا نان نفقہ، رہنا سہنا، سابقہ خاوند کے ذمّے ہوگا (۶۵/۶)۔ اُس کے بعد جب مطلقہ عورت کی عدّت کا زمانہ ختم ہونے کو آئے، تو (جیساکہ ۲/۲۲۸ میں کہا گیا ہے) یا اُسے نکاح میں لے آؤ یا قاعدے کے مطابق رخصت کر دو۔ [اور یہ فیصلہ دو معتبر گواہوں کے روبرو کرو تاکہ بات واضح ہو جائے (۶۵/۲)]۔

اور یاد رکھو! اِن عورتوں سے دوبارہ نکاح اِس نیت سے نہ کرو کہ اُن پر زیادتی کرکے اُنھیں تکلیف پہنچائی جائے۔ جو ایسا کرے گا، وہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ لہذا، قانونِ خداوندی کو یونہی مذاق نہ سمجھو۔ اِس کے نتائج و عواقب بڑے دور رس ہوتے ہیں۔ یہ تو اللہ کی نوازشات میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں ایسا واضح ضابطۂ قوانین عطا کر دیا ہے ـــــــ اور صرف قانون ہی نہیں بتایا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ قانون کی غرض و غایت کیا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے نتائج کیا نکلیں گے ـــــــ

لہذا، تم اِن قوانین کی پوری پوری نگہداشت کرو اور اِس حقیقت پر یقین رکھو کہ یہ اُس خدا کا قانون ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔

(۲۳۲) جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدّت کے قریب پہنچ جائیں، اور یہ سابقہ میاں بیوی پھر ازدواجی زندگی بسر کرنے پر رضامند ہوں اور آپس میں قانون کے مطابق

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ
بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٢﴾ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ
أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ
لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ
تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا
سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٣﴾

نکاح کرنا چاہیں، تو (اے افرادِ معاشرہ!) تم اِن عورتوں کو، اِس سے مت روکو۔ یہ تلقین ہر اُس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اِن قوانین کی اطاعت میں تمہاری ذات کی نشو و نما کا سامان اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا راز پوشیدہ ہے۔ یاد رکھو! یہ قوانین اُس خدا کے عطا کردہ ہیں جو اُن باتوں کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔ (اس لئے تم اِن کی اطاعت کرو۔ اِن کے نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ یہ کس قدر حقیقت اور حکمت پر مبنی ہیں)۔

۲۳۳ اگر طلاق کی صورت میں، ماں کی آغوش میں دودھ پیتا بچہ ہو، اور باپ چاہے کہ وہ اُس بچے کو پوری مدّت تک دُودھ پلائے، تو ماں کو چاہیئے کہ وہ پورے دو سال تک بچے کو دودھ پلائے (۳۱/۱۴ ؛ ۴۶/۱۵)۔ اِس صورت میں، قاعدے اور قانون کے مطابق اِس عورت کے روٹی کپڑے کا اِنتظام، اُس مرد کے ذمّے ہوگا۔ یہ انتظام اُس مرد کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اِس باب میں اُصول یہ ہے کہ کسی شخص پر اُس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ (فیصلہ کرنے والی عدالت کو چاہیئے کہ اِس چیز کو پیشِ نظر رکھے کہ) نہ تو اُس بچّے کی وجہ سے ماں کو ناحق تکلیف پہنچے اور نہ ہی اُس کے باپ کو۔ اگر اُس بچّہ کا باپ (اِس اثناء میں) فوت ہو جائے تو اِس کی ذمّہ داری اُس کے وارث کے سر پر ہوگی۔

اگر وہ دونوں، باہمی رضامندی اور مشورہ سے، (قبل از وقت) دودھ چھڑا کر کوئی اور اِنتظام کر لینا چاہیں، تو اِس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اگر تم بچّہ کے لئے کسی اور دودھ پلانے والی کا انتظام کرنا چاہو تو اِس میں بھی کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ جو کچھ تم نے بچے کی ماں سے

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ۗ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّاۤ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۗ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۗ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾

طے کیا تھا وہ اُسے پورا پورا دیدو۔

بہر حال، تم ہمیشہ قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو اور اِس حقیقت کو پیشِ نظر رکھو کہ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ہر عمل اور نیت پر نگاہ رکھتا ہے۔ (اِس لئے نہ تو قانون کی محض رسمی پابندی کرو اور نہ ہی اس سے گریز کی راہیں تلاش کرو)۔


(یہ تو تھی طلاق کی وجہ سے مفارقت کی صورت۔ دوسری شکل یہ ہے کہ) تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور اپنے پیچھے اپنی بیوہ چھوڑ جائیں، تو اُنہیں چار ماہ اور دس دن تک (نکاحِ ثانی کے لئے) انتظار کرنا چاہیئے۔ جب اُن کی عدّت ختم ہونے کو آئے، تو وہ اپنے لئے، قاعدے اور قانون کے مطابق، جو فیصلہ بھی کرنا چاہیں، اُنہیں اِس کا اختیار ہے۔ تم پر اِس بارے میں کوئی الزام نہیں ہوگا (کہ اُنہوں نے یوں کیوں کیا اور یوں کیوں نہ کیا)۔ یاد رکھو! جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے خبردار ہے۔


اِن عورتوں کی عِدّت کے دوران میں، اگر تم اِن سے نکاح کی بابت کچھ اشارۃً کنایۃً کہدو، یا اپنے دِل میں اِس کا ارادہ پوشیدہ رکھو، تو اِس میں کوئی مضائقہ نہیں —— خدا کو اِس کا علم ہے کہ تمہیں اِن سے نکاح کرنے کا خیال آئے گا —— لیکن اِن سے خفیہ خفیہ نکاح کا وَعدہ مت لے لو۔ ہاں! (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) قاعدے قانون کے مطابق اِن سے بات چیت کرو۔ لیکن عدت کے دوران میں نکاح کی گرہ کو پختہ مت کرو۔ اِس حقیقت کو پیشِ نظر رکھو کہ (ظاہر اعمال تو ایک طرف) خدا تمہارے دل میں گذرنے والے خیالات تک سے بھی واقف ہے —— اور یہ بھی سمجھ لو کہ اِن حدود و قیود سے خدا تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ اِس سے مقصود یہ ہے کہ تمہارا معاشرہ غلط روی کے نقصانات سے محفوظ رہے۔ خدا ایسا نہیں کہ وہ تمہاری غلط روی پر بھڑک اُٹھے اور تمہیں سخت قوانین کی زنجیروں میں جکڑ دے —— یہ کچھ مستبد حکمران کیا کرتے ہیں۔ خدا ایسا نہیں کرتا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۳۶﴾ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۳۷﴾ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴿۲۳۸﴾ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۹﴾

---

۲۳۶ اور اگر ایسی صورت ہو کہ تم نے ابھی اپنی منکوحہ بیوی کو چھُوا نہیں۔ اور نہ ہی اُس کا مہر مقرر ہوا تھا۔ اور طلاق کی نوبت آجائے ' تو ' اِس صورت میں بھی ' قانون کے مطابق ' طلاق دیدینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن چاہیئے کہ اُس مطلّقہ کو کچھ ساز وسامان دے دیا جائے۔ صاحبِ وسعت اپنی حیثیت کے مطابق ' اور تنگدست اپنی بساط کے مطابق — تاکہ مطلّقہ ہونے کی وجہ سے ' اُس عورت کو جو نقصان پہنچا ہے ' اُس کی کچھ تلافی ہو جائے۔ اِس قسم کا حسن کارانہ سلوک تم پر واجب ہے۔

۲۳۷ اور اگر ایسا ہو کہ تم نے اپنی منکوحہ سے مقاربت نہیں کی ' لیکن اُس کا مہر مقرر ہو چکا تھا ' اور طلاق کی نوبت آجائے ' تو اُس صورت میں اُس کے مہر کا نصف ادا کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر صُورت وہ ہو جسے ($\frac{۲}{۲۲۹}$) میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی مرد کو کچھ معاوضہ دلایا جانا مقصود ہو ' تو عورت اپنا حق چھوڑ سکتی ہے۔ اور اگر شکل یہ ہو کہ ' نکاح کی گرہ کو مرد کھولنا چاہتا ہے (یعنی طلاق کا مطالبہ اُس کی طرف سے ہے) تو وہ ' نصف کے بجائے پورا مہر ادا کر دے تو زیادہ اچھا ہے۔ اِس قسم کا باہمی مراعات کا برتاؤ قانونِ خداوندی کے منشاء سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے تم آپس میں حسنِ سلوک کو کبھی نہ بھولو — الگ بھی ہو تو فراخ دلی کا ثبوت دے کر الگ ہو۔ اللہ کا قانونِ مکافات تمہارے ہر عمل پر نگاہ رکھتا ہے۔

۲۳۸ یہ ہیں (عائلی زندگی کے سلسلہ میں) تمہارے فرائض منصبی جن کی محافظت ضروری ہے۔ **۲۳۹** لیکن تمہارا مرکزی فریضہ ' جس کی محافظت اشد ضروری ہے ' یہ ہے کہ تم ' زندگی کے ہر گوشے میں ' ہمیشہ ' قوانین خداوندی کی اطاعت میں کمربستہ کھڑے رہو — خوف کی

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ۧ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

(۳۱ ع ۱۵)

حالت میں، پیادہ چل رہے ہو یا سواری پر- اور حالتِ امن میں، اُٹھتے- بیٹھتے- لیٹتے- (۳/۱۹۰ ، ۴/۱۰۳)، ہر حال میں قوانین خداوندی کو اِس طرح سامنے رکھو جس طرح اُس نے تمہیں بتایا ہے- تم، اِس سے پہلے، اِن امور سے واقف نہیں تھے-

(۲۴۰) اِس اُصولی نقطہ کو سمجھ لینے کے بعد، پھر اُنہی عائلی قوانین کی طرف آجاؤ جن کا ذکر پیچھے سے چلا آرہا تھا- تم میں سے جو لوگ بیوہ عورتیں چھوڑ کر مر جائیں، اُنہیں چاہیئے کہ اپنی بیویوں کے متعلق وصیت کر جائیں کہ، سال بھر تک، اُنہیں گھر سے نہ نکالا جائے اور اُنہیں سامانِ زندگی دیا جائے، لیکن اگر وہ از خود چلی جائیں، اور قاعدے قانون کے مُطابق اپنے لئے کچھ اور فیصلہ کر لیں، تو اِس سے تم پر کوئی الزام نہیں آتا- یاد رکھو! اللہ کا قانون بڑی قوت والا لیکن، اُس کے ساتھ ہی حکمت پر مبنی بھی ہے-

(۲۴۱) اسی طرح مُطلّقہ عورتوں کو بھی، قاعدے قانون کے مطابق، عدّت کے دوران میں، سامان زندگی مہیا کرو (۶۵/۶) - یہ اُن لوگوں پر واجب ہے جو قانون خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں-

(۲۴۲) اِس طرح اللہ اپنے قوانین کو تمہارے لئے واضح طور پر بیان کر دیتا ہے تاکہ تم عقل و فکر سے کام لے کر، اِنہیں سمجھ سکو-

(۲۴۳) بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ، جو قوتیں تمہارے نظام کی راہ میں حائل ہوں گی تمہیں اُن کا مقابلہ کرنا ہوگا (۲/۲۱۸ — ۲۱۶) - لیکن خارجی قوتوں کا مقابلہ وہی قوم کر سکتی ہے جس کا داخلی نظام پُرسکون اور اطمینان بخش ہو- اِس کے لئے تمہیں عائلی زندگی کے متعلق قوانین دیئے گئے (۲/۲۴۲ — ۲۲۱) - اب تم پھر اصل موضوع کی طرف آؤ- یعنی اِس موضوع کی طرف کہ تمہاری اجتماعی زندگی میں استحکام کس طرح پیدا ہو سکتا ہے- اِس مقصد کے لئے تم قوم بنی اسرائیل کے ایک اور واقعہ پر غور کرو- یہ لوگ

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ

ہزاروں کی تعداد میں تھے، لیکن جب دشمن کا سامنا ہوا، تو وہ اپنا گھر بار، سب کچھ، چھوڑ چھاڑ، بھاگ کھڑے ہوئے —— اُنہوں نے اِس قدر بزدلی کا ثبوت کیوں دیا؟ محض اِس لئے کہ وہ موت سے ڈرتے تھے۔ لیکن وہ زندگی کے اِس اُصول کو بھول گئے کہ زندہ وہی رہتا ہے جو موت سے نہیں ڈرتا (۳/۱۴۳)۔ جو موت سے بھاگتا ہے، اُسے موت آگے بڑھ کر دبوچ لیتی ہے۔ —— جب اُنہوں نے اِس راز کو پالیا تو اُنہیں حیاتِ نو عطا کر دی گئی۔ وہ دشمنوں کے مقابلہ پر ڈٹ گئے اور آخر الامر فتحمند ہوئے۔

یہی وہ قانونِ حیات ہے جس سے اقوامِ عالم کو افضلیت و فوقیت حاصل ہوتی ہے لیکن اکثر لوگ اِس قانون کی قدر دانی نہیں کرتے۔

۲۴۴ ہم نے اُن سے کہا تھا کہ تم، موت سے ڈر کر بھاگنے کے بجائے، حق و انصاف کی راہِ خداوندی میں، دشمنوں کا جم کر مقابلہ کرو۔ اُن سے ڈٹ کر لڑو۔ یاد رکھو! تمہاری کوئی قربانی ضائع نہیں ہو گی۔ اِس لئے کہ اللہ ہر ایک بات کو سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

۲۴۵ اِس کے ساتھ ہی اُن سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ، تمہاری اجتماعی قوت کے لئے مال کی بھی ضرورت ہو گی۔ اِس کے لئے نہایت حسن کارانہ انداز سے "قرض" دو۔ اسے "قرض" اِس لئے کہا جاتا ہے کہ، بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ، یہ دولت تمہارے ہاتھ سے نکل کر، کسی اور کے پاس چلی جاتی ہے۔ لیکن، درحقیقت یہ روپیہ کسی اور کے پاس نہیں جاتا۔ یہ چند در چند (کئی گنا ہو کر) تمہارے پاس واپس آ رہا ہوتا ہے۔

یاد رکھو! دولت کا بڑھنا اور گھٹنا، خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ تم اپنے لئے جس قسم کے قوانین جی چاہے بنا لو، آخر الامر نتیجہ خدا کے قانون کے مطابق ہی مرتب ہو گا۔ تم اُس سے ہٹ کر کہیں اور جا نہیں سکتے۔ تمہارا ہر قدم اُسی کی طرف اُٹھ رہا ہے۔

اور وہ قانون یہ ہے کہ دولت جس قدر، نظامِ حق و انصاف کے قیام، اور عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے صرف کی جائے، وہ اُسی قدر بڑھتی ہے۔

هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۴۷﴾

۲۴۶ اِس ضمن میں وہ واقعہ بھی غور طلب ہے جو موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سردارانِ قوم کو پیش آیا۔ انہوں نے ' اپنے نبی سے ' کہا کہ ہمارے لئے کوئی کمانڈر مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اُس کے زیرِ کمان ' اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اُن کے نبی نے اُن سے کہا کہ اِس وقت تو تم جنگ کے لئے اِس قدر شوق اور آمادگی کا اظہار کر رہے ہو ' لیکن (تمہاری جو نفسیاتی کیفیت ہو چکی ہے اُس سے) کچھ بعید نہیں کہ جب تمہیں جنگ کا حکم دیا جائے تو تم اُس سے گریز کرو۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کی راہ میں جنگ نہ کریں ' درآنحالیکہ ہم اپنے گھروں سے نکال باہر کئے گئے ہیں اور اپنے بچوں تک سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔

لیکن ہوا وہی جو اُن کے نبی نے کہا تھا۔ جب اُنہیں جنگ کا حکم دیا گیا تو اُن میں سے ' بجز معدودے چند ' سب گریز کی راہیں نکالنے لگے۔ لیکن یہ کوئی غیر متوقع بات نہ تھی۔ جو لوگ قانون شکنی اور نافرمانی کے عادی ہو چکے ہوں ' اُن میں نظم و ضبط کے ساتھ ' دشمن کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور صلاحیت کہاں رہ سکتی ہے؛ اللہ اُن کی اِس نفسیاتی کیفیت سے واقف تھا ' اور اسی لئے اُن کے نبی نے اُن سے کہا تھا کہ جب جنگ سامنے آئے گی تو تم بھاگ کھڑے ہو گے۔

۲۴۷ بہرحال ' جب اُنہوں نے کمانڈر مقرر کرنے کی درخواست کی ' تو اُن کے نبی نے اُن سے کہا کہ اللہ نے اُن کے لئے طالوت کو کمانڈر مقرر کر دیا ہے۔ انہوں نے چھٹتے ہی اس پر اعتراض کر دیا کہ وہ ہم پر کیسے کمان کر سکتا ہے۔ اُس کے مقابلہ میں ' اِس منصب اور اقتدار کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ وہ غریب آدمی ہے۔ اُس کے پاس مال و دولت کہاں ہے؟ اس نے اُن سے کہا کہ جنگ کی کمان کے لئے مال و دولت معیار نہیں ہوا کرتا۔ اِس کا معیار یہ ہوتا ہے کہ اُس شخص کا علم کس قدر ہے اور جسمانی توانائی کا کیا حال ہے۔ طالوت کو یہ کچھ فراوانی سے میسر ہے اور ' سب سے بڑی بات یہ کہ ' وہ اپنی ان صلاحیتوں اور قوتو

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾

کو اپنے ذاتی فائدے کے لئے ہی صرف نہیں کرتا' دوسرے لوگ بھی اِن سے نفع اندوز ہوتے ہیں۔ اللہ کا یہی قانون ہے جس کے مطابق کسی کو منصب و اقتدار کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اور' اُس کا یہ قانون' کشادہ نگہی اور علم وحقیقت پر مبنی ہے۔ تمہارے خود ساختہ معیاروں کا پابند نہیں۔

۲۴۸ اُن کے نبی نے اُن سے یہ بھی کہا کہ خدا نے جو اقتدار و اختیار طالوت کو سونپا ہے' اُس کا (پہلا) نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں' تمہارے موجودہ قلوب کی جگہ (جو خوف اور اضطراب کے نشیمن ہیں) ایسا قلب عطا ہوگا جو سکون و اطمینان سے لبریز ہوگا۔ نیز وہ تمہیں' اُن تمام بہترین اور باقی رہنے والی خصوصیات اور تعلیمات کا وارث بنا دے گا جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کے متبعین نے چھوڑی ہیں' اور جن کی حفاظت' خدا کی کائناتی قوتیں کرتی چلی آ رہی ہیں۔

اگر تم خدا کے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہو' تو تمہارے لئے یہ بات اس امر کا پختہ نشان بن جائے گی کہ طالوت کا انتخاب فی الواقعہ صحیح تھا۔

۲۴۹ بہرحال' طالوت کمانڈر مقرر ہوگیا۔ جب وہ' لشکر کے ساتھ' دشمن کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا تو اُس نے' یہ دیکھنے کے لئے کہ اُن میں کس قدر ڈسپلن پیدا ہو چکا ہے' اُن سے کہا کہ دیکھو! راستے میں ایک ندی آئے گی۔ اُس سے پانی نہ پینا۔ جو اُس سے پانی پیئے گا وہ سمجھ لے کہ وہ ہمارے لشکر میں رہنے کے قابل نہیں۔ جو اُس سے پانی نہ پیئے گا' بجز اس کے کہ یونہی' حلق تر کرنے کے لئے' چلو بھر پانی پی لے' تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ ہمارا ساتھی ہوگا۔

لیکن وہ اِس پہلی آزمایش میں ہی فیل ہو گئے۔ اِن میں سے سوائے چند ایک کے'

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾

سب نے پانی پی لیا۔ (لیکن اس کے بعد انہوں نے یقین دلایا کہ وہ آیندہ ایسا نہیں کریں گے)۔
چنانچہ جب طالوت 'انہیں' اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان پر پکے رہے تھے 'ساتھ لے کر' پار ہوا' تو اُن بزدلوں نے (جنہوں نے پہلے معافی مانگی تھی) کہہ دیا کہ ہم میں جالوت اور اُس کے لشکر سے لڑنے کی ہمت نہیں۔ اِس پر اِن لوگوں نے 'جنہیں خدا کے سامنے جانے کا خیال (فلہذا' اُس کے قانونِ مکافاتِ عمل پر پورا پورا یقین تھا) اُن سے کہا کہ دشمن کی تعداد کی کثرت سے مت گھبراؤ۔ خدا کے قانون میں یہ بھی ہے کہ تعداد کی کمی' سیرت و کردار کی قوت سے پوری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اِس اُصول کے مطابق '(تاریخ میں) کئی واقعات ایسے سامنے آتے ہیں جن میں' کم تعداد کے لوگ 'گروہِ کثیر پر غالب آگئے تھے۔ اصل چیز استقلال و استقامت ہے۔ جو حق پر ثابت قدم رہے' خدا کے قانون کی تائید اُس کے شاملِ حال رہتی ہے۔

(۲۵۰) چنانچہ جب یہ باہمت لوگ' جالوت اور اُس کے لشکر کے سامنے صف آرا ہوئے' تو اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! (تو دیکھتا ہے کہ ہم تھوڑے ہیں' اور دشمن جمِ غفیر لے کر ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ سو) تو ہمارے دلوں کو ہمت اور استقلال سے لبریز کر دے۔ اور ہمارے قدموں کو ثبات عطا فرما دے۔ اور ہمیں اِن لوگوں پر غلبہ عنایت کر دے۔ جو تیرے قوانین سے انکار کرتے اور ان سے سرکشی برتتے ہیں۔

(۲۵۱) چنانچہ اُنہوں نے خدا کے اِس قانون کے مُطابق (کہ فتح و ظفر مندی' حق پر جم کر کھڑے ہو جانے سے وابستہ ہوتی ہے) اپنے دشمن کو شکست فاش دے دی اور داؤدؑ کے ہاتھوں (جو اُن کے لشکر میں تھا)' جالوت مارا گیا۔ اور خدا نے (اُس کے بعد) اُسے حکومت و اقتدار' اور فہم و فراست عطا فرما دیا' اور اُسے' اپنے قانونِ مشیّت کے مطابق (وحی کا) علم بھی دیا۔
یہ ہے طالوت کا واقعہ۔ مقصد اِس کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ اگر اللہ' مستبد او

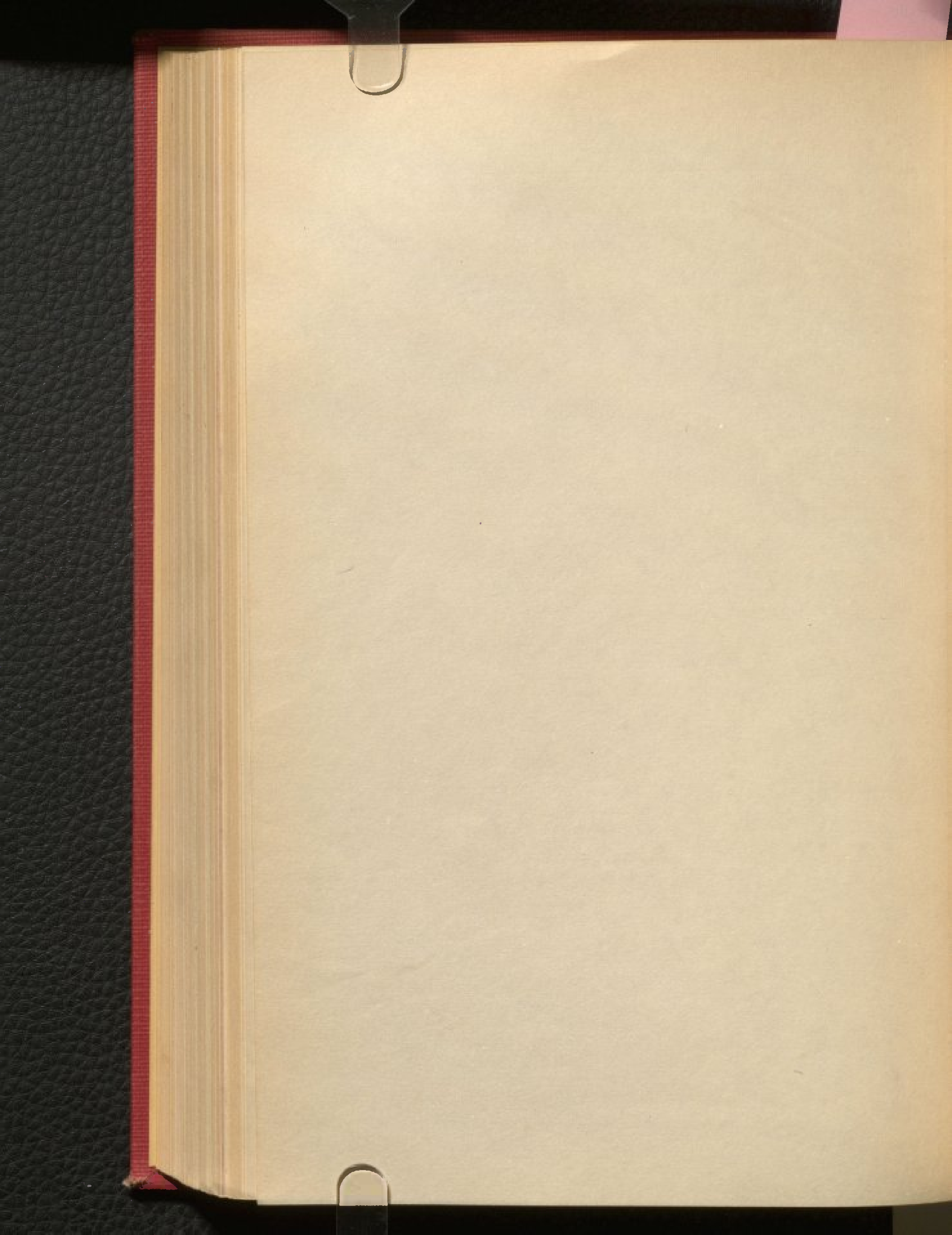
تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

سرکش قوتوں کی روک تھام کا انتظام نہ کرے، تو دُنیا میں فساد ہی فساد برپا ہو جائے۔ اُس نے یہ انتظام اِس لئے کر رکھا ہے کہ وہ انسانیت کی تباہی اور بربادی نہیں چاہتا، اُس کی تعمیر اور ترقی چاہتا ہے (۲۲/۳۹)۔

لیکن یاد رہے کہ مستبد قوتوں کی روک تھام، انسانی جماعتوں کے ہاتھوں ہی سے ہوتی ہے۔ خدا براہِ راست ایسا نہیں کیا کرتا۔ اِس لئے دُنیا میں ایسی جماعت کا رہنا بڑا ضروری ہے۔

۲۵۲ یہ ہیں وہ قوانین، جنہیں ہم، اے رسول! حق و صداقت کے ساتھ تمہیں دے رہے ہیں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم اِس قسم کے قوانین اپنے تمام پیغمبروں کو دیتے چلے آئے ہیں، اور تو بھی اُنہی میں سے ہے۔

دوسرا پارہ ختم ہوا





بصیرت افروز لٹریچر

اسبابِ زوالِ اُمت: (پرویز) ہم ذلیل کیوں ہیں؟ مجلد دو روپے

اسلامی معاشرت: (پرویز) روزمرہ کی زندگی کے لئے قرآنی احکام مجلد دو روپے

اقبال اور قرآن: قرآن کی تعلیم، اقبال کا فلسفہ اور پرویز کا قلم۔ قیمت دو روپے

طاہرہ کے نام: (پرویز) عورتوں سے متعلق قرآنی احکام اور تعلیم۔ سلیس اور شگفتہ انداز میں۔ جلد اول مجلد دو روپے۔ جلد دوم مجلد ۲½ روپے

سلیم کے نام: (پرویز) نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے دل میں پیدا ہونیوالے شکوک کے اطمینان بخش جوابات۔ مجلد جلد اول ۸ روپے، دوم ۶ روپے، سوم ۶ روپے

اسلام میں قانون سازی کا اصول: نامور مقننین اور مدبرین کے خیالات ملنگار قیمت ۲½ روپے

نظامِ ربوبیت: (پرویز) نظامِ سرمایہ داری اور کمیونزم دونوں کے بجائے قرآن کا معاشی نظام مجلد ۱۲ روپے

لغات القرآن: (پرویز) قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کا مستند مفہوم اور قرآنی حقائق کا انسائیکلوپیڈیا چار جلدوں میں، قیمت فی جلد پندرہ روپے۔

فجر الاسلام (اردو): (علامہ محمد امین مصری) اسلام کے اولین دور کی محققانہ سرگذشت، قیمت:۔ ۸ روپے

اِبلیس و آدم: (پرویز) آدم۔ انسان۔ ملائکہ۔ جن۔ ابلیس۔ شیطان۔ وحی۔ رسالت۔ مجلد ۹ روپے

مَن و یزداں: (پرویز) خدا کیا ہے؟ اس کا انسان سے تعلق کیا ہے۔ مجلد ۱۰ روپے

جُوئے نور: (پرویز) حضرات انبیائے کرام اور ان کی اقوام کی زریں داستان از حضرت نوحؑ تا حضرت شعیبؑ۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

برقِ طور: (پرویز) داستان بنی اسرائیل۔ قوموں کے عروج و زوال کے ابدی قوانین مجلد ۶ روپے

شعلۂ مستور: (پرویز) حضرت عیسیٰ کے کوائفِ حیات تحقیق جدید اور قرآن کی روشنی میں، قیمت مجلد چھ روپے

معراجِ انسانیت: (پرویز) حضور خاتم النبیینؐ کی روح پرور حیاتِ طیبہ قرآن کے آئینہ میں، قیمت مجلد بیس (۲۰) روپے۔

انسان نے کیا سوچا: (پرویز) کائنات، اخلاقیات، سیاست، معاشرت، معیشت اور مذہب کے متعلق انسانی فکر کی نادر کہانی۔ قیمت مجلد ۱۲ روپے

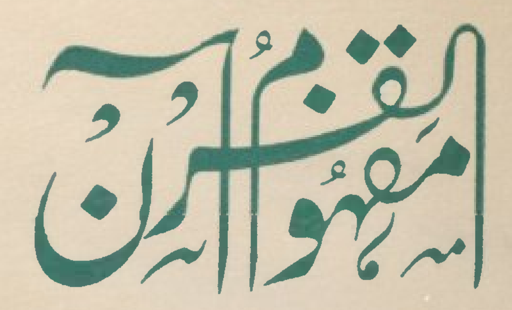
الفتنۃ الکبریٰ (اردو): (ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری) حضرت عثمانؓ کے زمانہ کی فتنہ سامانیوں کی داستان اور ان کا اصل باعث۔ (قیمت مجلد ۶ روپے)

تاریخ الامت: علامہ اسلم جیراجپوری مرحوم کا سلسلۂ تاریخ، کامل آٹھ جلدوں میں مکمل سیٹ ۱۸ روپے

میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

میزان پرنٹنگ پریس - ۲۷ - بی، شاہ عالم مارکیٹ - لاہور
میں باہتمام نظر علی شاہ مینجر چھپا -



تیسرا پارہ

میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷۔بی۔شاہ عالم مارکیٹ۔لاہور

ھدیہ -/۲



وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

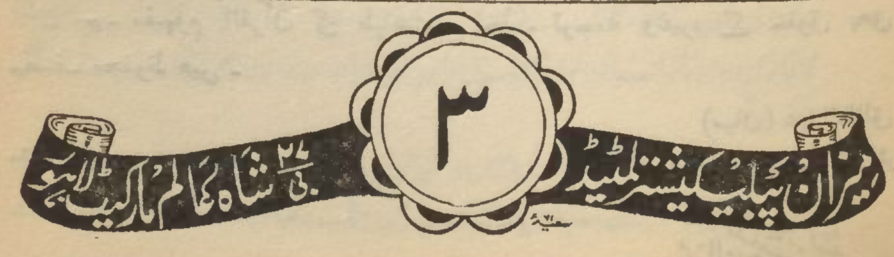
مفہوم القرآن

الحمد سے والناس تک مسلسل

قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز

از پرویز

یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، نہ تفسیر بلکہ اسکا مفہوم ایسے واضح، مسلسل، مربوط اور دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آجاتے ہیں



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفہوم القرآن کے تیسرے پارہ کا پہلا ایڈیشن دسمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا تھا - اب اس کا دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ھے - اس دوران میں اس کا چوتھا اور پانچواں پارہ بھی شائع ھوچکا ھے - چھٹا پارہ زیر طبع ھے - جن حضرات کی نظروں سے اس سے پہلے پارے نہیں گذرے ان کی اطلاع کے لئے عرض ھے کہ یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ھے اور نہ ھی اسکی تفسیر- یہ اُس کا مفہوم ھے جسے اپنے لفظوں میں اسطرح بیان کیا گیا ھے کہ قرآن مجید کی پوری تعلیم، صاف- واضح - مسلسل اور مربوط شکل میں سامنے آجائے - اس میں مفہوم بیان کرنے والے کے ذاتی خیالات کا کوئی دخل نہیں - اس مفہوم کی سند، لغات القرآن ھے، جسے عربی زبان کی مستند کتب لغت سے مرتب کیا گیا ھے - اس میں جس لفظ کا مفہوم آپ کو مروجہ ترجموں سے مختلف نظر آئے، اس کے صحیح ہونے کی دلیل اور سند لغات القرآن میں مل جائیگی- لغات القرآن چار جلدوں میں شائع ھوئی ھے جن کی مجموعی قیمت ۷۵ روپے ھے -

۲ - قرآن کریم کا انداز یہ ھے کہ وہ اپنی تعلیم کو مختلف مقامات میں پیش کرتا ھے اور آیات کو پھیر پھیر کر لاتا ھے تاکہ ھر معاملہ کے مختلف گوشے سامنے آجائیں - مفہوم القرآن میں بھی اس کا التزام کیا گیا ھے - اس میں آپ کو جہاں جہاں دوسری آیات کے حوالے ملیں، اس سے مراد یہ ھے کہ اس مضمون کی مزید وضاحت اُن مقامات میں آئی ھے - وھاں بھی دیکھ لیں -

۳ - مفہوم القرآن ایک ایک پارہ کرکے شائع ھوتا رھیگا - اگر آپ نے اس کے شائع شدہ پارے ابھی تک نہیں خریدے تو انہیں جلد حاصل کر لیں - ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا - پہلے پارے کا ھدیہ تین روپے ھے کیونکہ اس کی ضخامت ۸۱ صفحات ھے - باقی پاروں کا ھدیہ دو روپے فی پارہ ھے - پہلا پارہ اخباری کاغذ پر بھی شائع کیا ھے جس کی قیمت ایک روپیہ ھے -

۴ - مفہوم القرآن کی طباعت - اخذ - ترجمہ وغیرہ کے حقوق بحق مصنف محفوظ ھیں -

مئی ۱۹۶۲

(میاں) عبدالخالق
آلریری مینیجنگ ڈائرکٹر
میزان پبلکیشنز لمیٹڈ



تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۲۵۳)



۲۵۳ یہ تمام رسول، منصبِ رسالت کے اعتبار سے تو ایک جیسے تھے (۲/۲۸۵)، لیکن انکی تعلیم کے دائرۂ اثر و نفوذ کے لحاظ سے، اِن میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل رہی ہے۔ اِن میں وہ بھی ہیں جن سے خدا نے (جبریل کے واسطے کے بغیر) براہ راست باتیں کیں [مثلاً موسیٰؑ۔ (۴/۱۶۴)]۔ بعض کے درجے (دیگر امور میں) بلند کئے۔ اِنہی میں عیسےٰؑ ابن مریم بھی ہے، جسے ہم نے واضح دلائل دیئے اور مقدس وحی سے اُس کے لئے سامانِ تقویت بہم پہنچایا۔

اگر ہمارا قانونِ مشیّت یہ ہوتا کہ انسان بھی، دیگر اشیائے کائنات کی طرح، مجبور زندگی بسر کرے، تو اِن رسولوں کی اِس قدر واضح تعلیم کے بعد اِن کے متبعین، آپس میں جنگ وجدال اور اختلافات نہ کرتے، لیکن چونکہ انسان کو اِس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جونسا راستہ جی چاہے منتخب کرلے (۱۸/۲۹)، اِس لئے، اُنہوں نے، آپس میں اختلاف کیا — بعض نے ایمان کی راہ پسند کی۔ بعض نے کفر کا راستہ اختیار کرلیا — پھر سن لو، کہ اگر مشیت کا قانون یہ ہوتا کہ انسان کو جبراً ایک ہی راہ پر چلایا جائے، تو یہ کبھی آپس میں جنگ وقتال نہ کرتے۔

(ممکن ہے تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ خدا نے انسان کو صاحبِ اختیار بنایا ہی کیوں؟ نہ اِسے اختیار دیا جاتا، نہ دنیا میں جنگ وقتال ہوتے۔ لیکن اِن امور کے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۥ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـــوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

فیصلے تمہاری منشاء کے مطابق نہیں ہو سکتے) - یہ سب خدا کے قانونِ مشیّت کے مطابق ہوتا ہے' جو تمام نظامِ کائنات کو اپنے محیطِ کُل ارادے (پروگرام) کے مطابق چلا رہا ہے۔ انسان کا صاحبِ اختیار ہونا بھی اسی پروگرام کی ایک کڑی ہے۔

۲۵۴ اے جماعتِ مومنین! انبیائے سابقہ اور اقوامِ گذشتہ کے یہ تمام احوال وکوائف اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ زندگی کی خوشگواریاں حاصل کرنے کا راز نظامِ خداوندی قائم کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اِس کے لئے ضروری ہے کہ تمہیں جو کچھ بھی خدا نے دیا ہے' اُسے اِس مقصد کے لئے کھلا رکھو۔ اِس وقت تم ایسا کرنے پر قادر ہو۔ لیکن اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر (دنیا اور آخرت کی) اِن خوشگواریوں کا حصول ممکن نہیں ہوگا۔ اِس لئے کہ یہ وہ جنس نہیں جسے تم جس وقت چاہو بازار سے خرید لو۔ نہ ہی یہ کسی دوست سے اِحساناً مل سکتی ہے۔ اور نہ ہی کسی کی سفارش سے حاصل ہو سکتی ہے۔
جو اِس حقیقت سے انکار کرتا ہے' وہ اپنا نقصان آپ کرتا ہے۔

۲۵۵ یاد رکھو! نظامِ خداوندی' اُس خدا کا نظام ہے جس کے سوا' کائنات میں کوئی صاحبِ اقتدار نہیں۔ جو سب کو زندگی عطا کرتا ہے' لیکن اپنی زندگی کے لئے کسی کا محتاج نہیں۔ وہ ہر شے کو قیام اور توازن عطا کرتا ہے' لیکن اُسے' اپنے قیام کے لئے' کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ وہ کائنات کی حفاظت سے' نہ کبھی غافل ہوتا ہے' نہ بے خبر۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' سب اُس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو' کسی کا ساتھی بن کر' (قانونِ خداوندی کے خلاف) اُس کی مدد کر سکے۔ یہ مدد بھی قانونِ خداوندی کے مطابق ہی ہو سکتی ہے۔ جو کچھ اس کائنات میں سامنے ہے' اور جو کچھ اس کے پیچھے ہے' وہ سب کا علم رکھتا ہے۔ اور اس کے علم میں سے کسی کو

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

ع ۲

ذرہ برابر بھی نہیں مل سکتا، بجز اُس طریق کے جو اُس کے قانونِ مشیت نے مقرر کر رکھا ہے (یعنی وحی اور بصیرت وغیرہ)۔ اُس کا علم و اقتدار، کائنات کی پستیوں اور بلندیوں سب پر چھایا ہوا ہے، اور اِن کی حفاظت و نگہبانی سے وہ کبھی تھکتا نہیں۔ یہ اُس پر قطعاً گراں نہیں گزرتا۔ اُس کا علم و اقتدار اور غلبہ و تسلط، کائنات کی بنیادوں سے لے کر انتہائی بلندیوں تک کو محیط ہے۔

(۲۵۶) اِس قدر عظیم قوتوں کا مالک خدا، اگر چاہتا تو، جس طرح خارجی کائنات میں اُس کا نظام از خود قائم ہے، انسانی دنیا میں بھی از خود قائم ہو جاتا، اور انسان اُس کے مطابق چلنے پر مجبور ہوتا۔ لیکن ہم اِس باب میں، زبردستی نہیں کرنا چاہتے۔ اِسے انسانوں کو، اپنے دل کی رضامندی سے، قائم اور اختیار کرنا چاہیئے۔ اِس کے لئے ہم نے کیا یہ ہے کہ (وحی کے ذریعے) صحیح اور غلط راستے واضح کر دیئے ہیں اور انسان سے کہہ دیا ہے کہ وہ جونسا راستہ جی چاہے اختیار کر لے۔

سو جو قوم، غیر خداوندی نظام سے مُنہ موڑ کر اِس نظام کی صداقت پر ایمان لے آئیگی اور اِسے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لے گی، تو سمجھ لو کہ اُس نے ایسے محکم سہارے کو تھام لیا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اِس لئے کہ یہ نظام اُس خدا کا تجویز کردہ ہے جو ہر بات کا سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

(۲۵۷) اِس نظام کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اللہ کا قانون اُس جماعت کا نگران و محافظ اور یار و مددگار ہو گا، جو اِس کی صداقت پر یقین رکھ کر اِسے قائم کرنے کی کوشش کریگی۔ وہ اُنہیں غلط راستوں کی تاریکیوں سے نکال کر، صحیح راہ کی روشنی میں لے آئے گا۔ اِن کے برعکس جو لوگ اِس نظام کی صداقت سے انکار کرتے ہیں، اُن کے معاملات دنیا کی سرکش (غیر خداوندی) قوتوں کے سپرد ہو جاتے ہیں، جو اُنہیں صحیح راستے کی روشنی سے ہٹا کر، غلط راہوں کی تاریکیوں کی طرف لے جاتی ہیں — اُن تاریکیوں میں جہاں انسانیت کی کھیتی جُھلس کر راکھ کا ڈھیر ہو جاتی ہے، اور اِس تباہی سے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۵۸﴾ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ

۲۵۸ (اے جماعتِ مومنین! اِس نظام کے قائم کرنے کی راہ میں، تمہیں بڑی بڑی مشکلات نظر آتی ہیں، اور بظاہر اس کے قیام کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن تاریخ کی شہادات سے، جن میں سے کچھ پہلے بیان ہو چکی ہیں، اور دو ایک اب سامنے لائی جا رہی ہیں، تم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی، کہ ایسا ہونا، ناممکن نہیں)۔ پہلی مثال ابراہیمؑ کی ہے جو اس دعوت کو لے کر اُٹھا، تو، اور تو اور، وہاں کا بادشاہ تک اُس کا مخالف تھا۔ اُس کی مخالفت علم و بصیرت اور دلیل و بُرہان کی بنا پر نہیں تھی، محض حکومت اور طاقت کے گھمنڈ پر تھی۔ جب اُن میں بحث شروع ہوئی تو ابراہیمؑ نے اُس سے کہا کہ جس نظام کی طرف میں دعوت دیتا ہوں، اُس میں زندگی اور موت کے فیصلے، قانونِ خداوندی کے مطابق ہوتے ہیں ($\frac{۳}{۴۲}$)۔ کسی فرد کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتے۔ اُس نے کہا کہ یہاں زندگی اور موت کے فیصلے میری مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ میری مملکت میں، میرے اوپر، کسی کا اقتدار نہیں۔

ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر تمہاری مملکت میں اقتدارِ اعلیٰ تمہارا ہی ہے، اس کے اوپر کسی کا اقتدار نہیں، تو دیکھو کہ، خدا کے قانون کے مطابق، سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ تم اسے حکم دو کہ وہ تمہاری مملکت پر مغرب کی طرف سے نمودار ہوا کرے۔

یہ، قانونِ خداوندی کے اقتدارِ اعلیٰ کی، ایسی مُسکت دلیل تھی کہ اِسے سُن کر وہ ہکّا بکّا رہ گیا۔ لیکن اِس کے باوجود وہ سیدھی راہ پر نہ آیا۔ اس لئے کہ جو لوگ حدود شکنی اور سرکشی کو اپنا شیوہ بنا چکے ہوں، وہ آئین و قانون کی راہ کب اختیار کرتے ہیں؟

۲۵۹ (دوسری مثال بنی اسرائیل کی نشأۃِ ثانیہ کی ہے۔ وہ بخت نصر کے ہاتھوں، یوروشلم کی تباہی اور بربادی کے بعد قریب سو سال تک، غلامی اور محکومی کی ذلّت آمیز زندگی بسر کرتے رہے، اور اس کے بعد، جب وہ اپنی حیاتِ اجتماعی سے یکسر مایوس ہو چکے تھے، کیخسرو نے انہیں پھر بیت المقدس میں آباد کر دیا۔ تمثیلی انداز میں اسے یوں سمجھو کہ) ایک شخص کا گذر ایک ایسی بستی پر ہوا جس کے مکانات مسمار ہو کر کھنڈر بن چکے تھے۔ اُس نے کہا کہ کیا اِس قسم کی

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۳۵ / ۳

ویران بستی کو' اِس کی موت کے بعد' پھر سے زندگی مِل سکتی ہے؟ اللہ نے اُسے ایک سو سال تک موت کی حالت میں رکھا اور اس کے بعد اُسے دوبارہ زندگی عطا کر دی۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تم بھلا کتنی مدت تک اِس حالت میں رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ بس' ایک آدھ دن۔ اللہ نے کہا کہ تم سو سال تک اِس حالت میں رہے ہو! بایں ہمہ' دیکھو' کہ تمہارا کھانا اور پانی تک خراب نہیں ہوا۔ اِسی طرح تمہارا گدھا بھی (ویسے کا ویسا) کھڑا ہے۔ یہ اِس لئے کیا گیا ہے کہ تم' لوگوں کیلئے' اس بات کی نشانی بن جاؤ (کہ قانون خداوندی کی رُو سے' مُردہ اقوام کو بھی زندگی مِل سکتی ہے)۔ کیا تم جنین کی حالت پر غور نہیں کرتے کہ ہم' کس طرح' خون کے لوتھڑے سے' ہڈیاں اُبھارتے ہیں۔ اُنہیں سخت کرتے ہیں۔ اور پھر اُن پر گوشت پوست چڑھا کر' اُنہیں ایک جیتا جاگتا بچہ بنا دیتے ہیں۔

جب اِس مثال کے ذریعے اُس پر بات واضح ہو گئی تو اُس نے کہا کہ ہاں! اب میں نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں اور اُن پر' اُس کا پورا پورا کنٹرول ہے۔ موت اور حیات کے فیصلے بھی اِنہی پیمانوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ جب تک ہم اِن پیمانوں کو نہیں سمجھتے' ایک بات کو مستبعد تصوّر کر لیتے ہیں۔ جب وہ سمجھ میں آجاتے ہیں' وہی ناممکن بات' ممکن نظر آنے لگ جاتی ہے۔

بنی اسرائیل کو قریب سو سال کے بعد' حیاتِ نو' اِنہی پیمانوں کے مطابق ملی تھی۔

۲۶۰ یہ خیال کہ جب قوموں پر اس طرح مُردنی چھا جائے' تو پھر اُنہیں حیاتِ نو کس طریق سے مِل سکتی ہے' خود ابراہیمؑ کے دِل میں بھی پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ' جب اُس نے اپنی قوم کی حالت پر غور کیا اور دیکھا کہ اُن میں زندگی کی کوئی رمق نظر نہیں آتی' تو اللہ سے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اِس قسم کی مُردہ قوم بھی' از سرِ نو' زندہ ہو جائے؟ اور اگر یہ ممکن ہے تو مجھے بتا دیجے کہ اس کے لئے کیا طریق

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

اختیار کیا جائے! اللہ نے کہا کہ پہلے تو یہ بتاؤ کہ تمہارا اس پر ایمان ہے کہ نہیں کہ مُردہ قوموں کو حیاتِ نو مِل سکتی ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا کہ اِس پر تو میرا ایمان ہے' لیکن میں اِس کا اطمینان چاہتا ہوں کہ یہ کِس طریق سے ہوگا' تاکہ میں پوری جمعیتِ خاطر سے اُس پروگرام پر عمل پیرا ہوں۔ اللہ نے کہا کہ (اِس طریق کو سمجھنے کے لئے یوں کرو کہ) تم چار پرندے لو۔ وہ شروع میں تم سے دُور بھاگیں گے۔ انہیں اِس طرح' آہستہ آہستہ سدھاؤ کہ وہ تم سے مانوس ہو جائیں۔ آخرالامر اُن کی یہ حالت ہو جائے گی کہ اگر تم اُنہیں' الگ الگ' مختلف پہاڑیوں پر چھوڑ دو' اور انہیں آواز دو تو وہ اُڑتے ہوئے تمہاری طرف آجائیں گے۔ بس یہی طریقہ ہے اِن (حق سے نامانوس) لوگوں میں زندگی پیدا کرنے کا۔ تم اِنہیں اپنے قریب لاؤ اور نظامِ خداوندی سے اچھی طرح مانوس کراؤ۔ یہ نظام اپنے اندر اتنی قوت اور حکمت رکھتا ہے کہ اُسے چھوڑ کر یہ کہیں نہیں جاسکیں گے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ بڑا صبر آزما مرحلہ ہے۔ "وحشی جانوروں" کارام کرنا بڑا حوصلہ' بُردباری اور استقامت چاہتا ہے۔ ایک داعیٔ انقلاب کے لئے یہ خصوصیات لاینفک ہیں ($\frac{۳}{۱۵۸}$؛ $\frac{۱۵}{۸۸}$؛ $\frac{۲۶}{۲۱۵}$)۔

۲۶۱ اِن تاریخی شہادات کے بعد' پھر اُسی مقام کی طرف لوٹ آؤ جہاں سے نظامِ خداوندی کی تشکیل کی بات شروع ہوئی تھی (یعنی انفاق فی سبیل اللہ کی طرف۔ $\frac{۲}{۲۵۴}$)۔ اِس نظام کے قیام کے لئے اپنی محنت کی کمائی کو کھلا رکھنا' درحقیقت بیج ڈال کر کھیتی اگانا ہے۔ ظاہر بیں نگاہیں دیکھتی ہیں کہ بیج کا دانہ مٹی میں مل کر ضائع ہوگیا۔ لیکن کسان کی دوررس نگاہوں کو نظر آتا ہے کہ اُس ایک دانے سے کِس قدر بالیں پیدا ہوں گی' اور ہر بال میں کِس طرح سینکڑوں دانے ہوں گے۔ اس طرح' اللہ کا قانونِ مشیّت' ہر اُس قوم کے لئے جو اُس پر عمل پیرا ہو' ایک ایک کے' سو سو کر کے دیتا ہے۔ اِس لئے کہ خدا کا قانون' بڑی فراخیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور یکسر علم و حقیقت پر مبنی ہے۔

۲۶۲ جو لوگ نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے ——— جو نوعِ اِنسان کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے ——— اپنی کمائی کو کھلا رکھتے ہیں' اور' اِس کے بعد' انہیں اِس کا خیال تک بھی نہیں آتا کہ اس سے انہوں نے کِسی پر احسان کیا ہے' اور نہ ہی وہ اِس سے دوسروں کے لئے خواہ مخواہ

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

کی مصیبت بن جاتے ہیں' (وہ شکریہ تک کے متمنی نہیں ہوتے ۔ ۷۶/۹)' تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی محنتوں کا معاوضہ اور قربانیوں کا صلہ' اُس نظام کے قیام کی شکل میں' بایں نمط ملتا ہے کہ انہیں نہ کسی خارجی خطرہ کا خوف ہوتا ہے' اور نہ داخلی کشمکش یا احتیاج کے خیال سے غمگینی اور افسردگی۔



جس دینے کے بعد انسان' احسان جتا جتا کر' دوسروں کے لئے مصیبت بن جائے' اُس سے کہیں اچھا یہ ہے کہ وہ' قاعدے کے مطابق' اچھے انداز سے' جواب دیدے' اور اس طرح دوسروں کو اذیّت رسانی سے محفوظ رکھے۔ یاد رکھو! خدا کا نظام ایسی کمزور بنیادوں پر استوار نہیں ہوتا کہ ذرا ذرا سی کمی سے اُس میں زلزلہ آجائے۔ یہ اُس خدا کا نظام ہے جو تمام کائنات سے بے نیاز' اور اپنی قوتوں میں بڑا مستحکم اور بُردبار ہے۔



اے جماعتِ مومنین! اگر تم "نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے کچھ دیکر احسان جتاتے پھر' اور دوسروں کے لئے مصیبت بن جاؤ' تو اس سے تمہارا انفاق' تعمیری نتائج کے بجائے' تخریبی نتائج پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ دیکھنا! تم نے ایسا نہ کرنا۔ یہ کچھ تو وہی شخص کرسکتا ہے جسے قوانین خداوندی کی صداقت اور مستقبل کی زندگی پر یقین نہ ہو' لیکن اِس خیال سے کہ میں نے انہی لوگوں میں رہنا ہے' اِس لئے ان سے بنا کر رکھنا ضروری ہے' اس مد میں کچھ دیدے۔ اِس انفاق کی مثال یوں سمجھو' جیسے کسی سخت چٹان پر یونہی ذرا سی مٹی جم جائے (اور یوں دکھائی دے کہ وہ بڑی عمدہ زمین ہے جس میں اچھی کھیتی اُگے گی۔ لیکن) جب اُس پر بارش کا ایک تیز سا چھینٹا پڑے' تو سب مٹی بہہ جائے' اور نیچے چٹان کی چٹان باقی رہ جائے۔ اِس طرح (ایک ایک دانہ سے سینکڑوں دانے ملنا تو ایک طرف) فصل کاشت کرنے میں جس قدر محنت صرف ہوئی تھی' وہ بھی اکارت چلی جائے ۔ (۵۶/۶۴—۶۷)

یاد رکھو! جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر ایمان نہ رکھیں (اور محض لوگوں کے دکھاوے کے لئے "نیک کام" کریں تو) اُن پر فلاح و سعادت کی راہیں کشادہ نہیں ہوتیں۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

(اعمال کے نتیجہ خیز ہونے کے لئے ایمان —صحیح مقصد— کا ہونا اشد ضروری ہے)

۲۶۵ ان کے برعکس، جو لوگ اپنی محنت کی کمائی کو کھلا رکھتے ہیں تاکہ اُسے قوانین خداوندی کے مطابق صرف کیا جائے، اور اِس سے (نوع انسانی کی پرورش اور) اُن کی اپنی ذات کا استحکام وثبات ہو جائے، اُن کی مثال ایسی ہے کہ کسی اونچی زمین پر (جس تک سیلاب نہ پہنچ سکے) ایک باغ اُگایا جائے۔ اُس پر اگر زور کی بارش ہو تو دُگنا پھل دے۔ اور اگر یونہی، ہلکی سی پھوار بھی پڑ جائے تو وہ بھی اُس کی شادابی کے لئے کافی ہو۔

خدا کا قانون مکافات، جو علم وبصیرت پر مبنی ہے، ان لوگوں کے اعمال کے خوشگوار نتائج مرتب کرتا ہے۔

۲۶۶ ذرا سوچو کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اِس بات کو پسند کرے گا کہ اُس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، جس میں پانی کی ندیاں رواں ہوں (تاکہ وہ سرسبز وشاداب رہے) اِس میں کثرت سے پھل آتے۔ (اور یوں اُس شخص کی اپنی اور اُس کی اولاد کی زندگی خوش حالی میں گذرے)۔ لیکن، اُس کے بعد، جب وہ بوڑھا ہو جاتے، اور اُس کے بچے چھوٹے چھوٹے ہوں، عین اُس وقت، جھلسا دینے والی آندھی کا ایک بگولہ اُٹھے اور سارے باغ کو تباہ کر کے رکھ دے۔ سوچو کہ پس سے، اُس کا اور اُس کی اولاد کا کیا حشر ہو گا؟

(بعینہٖ یہی حالت ہے اُن لوگوں کی جو صرف انفرادی مفاد عاجلہ پر نگاہ رکھتے ہیں اور مستقبل کے متعلق کچھ نہیں سوچتے۔ خدا کا نظام ربوبیت قائم ہی اِس لئے کیا جاتا ہے کہ معاشرہ میں ایسی حالت کبھی نہ پیدا ہونے پائے، اور کوئی خاندان کسی وقت بھی اپنی ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے)۔

یوں اللہ، مختلف مثالوں سے، اپنے قوانین کو وضاحت سے بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر سے کام لو اور سوچو کہ کیا، نوع انسان کو، محتاجی اور مفلسی، اور تباہی وبربادی سے محفوظ رکھنے کیلئے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

کوئی اور نظام بھی ہو سکتا ہے؟

(۲۶۷) لہذا، اے جماعت مومنین! تم زمین کی پیداوار میں سے بھی، اور اپنی صنعت و حرفت سے جو کچھ کماؤ اس میں سے بھی، بہترین حصہ کو نظامِ ربوبیت کے قیام کے لئے کھلا رکھو۔ اِس قسم کا بھولے سے بھی ارادہ نہ کرو کہ اِس مد میں، ایسی نکمی چیزیں دیدی جائیں جنہیں تم اُن کی اصلی قیمت پر خریدنے کیلئے تیار نہ ہو بلکہ ان میں نقص کی وجہ سے، اُن کی قیمت کم کراؤ۔ یاد رکھو! خدا کا نظام ایسا نہیں کہ وُہ بھیک مانگتا پھرے اور تم اس کی جھولی میں بچے کھچے ٹکڑے ڈال دو۔ وہ اس قسم کی خیرات سے بے نیاز اور ہر قسم کی ستائش کا سزاوار ہے۔ (وہ تم سے جو کچھ مانگتا ہے، تمہارے فائدے کے لئے مانگتا ہے۔ اپنے لئے نہیں مانگتا)۔

(۲۶۸) اس مقام پر یہ بھی سمجھ لو کہ تمہارے اِنفرادی مفاد کے خیالات تمہیں یہ کہہ کر ڈرائیں گے کہ اگر تم نے سب کچھ، دوسروں کے لئے دیدیا تو تم مفلس اور نادار ہو جاؤ گے۔ کل کو تم پر بُرا وقت آگیا تو کیا کرو گے؟ اس لئے تم اپنا پیسہ اپنے پاس رکھو۔

لیکن یاد رکھو! خدا کا نظام ربوبیت، تمہیں، ہر قسم کی احتیاج سے محفوظ رکھنے اور خوش حالی کی زندگی بسر کرانے کی ضمانت دیتا ہے۔ اور یہ ضمانت اِس بنا پر دیتا ہے کہ یہ نظام اُس خدا کا ہے جو بڑی وسعتوں کا مالک ہے اور اس کی ہر بات علم و حقیقت پر مبنی ہے۔

(۲۶۹) لیکن یہ باتیں اُس عقل کی رُو سے سمجھ میں نہیں آسکتیں جس کا کام ایک فرد کے ذاتی مفاد کا تحفظ، اور اُس کے سطحی جذبات کی تسکین ہو (۲۸/۵ ؛ ۳۰/۲۹)۔ یہ وحی پر مبنی حکمت کی رُو سے سمجھ میں آسکتی ہیں، جو خدا کے قانونِ مشیّت کے مطابق انبیائے کرام کو ملتی ہے (۱۷/۳۹)، اور، اُن کی وساطت سے، دوسرے انسانوں کو۔ جس قوم کو یہ حکمتِ ربانی مل جائے، اُسے زندگی کی خوش حالیاں اور اختیارات کی وسعتیں بےحد و حساب مل جاتی ہیں (۱۶/۳۰)۔ لیکن اِس بات کو وہی لوگ اپنے پیش نظر رکھ سکتے ہیں، جو جذبات

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع

سے الگ ہو کر عقل و بصیرت سے کام لیں۔

(۲۷۰) جو کچھ تم خرچ کرنے کی چیزوں سے خرچ کرتے ہو۔ یا جو کچھ تم (مالی امداد کے علاوہ' دیگر امور میں) اپنے اوپر واجب قرار دے لیتے ہو' تو' اُن میں سے ہر بات' خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں میں ہوتی ہے۔ اور وہی تمہارا مؤیّد اور مددگار ہوتا ہے۔ وہ' اُن کا حامی و ناصر نہیں ہوتا جو قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتیں۔

(۲۷۱) جو کچھ تم اجتماعی ضروریات کے لئے دیتے ہو' اُسے کھلے بندوں دو' تو بھی اچھا ہے۔ اور (اگر نظام کے ابتدائی مراحل میں اُسے) اہلِ حاجت تک چپکے سے پہنچا دو' تو بھی ٹھیک ہے۔ یہ چیزیں' ہر صورت میں' تمہاری ناہمواریوں اور کمزوریوں کو دور کر دیں گی ——— اور ایسا ضرور ہو کر رہے گا' کیونکہ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔

(۲۷۲) اے رسول! تم اِن لوگوں کو' نظامِ خداوندی کی یہ راہ دکھا دو۔ تمہارے ذمّے اتنا ہی ہے۔ انہیں اِس راستے پر چلا دینا تمہارے ذمّے نہیں (۵/۹۹ ؛ ۲۸/۵۶)۔ کسی کا صحیح راستے پر چلنا' خدا کے قانونِ مشیّت کے مطابق ہوتا ہے' جس کی رُو سے' اُس نے' انسان کو اپنے لئے آپ راستہ منتخب کرنے کا اختیار دے رکھا ہے ——— تم اِن لوگوں کو اتنا بتا دو کہ تم جو کچھ بھی اِس ضمن میں' خرچ کرو گے' اُس کا فائدہ خود تمہاری اپنی ذات کو ہو گا' بشرطیکہ یہ کچھ' قانونِ خداوندی کے مطابق' نظامِ خداوندی کی تشکیل کیلئے خرچ کیا جائے۔ اِس کا جذبۂ محرکہ کچھ اور نہ ہو۔ یوں جو کچھ تم خرچ کرو گے' وہ تمہیں پورا پورا واپس مل جائے گا۔ اِس میں ذرّہ برابر کمی نہیں ہو گی۔

(۲۷۳) یہ بھی یاد رکھو کہ اِس روپیہ کو' پیشہ ور بھک منگوں پر خرچ نہیں کیا جائے گا۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

یہ اُن حقیقی ضرورت مندوں کے لئے ہوگا جو' اِس نظام کی تشکیل کے سلسلہ میں' کہیں رُک دیئے گئے ہوں۔ وہ نہ وہاں سے کسی اور جگہ جاسکیں اور نہ ہی وہاں رہتے ہوئے اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔ اُن میں (سیرت کی پختگی کی وجہ سے استغناء کا یہ عالم ہو کہ) ناواقف یہی سمجھے کہ اُن کے پاس بہت کچھ ہے۔ اُنہیں کسی چیز کی کمی نہیں۔ البتہ جاننے والے' اُنہیں' اُن کے چہروں پر نمودار ہوجانے والے اثرات سے پہچان لیں۔ یہ لوگ' لپٹ لپٹ کر مانگنے والے گداگر نہیں ہوتے۔

اِن لوگوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے تم جو کچھ دو گے' اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہوگا۔ یعنی اُسے دینے والوں کی نیت کا بھی علم ہوتا ہے اور لینے والوں کی ضروریات کا بھی۔

۲۷۴ اس انداز سے دینے والے' وہ لوگ ہیں جو اپنا مال دِن رات' کھلے بندوں اور خاموشی سے' اِس مقصد کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ اِنہی کی قربانیوں سے وہ نظام قائم ہوتا ہے جس میں نہ کسی کو کسی قسم کا خوف وخطر رہتا ہے' نہ افسردگی اور غمگینی۔

۲۷۵ ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو' اپنا پیٹ کاٹ کر' ضرورتمندوں کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں (۵۹/۹)۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو قرض دیتے ہیں تو' اُن کی احتیاج سے فائدہ اُٹھا کر' جتنا دیتے ہیں اُس سے زیادہ وصول کرتے ہیں۔ اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے لوگوں کی حالت یوں سمجھو جیسے کسی کو سانپ نے ڈس لیا ہو اور وہ دیوانہ وار' اِدھر اُدھر بھاگتا پھرے۔ (یعنی ہوسِ زر' ان کے سینے میں آگ لگا دیتی ہے جس سے وہ ہر وقت مضطرب وبیقرار رہتے ہیں)۔ یہ لوگ اپنی اِس روش کے جواز میں' دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ربٰو (روپے پر زیادہ وصول کرنا) تجارت کی مثل ہے۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں (جس طرح تجارت میں' دوکاندار' گاہک سے' اپنے اصلِ زر سے زائد لیتا ہے' اسی طرح ربٰو میں' روپیہ دینے والا' اپنے اصل سے زیادہ وصول کرتا ہے)۔ یہ ان کی کٹ حجتی ہے۔ تجارت میں انسان روپیہ بھی

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾

لگاتا ہے اور' اُس کے ساتھ' محنت بھی کرتا ہے۔ جو کچھ وہ زائد لیتا ہے' وہ اُس کے روپے کا منافع نہیں ہوتا' اُس کی محنت کا معاوضہ ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل جائز ہے۔ اِس کے برعکس' ربٰو میں' محنت کچھ نہیں کی جاتی۔ محض روپے پر منافع لیا جاتا ہے۔ یہ ناجائز ہے۔ (اس ضمن میں اس اُصول کو یاد رکھو کہ جائز صرف محنت کا معاوضہ ہے۔ (٥٣/٣٩)۔ خالی' سرمایہ لگا کر دوسروں کی محنت کا ماحصل خود لے لینا' جائز نہیں ہے۔ اِس کو ربٰو کہتے ہیں)۔

سو جس شخص تک خدا کا یہ قانون پہنچ جائے' اور وہ اپنی سابقہ روش سے رُک جائے' تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے' وہ اُس کا ہے۔ نظامِ خداوندی کی رُو سے' اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ لیکن جو اِس سے نہ رُکے۔ یا دوبارہ یہی روش اختیار کرلے۔ تو یہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس جائیں گی اور اِن کے لئے اِس عذاب سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

٢٧٦ یاد رکھو! ربٰو' جس کے متعلق انسان بظاہر یہ سمجھتا ہے کہ اِس سے سرمایہ بڑھتا ہے' درحقیقت' خود بھی مٹتا ہے اور اُس قوم کو بھی مٹا دیتا ہے۔ اِس کے برعکس' جو کچھ دوسروں کی نشوونما کے لئے دیا جاتا ہے' اور جس کے متعلق بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے سرمایہ میں کمی آجاتی ہے' خود بھی بڑھتا ہے اور اُس قوم کے بڑھنے' پھولنے' پھلنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

ربٰو سے یہ ذہنیت عام ہو جاتی ہے کہ جہاں تک ہوسکے' سامانِ زیست کو لوگوں سے چھپا کر رکھا جائے تاکہ وہ اِس کے لئے محتاج ہوں' اور قرض لینے پر مجبور۔ اور قرض دینے والا' اُن کی محنت کی کمائی پر عیش اُڑائے۔ اِس سے انسان کی قوتِ عمل مفلوج ہو جاتی ہے' اور وہ سفرِ زندگی میں آگے بڑھنے کے قابل نہیں رہتا۔ لہذا' نظامِ سرمایہ داری کی حامل قوم' تباہ و برباد ہو کر رہتی ہے۔

٢٧٧ خدا پر ایمان رکھنے' اور اُس کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہنے والے' بھلا ایسا انسانیت سوز نظام کس طرح قائم کرسکتے ہیں؟ وہ ایسا نظام قائم کرتے ہیں جس میں ہر فرد قوانین خداوندی کا اتباع کرے' اور' اس طرح' نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان فراہم کرتا چلا جائے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے حسنِ عمل کا صلہ' نظامِ ربوبیت کی شکل میں' سامنے آتا ہے اور اس طرح انہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ

(۳۸ ع ۹ ۲)

نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہوتا ہے، نہ غمگینی ستاتی ہے۔

۲۷۸ ہٰذا، اے جماعتِ مومنین! تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو، اور ربوٰ میں سے جو کچھ کسی کے ذمے باقی رہ گیا ہے، اُسے معاف کر دو۔ تمہارے ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

۲۷۹ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھو! تمہاری اس روش کو نظامِ خداوندی کے خلاف اعلانِ جنگ سمجھا جائے گا (اس لئے کہ دینِ خداوندی، نظامِ سرمایہ داری کا کھلا ہوا دشمن ہے، اور ان دونوں میں کبھی مفاہمت نہیں ہو سکتی)۔ اگر تم، اِس روش سے باز آجاؤ، تو تم اپنا اصل زر واپس لے سکتے ہو۔ تاکہ نہ تم پر کوئی زیادتی ہو، نہ مقروض پر۔

۲۸۰ اگر مقروض تنگدست ہے، تو اُسے اتنی مہلت دو کہ وہ قرض بسہولت ادا کر سکے۔ اور اگر تم اُسے بالکل ہی معاف کر دو، تو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے، بشرطیکہ تم، دور رس نگاہ سے، دیکھ سکو کہ اس میں کس قدر اجتماعی مفاد مضمر ہیں۔

۲۸۱ تم ہمیشہ اس (آنے والے انقلاب کے) زمانے کو اپنے سامنے رکھو جس میں تمہارے ہر معاملہ کا فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق ہوگا۔ ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور کوئی کسی کی محنت کو چھین کر نہیں لے جائے گا۔

(یہ اِس دُنیا میں بھی ہوگا، اور مرنے کے بعد بھی)۔

۲۸۲ (جب تک نظامِ ربوبیت قائم نہیں ہو جاتا، تمہیں ایک دوسرے سے انفرادی طور پر قرض لینے کی ضرورت پڑے گی۔ سو) جب تم کسی سے، ایک مقررہ مدت کے لئے، کچھ قرض لو، تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور چاہیئے کہ ایک لکھنے والا، تمہارے اس باہمی معاملہ کو عدل کے ساتھ لکھ دے۔ وہ اِس سے انکار نہ کرے۔ جب اُسے اللہ نے علم عطا کیا ہے، تو اُسے چاہیئے کہ اُس سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ قرض لینے والا اِس تحریر کو لکھوائے۔ کاتب کو چاہیئے کہ وہ قانونِ خداوندی کی

يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ
شَيْئًا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ
بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا
مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَا
دَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا ۖ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا
تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ
بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۸۲﴾

نگہداشت کرے اور جو کچھ لکھوایا جائے اُس میں کسی قسم کی کمی (بیشی) نہ کرے۔

اگر قرض لینے والا کم عقل ہو۔ یا ضعیف ہو۔ یا اِس تحریر کو لکھوانے کی بھی قابلیت نہ رکھتا ہو تو اس کی طرف سے‘ اُس کا کوئی دوست یا سرپرست‘ عدل و انصاف کے ساتھ لکھوا دے۔

اور ایسے معاملات کے وقت‘ اپنے میں سے دو مرد بطور گواہ بھی بلا لیا کرو۔ اگر کسی وقت‘ دو مرد موجود نہ ہوں‘ تو ان میں سے جن پر فریقین رضامند ہوں‘ ایک مرد اور دو عورتیں‘ بطور گواہ بلا لیا کرو —— دو عورتیں اس لئے کہ اگر اُن میں سے کسی کو کچھ اشتباہ ہو جائے تو اُسے دوسری یاد دلا دے (۴۳/۱۸)۔ اور جب گواہ بلائے جائیں تو اُنہیں چاہیئے کہ وہ انکار نہ کریں۔

قرض تھوڑا ہو یا بہت ‘ اُس کی میعاد کے اندر‘ دستاویز لکھنے میں کوتاہی نہ کرو۔ قانونِ خداوندی کی رُو سے‘ یہ چیز تقاضائے انصاف کے زیادہ قریب ہے‘ اور شہادت کو محکم بنانے کا طریق‘ اور شکوک و شبہات کے ازالہ کی عمدہ تدبیر۔

لیکن اگر تم آپس میں کوئی نقد سودا کرو‘ جس کے لئے تم عام طور پر لین دین کرتے رہتے ہو‘ تو اِس میں کچھ ہرج نہیں کہ اُسے تم ضبطِ تحریر میں نہ لاؤ۔ البتہ ایسی خرید و فروخت کے وقت بھی گواہ ضرور رکھ لیا کرو۔

یہ بھی یاد رکھو‘ کہ کاتب یا گواہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیئے۔ اگر تم ایسا کرو گے

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ (ع ۳۹ / ۷)

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

تو یہ قانون خداوندی سے سرتابی ہوگی۔ تم ہر معاملہ میں قانون خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اللہ تمہیں اِن قوانین کا (وحی کے ذریعے) علم عطا کرتا ہے ——— اور وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

(۲۸۳) اگر تم حالتِ سفر میں ہو' اور تمہیں کاتب نہ مل سکے' تو قرض لینے والے کی کوئی چیز' بطورِ ضمانت اپنے پاس رکھ لو۔ اور اگر تم ایک دوسرے پر اعتماد کرو' تو جس شخص پر اعتماد کیا گیا ہے' اُسے چاہیئے کہ اپنی امانت کو (پوری پوری دیانت سے) واپس کر دے۔ اور' اِس طرح اپنے نشوونما دینے والے کے قانون کی نگہداشت کرے۔

اور تم شہادت کو کبھی نہ چھپاؤ۔ جو ایسا کرتا ہے' (تو اگر' لوگوں کو اُس کا پتہ نہ بھی چلے' اور وہ اُن میں معتبر بنا رہے' پھر بھی) اُس کا دل ضرور مجرم ہوتا ہے اور اُس کی ذات کی نشوونما کی قوتیں مضمحل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اِس لئے کہ خدا کے قانونِ مکافات سے تو کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اُسے ہر بات کا علم ہوتا ہے۔



(۲۸۴) یاد رکھو! کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' سب خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے (اور مقصد اس تگ و تاز سے' یہ ہے کہ انسان کا کوئی کام بلا نتیجہ نہ رہنے پائے (۳۴ــ۴/۳ ; ۴۵/۲۲ ; ۵۳/۳۱)۔ لہذا' اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ تم دِل میں چھپائے کیا رکھتے ہو اور ظاہر کیا کرتے ہو۔ خدا کے قانونِ مکافات کی نظروں میں دونوں یکساں ہیں۔ وہ تمہارے ہر عمل کا محاسبہ کرتا ہے۔ اور اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ وہ کونسے اعمال ہیں جن کے مضر اثرات سے تم محفوظ رہ سکتے ہو اور کون سے ایسے جن کی تباہی سے تم بچ نہیں سکتے۔ یہ سب کچھ خدا کے قانون مشیّت کے مطابق ہوتا ہے' جس کی رُو سے' اُس نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں اور اُن پر اسے پورا پورا کنٹرول ہے۔



یہ تمام قوانین و اقدار' اس وحی کی رُو سے واضح کر دی گئی ہیں جو اس رسول پر نازل کی گئی ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۲۸۵ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ

۲۸۵ رسول، اور اس کے ساتھ جماعتِ مومنین، سب اس ضابطہ حیات کی صداقت پر یقینِ محکم رکھتے ہیں۔ ——— یہ ایمان رکھتے ہیں اللہ پر، ملائکہ پر، اُسکی طرف سے بھیجے ہوئے قانونی ضابطوں پر۔ اور اُن رسولوں پر جن کے ذریعے یہ ضوابط دوسرے انسانوں تک پہنچتے رہے۔ یہ سب ایک ہی سلسلۂ رشد و ہدایت کی کڑیاں تھیں۔ اس لئے، جماعتِ مومنین کا مسلک یہ نہیں ہوتا کہ وہ، ان میں سے، کسی ایک کو مان لیں اور باقیوں کو چھوڑ دیں۔ وہ ان سب کو خدا کے سچے رسول مانتے ہیں اور منصبِ رسالت کے اعتبار سے ایک دوسرے میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

وہ اس طرح ایمان لاتے ہیں، اور اس کے بعد، ان کی عملی زندگی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ انہیں جو حکم ملتا ہے اسے دل کے کانوں سے سنتے ہیں اور بطیب خاطر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس سے اُن کی ذات میں ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ خدا کے قانونِ ربوبیت کے مطابق، ہر قسم کے تخریبی عناصر کی ضرر رسانی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور یوں رفتہ رفتہ اُس منزل تک پہنچ جاتے ہیں جو اُن کے خدا نے ان کے لئے تجویز کر رکھی ہے۔

۲۸۶ یاد رکھو! ان قوانین و احکام کی اطاعت اِس لئے نہیں کرائی جاتی کہ اس سے خدا کا کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ اِس سے مقصود صرف یہ ہے کہ تمہاری ذات میں وسعتیں پیدا ہوتی جائیں (۶/۱۵۳ ؛ ۲۳/۶۲ ؛ ۶/۶۲)۔ انسانی ذات کی تعمیر و تخریب کا دار و مدار، انسان کے اپنے اعمال پر ہے۔ اس کے لئے اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام، جس میں، تمہارے اپنے فائدے کے ساتھ، دوسروں کا فائدہ بھی مقصود ہو، انسانی ذات کی تقویت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کام جس سے صرف اپنا ذاتی فائدہ مقصود ہو (اور دوسروں کے مفاد کا خیال نہ رکھا جائے) اس کے لئے نقصان رساں ہوتا ہے۔

یہ جماعتِ مومنین، اسی راستے پر گامزن رہتی ہے ——— نگاہیں منزلِ مقصود پر، اور دل میں مچلتی ہوئی یہ آرزوئیں کہ ———

بارالہٰا!

اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہو جائے، یا نشانہ خطا ہو جائے، تو یہ چیز ہماری نشو و نما کے راستے میں حائل نہ ہو۔

اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

ہم جہالت اور استبداد کے اُس بوجھ تلے نہ دب جائیں جس کے نیچے اقوامِ سابقہ دب گئی تھیں، (اور جس سے نوعِ انسان کو آزاد کرانے کے لئے تیرا یہ رسول آیا ہے (۷/۱۵۷)۔

ہم پر ایسی ذمہ داریاں عائد نہ ہوں جن کے ہم متحمل نہ ہو سکیں۔ (یعنی ہمیں ہر ذمہ داری کے مناسب قوّت حاصل رہے)۔

اگر ہم سے کہیں لغزش ہو جائے تو ہمیں اس کی توفیق ہو کہ ہم اپنے حسنِ عمل سے، اُس کے مضر اثرات کو مٹا سکیں (۱۱/۱۱۴)۔

ہم تمام تخریبی عناصر کے حملوں سے محفوظ رہیں۔

ہماری نشو و نما کے لئے ضروری سامان و ذرائع، تیرے قانونِ ربوبیت کے مطابق ملتے رہیں۔

اِس لئے کہ تیرا قانونِ ربوبیت ہی ہمارا سرپرست اور کارساز ہے۔ اور اسی کی تائید و نصرت سے ہم حق کے مخالفین پر غلبہ اور کامیابی چاہتے ہیں۔

بار الٰہا!

ہماری ان آرزوؤں کو شرفِ تکمیل عطا فرما!

ختم سورۃ بقرۃ

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۙ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۴﴾ هُوَ الَّذِیْ يُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۵﴾

---

۱ — خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ

۲ — اُس کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جسے یہ حق حاصل ہو کہ کسی سے اپنے قانون اور فیصلوں کی اطاعت کرائے۔ کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ اسی کا ہے۔ وہ زندہ ہے اور زندگی بخش۔ خود قائم ہے اور ہر ایک کو قیام عطا کرتا ہے۔

۳ — اُس نے (اے رسول!) تمہیں یہ ضابطہ عطا کیا ہے جو سرتاپا حق ہے' اور اُن تمام حقائق و دعاوی کو سچ کر دکھانے والا ہے جو اِس سے پہلے خدا کی طرف سے آ چکے ہیں۔ (مثلاً) تورات و انجیل' جو اس سے پہلے' نوعِ انسان کی راہ نمائی کے لئے اُس نے بھیجی تھیں۔ اُن کے بعد اب یہ ضابطۂ ہدایت آیا ہے جو حق اور باطل کو نکھار کر الگ کر دے گا ($\frac{۲۵}{۱}$)۔

جو لوگ ایسے کھلے ہوئے قوانینِ خداوندی کی صداقت سے انکار کریں گے' اور ان سے سرکشی برتیں گے' تو (خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق) اُن کی اس روش کا نتیجہ' سخت تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا — یہ خالی دھمکی نہیں۔ یہ اُس خدا کا قانونِ مکافات ہے' جو اتنی قوت رکھتا ہے کہ ہر عمل کو اُس کے آخری نتیجہ تک پہنچا کر رہے۔

۴ — اِس قدر عظیم قوت کے ساتھ' اُس کے علم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کوئی شے نہیں جو اُس سے پوشیدہ ہو۔

۵ — اُس کے قانونِ مشیت کی ہمہ گیری کی یہ کیفیت ہے کہ وہ' انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے' رحمِ مادر میں اُسے موزوں پیکر عطا کر دیتا ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشٰبَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗٓ إِلَّا اللّٰهُ ۘؕ وَالرّٰسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبٰبِ ۝٦

یہ ہے وہ خدا جس کے علاوہ کائنات میں کسی کا قانون کارفرما نہیں۔ اُس کا قانون، بڑی قوت کا مالک ہے، لیکن اندھی قوت کا نہیں ——— ایسی قوت کا جو یکسر حکمت پر مبنی ہے۔

۶

اُس خدا نے، جس کا قانون، کائنات میں اِس طرح کارفرما ہے، انسانوں کی راہ نمائی کے لئے یہ ضابطۂ حیات بھیجا ہے۔ اِس میں ایک حصّہ تو وہ ہے جو مستقل اقدار، قوانین اور احکام پر مشتمل ہے۔ یہ حصّہ، اِس ضابطہ کی اصل وبنیاد ہے۔ ان امور کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہر لفظ اپنے متعین معانی سامنے لے آتا ہے۔

دوسرا حصّہ وہ ہے جو اُن حقائق پر مشتمل ہے جو مادی کائنات سے ماوراء ہیں (مثلاً خدا کی ذات یا حیاتِ اُخروی وغیرہ)۔ اِن حقائق کو سمجھانے کے لئے، انہیں تشبیہات اور استعارات کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سو جن لوگوں کے دِل، حق کی راہ چھوڑ کر، دوسری طرف جھک جاتے ہیں۔ جو کجروی اختیار کرتے ہیں۔ وہ محض فتنہ پیدا کرنے کے لئے، اِن الفاظ کو پکڑ لیتے ہیں جن سے اِن حقائق کو تشبیہ دی گئی ہے (مثلاً خدا کے اقتدار اور کنٹرول کے لئے عرش کا لفظ، اور اُس کے علم کی وسعت کے لئے کُرسی کا لفظ)۔ وہ یا تو ان الفاظ ہی کو اصل وحقیقت قرار دیدیتے ہیں (مثلاً یہ کہ خدا سچ مچ ایک تخت کے اوپر بیٹھا ہے)۔ اور یا یُونہی قیاسات کی رُو سے، اِن کی کنہ وحقیقت متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں (مثلاً یہ کہ خدا کی ذات کی اصل وحقیقت کیا ہے) اور ایسا کرنے میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ یاد رکھئے! اِن میں بعض حقائق تو ایسے ہیں جن کی ماہیت اور حقیقت صرف خدا ہی جانتا ہے۔ البتہ یہ بات، عقل وبصیرت کی رُو سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اُن کے بیان کرنے سے مقصود کیا ہے۔ اور بعض حقائق ایسے ہیں، جن کی حقیقت انسانی علم کی سطح کے بلند ہونے سے سامنے آسکتی ہے (۱۴/۵۳) ——— لیکن اُنہی لوگوں کے سامنے جو مسلسل غور وتدبر اور محنت شاقہ سے علم میں پختگی حاصل کرتے جائیں۔

ان لوگوں کی بھی یہ کیفیت ہے کہ وہ اِن تشبیہی امور کے متعلق ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب خدا کی طرف سے حقیقت کا بیان ہے، اور، اس کے بعد غور وفکر سے، علیٰ حدِّ بشریت، ان حقائق کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں (۴۲/۴۷)۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾

ع ۵

۷ یہ وہ لوگ ہیں جن کی (علمی تحقیقات اور حقیقت فہمی کی کوششوں میں) ہمیشہ یہ آرزو رہتی ہے کہ اُن کے قلوب (قرآن کی صحیح) راہ نمائی کے بعد کسی اور طرف نہ جھک جائیں' اور اُن کی قلبی اور ذہنی صلاحیتیں اسی کی روشنی میں برومند ہوں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ انسان کو اس کی صحیح منزل کی طرف راہ نمائی' تنہا عقل کی رُو سے نہیں مل سکتی۔ یہ صرف وحی کی رُو سے ممکن ہے جو خدا کی طرف سے (حضرات انبیائے کرام کو) وہبی طور پر ملتی تھی۔ کسب وہنر سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔

۸ یہی وہ خدا کی راہ نمائی ہے جس کی رُو سے انسان' اپنے اختلافات چھوڑ کر ایک نقطہ پر جمع ہو سکیں گے۔ یہ اُس انقلابی دور میں ہوگا جس کے واقع ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں — اس لئے کہ یہ خدا کے قانون کے مُطابق ہوگا' اور خدا کے قوانین اٹل ہیں۔

اس دُنیا کے علاوہ' انسانوں کا اجتماع' اُخروی دنیا میں بھی ہوگا' جس کا تشبیہی بیان قرآن میں آیا ہے' لیکن انسان اپنے شعور کی موجودہ سطح پر اُس کی کیفیت کو نہیں سمجھ سکتا —— لیکن اُس کی کیفیت اور حقیقت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے' اُس کے واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

۹ جو لوگ' اس راہ نمائی کی صداقت سے انکار کر کے' اپنے لئے دوسری روش اختیار کر لیں' تو اس سے اُنہیں کتنے ہی مفاد عاجلہ (مال اور اولاد وغیرہ کی کثرت) کیوں نہ حاصل ہو جائیں' غلط رَوِش کے تباہ کن نتائج سے وہ کبھی نہیں بچ سکیں گے۔ اُن کی یہ رَوِش' فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کا موجب بنتی ہے' جس میں وہ خود بھی جل کر راکھ ہو جاتے ہیں اور اُن کے ساتھی بھی۔

۱۰ اِس حقیقت پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں (مثلاً) تم قوم فرعون' اور اُس سے پہلی قوموں کے طور طریق پر غور کرو' اور اُن لوگوں کے انجام کو دیکھو۔ انہوں نے ہمارے قوانین کو جھٹلایا اور اپنے لئے دوسری راہیں اختیار کر لیں' تو اُن غلط راہوں کے عواقب نے انہیں آن پکڑا' اور دنیا نے دیکھ لیا کہ خدا کا قانونِ مکافات' مجرمین کا پیچھا کس شدت سے کیا کرتا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۱﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۲﴾ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۳﴾

---

۱۱ لہٰذا یہ لوگ، جو اِس نظام کی اِس طرح مخالفت کر رہے ہیں، اُن کے سامنے تاریخ کے یہ واقعات دُہراؤ اور اُن سے کہو کہ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب تم سب مغلوب ہو جاؤ گے اور تباہی و بربادی کے جہنم کی طرف ہنکائے جاؤ گے۔

سوچو کہ وہ زندگی کتنی بری زندگی ہوگی!

۱۲ اِس کی ہلکی سی جھلک، تم اُس تصادم میں دیکھ چکے ہو جو (ابھی ابھی 'بدر' کے میدان میں) تم دونوں جماعتوں کے درمیان ہو چکا ہے —— ایک گروہ 'نظامِ خداوندی کی اقامت کے لئے شمشیر بکف تھا' اور دوسرا گروہ مخالفین کا تھا۔ تعداد کے لحاظ سے، مخالفین کی جماعت بہت زیادہ تھی، (لیکن چونکہ جماعتِ مومنین' ایک عظیم' مقصد کے لئے میدانِ جنگ میں آئی تھی، اس لئے اس کے حوصلے بڑے بلند تھے۔ وہ دشمن کے اس گروہ کثیر کو زیادہ سے زیادہ) اپنے سے 'دُگنا محسوس کرتے تھے۔ (اِس لئے کہ اپنے سے دگنی تعداد پر کامیابی کا انہیں بہرحال یقین تھا (۸/۶۵ : ۸/۶۶)۔

چنانچہ اُنہیں فتح نصیب ہوئی۔ اِس طرح، قانونِ خداوندی کی تائید ان لوگوں کو حاصل ہو جاتی ہے جو صحیح روش پر چل کر اُس کی تائید کو حاصل کر لینا چاہیں۔

جو لوگ آنکھیں رکھتے ہیں، اُنہیں اسی ایک واقعہ سے سبق حاصل کر لینا چاہیئے کہ اُن کی مخالفت کا آخر الامر نتیجہ کیا نکلے گا؟

۱۳ اِن دونوں جماعتوں میں جو بنیادی فرق ہے، اُس کے لئے ایک اُصولی بات کا سمجھ لینا ضروری ہے —— انسانی زندگی کی حالت یہ ہے کہ یہاں بے شمار پسندیدہ اور خوشنما چیزیں ہیں جو انسان کے لئے وجہ جاذبیت ہیں۔ مثلاً بیوی بچوں کی محبت۔ چاندی، سونے (مال و دولت) کے ذخیرے۔ چُنے ہوئے عمدہ گھوڑے۔ مال، مویشی۔ کھیتی باڑی۔ وغیرہ۔ انسان ان کی طرف کھنچتا ہے۔ یہ بُری بات نہیں۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۵﴾

لیکن، انہی چیزوں کو مقصودِ حیات اور منتہائے زندگی سمجھ لینا غلط ہے۔ یہ صرف انسان کی طبیعی زندگی کا ساز و سامان ہیں۔ (جو لوگ انہی کو مقصودِ حیات سمجھ لیتے ہیں، وہ کسی بڑی قدر اور اصول کی خاطر، جان دینا تو ایک طرف، ذرا سی تکلیف گوارا کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اِس کے برعکس، جماعتِ مومنین ہے، جس کا ایمان یہ ہے کہ دنیاوی زندگی اور اِس کا ساز و سامان مقصودِ حیات نہیں، ایک بلند مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہ بلند مقصد ہے، انسانی ذات کی نشو و نما جو مستقل اقدار کے تحفظ سے ہوتی ہے۔ اِس لئے، جب دنیاوی مفاد اور بلند اقدار میں تصادم ہوتا ہے، تو وہ بلند اقدار کی حفاظت کے لئے دنیاوی مفاد کو بطیبِ خاطر قربان کر دیتے ہیں، اور یوں) اس بلند مقام کو پا لیتے ہیں جو حقیقی زندگی کے لئے بڑا ہی خوشگوار اور حسین ہے۔

۱۴ لہٰذا، جو لوگ دنیاوی سامانِ زیست ہی کو اصل و مقصود سمجھ رہے ہیں، اُن سے کہو کہ آؤ! میں تمہیں ایک ایسی چیز کا پتہ نشان بتاؤں جو اِس تمام ساز و متاع سے کہیں بہتر ہے —— یعنی شگفتگی اور شادابی کی ایسی زندگی جس کی بہاروں پر کبھی خزاں نہیں آ سکتی۔ جس میں تمام رفقاء (اُنہی کی طرح) پاکیزہ سیرت اور بلند کردار کے حامل ہوتے ہیں۔ اُس میں ہر قدم، قانونِ خداوندی کی ہم آہنگی میں اُٹھتا ہے۔

یہ زندگی، اُن سعادتمند لوگوں کے حصّے میں آتی ہے جو قانونِ خداوندی کی پوری پوری نگہداشت کرتے ہیں۔ یہ اُنہیں، ان اعمال کے بدلے میں ملتی ہے جو خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں کے سامنے رہتے ہیں۔

۱۵ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نشو و نما دینے والے کے ضابطہ قوانین کو اپنا نصب العین حیات قرار دے لیتے ہیں۔ اِس کے بعد اُن کی کوشش اور آرزو یہ ہوتی ہے کہ وہ ان تمام غلط باتوں کے اثرات سے محفوظ رہیں جو مخالفین اُن کے پیچھے چپکا دیتے ہیں، تاکہ اُن کا دامن ان خار دار جھاڑیوں میں اُلجھ کر نہ رہ جائے۔ اور وہ اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو تعمیری مقاصد میں صرف کر کے، زندگی کی تباہیوں سے محفوظ رہیں۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

---

۱۶ یہ لوگ، اپنے نصب العین پر ثبات و استقامت سے جمے رہتے ہیں اور ہر مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔

اپنے دعوئے ایمان کو عملاً سچ کر کے دکھاتے ہیں۔

ہر قت، قوانین خداوندی کے سامنے جھکے رہتے ہیں، اور اپنی صلاحیتوں کو انہی کے مطابق صرف کرتے ہیں۔

اپنی محنت کے ماحصل کو، نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔

اور اپنے ہر پروگرام کو شروع کرنے سے پہلے اس امر کا اطمینان کر لیتے ہیں کہ، اُن کے پاس پورا پورا سامانِ حفاظت موجود ہے ——— دشمن سے بچاؤ کے لئے بھی، اور خود اپنے دل میں پیدا ہونے والے خدشات کی مدافعت کے لئے بھی۔

۱۷ بات یہاں سے شروع ہوئی تھی (۳/۳) کہ کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ، خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اِس حقیقت کبریٰ کی شہادت ایک تو، خود ذاتِ خداوندی کا صحیح تصور مہیا کرتا ہے (کہ اگر کائنات میں ایک سے زیادہ صاحبِ اقتدار قوتیں ہوتیں تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جاتا (۲۱/۲۲)۔

اس کے بعد، اس کی شہادت، کائناتی قوتیں بہم پہنچاتی ہیں جن کے مطالعہ اور مشاہدہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ساری کائنات ایک "وحدت" ہے اور اس میں ایک عالمگیر قانون کارفرما ہے۔

پھر اس کی شہادت وہ صاحبانِ علم و بصیرت بہم پہنچاتے ہیں جو عدل و مساوات کی بنیادوں پر معاشرہ کا نظام قائم کرتے ہیں۔ اِس نظام کے زندہ نتائج، اُن کی شہادت کی دلیل بنتے ہیں۔

یہ تمام شہادات، انسان کو اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہیں کہ کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ صرف ذاتِ خداوندی کو حاصل ہے۔ اور یہ تمام سلسلہ، اُس کے بے مثال غلبہ و قوت، اور بے نظیر حکمت کے مطابق سرگرمِ عمل ہے۔

۱۸ اسی کا نام اسلام ہے۔ اور یہی وہ نظامِ حیات ہے جو تمام کائنات اور نوعِ انسان کے لئے قانونِ خداوندی کے مطابق تجویز ہوا ہے۔ یہ کوئی نیا نظام نہیں۔ تمام انبیائے سابقہؑ اسی نظام کو لے کر آتے رہے لیکن اُن کے بعد، اُن کے متبعین، باہمی ضد اور سرکشی کی بنا پر، اس میں اختلافات

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿١٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢١﴾

کرنے لگ جاتے۔ اس طرح یہ نظام، اپنی اصلی شکل میں اُن کے پاس نہ رہتا، اور وہ دوسری راہوں پر چل نکلتے ——— اور اس کا نتیجہ بھی بھگتتے۔ اس لئے کہ خدا کا قانون مکافات نتائج مرتب کرنے میں دیر نہیں لگایا کرتا۔

(۱۹) یہی حالت، اِس وقت، اُن لوگوں کی ہے جو اِس نظامِ خداوندی کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ سو اگر، یہ تم سے اس باب میں جھگڑا، تنازعہ کریں، تو ان سے کہدو کہ (تم اپنے لئے جو فیصلہ کرنا چاہتے ہو کرلو) جہاں تک میرا اپنا، اور اُس جماعت کا تعلق ہے جو میرے پیچھے چلتی ہے، ہم نے اپنی تمام توجہات اِسی نظام کی تشکیل پر مرکوز کر رکھی ہیں۔

اس کے بعد تم ان لوگوں سے، جو اپنے آپ کو اہلِ کتاب کہتے ہیں، اور اُن سے بھی جو کسی آسمانی کتاب کے مدعی نہیں، پوچھو کہ وہ اِس نظام کی اِطاعت کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ اس کی اطاعت کریں گے تو زندگی کی کامرانیوں کی راہیں ان پر کھل جائیں گی۔ لیکن اگر یہ اس سے روگردانی کریں گے تو تم پر اِس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ تمہارا فریضہ ان تک پیغام پہنچا دینا ہے۔ (ماننا نہ ماننا ان کے اپنے اختیار کی بات ہے)۔

اس کے بعد جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ خدا کا قانون مکافات، تمام انسانوں کے اعمال پر نگاہ رکھتا ہے۔

(۲۰) جو لوگ اِس ضابطہ حیات کی صداقت سے انکار کرتے ہیں، اور ناحق، اِس کی طرف دعوت دینے والے انبیاءؑ کی تخریب کے درپے ہو جاتے ہیں اور اُنہیں قتل کرنے پر اُتر آتے ہیں، اور اُن کے ساتھ، اُن لوگوں کو قتل کرنے پر بھی جو قوانین خداوندی کے مُطابق، عدل و مساوات کا نظام قائم کرتے ہیں۔ تو اِن لوگوں کو آگاہ کردو کہ ان کی سب کوششیں رائگاں جائیں گی اور آخرالامران پر سخت تباہی آئے گی۔

(۲۱) یہ وہ لوگ ہیں کہ جو کچھ یہ کرتے ہیں، نہ دنیا میں ان کے کسی کام آسکے گا، نہ آخرت میں

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۴﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵﴾

—— اور نہ ہی کوئی ایسا ہوگا جو اِن کی کسی قسم کی مدد کر سکے۔

۲۲ یہ 'اہلِ کتاب' وہ ہیں جنہیں اس ضابطہ خداوندی کا (جو اب 'مکمل شکل میں قرآن میں آیا ہے) ایک حصّہ دیا گیا تھا۔ انہیں چاہیئے تھا کہ وہ اِس مکمل ضابطہ کی طرف لپک کر آتے (۲/۱۴)۔ لیکن' ان کی حالت یہ ہے کہ جب اِنہیں' اِس ضابطہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اِن کے باہمی معاملات کا فیصلہ کرے' تو ان میں کا ایک گروہ (بالخصوص ان کے مذہبی پیشوا) اِس سے روگردانی کرتا ہے —— ان لوگوں کی مفاد پرستیوں نے اِن کی ذہنیت ہی ایسی بنادی ہے کہ انہیں جب بھی حق کی طرف دعوت دی جائے یہ اس سے روگردانی کریں۔

۲۳ یہ اِس لئے کہ خدا کے قانون مکافات پر اِن کا ایمان ہی نہیں۔ یہ اِس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ہمیں جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی۔ اور اگر ہمیں وہاں جانا بھی پڑے گا تو محض چند دنوں کے لئے (۲/۸۰)۔ اس کے بعد جنت کے وارث ہم ہی ہوں گے۔

یہ عقیدہ اِن کا خود ساختہ ہے۔ اور اِس نے اِنہیں' اِن کے دین کے بارے میں، سخت فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

۲۴ لیکن اِن کی یہ خود فریبی' انہیں خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت سے نہیں بچا سکتی۔ اُس قانون کی رُو سے' ہر ایک کو اُس کے عمل کا پورا پورا بدل مل جاتا ہے اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوتی۔

اس کا مظاہرہ ایک تو ابھی ہو جائے گا جب یہ میدان جنگ میں سامنے آئیں گے اور ذلّت و خواری سے یہاں سے نکالے جائیں گے (۵۹/۲)۔ اور پھر حیاتِ اخروی میں بھی' اِسی قسم کی رسوائیاں اِن کے حصّے میں آئیں گی۔

۲۵ اِن سے کہدو کہ دنیا میں کوئی قوم بھی خدا کی چہیتی اولاد نہیں۔ ہر قوم کے ساتھ خدا کے قانون مشیّت کے مطابق برتاؤ ہوتا ہے —— اور وہ قانون یہ ہے کہ ہر ایک کو' اس کی سعی و عمل کا پھل ملتا

تُولِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَىِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۶﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِىْ شَىْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۷﴾

ہے (۵۳/۳۹)۔ ہر ایک کے درجات اُس کے اعمال کے مطابق متعین ہوتے ہیں (۴۶/۱۹) —— اس قانون کے مطابق، عزت وعظمت اور غلبۂ اقتدار اُسے ملتا ہے جس میں اُسکی صلاحیت ہوتی ہے (۲/۲۴۷ ؛ ۲۱/۱۰۵)۔ اور جب وہ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرلے جس سے یہ صلاحیت باقی نہ رہے، تو اُس سے عزت واقتدار چھن جاتا ہے (۸/۵۳ ؛ ۱۳/۱۱)۔ اِس قانون کا سررشتہ خدا کے اپنے ہاتھ میں ہے، اِس لئے، اُسے اس پر پورا پورا کنٹرول حاصل ہے کہ اس کے خلاف کچھ نہ ہونے پائے۔

۲۶ یہ حقیقت کہ خدا کے فیصلے اُس کے مقرر کردہ قانون کے مطابق ہوتے ہیں، اور اُن کے خلاف کچھ نہیں ہوتا، خارجی کائنات کے نظم ونسق سے واضح ہے۔ تم دیکھو کہ وہ کس طرح اپنے مقرر کردہ قانون کے مطابق، رات کی تاریکی کو دن کے اُجالے میں داخل کرتا ہے اور دن کی روشنی کو رات کی تاریکی میں لے جاتا ہے۔ موت اور حیات کا سلسلہ کس طرح اُس کے قانون کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب زمین مردہ میں نشوونما دینے کی صلاحیت بیدار ہوجاتی ہے، تو اُس سے نباتات اُگتی ہے جو زندگی کا لہلہاتا نشان ہے۔ لیکن جب.. وہی پودا، اپنا رشتہ، زندگی بخش عناصر سے منقطع کرلیتا ہے، تو اُس کی زندگی موت سے بدل جاتی ہے۔

لہذا، یہاں اُصول یہ کارفرما ہے کہ جب اور جہاں بھی، نظامِ زندگی، قانونِ خداوندی کے مطابق ہوجائے، تو اِس سے سامانِ زیست اِس قدر فراوانی سے ملتا ہے جو تمہارے حساب وشمار سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

۲۷ ظاہر ہے کہ اِس نظام کی رُو سے دنیا کے انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے —— ایک وہ جو اِس نظام کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیں گے، انہیں مؤمنین کہا جائے گا۔ دوسرے وہ جو اِس کی مخالفت کریں گے —— یہ کفار یعنی نہ ماننے والے، کہلائیں گے —— اِن دونوں گروہوں میں اُصولی اختلاف اور مخالفت ہوگی۔

اب ظاہر ہے کہ جماعتِ مومنین کے لئے یہ قطعاً جائز نہیں ہوگا کہ وہ جماعتِ کفار کو اپنا دوست اور رفیق بنائے۔ انہیں یہ تعلقات، صرف مؤمنین کے ساتھ وابستہ رکھنے ہوں گے۔ جو اِن (مخالفین

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸﴾ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۛۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۹﴾ ع ۲
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۰﴾

کو اپنا) دوست بنائے گا' اُس کا نظامِ خداوندی سے کسی قسم کا تعلق باقی نہیں رہے گا (۳/۱۱۷—۱۹ ؛ ۵۸/۲۲ ؛ ۶۰/۴)۔ (لہٰذا' اے جماعتِ مومنین!) تمہیں (اِن مخالفین سے) بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیئے اور اپنی حفاظت کا پورا پورا سامان تیار رکھنا چاہیئے۔ تمہیں بڑی شدت سے خدا کے قانونِ مکافات کی احتیاط اور نگہداشت کرنی چاہیئے۔ وہی تو تمہارا آخری مقام اور پناہ گاہ ہے۔

۲۸ ہم نے بات بالکل واضح کر دی ہے۔ اِس کے بعد' جو تم میں سے سمجھتا ہے کہ وہ اِن (مخالفین) سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کر سکتا (یا کرنا نہیں چاہتا) تو وہ اِدھر سے ہٹ کر کھلے بندوں اُن کے ساتھ جا ملے۔ یہ غلط ہے کہ تمہارے دل میں کچھ اور ہو اور ظاہر روش کچھ اور۔ اِس رَوِش سے' بالآخر' حاصل کیا ہو گا' جبکہ حالت یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے' تم اُسے چھپاؤ یا ظاہر کرو' وہ خدا کے قانونِ مکافات سے کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ تمہارے دِل کے پردے کیا شے ہیں' کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' وہ ان سب سے باخبر ہے۔ اور' صرف باخبر ہی نہیں' سب پر کنٹرول بھی اُسی کا ہے۔

۲۹ اِسی قانونِ مکافات کے مطابق' ہر شخص' ظہورِ نتائج کے وقت' اپنے اپنے کام کے نتیجہ کو —— خواہ وہ خوش آیند ہو یا ناپسند —— اپنے سامنے موجود پائے گا' اگرچہ وہ ہزار جان سے چاہے گا کہ اُسکے اعمال کا ناپسندیدہ نتیجہ اس سے کوسوں دور رہے۔ (لیکن ایسا نہیں ہو سکے گا)۔ اِس لئے خدا کے قانونِ مکافات سے ہر وقت محتاط رہنا چاہیئے۔

انفرادی طور پر' تمہیں اِس قانون کی سخت گیری کچھ اچھی نہیں لگے گی' لیکن اگر تم' انسانیت کے مفادِ کلی کو سامنے رکھو' تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قانونِ مکافات کی سخت گیری نوعِ انسان کے لئے باعثِ رافت و رحمت ہے۔ اِس لئے کہ اگر قانونِ عدل کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے' یا وہ رعایتیں برتنے لگ جائے' تو انسانوں کے لئے جینا محال ہو جائے۔

۳۰ اب اِس نظام کی عملی تشکیل کی طرف آؤ۔ اس کے لئے اِن (مومنین) سے کہدو کہ اگر تم اِس

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (۳۱) إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (۳۲) ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۳۳) إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۳۴)

نظامِ خداوندی کو واقعی دل سے پسند کرتے ہو، تو تم اس کی پوری پوری اطاعت کرو اور میرے پیچھے پیچھے چلتے جاؤ۔ خدا کا نظام تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما کرے گا۔ اور تمہاری کوششوں کو ثمربار۔ تمہاری کوتاہیوں اور نادانستہ لغزشوں کے مضر اثرات سے تمہیں محفوظ رکھے گا۔ اِس لئے کہ اُس کا قانون تخریبی قوتوں کے خلاف سپر کا کام بھی دیتا ہے اور انسانوں کی نشوونما کا سامان بھی بہم پہنچاتا ہے۔

(۳۱) پس یہ ہے، نظامِ خداوندی کی تشکیل و استحکام کا عملی طریقہ —— یعنی قانونِ خداوندی کی پوری پوری اطاعت۔ لیکن اپنے اپنے طور پر نہیں، بلکہ اجتماعی حیثیت سے (اِس نظام کے مرکز، یعنی) رسول کے فیصلوں کے مطابق، قانونِ خداوندی کی اطاعت۔

جو لوگ اِس نظامِ اطاعت سے روگردانی کریں، تو یہ کفر ہوگا، اسلام نہیں ہوگا۔ اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ کفر کی روش خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔

(۳۲) جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے (۲/۱۳۰)، یہ نظام پہلی بار نہیں بھیجا گیا۔ اِس مقصد کے لئے مختلف زمانوں میں، مختلف حضرات اور اقوام کو منتخب کیا جاتا رہا ہے —— مثلاً انسان کی تمدنی زندگی کا ابتدائی دور، جسے "داستانِ آدم" کے تمثیلی انداز میں بیان کیا جا چکا ہے (۲/۳۰-۳۸)۔ پھر دعوتِ نوحؑ کا دور۔ آلِ ابراہیمؑ کا دور۔ اُسی کی ایک شاخ، آلِ عمران (یعنی سلسلۂ موسیٰؑ و ہارونؑ) کا دور —— اور اب، آلِ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ آلِ اسمٰعیلؑ کا دور آیا ہے ——

(۳۳) یہ سب ایک دوسرے کی نسل سے تھے۔ اُن کا یہ انتخاب یونہی عمل میں نہیں آگیا تھا۔ اُس خدا کی طے کردہ اسکیم کے مطابق ہوا تھا جو سب کچھ سننے والا اور تمام حالات کا جاننے والا ہے۔

(۳۴) (دورِ آلِ عمران کی آخری شخصیت، عیسیٰؑ کی تھی۔ اُس کے متعلق، اُس کے متبعین اور یہودیوں نے عجیب عجیب قسم کی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں —— خود اُس کی ذات کے متعلق۔ اُس کی والدہ کے متعلق۔ اُس کے مشن اور تعلیم کے متعلق اور اُس کی جماعت کے متعلق —— ایسی غلط فہمیاں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ اِس نظامِ خداوندی کا داعی نہیں تھا، بلکہ کچھ اور ہی تعلیم دینے آیا تھا —— اِس لئے آگے بڑھنے سے پیشتر، ان غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے)۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۵﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ

اِس داستان کا آغاز اُس واقعہ سے کیا جاتا ہے جب آل عمران کی ایک عورت نے اپنے رَب کی منّت مانی کہ میں اپنے پیدا ہونے والے بچّے کو، تمام دُنیاوی علائق سے آزاد کر کے، تیرے لئے وقف کرتی ہوں (کہ وہ تیرے مقدس گھر ہیکل کی خدمت کرے)۔ اے میرے پروردگار! تو میری اِس نذر کو شرفِ قبولیت عطا فرما۔ تو سب کچھ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔ اِس لئے تجھے معلوم ہے کہ میں نے کس حُسنِ نیت سے یہ منّت مانی ہے۔

۳۵ اِس نے اپنے دِل میں خیال کیا تھا کہ پیدا ہونے والا بچّہ، لڑکا ہوگا جو ہیکل کا راہب بن جائے گا۔ اور اپنی پوری عمر، اُس کی خدمت کے لئے وقف کر دے گا۔[1] لیکن اُس کے ہاں پیدا ہوئی لڑکی! اِس سے اُس کے دل میں خیال گذرا کہ لڑکا پیدا ہوتا تو زیادہ اچھّا تھا۔

لیکن خدا کو خوب معلوم تھا کہ اُس کے ہاں جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ کن خوبیوں کی مالک تھی، اور اُس نے آگے چل کر، خانقاہیت کی غیر خداوندی قیود کو توڑنے میں، کتنے بڑے انقلاب کا موجب بننا تھا۔ لہٰذا اگر وہ لڑکا ہوتا تو، اِس لڑکی کے برابر نہیں ہوسکتا تھا۔

بہرحال، اُن کی ماں نے کہا کہ میں اِس کا نام مریم رکھتی ہوں۔ اور اسے ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کرتی ہوں۔ میں دُعا کرتی ہوں کہ خدا اِسے، اور (جب یہ بعد میں شادی کرے تو) اِس کی اولاد کو شیطان مردود کے وَساوِس سے محفوظ رکھے۔

---

[1] یہودیوں کے ہاں شروع میں خانقاہیت کا رواج نہیں تھا۔ یہ بہت بعد کی اختراع ہے۔ اُنکی تاریخ بتاتی ہے کہ اُن کے ہاں، یہ رواج، حضرت عیسٰیؑ سے کچھ ہی پہلے شروع ہوا تھا۔ ابتداءً ہیکل کی خانقاہیں صرف مرد راہب تھے۔ پھر راہبات کا سلسلہ شروع ہوا تو انہیں صرف زمانۂ قبل از حیض تک وہاں رہنے کی اجازت تھی۔ پھر اِس میں یہ ترمیم ہوئی کہ اِن راہبات کی شادی ہیکل کے پیشواؤں کی جماعت کے اندر ہو سکتی تھی۔ آخر کار یہ راہبات، عیسائی (NUNS) کی طرح ساری عمر تجرّد کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مریم کی والدہ نے منّت مانی ہے تو اُس وقت راہبہ کے لئے شادی کا دروازہ کھلا تھا لیکن اُسے شادی صرف ہیکل کے پیشواؤں کے اندر کرنی ہوتی تھی۔ حضرت مریم نے اسی (غیر خداوندی) رَسم خانقاہیت کو توڑا تھا۔

قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۶﴾
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿۳۷﴾
فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا
وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ
قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۳۹﴾

---

۳۶ سو اُس کے رب نے' اُس کی منّت کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور مریم کی پرورش کا نہایت عمدہ انتظام کر دیا۔ یعنی اُسے زکریّا (جیسے نیک انسان) کی کفالت میں دے دیا۔ مریمؑ اپنے زہد و ریاضت کی بنا پر اِس درجہ مَرجعِ اَنام بن گئی کہ اس کے پاس نذر و نیاز کی چیزیں آنی شروع ہو گئیں۔ چنانچہ جب کبھی زکریّا عبادت گاہ (قربان گاہ) میں آتا تو مریمؑ کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھتا۔ وہ (بربنائے احتیاط) اُس سے پوچھتا کہ اے مریم! تجھے یہ چیزیں کہاں سے ملتی ہیں۔ (کیونکہ اُس کی کفالت تو زکریّا کے ذِمّے تھی)۔ وہ' اِس کے جواب میں کہہ دیتیں کہ (اُنہیں یہ چیزیں ہیکل کا کوئی آدمی نہیں دیتا بلکہ) یہ اللہ کی طرف سے آجاتی ہیں۔ (یعنی جو لوگ اللہ کی نذریں مانتے ہیں' وہ دے جاتے ہیں)۔ اللہ' اپنی مشیّت کے پیمانوں کے مطابق' اِس طرح رِزق کا سامان مہیا کر دیتا ہے جو عام طور پر لوگوں کے خیال میں نہیں ہوتا۔ (مریمؑ کا مقبولِ خلائق ہو جانا اِس کا ذریعہ بنا)۔

۳۷ اُس وقت تک زکریّا کے ہاں' اپنی اولاد کوئی نہیں تھی۔ اُس لڑکی کی پرورش سے اُس کے دِل میں اولاد کی خواہش بیدار ہوئی' اور یہ دُعا بن کر اُس کے لب تک آگئی کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! مجھے بھی اپنے ہاں سے اچھی اولاد عطا فرما۔ تو دعاؤں کا سننے والا ہے (۱۹/۵-۱)۔

۳۸ وہ ابھی قربانگاہ میں کھڑا' محوِ دُعا تھا کہ ملائکہ نے اُسے آواز دی اور کہا کہ اللہ تمہیں (ایک بیٹے) یحییٰؑ کی بشارت دیتا ہے۔ وہ قانونِ خداوندی کو سچ کر دکھانے والا ہوگا۔ ایک بڑی جماعت کا لیڈر' صاحب نظم و ضبط اور بلند ترین صلاحیتوں کا مالک۔

۳۹ (زکریّا اِس خوشخبری سے خوش تو ہو گیا' لیکن جب اُسے اپنے طبیعی موانعات کا خیال آیا تو اُس نے کہا کہ) اے میرے پروردگار! میرے ہاں اب لڑکا پیدا ہونے کا کونسا وقت ہے' جبکہ میں اِس قدر بوڑھا ہو چکا ہوں' اور میری بیوی بانجھ ہے۔ (کیا مجھے وہ بیٹا اِسی طرح ملے گا جس طرح یہ بیٹی' مریم' مل گئی ہے' یا وہ میرے اپنے ہاں پیدا ہوگا؟)۔ اللہ نے کہا کہ (نہیں۔ مریم کی طرح نہیں بلکہ) اُسی

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۰﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰي نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۱﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۲﴾ (ع ۲۱ / ۴)

طرح جیسے میرے قانونِ مشیّت کے مطابق اولاد پیدا ہوا کرتی ہے۔ (بوڑھے مرد اور عقیم عورت میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا بیدار ہو جانا ناممکنات میں سے نہیں۔ چنانچہ اُن کی صورت میں یہی ہوا تھا (۲۱/۹۰)۔

(۴۰) اُس نے کہا کہ اِس ضمن میں کوئی خاص حکم ہو تو ارشاد فرما دیجئے۔ خدا نے کہا کہ اِس سے زیادہ کچھ نہیں کہ تم تین شب و روز تندرست ہونے کے باوجود لوگوں سے بات نہ کرو، سوائے اشارہ کے[۱] (۱۹/۱۰)۔ قانونِ خداوندی کو شدّت سے اپنے سامنے رکھو۔ اور (باقی، جس طرح تمہارا معمول ہے) اپنے فرائض کی تکمیل میں صبح شام مصروفِ سعی و عمل رہو۔

(۴۱) زکریاؑ کے اِس ضمنی تذکرہ کے بعد، پھر مریمؑ کی بات شروع کی جاتی ہے۔

(اب مریمؑ جوان ہو چکی تھی۔ خانقاہیت کی زندگی میں راہبہ کنواریوں کی طرف عام پجاریوں کی للچائی ہوئی نظریں جس بری طرح اٹھتی ہیں، تاریخ اِس پر شاہد ہے، بالخصوص جب اُنہوں نے یہ قانون بھی وضع کر رکھا ہو کہ راہبات اُن پیشواؤں کے اندر ہی شادی کر سکتی ہیں (زکریاؑ تو مردِ صالح تھے لیکن دوسرے پجاری ان جیسے نہیں تھے)۔ لیکن مریمؑ بڑی پاکباز تھی اور پاکباز رہنا چاہتی تھی۔ وہ، اِن پیشواؤں کی آلودہ نگہی سے سخت متنفر تھی۔ اِس لئے، اُسے اب ہیکل کی زندگی بڑی مخدوش نظر آتی تھی۔ چنانچہ وہ دن رات اسی کشمکش میں مبتلا رہنے لگی) تاآنکہ اس کے دل میں، خدا کی طرف سے، یہ اطمینان پیدا کر دیا گیا کہ وہ گھبرائے نہیں۔ ایسے سامان پیدا کر دیئے جائیں گے کہ وہ ہیکل کی ہوس کارانہ فضا سے نکل کر، اپنی مرضی کے مطابق، گھر کی پاک اور صاف زندگی بسر کرے، اور اس طرح (راہ و رسمِ خانقاہیت کے خلاف جہاد کر کے) اپنے دور کی تمام عورتوں سے ممتاز ہو جائے۔ (اُسے یہ اطمینانِ قلب ملائکہ کے ذریعے اسی طرح دِلایا گیا تھا جس طرح مومنین کو ملائکہ کے ذریعے بشارتیں ملتی ہیں (۴۱/۳۰) اور اُن کے سکونِ قلب کا سامان پیدا کر دیا جاتا ہے۔ (۸/۱۲ ؛ ۹/۲۶))۔

(۴۲) اُس سے کہا گیا کہ وہ اپنے اندر ہمّت اور حوصلہ پیدا کرے اور خانقاہیت کی غیر خداوندی پابندیو

---

[۱] یہودیوں میں روزہ رکھا جاتا تھا جس میں بولنا بھی منع تھا (۱۹/۲۶)۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۶﴾

کو توڑ کر اپنی فطری صلاحیتوں کو قانونِ خداوندی کے مطابق صرف کرنے کا تہیہ کرلے۔ اور یوں' اُس تجرّد اور علیحدگی کی زندگی کو چھوڑ کر' اسی طرح قوانینِ خداوندی کی پابندی کرے جس طرح دُنیا کے دوسرے لوگ کرتے ہیں۔

۴۳ مریمؑ کے خدشات بے بنیاد نہیں تھے۔ پجاریوں نے فیصلہ کیا کہ اب اسے زکریّا کی کفالت میں نہیں رہنے دیا جائے گا۔ لیکن چونکہ اس باب میں خود ان کے اپنے اندر بھی اختلاف تھا (اور ہر ایک چاہتا تھا کہ مریمؑ' اسکی کفالت میں آجائے) اسلئے انہوں نے کہا کہ اسکا فیصلہ قرعہ اندازی سے کرلیا جائے۔

یہ واقعات وہ ہیں جو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ ہم تمہیں (اے رسولؐ!) ان کا علم وحی کے ذریعے دے رہے ہیں۔ (اس لئے یہ حقیقت پر مبنی ہیں' اور اُن بے بنیاد باتوں کے ازالہ کا موجب ہیں جو لوگوں نے اس سلسلہ میں خواہ مخواہ پھیلا رکھی ہیں)۔

۴۴ اسی سلسلہ میں' ملائکہ نے مریمؑ سے کہا تھا کہ خدا تمہیں' اپنی طرف سے ایک بات کی خوشخبری دیتا ہے۔ یعنی ایک بیٹے کی جس کا نام مسیحؑ (اور) عیسےٰؑ ابن مریم ہوگا۔ دُنیا میں صاحب وجاہت اور آخرت میں خدا کے مقربین میں سے۔

۴۵ تندرست و توانا۔ چھوٹی عمر میں خوب باتیں کرنے والا اور پختہ عمر تک پہنچنے والا (۵/۱۱۰) نہایت عمدہ صلاحیتوں کا مالک' پاکباز انسان۔ (اس سے اُن توہمات کا دُور کرنا مقصود تھا جو ایک راہبہ کے دِل میں اس خیال سے پیدا ہو سکتے ہیں کہ وہ' خانقاہیت کی شریعت کے علی الرغم' متاہل زندگی اختیار کر رہی ہے۔ اس سے کہیں وہ یا اس کا بچہ' کسی آفت میں مبتلا نہ ہوجائے۔ بعض اوقات اس قسم کے توہمات کا ایسا نفسیاتی اثر ہوتا ہے کہ سچ مچ ایسا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا' اُس کے دِل سے اِن خیالات کا دُور کرنا ضروری تھا)۔

۴۶ اس پر مریمؑ نے (زکریّا کی طرح ۳/۳۹) تعجب سے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں ایک

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۷﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

کنواری راہبہ ہوں ــــ راہبہ کے ہاں اولاد کا کیا سوال؟ ــــ اس کے جواب میں اُس سے وُہی کچھ کہا گیا جو زکریاؑ سے کہا تھا (۳/۳۹) کہ یہ خدا کے اُس قانونِ مشیّت کے مطابق ہوگا جس کی رو سے عام تخلیق ہوتی ہے ــــ وہ قانون جو اس اصول پر مبنی ہے کہ خدا جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اُس اسکیم کا آغاز ہو جاتا ہے (۲/۱۱۷)۔

(۴۷) مریمؑ سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ تمہارا بیٹا، عام لڑکوں جیسا نہیں ہوگا۔ خدا اسے کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا ــــ یعنی توریت و انجیل کا علم عطا کرے گا۔ اور یوں اُسے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔

(۴۸) وہ اِس مُردہ قوم سے کہے گا کہ میں تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے زندگی بخش پیغام لے کر آیا ہوں۔

میں، اِس وحی کے ذریعے، تمہیں ایسی حیاتِ نو عطا کروں گا جس سے تم اپنی موجودہ پستی (خاک نشینی) سے ابھر کر، فضا کی بلندیوں میں اُڑنے کے قابل ہو جاؤ گے، اور اس طرح تمہیں فکر و عمل کی رفعتیں نصیب ہو جائیں گی (۷/۱۷۶)۔

یہ آسمانی روشنی، تمہاری بے نور آنکھوں کو ایسی بصیرت عطا کر دے گی جس سے تم زندگی کے صحیح راستے پر چلنے کے قابل ہو جاؤ گے۔

اس سے تمہاری قوم کی ویران کھیتی، جس پر تر و تازگی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا، پھر سے سرسبز و شاداب ہو جائے گی۔ تمہاری وہ کمینہ خصلتیں دور ہو جائیں گی جن کی وجہ سے تمہیں کوئی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔

مختصراً یہ کہ ذلّت و خواری کی وہ موت، جو اِس وقت تم پر چاروں طرف سے چھا رہی ہے (۳/۱۱۱) ایک نئی زندگی میں بدل جائے گی (۶/۱۲۲)۔

وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۴۹﴾ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۰﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

میں، (تمہارے موجودہ نظام سرمایہ داری کی جگہ) ایسا نظام قائم کروں گا جو اِس کا جائزہ لیتا رہے گا کہ تم کھانے پینے کی چیزوں میں سے کس قدر اپنے مصرف میں لاتے ہو اور کسقدر ذخیرہ (HOARDING) کرتے ہو کہ اِس سے ناجائز نفع کمایا جائے۔

اِس قانون اور نظام میں تمہارے لئے بازآفرینی (ایک نئی زندگی حاصل کر لینے) کی بہت بڑی نشانی ہے، بشرطیکہ تم اس کی صداقت پر یقین کرلو۔

۴۹ وہ، بنی اسرائیل سے یہ بھی کہے گا کہ یہ قانون، جو مجھے وحی کے ذریعہ ملا ہے، کوئی نیا قانون نہیں۔ یہ اُن باتوں کو سچا کر دکھائے گا جو، اِس سے پہلے تورات میں آچکی ہیں۔ اور جو خودساختہ پابندیاں تم نے (شریعت کے نام سے) خواہ مخواہ اپنے اوپر عائد کر رکھی ہیں، اِن سے تمہیں آزاد کر دے گا۔

غرضیکہ وہ ان سے کہے گا کہ میں تمہارے نشو و نما دینے والے کا قانون حیات لایا ہوں۔ تم اِس قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اور اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ تم اس طرح کرو جس طرح میں کہتا ہوں۔ (اِس سے تم میں وہ اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جو دین کا مقصود ہے)۔

۵۰ اُس نظام کی بنیاد اِس ایمان پر ہے کہ تمہاری اور میری، سب انسانوں کی، نشو و نما کا ذمہ دار خدا ہے، اِس لئے محکومیت صرف اسی کی اختیار کی جاسکتی ہے۔

یہ ہے وہ سیدھی اور متوازن راہ جو تمہیں منزلِ مقصود تک پہنچا دیگی۔

۵۱ (یہ باتیں ہم نے مریمؑ سے کہی تھیں۔ اُس کے بعد، عیسٰیؑ پیدا ہوئے اور اپنے وقت پر اُنہیں خدا کی طرف سے نبوت ملی۔ اُنہوں نے اُسی انقلابی پروگرام کو، جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے، بنی اسرائیل تک پہنچایا۔ ظاہر ہے کہ اس پیغام کی مخالفت، ہیکل کے مذہبی پیشواؤں اور نظام سرمایہ داری کے دیگر علمبرداروں کی طرف سے ہوئی تھی۔ اور ہوئی)۔ چنانچہ جب عیسٰیؑ نے محسوس کیا کہ قوم اُس پیغام کو ماننے کے لئے تیار نہیں تو اُس نے اُن لوگوں کو الگ کر لینا چاہا جو اُس پر ایمان لاچکے تھے۔ اِس مقصد کے لئے اُس نے آواز دی اور کہا کہ بتاؤ! اِس نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے کون میرا مددگار بنتا ہے؟ اِس پر قوم کے مخلص انسانوں نے کہا کہ نظامِ

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

خداوندی کے قیام کے لئے ہم آپکے رفیقِ کار بنیں گے۔ ہم اِس نظام کی صداقت پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں۔ آپ دیکھ لیں گے کہ ہم اس کی کس طرح اطاعت کرتے ہیں۔

۵۲ چنانچہ اُنہوں نے اپنے نشو ونما دینے والے سے اِس کا اقرار کیا کہ ہم اِس ضابطۂ ہدایت پر ایمان لاتے ہیں جسے تو نے نازل کیا ہے۔ ہم اس مقصد کے لئے تیرے اِس رسول کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ سو تو ہمیں اُن میں شمار کرلے جن کی زندگیاں اس نظام کی صداقت کی جیتی جاگتی شہادت ہوتی ہیں۔

۵۳ یوں وہ قوم دو جماعتوں میں بٹ گئی۔ ایک حق کی حمایت کرنے والوں کی۔ دوسری اُس کے مخالفین کی۔ مخالفین نے عیسٰیؑ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے بڑے بڑے خفیہ طریقے اور تدبیریں شروع کردیں۔ اُن کے مقابلے میں خدا نے (انہیں بچانے کے لئے) پوشیدہ اسباب و ذرائع پیدا کردیئے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کے تجویز کردہ طریقے بہر نوع بہتر ہوتے ہیں۔

۵۴ (اُن کی آخری تدبیر یہ تھی کہ عیسٰیؑ کو گرفتار کرکے صلیب پر لٹکا دیا جائے اور اِس طرح اُسے بزعم خویش "ذلت و رسوائی کی موت مار دیا جائے")۔ خدا نے عیسٰیؑ سے کہہ دیا کہ تم اطمینان رکھو۔ اِن کی یہ سازش کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی ــــ تم اپنی طبیعی موت مروگے۔ میری طرف سے تمہارے مدارج بلند ہوں گے۔ میں تمہیں اِن مخالفین کی دسترس سے بہت دُور لے جاؤں گا اور جو الزامات یہ تمہارے خلاف تراشتے ہیں ان سے تمہاری بریت کردوں گا۔ (اِس وقت تمہاری جماعت کے افراد کمزور نظر آتے ہیں لیکن آخرالامر) میں اُن لوگوں کو جو تیرا اتباع کریں گے ہمیشہ کے لئے اُن پر فوقیت دوں گا جو تیرا انکار کر رہے ہیں۔

یاد رکھو! اِس قسم کی کشمکش کے فیصلے لوگوں کی اپنی اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کے مطابق نہیں ہوا کرتے۔ یہ ہمارے قانونِ مکافات کی رُو سے ہوتے ہیں جس کی طرف ہر ایک کھنچے چلا آ رہا ہے۔ جس کے دائرے سے کوئی بھی باہر نہیں رہ سکتا۔

فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٥٥﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٥٦﴾ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٨﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٥٩﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦٠﴾

---

۵۵ اِس قانون کی رُو سے' اُن لوگوں پر' جو قوانین خداوندی سے انکار کرتے ہیں' اِس دُنیا میں بھی (آخرالامر) سخت تباہی آتی ہے' اور آخرت میں بھی بربادی —— ایسی تباہی اور بربادی جس سے کوئی شخص اُنہیں بچا نہیں سکتا۔ کوئی ان کا یار د مددگار نہیں ہوسکتا۔

۵۶ اِن کے برعکس' جو لوگ اِن قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارے مقرر کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں' انہیں' اُن کی محنت کا پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔ اس میں ذرا بھی کمی نہیں کی جاتی —— حقیقت یہ ہے کہ اللہ اُنہیں پسند ہی نہیں کرتا جو کسی کے حقوق میں کمی کریں۔

۵۷ یہ ہیں وہ پر از حکمت تاریخی حقائق اور قوانین جو تمہیں (اے رسول!) بذریعہ وحی دیئے جا رہے ہیں۔

۵۸ یہاں تک بات یہودیوں کے متعلق تھی۔ اب آؤ عیسائیوں کے اس دعوے کی طرف کہ "عیسٰیؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے اور اس لئے وہ خدا کے بیٹے ہیں"۔ سو ان سے کہہ دو کہ یہ تمہارے ذہن کی تراشیدہ باتیں ہیں۔ خدا کے نزدیک عیسٰیؑ کی پیدائش کی بھی وہی کیفیت ہے جو ہر آدمی کی پیدائش کی ہوتی ہے —— انسان کے سلسلۂ پیدائش کی ابتداء مٹی (جمادات) سے ہوتی ہے' اور پھر وہ' خدا کی مقرر کردہ اسکیم کے مطابق' مختلف مراحل طے کرتا ہوا' پیکرِ بشریت میں آجاتا ہے (۲۲/۵ ; ۳۰/۲۰) —— اسی طرح عیسٰیؑ کی پیدائش ہوئی تھی۔ (اس لئے نہ وہ' عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق خدا ہے' نہ خدا کا بیٹا)۔

۵۹ یہ ہے اس باب میں اصلی اور حقیقی بات جو تیرے رب نے بیان کر دی ہے۔ سو تیرے لئے اس معاملہ میں بحث و جدل کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

۶۰ اگر اس [illegible] وضاحت کے بعد بھی' فریق ثانی جھگڑنے پر مصر ہو' تو ان سے کہہ دو کہ میں اس

إن هذا لهو القصص الحق ۚ وما من إله إلا الله ۚ وإن الله لهو العزيز الحكيم ﴿٦١﴾ فإن تولوا فإن
الله عليم بالمفسدين ﴿٦٢﴾ قل يا أهل الكتب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا
الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله ۚ فإن تولوا فقولوا
اشهدوا بأنا مسلمون ﴿٦٣﴾ يا أهل الكتب لم تحاجون في إبرهيم وما أنزلت التورية
والإنجيل إلا من بعده ۚ أفلا تعقلون ﴿٦٤﴾

معاملہ میں جھگڑنا نہیں چاہتا۔ اگر تم دلائل و براہین اور علم و بصیرت کے باوجود، حق کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے، تو ایسی صورت میں ہماری روش یہ ہوا کرتی ہے کہ ہم کنارہ کشی اختیار کر لیا کرتے ہیں۔ لہذا، ہم اپنے آپ کو، اپنے آدمیوں اور عورتوں کو اپنی طرف الگ کر لیتے ہیں، اور تم اسی طرح، اپنے آپ کو اور اپنے مردوں اور عورتوں کو لے کر ہم سے الگ ہو جاؤ۔ پھر ہم ایک دوسرے کے معاشرہ میں دخل نہ دیں ($\frac{15}{85}$; $\frac{43}{10}$)۔ ہر ایک کو اپنے حال پر چھوڑ دیں، اور اپنے اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے جائیں۔ نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ ہم میں سے کون جھوٹا ہے ($\frac{6}{136}$)۔

٦١ یہ چیلنج تم پوری شد و مد سے دیدو۔ اس لئے کہ حقیقت وہی ہے جو تم سے بیان کی گئی ہے کہ کائنات میں خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ کوئی اس کی شانِ الوہیت میں شریک نہیں۔ سارا غلبہ و اقتدار، جو سراسر حکمت و بصیرت پر مبنی ہے، اس کا ہے۔ اس لئے، عیسیٰؑ یا کسی اور کے الٰہ ہونے کا عقیدہ یکسر باطل ہے۔

٦٢ اگر یہ لوگ، عدم مداخلت کے اس قول و اقرار کے بعد، اس سے پھر جائیں، اور خواہ مخواہ فساد پر اتر آئیں، تو اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کس قسم کا معاملہ کرنا چاہیئے۔

٦٣ تم ان یہود و نصاریٰ (دونوں) سے کہو کہ، ان جزئی باتوں کو چھوڑو، اور اس اصل الاصول کی طرف آؤ جس کے ماننے کے تم بھی دعویدار ہو، اور جس کی طرف ہم بھی دعوت دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ

اللہ کے سوا کسی اور (کے قوانین) کی محکومی اختیار نہ کی جائے۔

اس کے اس اقتدار و اختیار میں، کائنات کی کسی شے کو شریک نہ کیا جائے۔ نہ ہی، اس کے سوا، ہم ایک دوسرے میں سے کسی (انسان) کو، خدائی اختیارات کا حامل سمجھیں۔

اگر یہ لوگ توحید کے اس مرکزی نقطہ پر جمع ہو جائیں تو ہو المراد۔ اور اگر اس سے روگردانی کرنا چاہیں، تو ان سے کہدو کہ تم جس طرف جانا چاہتے ہو جاؤ۔ ہم صرف ایک خدا کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اسے تم خود دیکھ رہے ہو۔

٦٤ ان سے کہو کہ تم (کم از کم) ابراہیمؑ کے بارے میں (جسے تم اپنا مورثِ اعلیٰ مانتے ہو)

هَاَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٥﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٦٩﴾

یہ جھگڑے تو نہ نکالو کہ وہ یہودی تھا یا نصرانی (٣/٦٦) - وہ یہودی یا نصرانی کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تورات اور انجیل اس کے (بہت) بعد نازل ہوئی ہیں۔ کیا تم ایسی بدیہی بات سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے؟

٦٥ تم نے اُن باتوں کے متعلق جھگڑا کر کے دیکھ لیا جن کی بابت تمہیں، پھر بھی، کچھ نہ کچھ علم تھا (اور اُن میں بھی مُنہ کی کھائی)۔ اِس کے بعد سوچو کہ تم اُن معاملات میں کیا جھگڑ سکو گے جن کے متعلق تمہیں سرے سے کوئی علم ہی نہیں۔ (بتاؤ کہ مسلکِ ابراہیمیؑ کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟) تمہیں اِس کی بابت کچھ علم نہیں، اور جھگڑتے ہو تم اُس خدا کے ساتھ جسے اس کا پورا پورا علم ہے۔

٦٦ یاد رکھو! ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھا نہ نصرانی۔ یہ تمہاری خود ساختہ نسبتیں ہیں۔ وہ خالص مُسلِم تھا۔ وہ دین میں گروہ بندیاں پیدا کرنے والے مشرکین میں سے نہیں تھا (٣٠/٣١-٣٢) - یہ کچھ تم ہی کرتے ہو۔

٦٧ پھر، تمہارا ابراہیمؑ سے بھی کیا تعلق ہے؟ (محض اُس کی نسل سے ہونا، اُس کے ساتھ کوئی تعلق پیدا نہیں کر سکتا)۔ اُس کے ساتھی اور قریبی وہ لوگ تھے جنہوں نے اُس کی مِلّت کا اِتباع کیا (٢/١٣٦) - اور اب اُس کا قریبی، یہ نبیؐ ہے اور جماعتِ مومنین، جو اُس مسلکِ توحید کے علمبردار ہیں جس کی طرف ابراہیمؑ دعوت دیتا تھا۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا کی رفاقت اور سرپرستی حاصل ہے۔

٦٨ اِن اہلِ کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کہ تم تھوڑی سی مداہنت اختیار کر لو (٦٨/٩) اور قرآن میں اِنکے مطلب کے مطابق کچھ تبدیلی کر دو (١٠/١٥) تو یہ تم سے مصالحت کر لیں۔ لیکن، یاد رکھو! حق اپنے مقام پر قائم ہوتا ہے اور وہ، اُس سے نیچے اُتر کر، کسی سے مفاہمت نہیں کر سکتا۔ اِس لئے، اِن لوگوں کی یہ خواہش درحقیقت تمہیں حق سے روگرداں کر دینے کی کوشش ہے۔ لیکن اِس قسم کی ناکام کوششوں سے یہ خود اپنے آپکو حق سے روگرداں کرتے ہیں، اور نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

٦٩ اِن سے کہو کہ تم قانونِ خداوندی سے کیوں انکار کرتے ہو، حالانکہ اُس کے سچے ہونے کی

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۲﴾

اِس قدر نشانیاں تمہارے سامنے موجود ہیں۔

۷۰ یہ صرف حق سے انکار ہی نہیں کرتے۔ ان کا اِس سے بھی سنگین جرم یہ ہے کہ یہ حق اور باطل کو خلط ملط کر دیتے ہیں جس سے حق مُشتبہ ہو جاتا ہے۔ اور حق کو چھپاتے بھی ہیں ــــ اور یہ کچھ دیدہ و دانستہ کرتے ہیں ــــ ان سے پوچھو کہ اِس سے بالآخر ان کا مقصد کیا ہے؟

۷۱ (اے جماعتِ مومنین! آؤ، تمہیں بتائیں کہ اِن لوگوں کی سازش کیا ہے؟) یہ اپنے لوگوں سے کہتے ہیں کہ جاؤ! صبح کے وقت، مسلمانوں کے دین میں (منافقانہ طور پر) شامل ہو جاؤ (اور اِس طرح، اِن میں گھل مل کر، دین کی طرف سے اِن کے دل میں شبہات پیدا کرتے رہو) اور شام کو اِس سے انکار کر دو۔ اِس سے یہ ممکن ہے کہ اِن میں سے کچھ لوگ، اِس دین کو ترک کر کے تمہارے ساتھ واپس آ جائیں۔

۷۲ اور (یہ) اپنے لوگوں سے اِس کی بھی تاکید کرتے ہیں کہ سوائے اُن لوگوں کے، جو تمہارے مسلک کا اتباع کریں، اور کسی کی بات پر اعتماد نہ کرو۔ نیز اُن سے کہتے ہیں کہ (اس کا تو تصور تک بھی دل میں نہ لاؤ کہ)، جو دین تمہیں دیا گیا تھا، اُس جیسا دین کسی اور کو بھی مل سکتا ہے، یا خدا کے حضور، تمہارے خلاف کسی کی حجت چل سکتی ہے۔ (یہ اپنے لوگوں کو اِس طرح پکا کرتے رہتے ہیں)۔

اِن سے کہو کہ

(۱) جہاں تک کسی کی بات ماننے کا تعلق ہے، اِس میں ہماری بات یا تمہاری بات کا سوال ہی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ زندگی کا صحیح راستہ کونسا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ صحیح راستہ وہی ہو سکتا ہے جو اللہ نے بتایا ہو۔ تم بتاؤ کہ وہ راہ نمائی تمہارے پاس موجود ہے؟

(۲) اب رہا یہ کہ جس قسم کا دین تمہیں ملا تھا، ویسا دین کسی اور کو نہیں مل سکتا، سو

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٣﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾
بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ
اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾

اِس بات کا اختیار کسی انسان کو حاصل نہیں۔ اِس کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے۔ وہ اپنی مشیت کے مطابق جسے چاہتا ہے وحی سے نوازتا ہے۔ خدا کی نگہ انتخاب' تمہاری گروہ بندیوں میں گھر کر نہیں رہ سکتی۔ وہ بڑی وسعتوں کا مالک ہے اور لامحدود علم رکھتا ہے۔

٧٣ اِس وسعتِ علم کی بنا پر وہ خوب جانتا ہے کہ وحی کی امانت سونپنے کے لئے کونسا قلب سب سے زیادہ موزوں ہے۔ وہ صاحب فضل عظیم ہے۔ تمہارے جیسا تنگ نظر نہیں۔

٧٤ اِن اہل کتاب کے ہاں چونکہ دین ایک اجتماعی نظام کی شکل میں نہیں' محض انفرادی ضابطہ اخلاق کی صورت میں ہے' اِس لئے ان میں' انفرادی طور پر ایسے لوگ مل جائیں گے کہ اگر اُن کے پاس چاندی سونے کا ڈھیر بھی بطور امانت رکھ دو' تو وہ' جوں کا توں' واپس کر دیں۔ اور ایسے بھی کہ اگر اُن پر ایک روپے کا بھی بھروسہ کرو تو وہ اُسے کبھی واپس نہ کریں' بجز اِس کے کہ تم اُن کے سر پر (ڈنڈا لے کر) سوار رہو۔ یہ اس لئے کہ (جیسا کہ ہر گروہ بندی میں ہوتا ہے) اِن کے دِل میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا گیا ہے کہ تم غیر اہل کتاب کے ساتھ جو جی میں آئے کرو' اس سے تم پر کوئی الزام عائد نہیں ہوگا۔ اور تماشا یہ کہ انہیں بتایا جاتا ہے کہ اِس بات کی اجازت خود خدا نے دے رکھی ہے۔ حالانکہ یہ اللہ کے خلاف صریح کذب و افترا ہے۔ اور (اِن کے مذہبی پیشوا جو عوام سے ایسا کہتے ہیں) خوب جانتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔

٧٥ حقیقت یہ ہے کہ خدا کا قانون' اس باب میں' انسان اور انسان میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ اُس کا قانون یہ ہے کہ جس شخص نے بھی اپنا عہد پورا کیا' اور اِس طرح قوانین خداوندی کی نگہداشت کی' تو یہی لوگ ہیں جو خدا کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں۔

٧٦ اِس کے برعکس جو لوگ اپنے عہد معاہدہ' اور قول اقرار کو' جن کی پابندی کی تاکید قانونِ خداوندی

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۷﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۸﴾

اِس شدّت سے کرتا ہے' دنیاوی مفاد کی خاطر بیچ ڈالتے ہیں' تو انہیں مفادِ عاجلہ تو حاصل ہو جاتے ہیں' لیکن مستقبل کی خوشگواریوں میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہو سکتا —— اور یہ ظاہر ہے کہ اس دنیا کا فائدہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو' مستقبل کے مفاد کے مقابلہ میں اس کی کچھ قیمت نہیں ہو سکتی —— مستقبل کی خوشگواریوں کے سلسلہ میں قانونِ خداوندی ایسے لوگوں سے بات تک نہیں کرے گا' ان کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ اُن خوشگواریوں میں حصّہ نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اِن کی صلاحیتیں دَب کر رہ جائیں گی۔ اِن کی ذات کی نشوونما نہیں ہوگی۔ اور اِس طرح یہ دردانگیز عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

(۷۷) اِن میں (مذہبی پیشواؤں کا) گروہ ایسا ہے جو اپنی طرف سے باتیں وضع کرتے ہیں اور پھر انہیں وحیٔ خداوندی کے ساتھ اس طرح بٹ دیتے ہیں کہ وہ دونوں مل کر ایک ہی نظر آئیں' اور یوں انسانوں کی باتیں خدا کی شریعت بن جائیں۔ جب اِن سے پوچھو تو پوری دیدہ دلیری سے کہدیتے ہیں کہ وہ باتیں بھی خدا ہی کی طرف سے ہیں' حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتیں۔ اِس طرح یہ لوگ' دیدہ دانستہ' خدا کے خلاف جھوٹ بولتے اور افترا پردازی کرتے ہیں۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ لوگوں سے اپنی باتیں منوائیں اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔

(۷۸) لیکن یہ چیز دین کے بنیادی اُصول کے خلاف ہے۔ دین کا اُصول یہ ہے کہ حکومیت خدا کے قانون کے سوا اور کسی کی اختیار نہیں کی جاسکتی۔ اِس باب میں اُس کا فیصلہ یہ ہے کہ کسی انسان کو اِس کا حق حاصل نہیں کہ' خدا اُسے ضابطہ قوانین' حکومت اور نبوّت عطا کرے[1]' اور وہ لوگوں سے

---

[1] خدا کی طرف سے عطا شدہ ضابطہ قوانین (کتاب) میں رسول اور اس کے متبعین دونوں شامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ کتاب' رسول کی وساطت سے دوسرے انسانوں کو بھی ملتی ہے۔ اِسی طرح حکومت میں بھی۔ لیکن نبوت میں نبی کے علاوہ کوئی اور شریک نہیں ہوتا۔ اِس لئے کتاب۔ حکومت اور نبوّت کہنے سے' نبی اور غیر از نبی' سب آگئے۔ دیکھئے (۶/۹۰ ؛ ۴۵/۱۶)۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾

یہ کہنا شروع کر دے کہ تم خدا کے احکام کی جگہ میرے احکام کی اطاعت کرو۔ اس کی تعلیم یہی ہوگی کہ تم سب اُس کتاب خداوندی کی اطاعت سے، جس کی تم دوسروں کو تعلیم دیتے ہو اور، جس پر غور و تدبر سے اس کے مغز تک پہنچتے ہو، ربّانی (یعنی اُس کے نظام ربوبیت کے علمبردار) بن جاؤ۔

(۷۹) وہ یہ بھی نہیں کہے گا کہ تم ملائکہ کی پرستش شروع کر دو، یا نبیوں کو خدا بنا لو، اور اس طرح اشخاص پرستی میں اُلجھ کر رہ جاؤ۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم تو قوانین خداوندی کے سامنے جھکنے کا عہد کرو اور وہ تمہیں کفر کی تعلیم دے؟

(۸۰) یہ سلسلۂ ہدایت کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ ایک ہی پیغام ہے جو شروع سے اخیر تک مسلسل چلا آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ انبیاءؑ کے ذریعے، اُن کی امتوں سے عہد لیا کرتا تھا کہ تمہیں یہ کتاب و حکمت دی گئی ہے، لیکن اس کے بعد، جب ہم (عند الضرورت) کوئی دوسرا رسول بھیجیں، جو اُس تعلیم کو سچا کر دکھائے جو تمہیں دی گئی تھی، تو تم نے گروہ بندانہ تعصب کی بنا پر اُس کی مخالفت نہ شروع کر دینا، بلکہ اس کی صداقت پر ایمان لانا، اور اُس کی مدد کرنا۔

یہ اس قدر اہم اُصول تھا کہ اللہ اُن سے بتاکید پوچھتا کہ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور مجھ سے اِس کا عہد کرتے ہو (کہ ایسا ہی کرو گے)؟ وہ کہتے کہ ہم اِس کا اقرار کرتے ہیں (یعنی یہ چیزیں ان کا جزوِ ایمان ہوتی تھیں)۔ اس پر اللہ ان سے کہتا کہ اب تم نے اپنے اس عہد و اقرار کی نگرانی کرنا۔ اور میں بھی اس کی نگرانی کروں گا (کہ تم اسے نباہتے ہو یا نہیں)۔

یہ اقرار اُمم سابقہ سے لیا جاتا تھا۔ (ایک اقرار خود انبیاءؑ سے بھی لیا جاتا تھا جس کا ذکر (۳۳/۷) میں آئے گا)۔

(۸۱) اِسی سلسلۂ رشد و ہدایت کے مطابق، اب یہ خدا کا آخری نبی آیا ہے۔ اس کی آمد کا اقرار بھی اِن (یہود و نصاریٰ) سے لیا گیا تھا۔ لیکن یہ اس عہد و اقرار سے رُوگردانی کرتے ہیں۔ سو

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ
يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۲﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَ
يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۳﴾

ظاہر ہے کہ جو بھی اِس قسم کے عہد و پیمان سے روگردانی کرے گا، وہ یقیناً سیدھی راہ سے منحرف ہوگا۔

۸۲ یہی ہے وہ دین جو انسانوں کو شروع سے ملتا چلا آرہا تھا' اور اب' اس قرآن کے اندر' محفوظ کر دیا گیا ہے۔ (یعنی اطاعت صرف قوانین خداوندی کی ہے' اور بس!)۔ تو کیا یہ لوگ اِس دین (نظام زندگی) کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرنا چاہتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کوئی بھی ہے' قانون خداوندی کے سامنے جھکا ہوا ہے' اور اُسے اس قانون کی اطاعت سے مفر نہیں (۱۳/۱۵)۔ خارجی کائنات کی ہر شے' قانون خداوندی کی اطاعت' طوعًا (بطیب خاطر) کر رہی ہے (۴۱/۱۱)۔ اُن کی تخلیق ہی اِس طرح ہوئی ہے۔ باقی رہے انسان' سو انہیں خدا کے قوانین طبیعی کی اِطاعت تو بہر حال کرنی ہوتی ہے۔ اِس میں یہ مجبور ہیں۔ جہاں تک اخلاقی قوانین کا تعلق ہے' بعض لوگ طوعًا (دل کی رضامندی سے) ان کی اطاعت کرتے ہیں (انہیں مومن کہا جاتا ہے) اور دوسروں کو زمانے کے تقاضے مجبور کر کے' ان قوانین کی طرف لے آتے ہیں' اس لئے انہیں ان کی اطاعت کرہًا (مجبورًا) کرنی پڑتی ہے اِس طرح' کائنات کی ہر شے کی گردش قانون خداوندی کے محور کے گرد ہوتی ہے' اور جو لوگ اوّلاً اس سے روگردانی کرتے ہیں' انہیں بھی بالآخر اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہوتا ہے۔

۸۳ ان سے کہدو کہ ہم اس دین (نظام زندگی) کو طوعًا (بطیب خاطر) اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس کے لئے ہم' خدا کی وحی پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ وحی' جو اب ہماری طرف نازل ہوئی ہے' اساسًا اور بنیادًا وہی ہے جو اس سے پہلے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولاد (میں سے انبیاءؑ) پر نازل ہوئی تھی۔ اور جو موسٰےؑ اور عیسٰےؑ اور دیگر انبیاءؑ کو دی گئی تھی (۲/۱۳۶)۔ ہم ان تمام انبیاءؑ کو دین خداوندی کا پیامبر سمجھتے ہیں اور اس اعتبار سے ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔

یہ ہے وہ طریق جس سے ہم قوانین خداوندی کے سامنے جھکتے ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۸﴾

۸۴ اِس نظام کا نام ہے **الاسلام**۔ اور یہی نظام خدا کی طرف سے، تمام عالم انسانیت کے لئے تجویز ہوا ہے۔ سو جو فرد یا قوم اِس نظام کے علاوہ، زندگی کے لئے کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہے، تو میزانِ خداوندی میں اُس کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اِس سے اُس قوم کو مفادِ عاجلہ تو حاصل ہو سکتے ہیں، لیکن مستقبل میں وہ سخت نقصان میں رہیگی۔

۸۵ اب رہے وہ (بدنصیب) جو ایمان لانے کے بعد کفر کی راہ اختیار کرلیں۔ یعنی صحیح اسلامی نظام قائم ہو جانے کے بعد پھر غیر اسلامی نظام کی طرف لوٹ جائیں، درانحالیکہ (اِس نظام کے درخشندہ نتائج نے) یہ بات واضح کر دی تھی کہ اُن کے رسول نے جو کچھ کہا تھا وہ کس قدر حقیقت پر مبنی تھا!

سو ظاہر ہے کہ جو قوم، صداقت کو اِس طرح بے نقاب دیکھ لینے کے بعد بھی اِس نظام سے سرکشی اختیار کر جائے، تو اُس پر زندگی کی کامرانیوں کی راہ کس طرح کھل سکتی ہے؟

۸۶ یاد رکھو! ان لوگوں کی روش کا نتیجہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ نظامِ خداوندی کے خوشگوار ثمرات سے بھی محروم رہیں۔ کائناتی قوتوں کی برکات بھی ان کے حصے میں نہ آئیں۔ اور اقوامِ عالم بھی انہیں ذلیل وخوار سمجھ کر، اپنے سے دُور دُور رکھیں، اور یوں اُنپر ہر طرف سے محرومی و نامرادی کی پھٹکار پڑے۔

۸۷ یہ ذلت و خواری ان پر مسلط رہے گی، اور (خدا اور رسول کا زبانی اقرار) ان کی سزا میں ذرا سی تخفیف نہیں کر سکے گا، اور نہ ہی ان کے اعمال کے نتائج کے ظہور میں تاخیر کی جائے گی۔ وہ اِسی دنیا میں ان کے سامنے آجائیں گے۔

۸۸ اب سوال یہ ہے کہ ان کے لئے اِس ذلت و محرومی کے عذاب سے نکلنے کی کوئی صورت بھی ہوگی

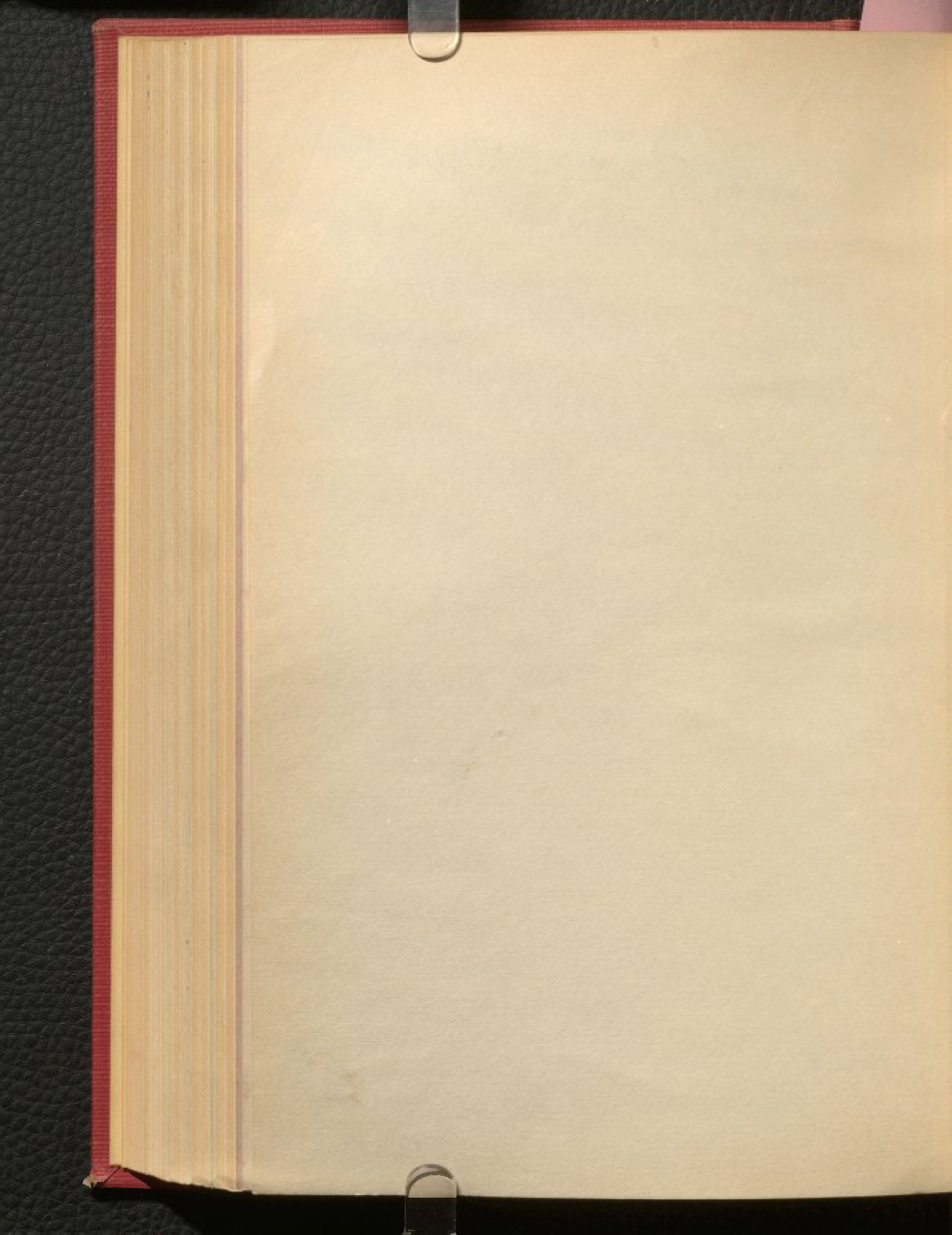
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٨٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩٠﴾

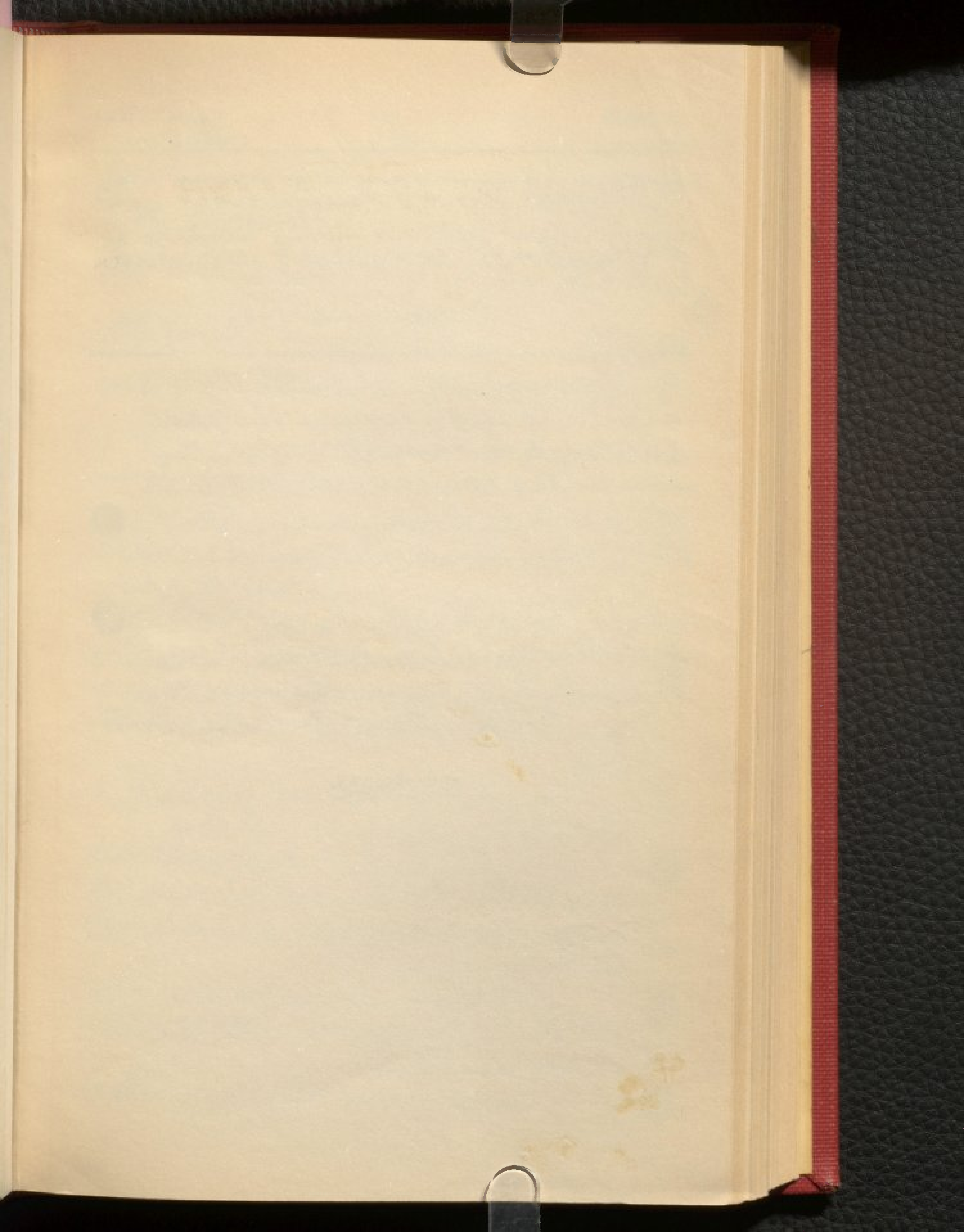
یا یہ ہمیشہ کے لئے ہلاک ہو جائیں گے؟ ان کے بچ نکلنے کا امکان ہے۔ اور اس کی شکل یہ ہے کہ جس دوراہے پر ان کے قدم غلط راستے کی طرف اُٹھ گئے تھے، یہ پلٹ کر پھر وہیں جائیں۔ وہاں سے سیدھا راستہ اختیار کریں، اور خدا کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اِس طرح یہ ہلاکت سے بھی محفوظ رہ جائیں گے اور انہیں سامان نشو و نما بھی مل جائے گا۔

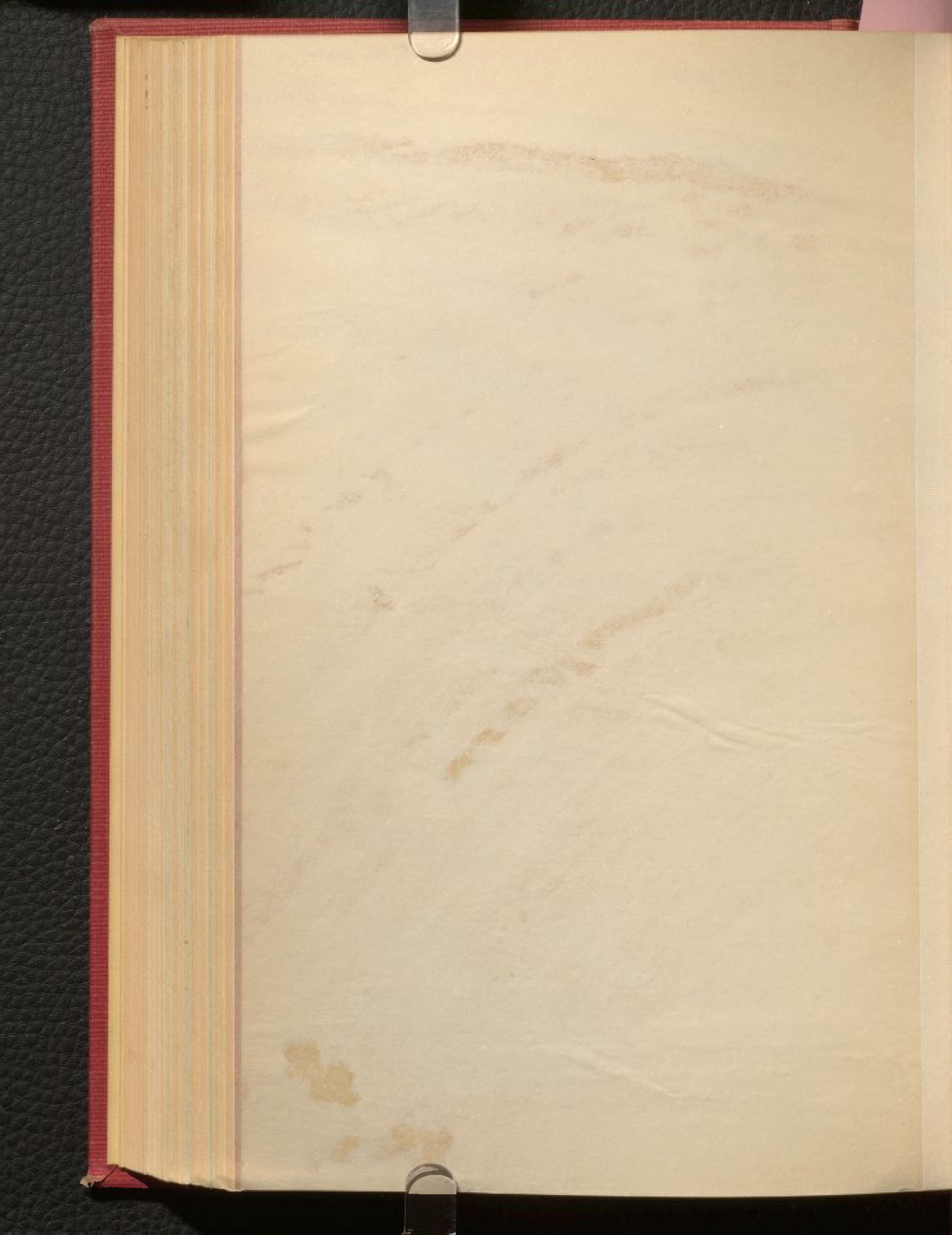
۸۹ لیکن اگر یہ ایسا نہ کریں، اور زبان سے توبہ توبہ کہتے، لیکن عملاً اُسی غلط راستے پر چلتے رہیں، اور اس میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں، تو ظاہر ہے کہ غلط راستے پر چلنے والا، صحیح منزل پر کس طرح پہنچ سکتا ہے؟

۹۰ پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے، کہ اِس باز آفرینی کا امکان اسی زندگی تک ہے۔ اِس کے بعد اگر یہ چاہیں کہ زندگی کی سرفرازیاں نصیب ہو جائیں تو ایسا ہونا ناممکن ہوگا خواہ یہ، اس کے بدلے میں، دنیا بھر کی دولت بھی کیوں نہ دیدینا چاہیں۔ اِن کے لئے دردناک عذاب کی زندگی ہوگی اور کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اِس حالت میں ان کی کوئی مدد کرسکے۔

ختم تیسرا پارہ







بصیرت افروز لٹریچر

نظام ربوبیت :- انسان کے لئے دنیا میں روٹی کا مسئلہ بڑا اہم ہے - اسکو سمجھنے کیلئے یہ کتاب پڑھیں قیمت مجلد چار روپے-

سلیم کے نام : جلد اول - ۸ روپے ، دوم ٦ روپے، سوم ٦ روپے-

لغات القرآن : قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کا مستند مفہوم چار جلدوں میں، قیمت فی جلد پندرہ روپے لیکن جلد چہارم بارہ روپے-

جوئے نور :- اسمیں حضرت نوح[ؑ] سے حضرت شعیب[ؑ] تک کے سلسلہ انبیاء کرام کا تذکرہ جلیلہ درج ہے قیمت مجلد -/٦ روپے

برق طور : اسمیں بنی اسرائیل کے عروج و زوال کی عبرت انگیز داستان اور حضرت عیسیٰ[ؑ] سے قبل انبیائے بنی اسرائیل کا بصیرت افروز تذکرہ درج ہے - قیمت مجلد -/٦ روپے -

شعلہ مستور : اسمیں حضرت زکریا[ؑ] - حضرت یحییٰ[ؑ] اور حضرت عیسیٰ[ؑ] کا تذکار جلیلہ - قیمت مجلد -/٦ روپے -

انسان نے کیا سوچا : کائنات ، اخلاقیات ، سیاست ، معاشیات ، معشیت اور مذہب کے متعلق انسانی فکر کی نادر کہانی - قیمت مجلد ١٢ روپے -

الفتنة الکبری : حضرت عثمان رض کے زمانہ کی فتنہ سامانیوں کی داستان (قیمت مجلد ٦ روپے) -

دھتکارے ہوئے انسان : قیمت ٥ روپے -

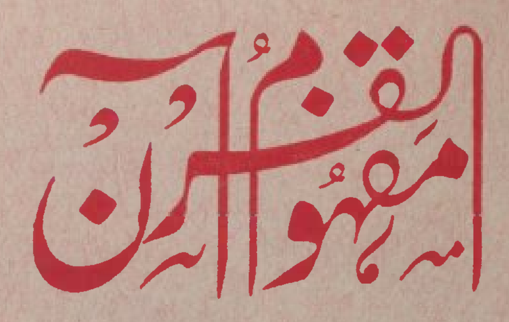
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

٢٧-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

میزان پرنٹنگ پریس - ٢٧ - بی ، شاہ عالم مارکیٹ - لاہور میں باہتمام معراج الدین مینیجر چھپا -

تعداد ایکہزار

بار دوم



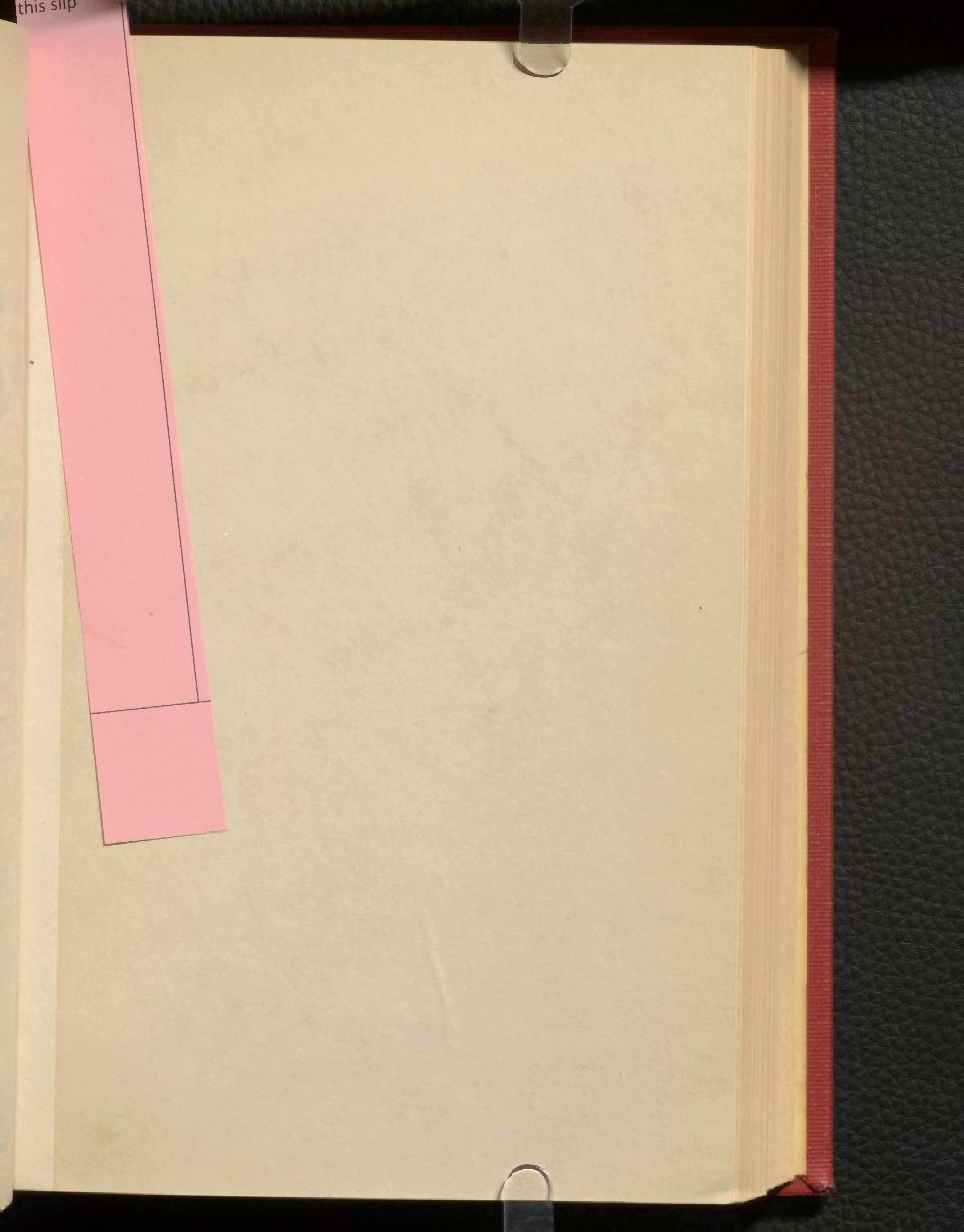
چوتھا پارہ

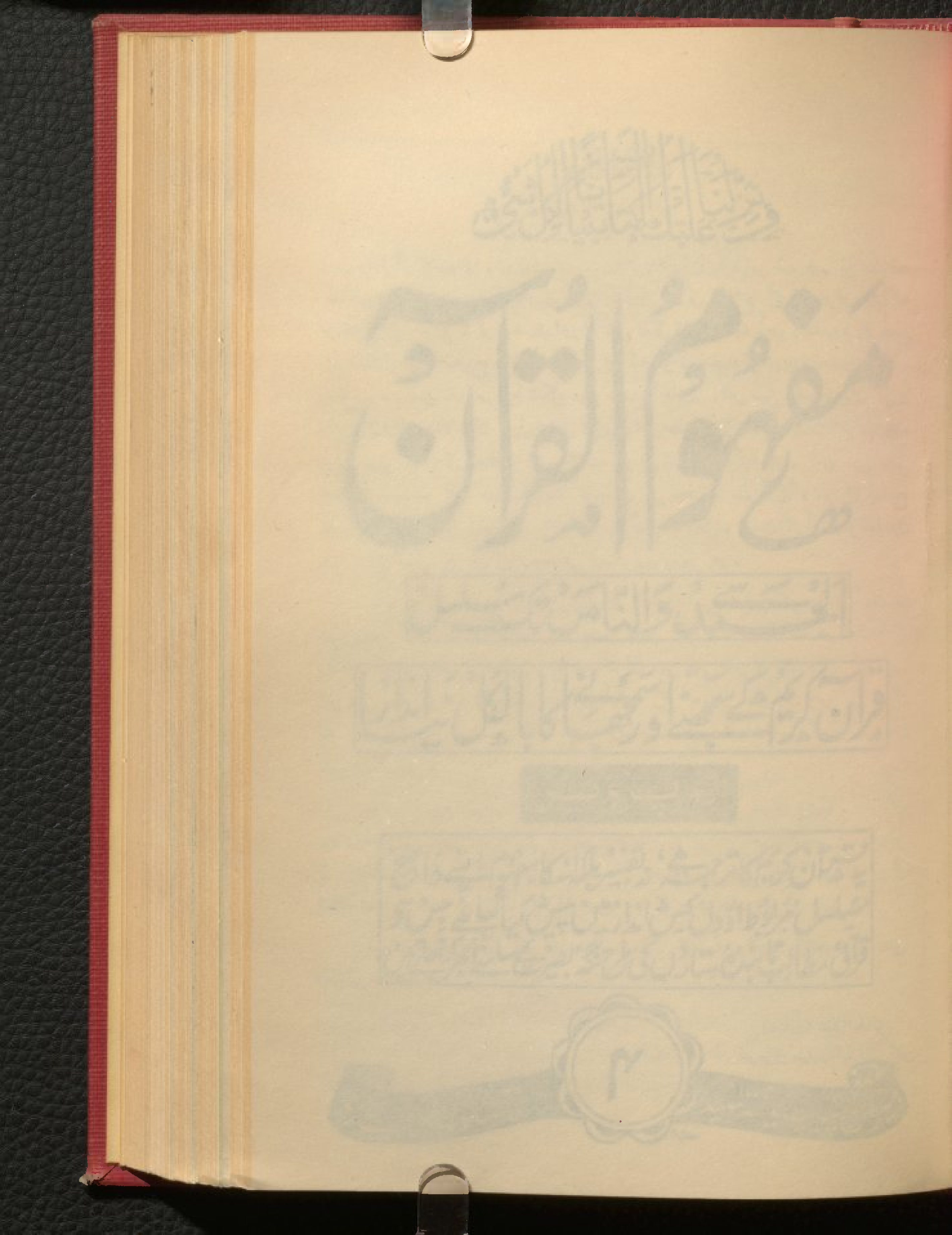
ناشران

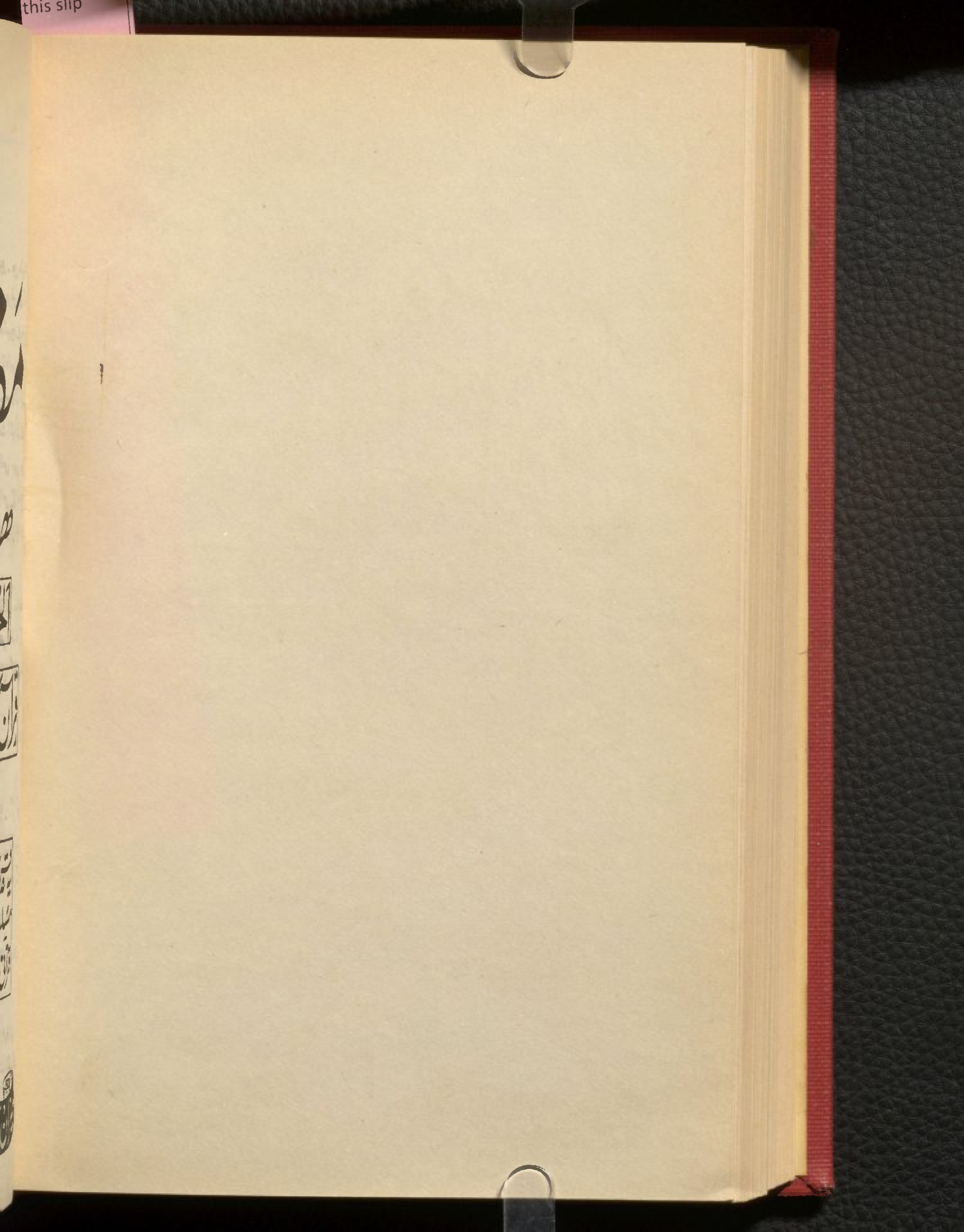
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷۔بی۔شاہ عالم مارکیٹ۔لاہور

ھدیہ 2/-


this slip





وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

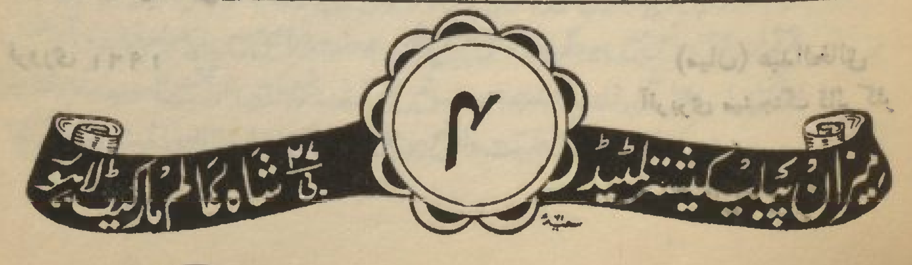
مفہوم القرآن

الحمد سے والنّاس تک مسلسل

قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز

از پرویز

یہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، نہ تفسیر بلکہ اس کا مفہوم ایسے واضح مسلسل مربوط اور دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آجاتے ہیں



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفہوم القرآن کا چوتھا پارہ پیش خدمت ہے - پانچواں پارہ زیر طبع ہے - جن حضرات کی نظروں سے اس سے پہلے پارے نہیں گذرے ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے اور نہ ہی اسکی تفسیر - یہ اُس کا مفہوم ہے جسے اپنے لفظوں میں اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی پوری تعلیم ، صاف - واضح - مسلسل اور مربوط شکل میں سامنے آجائے - اس میں مفہوم بیان کرنے والے کے ذاتی خیالات کا کوئی دخل نہیں - اس مفہوم کی سند ، لغات القرآن ہے ، جسے عربی زبان کی مستند کتب لغت سے مرتب کیا گیا ہے - اس میں جس لفظ کا مفہوم آپ کو مروجہ ترجموں سے مختلف نظر آئے ، اس کے صحیح ہونے کی دلیل اور سند لغات القرآن میں مل جائیگی - لغات القرآن چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے جن کی مجموعی قیمت ۵۷ روپے ہے -

۲ - قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو مختلف مقامات میں پیش کرتا ہے اور آیات کو پھیر پھیر کر لاتا ہے تاکہ ہر معاملہ کے مختلف گوشے سامنے آ جائیں - مفہوم القرآن میں بھی اس کا التزام کیا گیا ہے - اس میں آپ کو جہاں جہاں دوسری آیات کے حوالے ملیں ، اس سے مراد یہ ہے کہ اس مضمون کی مزید وضاحت اُن مقامات میں آئی ہے - وہاں بھی دیکھ لیں -

۳ - مفہوم القرآن ایک ایک پارہ کر کے شائع ہوتا رہیگا - اگر آپ نے پہلے پارے نہیں خریدے تو اسے جلد حاصل کر لیں - ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا - پہلے پارے کا ہدیہ تین روپے ہے کیونکہ اس کی ضخامت ۸۱ صفحات ہے - دوم اور سوم پارہ کا ہدیہ دو روپے فی پارہ ہے -

۴ - مفہوم القرآن کی طباعت - اخذ - ترجمہ وغیرہ کے حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں -

(میاں) عبدالخالق
آنریری مینیجنگ ڈائرکٹر
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

فروری ۱۹۶۱



لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۹۱﴾ کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِیۡلُ عَلٰی نَفۡسِہٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىۃُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىۃِ فَاتۡلُوۡہَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۹۲﴾ فَمَنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۹۳﴾

---

۹۱ اس کے بعد سوال یہ سامنے آتا ہے کہ جو لوگ دنیا اور آخرت' دونوں میں کامیاب زندگی بسر کرنا چاہیں' وہ کیا کریں؟ بات سیدھی ہے۔ تم زندگی کی وسعتیں اور کشاد چاہتے ہو۔ اس کے لئے کرنا یہ ہوگا کہ (مال و دولت میں سے) جو چیزیں تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہوں' انہیں' صرف اپنے لئے سمیٹ کر نہ رکھو' بلکہ (نوع انسان کی عالمگیر ربوبیت کے لئے) کھلا رکھو۔ جو کچھ تم اس طرح' ربوبیت عامہ کے لئے' صرف کرو گے' خدا کو اس کا علم ہوگا' اس لئے تمہارا کوئی عمل نظر انداز نہیں ہونے پائیگا۔

۹۲ اس ضمنی سوال کے بعد' پھر سابقہ موضوع کی طرف آؤ۔ یہود کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن میں بعض ایسی چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے جو اُن کے ہاں حرام ہیں' اس لئے اس کا یہ دعوے کس طرح صحیح قرار پا سکتا ہے کہ یہ اُسی دین کا پیامبر ہے جو انبیائے سابقہ کو دیا گیا تھا؟ (۲/۱۰۶)۔
ان سے کہو کہ تم ابراہیمؑ کو اپنا مورث اعلیٰ مانتے ہو۔ جو چیزیں اُس کی ملت میں حرام تھیں اُنہی کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے (۳/۹۴)۔ باقی چیزوں کے متعلق ہوا یہ تھا کہ' نزولِ تورات سے پہلے' یعقوبؑ (اسرائیل) نے بعض چیزوں کو اپنی ذات پر حرام قرار دے لیا تھا۔ سو یہ چیزیں' خدا کی طرف سے' ابدی طور پر حرام قرار نہیں دی جا سکتیں۔ نیز بعض چیزوں کو' یہودیوں پر' بطور سزا حرام قرار دیا گیا تھا (۶/۱۴۶ ; ۴/۱۶۰)۔ تم تورات لاؤ اور اس میں یہ دکھاؤ کہ کونسی چیزیں تھیں جو ملتِ ابراہیمی میں ابدًا حرام قرار دی گئی تھیں اور اُنہیں اب حلال قرار دے دیا گیا ہے؟ یہ سب باتیں تم نے خود وضع کی ہیں' اور اُنہیں منسوب کرتے ہو خدا کی طرف!

۹۳ یاد رکھو! جو اس طرح حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی' خدا پر بہتان باندھے تو یہ لوگ'

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۵﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

عدالتِ خداوندی میں، مجرمین کی صف میں کھڑے ہوں گے۔

۹۴ ان سے کہو کہ سچی بات وہی ہے جسے خدا نے بتا دیا ہے۔ اس لئے، تمہیں چاہیئے کہ اپنی کٹ حجتی چھوڑ کر، ملتِ ابراہیمیؑ کی پیروی کرو۔ (ہماری دعوت بھی وہی ہے)۔ ابراہیمؑ نے، ہر طرف سے منہ موڑ کر، خالص خدا کی طرف جانے والا راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ مشرکین میں سے نہیں تھا (کہ خدا کے قانون کے ساتھ کچھ اپنی طرف سے بھی ملا لیتا)۔

۹۵ ان کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن نے، بیت المقدس کی بجائے، کعبہ کو کیوں مرکز قرار دیا ہے؟ (۲/۱۴۲)۔ ان سے کہو کہ، دنیا میں سب سے پہلے جس مقام کو نوع انسان کا مرکز تجویز کیا گیا تھا، وہ مکہ تھا۔ اسی مرکز سے، اقوام عالم کو ثبات و استحکام اور نشو ونما کا سامان ملنا تھا، اور اسی کو وہ روشنی کا مینار بننا تھا جس سے عالمگیر انسانیت کے سامنے زندگی کا صحیح راستہ آسکے۔

۹۶ یہ راہ نمائی بڑی بین اور واضح ہے۔ یہی وہ مرکز تھا جہاں سے ابراہیمؑ کو اقوام عالم کی امامت کا مقام بلند حاصل ہوا تھا (۲/۱۲۴—۱۲۵)۔ اس کی خصوصیت کبریٰ یہ ہے کہ، جو شخص بھی اس مرکز میں داخل ہو جائے، اُسے ہر طرف سے امن و سلامتی حاصل ہو جائے گی۔ اس کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں (۲۲/۲۵)۔ سو جو لوگ بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھیں، وہ یہاں جمع ہوں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ، جس نظام کا یہ مرکز ہے وہ نوع انسان کے لئے کس قدر منفعت بخش ہے (۲۲/۲۸)۔ بشرطیکہ، اُن کا اس طرح جمع ہونا خالص خدا کے لئے ہو، گروہ بندانہ مصلحتوں کے پیش نظر نہ ہو۔

یہ ہیں اِس مرکزِ نظامِ خداوندی کی خصوصیات۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ اِس قسم کے نظام، اور اُس کے مرکز سے انکار کریں، وہ اپنا ہی نقصان کریں گے۔ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ خدا تو تمام اقوام عالم سے بے نیاز ہے۔

۹۷ ان اہل کتاب سے کہو کہ تم (اِس قسم کے منفعت بخش) قوانینِ خداوندی سے کیوں انکار کرتے ہو؟

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

(۱۰ / ع / ۱)

یادرکھو! جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ کا قانونِ مکافات اُس کی پوری پوری نگرانی کر رہا ہے۔ اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آکر رہے گا۔

۹۸ اِن سے کہو کہ تم' اِس نظام میں داخل ہونا نہیں چاہتے تو نہ ہو' لیکن' جو شخص اِس کی صداقت پر ایمان رکھتا ہے' اُسے اِس کی طرف آنے سے کیوں روکتے ہو؟ نیز' تم یہ بھی چاہتے ہو کہ' خدا کی طرف لے جانے والی' اس سیدھی راہ میں' الجھاؤ پیدا کر دو تاکہ لوگ' اُس کے پیچ وخم میں کھو کر رہ جائیں اور منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکیں' حالانکہ تم حقیقتِ حال سے اچھی طرح باخبر ہو۔ بہرحال' جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔

۹۹ جو لوگ اِس نظام کی صداقت پر ایمان لا چکے' اور اِسے' اپنی زندگی کا نصب العین بنا چکے ہیں' انہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ' اگر وہ' اِن اہلِ کتاب کے ایک گروہ کی باتوں میں آکر اِن کے پیچھے لگ گئے' تو وہ اِنہیں' اِن کے ایمان کے بعد' پھر حالتِ کفر کی طرف لوٹا دیں گے۔

۱۰۰ اے جماعتِ مومنین! تم حالتِ کفر کی طرف کس طرح لوٹ سکتے ہو؟ اِس لئے کہ' ایمان کے راستے پر قائم رہنے کے لئے' دو بنیادی باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ قوانینِ خداوندی (اپنی اصلی شکل میں) انسان کے سامنے ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ' اُن قوانین پر' عملی طور پر چلانے کے لئے' ایک زندہ اتھارٹی' موجود ہو۔ یہ دونوں چیزیں تمہارے ہاں موجود ہیں —— خدا کی کتاب اور اُس کا رسول۔

یادرکھو! جس نے اِس کتاب' اور نظامِ خداوندی کے مرکز کو' محکم طور پر تھام لیا' اور اسے اپنی حفاظت کا ذریعہ بنا لیا' تو اُسے یقیناً' زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف راہ نمائی مل گئی۔ (جب تک تم میں قرآن' اور قرآن پر چلانے والا نظام باقی رہیگا' تم گمراہ نہیں ہوگے)۔

۱۰۱ لہٰذا' تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اِس ضابطۂ خداوندی کی نگہداشت کرو' جیساکہ

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

نگہداشت کرنے کا حق ہے۔ اور یہ نگہداشت' محض ہنگامی اور وقتی طور پر نہ کرو' بلکہ اپنی ساری زندگی اِسی نہج پر گذار دو۔ اور جب تمہیں موت آئے' تو وہ بھی اِس عالم میں کہ تم قوانین خداوندی کے سامنے جھکے ہوئے ہو۔

۱۰۲ یاد رکھو! دین نہ انفرادی مسلک کا نام ہے' نہ گروہ بندیوں کے طریقے کا۔ لہذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم' سب کے سب' بلا استثناء' اجتماعی طور پر' اِس نظام کے ساتھ' محکم طور پر' وابستہ رہو اور امت میں فرقہ پرستی اور پارٹی بازی کو مت آنے دو (کہ فرقہ پرستی شرک ہے' (۳۰/۳۱—۳۲) اور پارٹی بازی' خدا کا عذاب (۶/۶۵)۔ تم ذرا اپنی پچھلی حالت کو یاد کرو' جب تم اجتماعی زندگی کے بجائے' فرقوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ خدا نے اُس حالت میں' تمہیں ایسا نظام زندگی عطا کیا جس سے (تم میں صرف ظاہر اتحاد ہی پیدا نہیں ہوا بلکہ) تمہارے دل ایک دوسرے سے جڑ گئے' اور تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے —— تمہارا اس طرح سے ایمان کے رشتے میں منسلک ہو کر' ایک برادری بن جانا' کتنا بڑا انعام خداوندی تھا —— تم' اِس سے پہلے' ہلاکت اور تباہی کے جہنم کے کنارے پہنچ چکے تھے' کہ اِس (نظام خداوندی) نے تمہیں' اُس میں گرنے سے بچا لیا۔

اللہ اِس طرح' اپنے قوانین وضوابط' اور اُن کے نتائج وثمرات' واضح طور پر بیان کرتا ہے' تاکہ زندگی کا صحیح راستہ تمہارے سامنے رہے۔

۱۰۳ اِس نظام کے قیام سے مقصد یہ ہے کہ تم ایسی جماعت بن کر رہو (۳/۱۰۹ : ۲/۱۴۴) جس کا فریضہ یہ ہو کہ وہ تمام نوع انسان کو قرآن کی طرف دعوت دے (۲۲/۸)۔ اُن امور کو عملاً نافذ کرے جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرے اور اُن سے روکے جو اِس کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کی سعی وعمل کی کھیتیاں پروان چڑھتی ہیں اور جو نہایت کامیاب زندگی بسر کرتے ہیں (۲۳/۱)۔

۱۰۴ یاد رکھو! تم نے کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو واضح قوانین خداوندی آجانے

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

کے بعد فرقوں میں بٹ گئے (۶/۱۶۰ ؛ ۳۰/۳۲ ؛ ۴۲/۱۳) اور باہمدگر اختلافات کرنے لگ گئے۔ یہ بڑا سنگین جرم ہے۔ اس لئے' اس کی سزا بھی بڑی سخت ہے۔ اس سے قومیں ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

۱۰۵ یہ دونوں گروہ ہمارے سامنے ہیں —— ایک وہ جو' نظامِ خداوندی کے رشتے میں منسلک ہو کر' اُمّتِ واحدہ کی حیثیت سے زندگی بسر کریں۔ دوسرے وہ جو' فرقوں میں بٹ کر کفر و شرک کے مسلک پر چل نکلیں —— پہلا گروہ وہ ہے جن کے چہرے' کامیابیوں اور کامرانیوں سے چمک رہے ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو ذلّت اور رسوائیوں کی وجہ سے رُوسیاہ ہے۔

یہ روسیاہ وہ ہیں جو' ایمان لانے کے بعد' پھر کفر کی حالت کی طرف لوٹ گئے۔ یعنی فرقوں میں بُٹ گئے۔ اُن کے اس کافرانہ مسلک کی وجہ سے' اُن پر ذلّت اور تباہی کا عبرت انگیز عذاب چھا گیا۔

۱۰۶ جن کے چہرے روشن ہیں' وہ خدا کی رحمتوں کے سائے میں ہیں (۱۱/۱۱۸—۱۱۹)۔ جب تک یہ وحدت اور اخوّت کی زندگی بسر کریں گے' خدا کی رحمتوں کے بادل اِن پر سایہ فگن رہیں گے۔

۱۰۷ یہ ہیں قوموں کی موت و حیات کے متعلق وہ قوانین و ضوابط جنہیں خدا' ایک حقیقتِ ثابتہ کے طور پر بیان کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ تو بڑا ظلم ہوتا کہ جن اصولوں کے تابع چلنے سے انسانی زندگی نے کامیاب ہونا تھا' وہ اُصول اِنسان کو نہ بتائے جاتے۔

۱۰۸ خدا نے یہ انداز کچھ تمہارے ہی لئے اختیار نہیں کیا۔ خارجی کائنات میں بھی اِسی قسم کے قوانین و ضوابط کارفرما ہیں' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ' زمین و آسمان میں جو کچھ ہے' سب اُس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے۔ اور ہر تدبیر کا قدم اُس کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ کائنات کی ہر اسکیم اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑھ رہی ہے۔

۱۰۹ فرق یہ ہے کہ خارجی کائنات میں خدا کے قوانین از خود کارفرما ہیں' اور انسانی

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

دُنیا میں، انہیں نافذ کرنے کے لئے' انسانوں کی جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہے وہ مقصد جس کے لئے ہم نے اَے جماعتِ مومنین! تمہیں اُٹھا کھڑا کیا ہے تاکہ تم ایسا نظام قائم کرو جو عالمگیر انسانیت کے لئے نفع رساں ہو۔ اِس کے لئے ضروری ہے کہ تم اُن باتوں کا حکم دو جسے قرآن صحیح تسلیم کرتا ہے' اور اُن سے روکو جو اِس کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں — لیکن' تم دوسروں سے یہ کچھ اُسی صورت میں کہہ سکتے ہو جب تم خود ان قوانین کی صداقت پر پورا پورا یقین رکھو۔

اگر یہ اہلِ کتاب بھی' اِس نظام کی صداقت پر ایمان لاکر' اِسے اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں' تو یہ اِن کے لئے بہتر ہوگا۔ اِن میں سے کچھ لوگ تو اِس پر ایمان لائے ہیں' لیکن اکثریت اُن کی ہے جو غلط راستوں پر چل رہے ہیں۔ (اور اِس نظام کی سخت مخالفت کرتے ہیں)۔

(۱۱۰) لیکن یہ لوگ' اِس مخالفت سے تمہیں' بجز ذرا سی تکلیف اور پریشانی کے' اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اگر یہ' میدانِ جنگ میں' تمہارے مدِمقابل آئیں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے اور اِن کا کوئی یار و مددگار اور پشت پناہ نہیں ہوگا۔

(۱۱۱) تم دیکھتے نہیں کہ یہ کس قدر ذلت و خواری کی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ دنیا میں اِن کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ انہیں کہیں پناہ نہیں ملتی۔ بجز اِس کے کہ کسی نے اِنہیں آسمانی کتاب کے حامل سمجھ کر پناہ دیدی۔ یا کسی قوم سے اِنہوں نے کوئی عہد و پیمان کر لیا اور' اُس کی وجہ سے اُنہوں نے اِن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ ورنہ' اِن کی عام حالت یہی ہے کہ' خدا کا عذاب اِن کے پیچھے لگا ہوا ہے اور یہ سخت محتاجی اور بدحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ اِس لئے کہ' اِنہوں نے قوانین خداوندی سے سرکشی برتی — اِس حد تک سرکشی کہ نبیوں تک کو ناحق قتل کر دیا۔

سوچو کہ جو قوم' اِس درجہ سرکش اور بے باک ہو جائے' وہ دنیا میں ذلیل و خوار نہیں ہوگی' تو اور کیا ہوگا؟

(۱۱۲) لیکن' اِس کے یہ معنی نہیں کہ اب اِن کی ساری نسل میں صحیح راستے کی طرف آنے کی صلاحیت مفقود ہو چکی ہے۔ اِن میں ہنوز صلاحیت موجود ہے' اور یہی وجہ ہے کہ' اِن میں سے جو لوگ اسلام

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿۱۱۴﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۱۵﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۶﴾

لے آئے ہیں (۳/۱۹۸) اُن میں مومنانہ صفات کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ یہ لوگ حق پر قائم رہتے ہیں۔ راتوں کو اُٹھ کر قوانینِ خداوندی کا مطالعہ کرتے ہیں' اور پھر' اُن کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں۔

۱۱۳ یہ ہیں' ان میں سے' وہ لوگ جو صحیح معنوں میں اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اُن باتوں کا حکم دیتے ہیں جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرتا ہے اور اُن سے روکتے ہیں جنہیں وہ ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔ نوعِ انسان کی بھلائی کے کاموں میں تیزی سے قدم اٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ صالحین (مومنین) کے زمرے میں شامل ہو چکے ہیں۔

۱۱۴ خدا کا قانونِ مکافات' اِن کے حسنِ عمل کو اِس لئے نہیں ٹھکرا دے گا کہ یہ بنی اسرائیل کے گھروں میں پیدا ہو گئے تھے۔ اسلام کا دروازہ' ہر انسان کے لئے کھلا ہے۔ اِس لئے جو اِس کے دائرے میں آجائے' اُسے اُس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے' اِس میں شرف و سعادت کا معیار صرف ایک ہے' اور وہ یہ کہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کون کرتا ہے' اور کس حد تک کرتا ہے (۴۹/۱۳)۔

۱۱۵ اِس کے برعکس' جو لوگ قوانینِ خداوندی سے انکار کر کے' دوسری روش اختیار کرتے ہیں' اُن کے پیشِ نظر صرف ذاتی مفاد کا خیال ہوتا ہے' لیکن' ان کی یہ مفاد پرستی — خواہ کثرتِ اولاد کی صورت میں ہو یا مال و دولت کی شکل میں —— نظامِ خداوندی کے مقابلہ میں' اُن کے کسی کام نہیں آسکے گی۔ اُن کی غلط رَوِش' انہیں اِس طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دے گی کہ وہ پھر اُٹھنے کے قابل ہی نہیں رہیں گے —— اس دنیا میں بھی تباہ و برباد' اور اُخروی زندگی میں بھی ذلیل و خوار۔

۱۱۶ اُن کے پیشِ نظر صرف طبیعی زندگی کی آسائشیں ہوتی ہیں۔ اِس مقصد کے حصول کے لئے جو کچھ صرف کیا جائے' اس کی مثال ایسی ہے' جیسے شدّت کی سرد ہوا چلے اور اُن لوگوں کی کھیتی تک جا پہنچے جنہوں نے' قوانینِ خداوندی کے مطابق' اُس کی حفاظت کا سامان نہیں کر رکھا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۱۷﴾ هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۱۸﴾

تو یہ ہوا اُن کی کھیتی کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔

یاد رکھو! اُن کی یہ تباہی' خدا کی طرف سے زیادتی نہیں ہوتی۔ یہ نتیجہ ہوتی ہے اس بات کا کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کو غصب کر کے' خود اپنے آپ پر زیادتی کرتے ہیں۔

۱۱۷ تصریحاتِ بالا سے واضح ہے کہ انسانوں کی تقسیم' خون۔ رنگ۔ زبان۔ وطن۔ قومیت کے بجائے آئیڈیالوجی (ایمان) کی بناپر ہوگی۔ جو لوگ وحی کی رُو سے عطا شدہ مستقل اقدار پر ایمان رکھیں' اور نظامِ خداوندی کے قیام کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیں' وہ ایک جماعت۔ اِن کے برعکس' جو لوگ' اِن اقدار سے انکار کر کے' اپنے لئے کوئی اور نظام تجویز کریں' وہ دوسری جماعت کے افراد۔ چونکہ' وحدت اور یگانگت کے لئے' نصب العین کا اشتراک بنیادی شرط ہے' اِس لئے ظاہر ہے کہ ان دو متضاد آئیڈیالوجی رکھنے والوں میں قلبی تعلقات کبھی قائم نہیں ہو سکتے۔

لہذا' اے جماعتِ مومنین! تم نے' اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا کسی کو اپنا رازدان نہ بنانا۔ یہ (دوسرے) لوگ تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ اِن کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ تم ایسی جانکاہ مصیبتوں مبتلا ہو جاؤ جن سے تمہاری قوت ٹوٹ جائے۔ تمہارے خلاف بغض و عداوت کی بعض باتیں تو اِن کی زبان پر بے اختیار آجاتی ہیں' لیکن' جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا رہتا ہے' وہ اِس سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ ہم نے یہ باتیں اس لئے واضح طور پر بیان کر دی ہیں کہ تم عقل و ہوش سے کام لے کر' ان کی طرف سے محتاط رہو۔

۱۱۸ دیکھو! ایسا کبھی نہ کرنا کہ تم اِنہیں اپنا دوست بنا لو۔ اگر تم ایسا کرو گے بھی' تو وہ تمہیں کبھی اپنا دوست نہیں بنائیں گے' حالانکہ تم' اُن تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں' اور اُن میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جو اِن (تمہارے مخالفین) کے انبیاء کی طرف نازل ہوئی تھیں' تم یہ کچھ خلوصِ قلب سے کرتے ہو' لیکن اِن کی یہ حالت ہے کہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی (قرآن پر) ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب تم سے الگ ہوتے ہیں' تو شدتِ عداوت سے' تمہارے خلاف' غصہ میں' اپنی اُنگلیاں کاٹتے ہیں۔ اِن سے کہو کہ جاؤ! اپنے غصے میں مر مٹو۔ اللہ جانتا

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (۱۱۹) وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۲۰) إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (۱۲۱) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۱۲۲)

(۱۲ ع ۱۱ ۳)

ہے کہ تم ظاہر کیا کرتے ہو اور تمہارے سینے میں کیا چھپا ہوا ہے۔ تمہاری نفسیاتی کشمکش اور دورخی زندگی تمہارے لئے سامانِ ہلاکت بن جائے گی۔

۱۱۹ اِن کے خبثِ باطن کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی اچھی بات تمہیں چھو کر بھی گزر جائے، تو انہیں سخت ناگوار گذرتی ہے۔ اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے، تو یہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن تم اِن کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرو۔ اگر تم اپنے پروگرام میں ثابت قدم رہے، اور قوانینِ خداوندی کی پوری پوری نگہداشت کرتے رہے، تو اِن کی تدبیریں اور سازشیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ اللہ کا قانونِ مکافات انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اِس لئے نتائج اس کے مطابق مرتب ہوں گے، نہ کہ اِن کی خواہشات کے مطابق۔

۱۲۰ (اِس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کہ صبر و تقویٰ کا پھل کیا ہوتا ہے اور استقامت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینے کا نتیجہ کیا، تم اُس جنگ — احد — کا واقعہ سامنے لاؤ) جب تو (اے رسول!) صبح سویرے اپنے گھر سے نکلا تھا تاکہ جماعتِ مومنین کو لڑائی کے مرکزی مقامات پر متعین کر دے — اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا تھا۔

۱۲۱ (اُس دن مقابلہ ایسا سخت تھا کہ) تم میں سے دو گروہوں کے دل میں ہمت ہار دینے کا خیال پیدا ہو گیا، حالانکہ اُنہیں قانونِ خداوندی کی تائید اور سرپرستی حاصل تھی —— اور مومن کی تو خصوصیت ہی یہ ہے کہ اُسے قانونِ خداوندی کی تائید اور سرپرستی پر پورا پورا بھروسہ ہوتا ہے —— (اِس خیال کا نتیجہ اور عین میدانِ جنگ میں نظم و ضبط چھوڑ دینے کا مآل کیا ہوا، اسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو —— ($\frac{3}{151 - 152}$)۔

۱۲۲ حالانکہ، اِس سے پہلے، جنگ بدر میں تم یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ، دشمن کے مقابلہ میں، تعداد کے لحاظ سے، کم ہونے کے باوجود اللہ نے کس طرح تمہاری مدد کی تھی ($\frac{8}{9}$) —— وہ نتیجہ تھا استقامت اور تقویٰ کا —— اِس لئے تمہیں، ہمیشہ تقویٰ شعار رہنا چاہئے (یعنی قوانینِ خداوندی

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَٰثَةِ ءَالَٰفٍ مِّنَ الْمَلَٰٓئِكَةِ مُنزَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ بَلَىٰٓ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ ءَالَٰفٍ مِّنَ الْمَلَٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿۱۲۴﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِۦ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱۲۵﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَآئِبِينَ ﴿۱۲۶﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ ﴿۱۲۷﴾

کی پوری پوری نگہداشت کرنی چاہیئے) تاکہ تمہاری کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔

۱۲۳ (جنگ احد میں) جب تو (اے رسول!) اپنی جماعت سے کہہ رہا تھا کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ اللہ اُن تین ہزار ملائکہ سے تمہاری مدد کرے، جو تمہارے دِل کی گہرائیوں میں اُتر کر، تمہارے لئے ثبات و طمانیت کا موجب بنیں۔ ($\frac{۳}{۱۲۵}$; $\frac{۸}{۱۰}$; $\frac{۸}{۱۲}$; $\frac{۸}{۴۱}$)۔ [تین ہزار ملائکہ اس لئے کہ دشمن کی تعداد بھی اسی قدر تھی]

۱۲۴ اور جب کبھی ایسا ہو کہ دشمن تم پر پورے جوش و خروش سے حملہ کرے، اور تم، اُس حملے کا جواب پوری استقامت سے دو، اور قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو، تو (اگر دشمن کی تعداد پانچ ہزار ہوگی) تو وہ تمہاری مدد پانچ ہزار ملائکہ سے کریگا، جو دشمن کو تباہ کر دیں گے۔

۱۲۵ اِن ملائکہ کی امداد سے مفہوم یہ ہے کہ (اِس یقین سے کہ تم حق و صداقت کی راہ میں لڑ رہے ہو اِس لئے خدا کی کائناتی قوتوں کی تائید تمہارے شامل حال ہے) تمہارے دِلوں میں پوری پوری طمانیت پیدا ہو جائے گی اور فتح و ظفر کی خوش خبریاں تمہارے لئے باعثِ تقویت بن جائیں گی۔ یہ ہے وہ حقیقی تائید و نصرت جو خدا کے قانون کے علاوہ اور کسی سے نہیں مل سکتی — وہ خدا جو ہر شے پر غلبہ و اقتدار رکھتا ہے اور نظامِ کائنات کو اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق چلا رہا ہے۔

۱۲۶ یہ اِس لئے کہ، نظامِ خداوندی کی مخالفت کرنے والوں کی ایک جماعت کو (اِن کے اعمال کی وجہ سے) ہلاک کر دیا جائے (اور باقیوں کو) اِس طرح شکست دے کر کمزور کر دیا جائے کہ وہ خاسر و ناکام واپس چلے جائیں۔

۱۲۷ اِن مخالفین میں سے کون کون اپنی سرکشی کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوگا، اور کسے (سرزنش کے بعد) معاف کر دیا جائے گا، اِس کا فیصلہ (اے رسول!) تیرے (یا کسی اور انسان کے ذاتی طور پر) کرنے کا نہیں۔ یہ فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق کیا جائے گا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

---

۱۲۸ یعنی خدا کے اُس قانون کے مطابق جس کی رُو سے ساری کائنات اُس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل میں مصروفِ عمل ہے۔ اُسی کے مطابق قوموں کو تباہیوں اور بربادیوں سے حفاظت کا سامان ملتا ہے، اور اُسی کے مطابق ان کی گرفت اور ہلاکت ہوتی ہے (۴۲/۳۰)۔ جو قوم اپنے آپ کو جس سلوک کا مستحق بنالے اس سے ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اُس کے قانون میں (گرفت اور سزا کے ساتھ حفاظت اور پرورش کا سامان بھی موجود ہے۔ (لہٰذا، اُس میں کسی کے ذاتی انتقام کو کوئی دخل نہیں ہوسکتا)۔

۱۲۹ لیکن تم نے کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ میدانِ جنگ میں فتح حاصل ہوگئی تو دین کا مقصد پورا ہوگیا۔ وہاں کی فتح سے صرف اُن تخریبی قوتوں کی مدافعت ہوتی ہے جو تمہارے نظام کی راہ میں حائل ہوں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ تمہارا معاشرہ صحیح خطوط پر متشکل ہو۔ (۲/۱۹ — ۲۱۷)۔
جیسا کہ پہلے بھی بتایا جاچکا ہے (۲/۹،۵ — ۲۷۵)، معاشرتی تباہی میں سب سے بڑا حصہ ربٰو کا ہے (یعنی محض سرمایہ سے نفع کمانا)۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ اِس سے دولت بڑھتی ہے۔ (انفرادی طور پر تو ایسا ہی نظر آتا ہے) لیکن درحقیقت اِس سے (قومی دولت میں) کمی اور کمزوری واقع ہوتی ہے۔ لہٰذا، اے جماعتِ مومنین! تم نے ربٰو کے (سرمایہ دارانہ) نظام کو اختیار نہ کرلینا۔ تم ہمیشہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ یہی کامیابی کی صحیح راہ ہے۔

۱۳۰ اگر تم نے محنت سے دولت پیدا کرنے کے بجائے، سرمایہ کے زور پر دوسروں کی محنت کی کمائی غصب کرنی شروع کردی، تو، ہر اُس قوم کی طرح، جو نظامِ خداوندی کی مخالفت کرتی ہے، تمہارا معاشرہ بھی جہنمی معاشرہ بن جائے گا۔

۱۳۱ لہٰذا، تم غلط نظامِ زندگی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو، اور خدا کے اُس نظام کی اطاعت کرو جسے اُس کے رسولؐ نے متشکل کیا ہے۔ اِس سے تمہاری انسانی صلاحیتوں کی صحیح نشوونما ہوسکے گی۔

۱۳۲ اور (اِس طرح) اپنے نشوونما دینے والے کے سایۂ حفاظت میں جلدی سے پہنچ جاؤ،

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۴﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۱۳۵﴾ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۶﴾

اور ربوبیتِ خداوندی کی اُس جنت کو حاصل کرلو جو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے (۲۱/۵۷)۔ یہ جنت اُن لوگوں کے لئے تیار رکھی ہے جو قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں۔

۱۳۳ یعنی، اُن لوگوں کیلئے جو (دوسروں کی کمائی پر نگاہ رکھنے کے بجائے) زندگی کی ہر حالت — غم و مسرت اور تنگی اور آسودگی — میں، اپنی محنت کی کمائی کو نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔ جو اپنی زائد قوت اور حرارت کو (خواہ مخواہ مشتعل ہو کر تباہ و برباد کردینے کے بجائے) تعمیری کاموں کی طرف منتقل[1] کردیتے ہیں، اور اس بات کا قطعاً خیال نہیں کرتے کہ، دوسروں کی طرف سے، اُن کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے۔ اُن کا مقصد اپنی ذات اور معاشرہ میں حسن پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ روش نظامِ خداوندی کے نزدیک بڑی پسندیدہ ہے۔

۱۳۴ اگر اُن سے کبھی (غلطی سے) کوئی معیوب حرکت سرزد ہوجاتی ہے، یا وہ اپنے آپ پر (یا ایک دوسرے پر) زیادتی کر بیٹھتے ہیں، تو اُس پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے، بلکہ، فوراً، قانونِ خداوندی کو اپنے سامنے لے آتے ہیں، اور اُس کے مطابق، اپنی اصلاح کرکے، اپنی غلطی کے مضر اثرات سے حفاظت کا سامان طلب کرلیتے ہیں — اور حقیقت یہ ہے کہ غلط اقدامات کے مضر اثرات سے، قانونِ خداوندی کے علاوہ اور کہاں سے حفاظت مل سکتی ہے؟

۱۳۵ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی اصلاح کا صلہ یہ ملتا ہے کہ خدا کا قانونِ ربوبیت، اُن کی سابقہ غلطی کے مضر اثرات سے اُن کی حفاظت کردیتا ہے اور اُنہیں زندگی کی سدا بہار خوشگواریاں نصیب ہوجاتی ہیں — اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔

کام کرنے والوں کا یہ معاوضہ کس قدر حسین و خوشگوار ہے!

۱۳۶ (اس ضمنی بیان کے بعد پھر اسی موضوع کی طرف آؤ جو مسلسل چلا آرہا تھا — اصول یہ بیان

(1) Sublimate

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

کیا جا رہا تھا کہ حق و باطل کے ٹکراؤ میں باطل کی قوتیں شکست کھا کر خاسر و نامراد رہ جاتی ہیں۔ یہ کوئی نیا اُصول نہیں جو پہلی بار وضع کیا گیا ہو۔ یہ خدا کا ابدی قانون ہے جو شروع سے اِسی طرح چلا آ رہا ہے)۔ چنانچہ تم سے پہلے' بہت سے نظام اور بہت سی اقوام گذر چکی ہیں۔ تم تاریخ کے اوراق پر غور کرو' اور اِن برباد شدہ قوموں کی اُجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھو۔ تمہیں نظر آ جائے گا کہ قوانینِ خداوندی کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا کرتا ہے؟

۱۳۷ یہ اندازِ تذکیر (یعنی تاریخی شہادتوں سے نتائج اخذ کرنے کا طریق) اِس لئے بتایا گیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے حقیقت اُبھر کر آ جائے' اور اُن میں سے جو غلط رَوش کی تباہیوں سے بچنے کے آرزومند ہوں انہیں منزلِ مقصود تک پہنچنے کی سیدھی راہ' اور اخلاقی اقدار کے نشانات مل جائیں۔

۱۳۸ (خدا کے اِس ابدی قانون کے مطابق) اگر تم بھی غلبہ و تسلط کی زندگی چاہتے ہو' تو اِس کیلئے ایک اُصول یاد رکھو۔ اور وہ یہ کہ جب فتح و کامرانی سے' سامانِ زیست کی فراوانی حاصل ہو' تو اِس سے تمہارے اندر سُستی اور کسلمندی نہ پیدا ہو جائے۔ اور' اگر کسی وقت حالات ناسازگار ہو جائیں' تو اِس سے تم پر افسردگی نہ چھا جائے۔ اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب تمہیں قوانینِ خداوندی کی صداقت پر پورا پورا یقین ہو۔

جب تم مومن ہو تو غمگینی اور افسردگی کے کیا معنی؟ جب تک تم اس رَوش پر قائم رہو گے' تم پر کوئی غالب نہیں آ سکے گا۔ ($\frac{4}{141}$)۔

۱۳۹ یہ بھی یاد رکھو کہ' مخالفین کے ساتھ تمہارا ٹکراؤ ضروری ہے۔ ٹکراؤ میں ایسا ہوتا ہے کہ آج تمہیں کوئی تکلیف پہنچ گئی۔ کل فریقِ مقابل کو شکست ہو گئی — اِنسان کی ساری تاریخ اِسی گردشِ دولابی کا ریکارڈ ہے۔ اِس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اِس امر کی' ہر وقت' جانچ پرکھ ہوتی رہے کہ تمہارا ایمان کس قدر قوی ہے اور تم میں سے کون اپنے ایمان کی عملی شہادت پیش کرتا ہے۔

اِس شکست و فتح میں جو لوگ قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کر جائیں وہ اُس کی نگاہ میں مستحسن قرار نہیں پا سکتے۔

۱۴۰ یہی وہ ٹکراؤ ہے جس سے' وہ جماعت جو قوانینِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتی ہے'

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ (۱۴۱) وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ (۱۴۲) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ (۱۴۳)

ناسازگار حالات کی کٹھالی میں سے نکل کر کندن بن جاتی ہے۔ اُسے ثبات و استحکام نصیب ہوتا ہے۔ اور جو لوگ ان قوانین سے انکار کرتے ہیں، کمزور ہوتے ہوتے مٹ جاتے ہیں۔

(۱۴۱) یہ ہے محو و ثبات کا وہ محکم اصول جس کے مطابق قومیں مٹتی اور باقی رہتی ہیں۔ اس کے بعد تم سوچو کہ اگر تم اِس خیالِ خام میں مگن رہو کہ تمہیں، یونہی بیٹھے بٹھائے، کامرانیوں اور خوشگواریوں کی جنتی زندگی مل جائے گی، تو یہ تمہاری کتنی بڑی بھول ہوگی۔ یہ جنت حاصل کرنے کے لئے تمہیں اپنے کردار سے بتانا ہوگا کہ تم میں سے کون مسلسل جد و جہد کرتا ہے اور، باطل کے ساتھ ٹکراؤ میں ثابت قدم رہتا ہے۔ (۲/۲۱۴)

(۱۴۲) تمہیں یہ محکم اصول بھی بتایا گیا تھا کہ جیتا وہی ہے جو (حق کی راہ میں) مرنے کے لئے تیار رہتا ہے (۲/۹۴ ؛ ۲/۲۴۳)۔ اِس اصول کے مطابق تم، ہمیشہ مرنے کی تمنا کیا کرتے تھے۔ اُس وقت اِس کا موقع نہیں آیا تھا۔ لیکن اب وہ وقت آگیا ہے۔ اب تمہارا باطل کے ساتھ ٹکراؤ ہوگا جس میں موت تمہارے سامنے کھڑی ہوگی، اور تم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوگے۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ تم میں سے کس کی تمنا خام تھی اور کس کی پختہ!

(۱۴۳) موت اور مقاتلہ کا ذکر آگیا ہے تو، اِس ضمن میں ایک اور اہم اصول کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ تم اپنی زندگی اور قوت کا راز، اپنے نظام کے استحکام میں سمجھو۔ اِسے شخصیتوں کے ساتھ وابستہ مت کرو۔ چھوٹی چھوٹی شخصیتیں تو ایک طرف، اِس باب میں تو محمدؐ جیسی بلند ترین شخصیت کا بھی یہ عالم ہے کہ وہ صرف خدا کا پیغام پہنچانے والا ہے۔ اِس سے پہلے، اسی طرح، بہت سے پیغام پہنچانے والے آئے اور اپنا فریضہ ادا کر کے چلے گئے۔ لہٰذا اگر یہ پیغام رساں (محمدؐ) بھی کل کو مر جائے، یا قتل کر دیا جائے، تو کیا تم سمجھو گے کہ اِس کی موت سے یہ سارا نظام ختم ہو گیا؟ اور اُس کے بعد تم اپنی قدیم روش کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو، ایسا کرے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا، خود اپنا ہی نقصان کرے گا۔ لیکن جو

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

ایمان کی روش پر قائم رہے گا' اور اس نظام کی قدر شناسی کرے گا' تو اُسے اس کی کوششوں کا پورا پورا صلہ ملے گا۔

۱۴۴ اگر اشخاص کی موت سے تمہارا نظام بگڑنے لگا' تو پھر یہ نظام کسی صورت میں بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ موت تو ہر شخص کو آنی ہے۔ (۳/۱۸۴)۔ موت' خدا کے (طبیعی) قانون کے مطابق واقع ہوتی ہے' اور اسی کے مطابق انسان کی عمر گھٹتی بڑھتی ہے (۳۵/۱۱)۔ لہذا' نظام کو اشخاص کی زندگی اور موت کے ساتھ وابستہ نہیں رہنا چاہیئے۔

اب رہا اِس نظام کا نصب العین' سو دنیا میں دو قسم کے لوگ ملیں گے۔ ایک وہ جو محض دنیاوی زندگی کے مفاد کو اپنا مقصود اور منتہیٰ سمجھیں۔ اور دوسرے وہ جو دنیاوی مفاد کے علاوہ' اُخروی زندگی کے مفاد کو بھی سامنے رکھیں۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ جو شخص (یا قوم) جس مفاد کے حصول کیلئے کوشش کرے اسے وہی مل جاتا ہے (۱۷/۱۸-۲۰)۔ تمہارا نظام وہ ہے جس میں اِس زندگی' اور اس کے بعد کی زندگی' دونوں کی خوشگواریاں مل جاتی ہیں (۳/۱۴۸)۔ لہذا' جو تم میں سے اِس نظام سے وابستہ رہے گا' اُس کی کوششوں کے نتائج' بہت جلد' اُس کے سامنے آجائیں گے (۲۴/۵۵)۔



یہ بات کہ تمہیں' اپنے نظام کے مخالفین کا مقابلہ کرنا ہوگا' کوئی نئی بات نہیں۔ تم سے پہلے کتنے ہی نبی گذرے ہیں' جن کی معیت میں' نظامِ ربوبیت کے علمبرداروں نے' مخالفین سے جنگ کی۔ اِس راہ میں اُنہیں جو تکالیف پیش آئیں اُن سے نہ تو اُن کے عزائم میں لغزش آئی۔ نہ اُن میں کمزوری پیدا ہوئی۔ نہ ہی وہ مسلسل محنت سے تھک کر ہمت ہار گئے اور انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے۔ وہ ان تمام مشکل مراحل میں ثابت قدم اور مستقل مزاج رہے' اور اسی لئے خدا کا قانون اُن کا ساتھ دیتا رہا —— اُسکے ہاں' ثبات اور استقامت بڑی پسندیدہ خصلت ہے۔



یہ لوگ اپنے آہنی عزم کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ اُن کی زبان' پر اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۗ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ
تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۗ

اے ہمارے نشو و نما دینے والے! اگر ہم سے کوئی لغزش یا کوتاہی ہو جائے' یا کسی معاملہ میں ہم حد سے بڑھ جائیں' تو ہمیں' ہماری اِن غلطیوں کے مُضر اثرات سے محفوظ رکھنا۔ ہمیں ثابت قدم رہنے کی توفیق دینا' اور مخالفین پر غلبہ اور کامیابی عطا کرنا۔

۱۴۷ یہ تھے وہ لوگ جنہیں ہم نے' اُن کے حسنِ عمل کے بدلے' دنیا کی خوشگواریاں بھی عطا کیں اور آخرت کی زندگی کی نعمتیں بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ قانونِ خداوندی کے نزدیک وہی لوگ پسندیدہ قرار پاتے ہیں جو حسن کارانہ انداز سے بلند کردار کا ثبوت دیں۔

۱۴۸ اے جماعتِ مومنین! تم اِسے اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ نظام' کسی شخص کی موت سے درہم برہم نہیں ہو سکے گا (۳/۱۴۴)۔ اِس میں خرابی واقع ہو گی تو اِس طرح کہ تم اُن لوگوں کی بات ماننے لگ جاؤ (اور اُن جیسے کام کرنے لگ جاؤ)' جو اِس نظام کے مخالف ہیں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ لوگ تمہیں پھر اُسی راستے کی طرف لے جائیں گے' جس پر تم' اِس سے پہلے چلتے تھے۔ اِس سے تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

۱۴۹ تمہیں اطاعت صرف قوانینِ خداوندی کی کرنی چاہیئے۔ وہی تمہارا مربی اور دمساز ہے' اور وہی حامی و ناصر۔

۱۵۰ اگر تم قوانینِ خداوندی کی اِطاعت کرتے رہے تو تمہارے دل بے خوف اور بے باک ہو جائیں گے' ——— کیونکہ توحید کا لازمی نتیجہ بے خوفی ہے (۲/۳۸)۔ اِس کے برعکس' جو لوگ توحید سے انکار کر کے شرک کرنے لگ جاتے ہیں' وہ مقامِ آدمیت سے گر جاتے ہیں۔ میزانِ زندگی میں اُن کا کوئی وزن نہیں رہتا (۲۲/۳۱)۔ اور اُن کے سینے خوف کے نشیمن بن جاتے ہیں۔ شرک' اِنسان کا خود ساختہ عقیدہ اور ذہن کی پستی کی علامت ہے۔ خدا کی طرف سے' اِس کے لئے کوئی سند نازل نہیں ہوئی۔
شرک کا نتیجہ خوف' اور خوف کا نتیجہ وہ جہنم کی آگ ہے جس کے شعلے دلوں کو لپیٹ لیتے ہیں۔ (۱۴۲/۹)۔ سو دیکھو کہ جو لوگ قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کریں ان کا ٹھکانہ کس قدر المناک اور

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

ناخوشگوار ہوتا ہے!

۱۵۱ صرف دُنیاوی مفاد پر نگاہ رکھنے سے کِس قدر اجتماعی نقصان ہوتا ہے' اِس کا تجربہ تم خود (ایک جنگ میں) کر چکے ہو۔ تم 'قانونِ خداوندی کے مطابق' دشمن کو تہ تیغ کر رہے تھے۔ تمہیں غلبہ حاصل ہو رہا تھا' اور اِس طرح خدا کا وہ وعدہ پورا ہو رہا تھا جو اُس نے تم سے کر رکھا تھا۔ لیکن عین اُس وقت' تمہارے پاؤں میں لغزش پیدا ہو گئی۔ معاملۂ پیش نظر میں تم نے باہمی تنازعہ شروع کر دیا۔ اور (تمہارے کمانڈر نے جو حکم تمہیں دے رکھا تھا) تم نے اُس کی نافرمانی کی' حالانکہ فتح و کامرانی' جو تمہارا محبوب مقصد تھا' تمہاری آنکھوں کے سامنے تھا۔۔۔ تمہیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہوا تھا؟ اِس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ قریبی مفاد پر ٹوٹ پڑے' اور کچھ ایسے رہ گئے جن کی نگاہیں مستقبل کے مفاد پر تھیں۔ یوں تمہارا رُخ' دشمن سے ہٹ کر دوسری سمت کو پھر گیا' (تمہیں شکست ہو گئی اور) اِس طرح تم پر اپنی حقیقت واشگاف ہو گئی۔

بہرحال' (اِس کے بعد تم نے اپنی غلطی کو محسوس کیا۔ پھر اپنے مقام پر واپس آ گئے۔ تمہیں کامیابی حاصل ہو گئی اور یوں) تمہاری لغزش کے اثرات مٹ گئے۔ اللہ کا قانون یہی ہے کہ ایک بار کی لغزش سے انسان' ہمیشہ کے لئے کامرانیوں سے محروم نہیں ہو جاتا۔ وہ جب بھی غلطی کا احساس کر کے صحیح راستے پر آ جائے' خدائی نوازشات سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے۔

۱۵۲ اِس شکست میں' بدحواسی سے تمہاری حالت یہ ہو رہی تھی کہ تم منہ اُٹھائے بھاگے چلے جا رہے تھے اور کوئی' ایک دُوسرے کی طرف مُڑ کر نہیں دیکھتا تھا (کہ اُس پر کیا گذر رہی ہے) حالانکہ تمہارا رسول' تمہیں' پیچھے سے' آوازیں دے رہا تھا۔ یوں تمہیں نقصان پر نقصان ہوا۔ اِس سے مقصد یہ تھا کہ تم آیندہ کے لئے نصیحت پکڑو کہ اپنے مقام سے' از خود' کبھی نہیں ہلنا چاہیئے۔ اگر تم دیکھ رہے ہو کہ کوئی چیز تمہارے ہاتھوں سے نکلے جا رہی ہے' تو تم' اِس خیال سے کہ اگر میں اپنی ڈیوٹی پر کھڑا رہا تو یہ چیز جاتی رہے گی' اپنی جگہ کو چھوڑ کر' اس کے پیچھے نہ لپک پڑو۔ یا اگر کوئی سخت مصیبت آ رہی ہے تو اُس سے گھبرا کر اپنا مقام نہ چھوڑ دو۔ تم اپنی جگہ پر جمے رہو۔ خدا اچھی طرح جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟

ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾

(۱۵۴) رسول کی اِس آواز میں چھپے ہوئے عزم و ثبات نے میدانِ جنگ کا نقشہ بدل دیا' اور اِس طرح شکست کے غم و حُزن کے بعد' تم پر اطمینان و سکون کی فضا طاری ہو گئی (۳/۱۱)۔ لیکن اطمینان و سکون کی یہ کیفیت صرف انہی پر طاری ہوئی' جن کے ایمان پختہ تھے' اور ان سے محض یہ عارضی لغزش ہو گئی تھی۔ اِن کے برعکس' دوسرا گروہ منافقین کا تھا' جنہیں اب بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے' اور اُن کا دِل' خدا کے متعلق' جہالت کی بنا پر' عجیب قسم کے خیالات کی آماجگاہ بن رہا تھا —— ایسے خیالات جو زمانۂ جاہلیت میں تو عام تھے لیکن اُنہیں اسلام نے دور کر دیا تھا —— کبھی وہ کہتے کہ جنگ کے معاملہ میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہونا چاہیے تھا۔ اِس بات کا فیصلہ کہ جنگ کرنا چاہیئے یا نہیں' اور اگر کرنا چاہیئے تو اُس کا پروگرام کیا ہونا چاہیئے' ہماری مرضی کے مطابق ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اِس قسم کے فیصلے کسی فرد' یا گروہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوا کرتے۔ یہ معاملات' نظامِ خداوندی کے طے کرنے کے ہوتے ہیں' اور اُسی کو اِس کا کُلّی اختیار ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ اِس قسم کی باتیں محض دکھلانے کے لئے کر رہے ہیں۔ جو کچھ اِن کے دل میں ہے اُسے ظاہر نہیں کرتے۔ (اُن کے دل میں دین ہی کی طرف سے شک ہے)۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس باب میں ہمیں کچھ اختیار دیا جاتا تو ہم اِس مقام (پر آکر) کبھی قتل نہ ہوتے۔ (ہم اپنے گھروں میں رہتے)۔ اِن سے کہدو کہ اگر تم اپنے گھروں میں رہنے کا فیصلہ بھی کر لیتے' تو جماعتِ مؤمنین تمہاری تقلید نہ کرتی۔ جب اِن پر جنگ واجب قرار دی جاتی تو یہ خود بخود' میدانِ جنگ کی طرف آجاتے۔

اِس شکست سے ہوا یہ کہ جو کچھ کسی کے دِل میں تھا' اُبھر کر سامنے آگیا۔ منافقین کی منافقت ظاہر ہو گئی اور پختہ ایمان والے' مصائب کی اس بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ اِس لئے کہ اللہ تو دلوں میں گذرنے والے خیالات تک سے واقف ہے۔

(۱۵۵) جب (اُس دن) دونوں لشکر آمنے سامنے آئے ہیں' تو تم میں سے جو لوگ لڑائی سے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَقَالُوا۟ لِإِخْوَٰنِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ أَوْ كَانُوا۟ غُزًّى لَّوْ كَانُوا۟ عِندَنَا مَا مَاتُوا۟ وَمَا قُتِلُوا۟ لِيَجْعَلَ ٱللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِى قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۵﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۶﴾

منہ موڑ کر بھاگ نکلے تھے' اُس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اُن کے ایمان میں فرق آگیا تھا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ انکی بعض کمزوریوں کے باعث پیش پا افتادہ مفاد کی کشش نے اُن کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ اِس قسم کی ہنگامی لغزشوں سے خدا کا قانون درگذر کر لیتا ہے' اور ملّت کا اجتماعی حسنِ عمل' افراد کی ایسی لغزشوں کے مُضر اثرات کی روک تھام کر دیتا ہے۔ خدا کا قانون ذرا ذرا سی باتوں پر بھڑک نہیں اُٹھتا۔ وہ بڑا بھاری بھرکم' ثقہ اور وزنی ہے۔

۱۵۵ اے جماعت مومنین! دیکھنا۔ تم نے کہیں اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کرلی۔ یعنی یہ ذہنیت پیدا کر لی کہ' اگر اُن کے بھائی بند باہر سفر میں گئے ہوں' یا جنگ میں مصروف ہوں' تو وہ کہتے ہیں کہ' اگر وہ ہماری طرح گھروں میں رہتے' تو کاہیکو مرتے' یا قتل ہوتے! یہ اندازِ فکر' انسان کے سامنے یہ محکم اصول آنے ہی نہیں دیتا کہ زندگی' خطرات میں جینے کا نام ہے۔ اِس قسم کے لوگوں کی زندگی' جو مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں' اور اُن کی اِس زندگی کے قابلِ رشک نتائج' ایسے لوگوں کے دل میں داغِ حسرت بن کر رہ جاتے ہیں جو چوڑیاں پہن کر گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اِنہیں معلوم نہیں کہ زندگی محض سانس لینے' اور موت' سلسلۂ تنفس کے منقطع ہو جانے کا نام نہیں۔ حقیقی موت اور حیات کا تصور اس سے مختلف ہے۔ اور وہ خدا کے قانون سے وابستہ ہے' جو انسان کے ہر عمل پر نگاہ رکھتا ہے۔ اِس قانون کی رو سے' حیات' مرگِ باشرف کو کہتے ہیں اور موت' حیاتِ بے شرف کا نام ہے۔ زندگی' مجاہدانہ تگ و تاز سے عبارت ہے اور بے عملی کا دوسرا نام موت ہے۔

۱۵۶ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے ذاتی مفاد اور نفس پروری کی خاطر خطرات مول لے اور اس طرح جان دیدینے کو "مرگ باشرف" قرار دے لے۔ "مرگِ باشرف" اُنہی کی ہے جو نظامِ خداوندی کے قیام اور بقا کے لئے (جس کا مقصد نوعِ انسان کی عالمگیر ربوبیت ہے) خطرات کا مقابلہ کریں اور عند الضرورت اپنی جان تک دیدیں۔ ایسا کرنے والے اگر' اِس کوشش میں مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں' تو ان کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کے مُضر اثرات سے اِن کی حفاظت ہو جاتی

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۟لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

ہے اور اُنہیں، اُن کی ذات کی نشو و نما کا سامان بھی مل جاتا ہے۔ یہ چیز اُس تمام سرمایہ سے بہتر ہے جسے انسان ذاتی مفاد کیلئے جمع کرتا ہے۔

۱۵۷ اِس لئے کہ طبیعی موت یا قتل ہو جانے سے زندگی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ زندگی، گروہ دَر گروہ، کارواں در کارواں، اُس منزل کی طرف بڑھے جا رہی ہے جو خدا نے اُس کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔ اِس طرح، رفتہ رفتہ، سب اُس نقطہ کے گرد جمع ہونے والے ہیں۔

۱۵۸ چونکہ مرکزِ جماعتِ مومنین (یعنی رسول اللہؐ) کی ذات میں خدائی صفات (علیٰ حدِّ بشریت) منعکس ہیں (اور ایسی ہی ذات کو اِس نظام کا مرکز ہونا چاہیئے)، اِس لئے یہ رسول، مستبد اور سخت گیر نہیں، بلکہ اپنے اندر نرمی اور لچک رکھتا ہے۔ اے رسول! اگر تم سخت مزاج اور سنگدل ہوتے، اور انسانی کمزوریوں کی رعایت کیلئے تمہارے دل میں نرم گوشہ نہ ہوتا، تو تمہاری جماعت کے افراد تم سے الگ ہو کر، منتشر ہو چکے ہوتے۔ اس لئے (جس حد تک قانونِ خداوندی اجازت دے) تم ان کی نادانستہ کوتاہیوں سے درگذر کرو، اور ان کیلئے سپر بن جاؤ ——— ان کی حفاظت کا سامان طلب کرو ——— اور معاملات میں ان سے مشورہ کرو۔

لیکن نرم دِل ہونے سے یہ مراد نہیں کہ تم ذرا ذرا سی بات سے متاثر ہو کر، کبھی کچھ اور کبھی کچھ کرنے لگ جاؤ۔ تمہارا عزم پختہ ہونا چاہیئے۔ ایسا پختہ کہ جب باہمی مشاورت کے بعد، تم کسی بات کا فیصلہ کر لو تو پھر قانونِ خداوندی پر پورا پورا بھروسہ کر کے، اپنے فیصلے پر کاربند رہو۔ یہی روش ہے جو قانون خداوندی کی نگاہ میں پسندیدہ ہے۔

۱۵۹ یہ ہے وہ قانونِ خداوندی جس کے مطابق فتح اور کامرانی نصیب ہوتی ہے ——— اور یہ یاد رکھو کہ جس کے ساتھ خدا کے قانون کی تائید شامل ہو، اُس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ لیکن جس کا ساتھ، خدا کا قانون چھوڑ دے، اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اسلئے، جماعتِ مومنین کا شیوہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ قانونِ خداوندی پر پورا پورا بھروسہ رکھے اور اُس کا دامن کبھی نہ چھوڑے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۱﴾ ھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ يَتْلُوْا عَلَيْھِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْھِمْ وَيُعَلِّمُھُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۳﴾

---

۱۶۰ لیکن، قانون پر اس قسم کا بھروسہ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اُس کی صداقت پر پورا پورا یقین ہو۔ جو قانون کسی نبی کے ذریعے ملے، اُس کی صداقت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے کہ نبی سے ایسا ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنی وحی میں کسی قسم کی خیانت کرے (انبیاءؑ کے بعد ان کے نام لیوا البتہ ایسا کر دیتے ہیں۔ لیکن) جن لوگوں نے انبیائے سابقہ کی وحی میں ایسا کیا ہے، اب ان کی قلعی کھل جائے گی، جب قرآنی انقلاب کے دور میں، خدا کی خالص وحی، سب کے سامنے آجائے گی، اور خیانت کے مجرمین کو ان کے کئے کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا، اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوگی۔

جو اِس سے یہاں بچ جاتے گا، اِس کے ساتھ یہی کچھ مرنے کے بعد کی زندگی میں ہوگا — زندگی تو مسلسل آگے چلتی ہے، اِس لئے یہاں اور وہاں ایک ہی بات ہے۔

۱۶۱ یاد رکھو! جو شخص وحیِ خداوندی سے پورا پورا ہم آہنگ ہو جاتے۔ اُس کی کامل اطاعت کرے۔ اُس کی حالت کبھی اُس شخص جیسی نہیں ہو سکتی جو اس کے خلاف چلے، اور یوں عذابِ خداوندی کا مستوجب بن جائے (جو قوانین خداوندی سے سرکشی برتنے کا فطری نتیجہ ہے)۔ ایسے شخص کا مقام جہنم ہے۔ کیسی بُری ہے یہ منزل جہاں انسان کی بے راہ رَوی اُسے پہنچا دیتی ہے!

۱۶۲ اِس کے برعکس، قوانین خداوندی کے مطابق چلنے والوں کے درجات، اُن کی سعی و عمل کی نسبت سے، متعین ہوتے ہیں ($\frac{6}{132}$)۔ وہ شرفِ انسانیت کے ارتقاء کی سیڑھیاں چڑھتے، بلند سے بلند تر مقامات پر پہنچتے جاتے ہیں ($\frac{46}{19}$)۔ خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے کسی کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں رہتا۔

۱۶۳ جب کامیابی اور ناکامی، صحیح اور غلط روش، کا دار و مدار قانون خداوندی پر ٹھہرا جو وحی کے ذریعے ملتا ہے، تو نوعِ انسان کے پاس، اِس قانون کا، اپنی حقیقی شکل میں رہنا نہایت ضروری تھا۔ اِس مقصد کے لئے، خدا نے، انہی میں سے، اِن کی طرف اپنا ایک رسول بھیجا۔

أَوَلَمَّآ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶۴﴾ وَمَآ أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۵﴾
وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا
تَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿۱۶۶﴾

یہ ایمان والوں پر خدا کا احسان ہے، اس لئے کہ وحی کسب و ہنر سے نہیں مل سکتی۔ خدا کی طرف سے وہبی طور پر مل سکتی تھی۔ وہ رسول ان کے سامنے، قوانین خداوندی پیش کرتا ہے۔ ایک ایسا نظام قائم کرتا ہے جس میں ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہو جاتی ہے۔ انہیں قانون اور اس کی غرض و غایت کی تعلیم دیتا ہے یعنی وہ قوانین خداوندی کی اطاعت اندھا دھند نہیں کراتا۔ ہر بات کو اچھی طرح سمجھا کر ذہن نشین کرا کر علی وجہ البصیرت اطاعت کراتا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے ایسا انتظام نہ ہوتا تو لوگ اسی طرح، حیران و سرگرداں راہ گم کردہ، کھوئے ہوئے پھرتے، جس طرح اس سے پہلے پھرتے تھے۔

۱۶۴ تمہیں اس وحی کے مطابق نظام قائم کرنے میں، دنیا بھر کی مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس مقابلہ میں کامیابی اور ناکامی کا مدار اس پر ہے کہ تم کس حد تک قوانین خداوندی کی اطاعت کرتے ہو۔ (جنگِ بدر میں تم نے کامل اطاعت کی تو دشمن کو شکستِ فاش دیدی۔ دوسری جنگ میں تم سے لغزش ہو گئی تو تمہیں نقصان اٹھانا پڑا)۔ ہر چند یہ نقصان، اس نقصان سے کہیں کم تھا جو اس سے قبل دشمن تمہارے ہاتھوں اٹھا چکا تھا، لیکن پھر بھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ نقصان کس کی وجہ سے ہوا؟

اِن سے کہہ دو کہ خود تمہاری اپنی وجہ سے! اگر تم پوری پوری اطاعت کرتے تو ایسا کیوں ہوتا؟ یاد رکھو! اللہ نے ہر چیز کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔ سب کچھ ان پیمانوں کے مطابق ہوتا ہے۔ ان کے خلاف کچھ نہیں ہوتا۔ اِس لئے کہ ان پر خدا کا پورا پورا کنٹرول ہے۔

۱۶۵ اِسی قانون کے مطابق تمہیں (اس جنگ میں) نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ مومن اور منافق، نکھر کر الگ الگ ہو گئے۔

۱۶۶ جب اِن (منافقین) سے کہا گیا کہ چلو! نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے دشمن سے جنگ کرو، یا (حسبِ موقعہ) مدافعت کرو، (تو یہ بہانے بنا کر اِدھر اُدھر کھسک گئے اور جب انہوں نے دیکھا کہ تمہیں کامیابی ہوئی ہے)، تو اب کہتے ہیں کہ ہمیں اس کا یقین نہیں تھا کہ وہاں

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

جنگ ہوگی۔ اگر ہمیں اِس کا یقین ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ ہم تمہیں اکیلا چھوڑ دیتے؟ اِن کا یہ انداز ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب ہے۔ یہ لوگ زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ——— اور اللہ پر خوب روشن ہے کہ یہ ظاہر کیا کرتے ہیں اور چھپاتے کیا ہیں۔

(۱۶۷) اِن کی کیفیت یہ ہے کہ یہ خود بھی میدانِ جنگ میں نہ گئے' اپنے گھروں میں بیٹھے رہے' اور جو لوگ جنگ میں شریک ہوئے' ان کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے ناحق جان گنوائی۔ اگر وہ ہماری بات مانتے تو کبھی قتل نہ ہوتے۔ اِن سے کہو کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ جو جنگ میں نہ جائے وہ موت سے محفوظ رہتا ہے' تو تم ذرا ایسا کر کے دکھاؤ کہ جب تمہارے سامنے موت آکھڑی ہو' تو اُسے نکال باہر کرو' اور اس طرح ہمیشہ زندہ رہو!

(۱۶۸) اِن کوتاہ اندیشوں کو کیا خبر کہ موت اور زندگی کسے کہتے ہیں؛ اِن سے کہو کہ جو لوگ نظامِ خداوندی کی راہ میں قتل ہو جائیں' اُن کے متعلق یہ گمان تک بھی نہ کرو کہ وہ مر گئے (۲/۱۵۴)۔ اُن کی موت' حیاتِ باشرف ہے (۳/۱۵۵)۔ اُنہیں اُن کے نشوونما دینے والے کی طرف سے' زندگی اور ارتقاء کے تمام سامان میسر ہوتے ہیں۔ (زندگی' موت کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی[1])۔

(۱۶۹) وہ اپنے بلند مقامات کو دیکھ کر' جو انہیں عنایاتِ خداوندی سے ملتے ہیں بہت خوش ہوتے

---

[1] طبیعی موت' ہر ذی حیات کے لئے ہے (۳/۱۴۴)۔ اس میں کسی کی استثناء نہیں (۳۹/۴۲)۔ اسی طرح مرنے کے بعد' زندگی بھی ہر انسان کے لئے ہے (۲/۲۸)۔ یہاں مقتولین فی سبیل اللہ کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ مخالفین نے کہا تھا کہ اگر وہ جنگ میں نہ جاتے تو مارے نہ جاتے۔ ویسے بھی اہلِ جنّت کی زندگی اور جہنمیوں کی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جہنم والے نہ زندہ ہوتے ہیں نہ مردہ (۲۰/۷۴)۔ انہیں چاروں طرف سے موت آتی دکھائی دیتی ہے لیکن وہ مرتے بھی نہیں (۱۴/۱۷)۔ اہلِ جنت کی زندگی بشارتوں کی زندگی ہے (۳/۱۷۰)۔ یہ خصوصیت بھی صرف انہی کیلئے نہیں جو میدانِ جنگ میں قتل ہو جائیں۔ جو اس جدوجہد میں قتل ہو جائے یا ویسے مر جائے' اس میں سب شامل ہیں (۳/۱۵۶ ؛ ۴/۷۴ ؛ ۹/۱۱۱—۱۱۲)۔ یہ بھی واضح رہے کہ جو اِس دنیا سے چلا جائے اُس کا اِس دُنیا والوں سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ (۳۵/۱۳—۱۴ ؛ ۴۶/۵—۶)۔

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۛ ﴿۱۷۰﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۲﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾

ہیں' اور اس احساس سے کہ ان کی اس قربانی سے' اُن لوگوں کے لئے جو ابھی دُنیا میں موجود ہیں' ایسا معاشرہ قائم ہوگیا ہے جس میں وہ ہر طرح کے خوف و حزن سے مامون ہیں' ان کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے۔

۱۷۰ وہ اِن آسائشوں اور راحتوں سے' جو نوازشاتِ خداوندی سے انہیں حاصل ہوتی ہیں' بجد خوش ہوتے ہیں۔ نیز اس حقیقت سے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ خدا کسی ایمان والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اُسکا پورا پورا بدلہ دیتا ہے۔

۱۷۱ اُن مومنین کے اعمال کا بدلہ جو مصائب و مشکلات کے زخم خوردہ ہونے کے باوجود' اللہ اور رسول (نظامِ خداوندی) کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے' سرفروشانہ باہر نکل آتے ہیں۔ (اسی سے وہ حقیقی زندگی کے مستحق قرار پاتے ہیں ۳/۲۴)۔
یہ ہے قانونِ خداوندی کی نگہداشت کا وہ حسن کارانہ شعارِ زندگی جس کا ایسا عظیم اَجر ملتا ہے۔

۱۷۲ یہ وہ صاحبانِ عزم و یقین ہیں کہ جب اِن سے لوگ کہتے ہیں کہ دشمن نے تمہارے خلاف لشکر جرار جمع کر رکھا ہے' اس لئے تمہیں اُس سے ڈرنا چاہیئے' تو اِس سے ان کا ایمان اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے' اور وہ دل کے پورے اطمینان سے کہتے ہیں کہ' دشمن کا لشکر بڑا ہے تو ہوا کرے' ہمارے ساتھ قانونِ خداوندی کی تائید و نصرت ہے۔ اور یہ وہ قوت ہے جس کے بعد کسی اور قوت کی حاجت نہیں رہتی' اور جس پر پورا پورا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۳ یہ اِس عزم و یقین کے ساتھ کارزارِ حیات میں مردانہ وار آگے بڑھتے ہیں' اور کسی قسم کا نقصان اٹھائے بغیر' خدا کی عطا کردہ آسودگیوں اور خوش حالیوں سے جھولیاں بھر بھر کر واپس آتے ہیں۔ یہ سب اِس لئے کہ انہوں نے قوانینِ خداوندی کا پورا پورا اتباع کیا تھا۔ اور قانونِ خداوندی اپنے نتائج کے اعتبار سے بڑا پُرثمر اور بارآور واقع ہوا ہے۔

۱۷۴ یاد رکھو! اِن سرکش قوتوں کی (جو تم سے برسرِ پیکار ہیں) چال یہ ہوتی ہے کہ یہ اپنی

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۗ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۷﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ

پارٹی کی طرف سے دوسروں کے دل میں ڈر اور خوف پیدا کرتے رہتے ہیں۔(۳۹/۳۶)۔
لیکن تم جب مومن ہو تو تمہارے لئے اِن سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ڈرنا تو صرف قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی سے چاہیئے۔

۱۷۵ اے رسول! جو لوگ کفر کی راہ میں اِس تیزی سے بڑھے جا رہے ہیں، تمہارے لئے ان کی وجہ سے افسردہ خاطر ہونے کی کوئی بات نہیں۔ وہ اپنے اس انکار و سرکشی سے "اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اِس سے انکا اپنا ہی نقصان ہوگا۔ (وہ کچھ قریبی مفاد حاصل کرلیں تو کرلیں' لیکن) مستقبل کی خوشگواریوں میں اُن کا کوئی حصّہ نہیں ہوسکتا۔ اُن کے لئے گھل گھل کر مرجانا اور تباہ ہوجانا ہے۔

۱۷۶ یہ چیز کچھ انہی سے مخصوص نہیں۔ جو لوگ بھی قوانینِ خداوندی کو چھوڑ کر' دوسری راہیں اختیار کرلیتے ہیں' تو وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اِن کا انجام بڑا المناک اور درد انگیز ہوتا ہے۔

۱۷۷ اِن لوگوں کو جو کچھ قریبی مفاد حاصل ہو جاتے ہیں تو یہی چیز انہیں مغالطہ میں ڈال دیتی ہے۔ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ خدا کا قانونِ مکافات کوئی شے نہیں۔ اِس کی یونہی دھمکی دی جاتی ہے۔ یہ اِن کی غلط نگہی ہے۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ ہر عمل کا نتیجہ فوراً سامنے نہیں آجاتا۔ ایک وقت کے بعد ظہور میں آتا ہے (جس طرح بیج کو پھل بننے کیلئے ایک مدّت درکار ہوتی ہے)۔

یہ قانونِ مُہلت' اُن لوگوں کے لئے نفع بخش ثابت ہوسکتا ہے جو آخری تباہی سے پہلے اپنی رَوش میں اصلاح کرلیں۔ لیکن جو لوگ اپنی کفر کی رَوش میں آگے بڑھتے جائیں' اُن کیلئے یہ مُہلت کا وقفہ' نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ اُن کے جرائم کا وزن بڑھتا جاتا ہے۔ اور اِسی نسبت سے اُن کی انسانی صلاحیتیں مضمحل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ تا آنکہ وہ ذلّت و خواری کے جہنم میں جا گرتے ہیں۔

مَنْ يَّشَاۤءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۗ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۷۹﴾

۱۸ ع ۹

۱۷۸ اِس کا بھی یقین رکھو کہ خدا کا قانون ایسا نہیں کہ وہ تمہارے معاشرے کو اِس حالت میں رہنے دے جس میں وہ اب ہے۔ کوئی تحریک بھی ہو اُس میں ابتداءً ہر قسم کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ اُس کے بعد مصائب اور مشکلات کی بھٹیاں آہستہ آہستہ کھرے اور کھوٹے کو الگ کرتی جاتی ہیں۔ یہ بات شروع ہی میں از خود نہیں بتا دی جاتی کہ کون کھرا ہے اور کون کھوٹا۔ آزمائشوں سے ان کی چھانٹ ہوتی جاتی ہے اور (اِس طرح) کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں ملتا کہ مجھے محض بدگمانی کی بنا پر اپنے اندر شامل نہیں ہونے دیا گیا یا الگ کر دیا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ ہم نے تمہیں غیب سے یہ بات نہیں بتا دی (کہ فلاں منافق ہے اور فلاں مومن)۔ اِس میں شبہ نہیں کہ ہم اپنے قانونِ مشیت کے مطابق اپنے رسول کو بذریعہ وحی بعض امورِ غیب کا علم دیدیتے ہیں (۷۲/۲۷—۲۶) لیکن اِس بات کا علم رسول کو بھی نہیں دیا گیا۔ وہ بھی منافقین کو اُن کے انداز ہی سے پہچان سکتا ہے۔ (۴۷/۳۰—۲۹)

اندریں حالات، تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم خدا کے قانون اور اُس کے لانے والے کی صداقت پر یقین محکم رکھو (اور یہ نہ خیال کرو کہ اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے تو اُس نے شروع ہی میں کیوں نہ بتا دیا کہ منافق کون کون ہے)۔ اگر تم نے اِس یقین کو محکم کر لیا اور اِن قوانین کی نگہداشت کی تو تمہارے لئے اِس کا اجر بہت بڑا ہوگا۔

۱۷۹ اِس نظام کا مقصد ہے نوعِ انسان کی عالمگیر پرورش۔ سو جو لوگ، اُس سامانِ معیشت کو جسے اللہ نے انہیں دے رکھا ہے اُن لوگوں سے روک لیں جنہیں اُس کی ضرورت ہے، تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ روش اُن کے حق میں بہت اچھی ہے۔ نہیں! یہ روش اُن کے لئے بڑی خرابی کا موجب ہے۔ جب نظامِ ربوبیت کے انقلاب کا وقت آئے گا، تو یہی سامان اُن کے گلے کا ہار ہو جائے گا۔ اِسی طرح مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی یہ اُن کیلئے عذاب کا موجب ہوگا۔

انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمام اشیائے کائنات جن سے اِن کا جمع کردہ مال اور اسباب ترکیب پاتا ہے، خدا کی ملکیت ہیں (اور اُس نے انہیں تمام انسانوں کے فائدے کیلئے پیدا کیا ہے (۵۵/۱۰)۔ اِس لئے، کسی کا انہیں صرف اپنے فائدے کے لئے سمیٹ کر رکھ لینا منشاءِ خداوندی کے خلاف ہے۔ (اِن سے کہدو کہ) تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اُس سے باخبر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۳﴾

---

۱۸۰ ہمیں اُن کا بھی علم ہے جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ کسی کے محتاج نہیں' اور خدا کا یہ نظام' جو اِن سے مال و دولت طلب کرتا ہے' اُن کا محتاج ہے۔ ہم اِن کی اِن تمام باتوں کو' ایک ایک کر کے' نوٹ کر رہے ہیں یہی لوگ تھے جو اِس زعمِ باطل میں کہ وہ کسی کے محتاج نہیں —— انہیں کسی کی کیا پرواہ ہے —— اِس نظام کی طرف دعوت دینے والے انبیاءؑ کی تخریب اور قتل کے ناحق درپے ہو گئے۔

وہ دن آنے والا ہے جب اِن کا سرمایہ اور اندوختہ' اِن کے کسی کام نہیں آئے گا' اور زندگی کی تمام لذتیں اِن کے لئے زہر کا گھونٹ بن جائیں گی۔

۱۸۱ ان سے یہ کچھ ظلم اور زیادتی کی بنا پر نہیں ہو گا —— خدا کے قانون میں ظلم اور زیادتی کا کیا کام؟ —— یہ نتیجہ ہو گا اُن کے اپنے اَعمال کا۔

۱۸۲ یہ (یہودی) یہ بھی کہتے ہیں کہ' اللہ نے ہم سے عہد لے رکھا ہے کہ تم نے کسی رسول پر ایمان نہ لانا جب تک وہ تمہارے پاس سوختنی قربانیوں کا حکم نہ لائے۔ (یہ سب اِن کی من گھڑت باتیں ہیں۔ اللہ نے اِن سے کہیں ایسا نہیں کہا تھا)۔ اِن سے کہو کہ اگر تمہارا اعتراض یہی ہے تو یہ بتاؤ کہ' مجھ سے پہلے' تمہاری طرف بہت سے رسول آئے جو اپنے ساتھ واضح احکام و دلائل لائے۔ اور (بقول تمہارے) انہوں نے سوختنی قربانی کا بھی حکم دیا۔ تو تم' اُن پر ایمان لانے کے بجائے' اُن کی تخریب اور قتل تک کے درپے کیوں ہو گئے؟ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو اِس کا جواب دو؟

۱۸۳ سو (اے رسول!) اگر یہ لوگ' اس قدر واضح دلائل کے باوجود' تمہیں جھٹلاتے ہیں' تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ایسا ہوتا ہی چلا آیا ہے۔ تم سے پہلے بھی' رسولوں کی' اِسی طرح تکذیب ہوتی رہی ہے' جو واضح دلائل اور آسمانی صحیفے' یعنی (انسانی عقل کو) روشنی عطا کرنے والے قوانین' لائے تھے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوٰلِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۚ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿۱۸۶﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿۱۸۷﴾

---

۱۸۴ (اِن سے کہو کہ ہوسکتا ہے کہ تم اِس قسم کی کٹ حُجتیوں اور فریب کاریوں' اور اپنی موجودہ غلط روش سے دُنیاوی مفاد حاصل کرلو' لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ) ہر ذی حیات کو ایک دن مرنا ہے' اور جن اعمال کے نتائج اِس زندگی میں سامنے نہیں آسکے' ان کا پورا پورا بدلہ' اُخروی زندگی میں سامنے آکر رہنا ہے۔ اُس زندگی میں جو شخص تباہ کن عذاب سے دُور رکھا گیا' اور جنت کی خوشگوار زندگی کا مالک بنایا گیا' تو وہ درحقیقت کامیاب ہوا۔ (٣٩/٩١)۔ اِس کے برعکس' جو شخص صرف دنیاوی زندگی کے مفاد کو مقصدِ حیات سمجھتا ہے' (اور مستقبل کی زندگی کو نظر انداز کر دیتا ہے) اُسے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑے دھوکہ میں رکھے ہوتے ہے۔ کامیاب وہ ہے جسے اِس دُنیا کی خوشگواریاں بھی حاصل ہوں اور اُخروی زندگی کی کامرانیاں بھی۔ (٢/٢٠١ ؛ ١٠/٦٣—٦٤ ؛ ١٤/٢٧)۔

۱۸۵ تمہارا مقابلہ انہی لوگوں سے رہے گا' اور اِس ٹکراؤ میں' تم پر ایسی گردشیں آئیں گی جن میں تمہارے مال اور جان کا نقصان ہوگا (٢/١٥٥)۔ اور اِن اہلِ کتاب اور مشرکین عرب سے' بڑی دکھ دینے والی باتیں سننی پڑیں گی۔ سو اگر تم نے اِن مشکلات کا مقابلہ ثابت قدمی سے کیا اور قانونِ خداوندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا' تو یہ تمہارے عزمِ بلند کی دلیل ہوگا' اور بڑی ہمت کی بات۔

۱۸۶ (یہ اہلِ کتاب جواب کہہ رہے ہیں کہ ہم سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا اور وہ عہد لیا تھا۔ اِن سے اِس قسم کا کوئی عہد نہیں لیا گیا تھا)۔ ان سے عہد یہ لیا گیا تھا کہ "جو کچھ تمہیں (وحی کے ذریعے) دیا گیا ہے' اُسے چھپا کر نہ رکھنا' لوگوں کے سامنے کھول کھول بیان کرنا"۔ لیکن اِنہوں نے' اُسے پس پشت ڈال دیا۔ (اور عمل درآمد اپنی خود ساختہ شریعت پر کرنے لگے' کیونکہ) اُنہیں اِس سے دنیاوی مفاد حاصل ہوتے تھے —— اگر یہ ذرا عقل و فکر سے کام لیتے تو اِن پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ اِن کا یہ سودا کِس قدر خسارے کا ہے (٢/١٦)۔

یہ تھا وہ عہد جو اِن سے لیا گیا تھا' اور یہ ہے وہ انداز جس سے انہوں نے اپنے اِس عہد کو

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿١٨٧﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٨٨﴾ إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٨٩﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩٠﴾

پورا کیا تھا!

۱۸۷ یہ لوگ (اہلِ کتاب کے مذہبی پیشوا) اپنی اِس رَوش پر بہت خوش ہیں' اور چاہتے یہ ہیں کہ یہ' جو باتیں لوگوں سے (بطور وعظ و نصیحت) کہتے ہیں' لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتے' اُن کی وجہ سے اِن کی تعریف کی جائے۔ (حالانکہ تعریف' کام کی ہوتی ہے' باتوں کی نہیں)۔

یہ لوگ اپنے ذہن میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ (جس طرح ہم دنیا والوں کو دھوکا دے لیتے ہیں اِسی طرح خدا کو بھی دھوکا دے لیں گے)۔ تم اِن کے متعلق خیال تک بھی نہ کرو کہ یہ خدا کے عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ اُس کے قانونِ مکافات کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ اُس سے کوئی نہیں چھوٹ سکتا۔ اِن لوگوں کی تباہی بڑی دردانگیز ہوگی۔

۱۸۸ اِس لئے کہ تمام کائنات میں اقتدار اور اختیار خدا ہی کا کارفرما ہے۔ یہ سلسلۂ کائنات اِس لئے سرگرمِ عمل ہے کہ ہر ایک کام کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب ہوتا رہے (۱/۴ ؛ ۳۴/۴ — ۳ ؛ ۵۳/۳۱)۔ ہر شے پر خدا کا پورا پورا کنٹرول ہے۔

۱۸۹ لیکن یہ بات غور و فکر سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ عقل و بصیرت سے کام لیتے ہیں' اُن کے لئے کائنات کی پیدائش اور دن اور رات کی گردش میں' قوانین خداوندی کی محکمیت اور ہمہ گیری کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

۱۹۰ اُن صاحبانِ عقل و بصیرت اور اربابِ فکر و نظر کیلئے' جو زندگی کے ہر گوشے میں' کھڑے بیٹھے۔ لیٹے' قانونِ خداوندی کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہیں' اور کائنات کی تخلیقی ترکیب (انداز پیدائش) پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی تحقیقات کے بعد' علیٰ وجہ البصیرت پُکار اُٹھتے ہیں کہ' اے ہمارے نشو و نما دینے والے! تو نے اس کارگہ' ہستی کو نہ تو عبث اور بیکار پیدا کیا ہے اور نہ ہی تخریبی نتائج مرتب کرنے کے لئے۔ تیری ذات' اِس سے بہت بعید ہے کہ تو کسی شے کو بے مقصد

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۳﴾

اور بلا غرض و غایت یا تخریبی نتائج مرتب کرنے کیلئے پیدا کر دے۔ (یہ ہماری کم علمی اور کوتاہ نگہی ہے کہ ہم تحقیق سے کام نہیں لیتے اور اس طرح اشیائے کائنات کے نفع بخش پہلوؤں سے بے خبر رہ کر، عذاب کی زندگی بسر کرتے ہیں)۔ تو ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم (علمی تحقیقات اور عملی تجربات کے بعد) اشیائے کائنات سے صحیح صحیح فائدہ اٹھائیں اور اس طرح) تباہ کن عذاب کی زندگی سے محفوظ رہیں۔

۱۹۱ جو قومیں، اس قسم کی تحقیقات نہ کرنے سے، اشیائے کائنات کی نفع بخشیوں سے محروم رہتی ہیں، ان کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس کر رہ جاتی ہیں اور وہ ذلت و خواری کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ —— اور ظاہر ہے کہ ایسی ذلیل و خوار قوموں کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوتا۔

۱۹۲ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے، انہیں دنیا کی تباہی کے لئے استعمال نہ کیا جائے، بلکہ نوعِ انسان کی ربوبیتِ عامہ کیلئے صرف میں لایا جائے۔ یہ وہی قوم کر سکتی ہے جو خدا کی رہنمائی پر ایمان رکھے۔

لہٰذا، اِن اربابِ عقل و بصیرت کی پکار یہ بھی ہوتی ہے کہ، اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہم نے ایک پکارنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آؤ! اپنے نشو و نما دینے والے کے قانون کی صداقت کو تسلیم کرو، اور اسے اپنی زندگی کا نصب العین بناؤ —— ہم نے اِس دعوت پر لبیک کہا، اور خدا کے قانون کی صداقت پر ایمان لے آئے۔

اِس کے بعد، اِن صاحبانِ عقل و ایمان کے سینے میں اِس قسم کی آرزوئیں بیدار ہوتی ہیں کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہم سے اگر کوئی بھول چوک ہو جائے تو اُس کے مضرت رساں نتائج سے ہمیں محفوظ رکھنا۔ (۲/۲۸۶)۔

ہماری چھوٹی موٹی کوتاہیوں اور تدبیری ناہمواریوں کے اثرات مٹاتے رہنا۔

اور ہمارا انجام ان لوگوں کی رفاقت اور معیّت میں کرنا، جن کے سامنے زندگی کی وسعت اور کشاد کی راہیں کھل چکی ہیں۔

۱۹۳ اے ہمارے نشو و نما دینے والے!

تو نے ہم سے، اپنے رسولوں کے ذریعے، جن خوشگواریوں اور سرفرازیوں کا وعدہ کیا ہے (۲۴/۵۵) اُن سے ہمیں بہرہ یاب کرنا۔ اور ایسا نہ کرنا کہ اعمال کے ظہورِ نتائج کے وقت ہم ذلیل و خوار ہو جائیں۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ
هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٤﴾ لَا
يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٥﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٦﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ
اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِندَ اللَّهِ
خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿١٩٧﴾

ہمیں یقین ہے کہ تو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ تیرا ہر قانون صحیح صحیح نتیجہ مرتب کر کے رہتا ہے۔

(۱۹۴) اُنہوں نے ان حسین آرزوؤں کے ساتھ خدا کی دعوت پر لبیک کہا' اور خدا کے قانون نے آگے بڑھ کر ان کی پکار کا جواب دیا (۳/۱۸۹) اور کہا کہ تم میں سے جو بھی ہمارے قانون کے مطابق عمل کرے گا — وہ مرد ہو یا عورت' کہ تم ایک دوسرے کے جزو ہو' الگ الگ نہیں ہو — اس کی محنت کبھی اکارت نہیں جائیگی۔

لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارے قوانین کے مطابق معاشرہ کی تشکیل میں' تمہیں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں تمہیں' اپنی ہر عزیز متاع کو چھوڑنا پڑے۔ تم گھروں سے بے گھر ہو جاؤ۔ بُری طرح سے ستائے جاؤ۔ لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ جانیں دینی پڑیں — سو جو لوگ اس پروگرام میں پورے اُتریں گے' ان کے حسنِ عمل کی بدولت' ان کی چھوٹی موٹی ناہمواریوں کو مٹا دیا جائے گا' اور انہیں زندگی کی ایسی شادابیاں عطا ہوں گی جن پر کبھی' افسردگی اور پژمردگی نہیں چھائے گی۔ وہ ہمیشہ تر و تازہ رہیں گی۔ یہ خدا کی طرف سے' اُن کے اعمال کا بدلہ ہوگا — اور حقیقت یہ ہے کہ اعمال کا ایسا حسن کارانہ بدلہ' قانونِ خداوندی کی رُو ہی سے مل سکتا ہے۔

(۱۹۵) اس نظام کی مخالفت کرنے والوں کی چہل پہل۔ بستیوں میں ان کی گہما گہمی' تمہاری نگاہ کو فریب نہ دیدے' اور تم یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ اس قانون کے خلاف چلنے سے بھی زندگی کی خوشگواریاں مل سکتی ہیں؛

(۱۹۶) یہ خوشگواریاں بڑی بے حقیقت ہیں' اور ان سے محض تھوڑی سی مدت کے لئے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اُس کے بعد' تباہی اور بربادی کا جہنم ہوگا' اور یہ ہوں گے —— اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

(۱۹۷) ان کے برعکس' جو لوگ خدا کے قانونِ ربوبیت کی نگہداشت کرتے ہیں' اور وحیِ خداوندی کے مطابق' بلند کردار زندگی بسر کرتے ہیں' تو اُن کے لئے خوشگواریوں کی سدا بہار جنتیں ہیں۔

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۸﴾

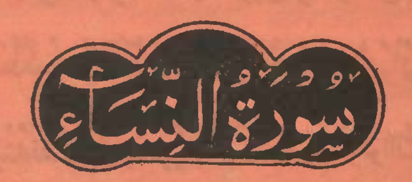
يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۹۹﴾ (۲۰ ع ۱۱)

خدا کے ہاں اُن کی ایسی قدر و منزلت ہوگی جیسی معزز مہمانوں کی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بلند کردار اور راست باز انسانوں کے لئے خدا کے ہاں جو کچھ بھی ہے یکسر خیر ہے۔ اس میں خرابی کا شائبہ تک بھی نہیں ہو سکتا۔

(۱۹۸) اور خدا کی اِس جنت کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں —— اِن اہل کتاب (یہودیوں) کے لئے بھی جن کا عقیدہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے علاوہ کوئی اور جنت میں جا ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان اہلِ کتاب میں سے بھی جو لوگ (اِس طرح) اللہ پر ایمان لے آئے ہیں (جس طرح تم لائے ہو)۔ اور اپنی سابقہ کتابوں پر ایمان لانے کے بعد اِس کتاب (قرآن) پر ایمان لائے ہیں جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے۔ اور انہوں نے "اِس طرح" قوانین خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے' اور اپنی سابقہ روش کو چھوڑ دیا ہے جس میں وہ احکامِ خداوندی کو دنیاوی مفاد کے عوض بیچ دیا کرتے تھے۔ تو (ان کا بنی اسرائیل کے گھرانے میں پیدا ہونا' اِن کے راستے میں حائل نہیں ہوگا)۔ اِن کے ایمان و اعمال کا اجر اِن کے ربّ کے قانونِ مکافات کی رُو سے ملے گا۔ وہ قانون جو انسان کے ہر عمل کا حساب بلا تاخیر کر دیتا ہے۔ (۱۱۳–۱۱۴ ؍ ۳)۔

(۱۹۹) لیکن یہ سب کچھ اُس معاشرہ میں ہو سکتا ہے جس میں تمام افراد کی کیفیت یہ ہو کہ وہ اپنے نظام پر نہایت ثابت قدمی سے قائم رہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کی استقامت کا موجب بنیں' اور اِس میں' ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کریں۔ مخالفین کے مقابلہ میں استقامت دکھائیں۔ اپنی حفاظت کا پورا پورا انتظام رکھیں۔ ایک دوسرے سے جُڑ کر رہیں' مقصدِ پیش نظر کے حصول میں مسلسل کوشش کریں۔ اور ہر قدم پر قانونِ خداوندی کی نگہداشت کریں۔ اے جماعتِ مومنین! تم نے یہی رَوش اختیار کرنا تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

———



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝۱ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲

۱ اے نوعِ انسان! اپنے نشو و نما دینے والے کے قانون کی نگہداشت کرو جس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا' ایک جرثومۂ زندگی[1] سے کی (۶/۹۹ ; ۳۹/۶) - ازاں بعد یہ جرثومۂ دو حصّوں میں تقسیم ہوگیا[2]' جس سے نر و مادہ کی تقسیم وجود میں آئی - اور یوں نر و مادہ کے اختلاط سے' اس نے کرۂ ارض پر کثیر آبادی پھیلا دی' جو مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہے۔

(جب نوعِ انسان' اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی درخت کی شاخیں ہے' تو انسانوں کی خود ساختہ تقسیم و تفریق کے کیا معنی ہیں؟ تم تمام انسانوں کو ایک برادری سمجھو) اور اِس طرح خدا کے نظامِ ربوبیت کی نگہداشت کرو جس کے ذریعے تمہاری وہ ضروریات پوری ہوتی ہیں جن کیلئے تم ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہو (۱۳/۴۹)۔

خدا کے نظامِ ربوبیت کے قیام کی ابتدا' اپنے خاندانی رشتے استوار کرنے سے کرو (جب یہ ہو جائے تو پھر اِس حلقہ کو وسیع کرتے چلے جاؤ' تا آنکہ پوری کی پوری انسانیت اِس کے دائرہ کے اندر آجائے) - اگر تم نے ایسا کیا تو قانونِ خداوندی تمہاری ہر طرح سے نگرانی اور نگہبانی کرتا جائے گا۔

۲ اِس قانون کی رُو سے' تمہارے اپنے بچّوں اور یتیموں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اِس لئے' اُن کے مفاد اور حقوق کی بھی اسی طرح نگہداشت کرو جس طرح تم اپنی اولاد کے مفاد کی نگہداشت کرتے ہو - اُن کا مال و اسباب' بڑی احتیاط سے سنبھال کر رکھو' ایسا نہ کرو کہ اُن کی اچھی

1. Life-cell 2. Spermatazoon & Ovum

وان خفتم الا تقسطوا في اليتمى فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم ذلك ادنى الا تعولوا ③ واتوا النساء صدقتهن نحلة فان طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا ④ ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قيما وارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولا معروفا ⑤

اچھی چیزیں، اپنی نکمی چیزوں سے بدل لو۔ اُن کا مال الگ رکھو اپنا الگ۔ اُن کے مال میں خرد برد کرنا بڑی بے انصافی کی بات ہے۔ (جو بچار معاشرہ میں تنہا رہ جائے اُس کی مدد کرنی چاہیئے نہ کہ اُلٹا اس کا حق تلف کر لینا چاہیئے)۔

③ (لیکن یتیموں کا مسئلہ ان کے مال و اسباب کی حفاظت ہی سے طے نہیں ہو جاتا۔ بات اس سے آگے بھی چلتی ہے۔ اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں ــــ مثلاً جنگ کی وجہ سے ــــ کہ معاشرہ میں مرد ضائع ہو جائیں اور بیوہ عورتیں اور یتیم بچے (لڑکے، لڑکیاں) زیادہ رہ جائیں ــــ بالخصوص بے شوہر عورتیں۔ ۴/۱۲۷) ۔ اور اس مسئلہ کا کوئی خاطر خواہ منصفانہ حل نہ ملتا ہو یا کہیں انفرادی طور پر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں تمہیں اجازت دیجاتی ہے کہ ان یتیموں اور بیواؤں کی حفاظت اور پرورش کی خاطر، تم ان بے شوہر عورتوں سے حسب پسند (جو تمہارے نکاح میں آنا چاہیں، ۴/۱۹) نکاح کر لو۔ (اس مقصد کیلئے "ایک مرد ایک بیوی" کے قانون میں استثنا کی جاتی ہے۔ اس صورت میں، جیسا بھی حالات کا تقاضا اور معاشرہ کا فیصلہ ہو تم) دُو دُو۔ تین تین۔ چار چار بیویاں تک (نکاح میں لا سکتے ہو)۔ لیکن اگر تم دیکھو کہ تم، اس طرح، مختلف افراد خاندان میں عدل قائم نہیں رکھ سکو گے، تو پھر اُسی "ایک بیوی" والے قانون پر کاربند رہو۔ یا وہ لونڈیاں جنہیں تم، اس سے قبل، اپنے نکاح میں لا چکے ہو (کیونکہ اسکے بعد تو غلام اور لونڈیوں کا سلسلہ ہی ختم کر دیا گیا ہے)۔ بے انصافی (یا کثرتِ اولاد کے بوجھ) سے بچنے کیلئے یہ راہ زیادہ قرین صواب ہے۔

(یاد رکھو۔ یہاں جس عدل کا مطالبہ کیا گیا ہے، اس سے مراد مختلف بیویوں میں سلوک اور برتاؤ کا عدل ہے، نہ کہ جذبات کا عدل۔ اس لئے کہ جذبات میں مساوات اور یکسانیت رکھنا نفسیاتی محال ہے جس کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ۴/۱۲۹)۔

④ اور اپنی بیویوں کا مہر کسی معاوضہ کا خیال کئے بغیر، اس طرح دیدیا کرو جس طرح شہد کی مکھی، شہد دیدیتی ہے (اس میں کسی قیمت یا بدل کا خیال تک بھی نہیں آتا۔ اس لئے کہ مہر تو ایک تحفہ ہے، نہ کہ کسی چیز کا بدلہ)۔ ہاں! اگر وہ، اپنی خوشی سے، کچھ چھوڑ دیں، تو اسے بلا تامل اپنے صرف میں لا سکتے ہو۔

⑤ یہ بھی یاد رکھو کہ مال کو، خدا نے، تمہاری قومی معیشت کا ذریعہ (قیام کا موجب)

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷

بنایا ہے۔ اِس سے قومیں اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے کے قابل ہوتی ہیں۔ اِس لئے' اِسے ایسے لوگوں کی تحویل میں نہ دو جو اِس کے انتظام کی سوجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں۔ ایسے لوگوں کے روٹی کپڑے' اور صحیح تربیت کا انتظام کر دیا کرو۔

(۶) اور یتیموں کی بھی صحیح تربیت کرو' اور اُن کی جانچ پڑتال کرتے رہو کہ ان کی صلاحیتوں کی کس حد تک نشوونما ہوتی ہے' حتّٰی کہ وہ نکاح کی عمر (سِنِ بلوغت $\frac{۶}{۱۵۲}$ ؛ $\frac{۱۷}{۳۴}$ ؛ $\frac{۲۲}{۴۶}$) تک پہنچ جائیں۔ پھر اگر اُن میں عقل کی پختگی نظر آئے' تو اُن کا مال اُنہیں واپس دیدو (اگر ایسی صُورت نہ ہو تو پھر $\frac{۴}{۵}$ کے مطابق کرو)۔ اور اِس خیال سے کہ وہ اب سِنِ بلوغت کو جلدی پہنچ جائیں گے اور اُن کا مال انہیں واپس دینا ہوگا' فضول خرچی کر کے اُن کا مال ہڑپ نہ کر جاؤ۔ باقی رہا اُن کے مال کی حفاظت اور اُن کی پرورش کا معاوضہ' سو تم میں سے جو ضرور تمند نہ ہو' اسے کچھ نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن جو ضرورت مند ہو (یعنی ان کی جائیداد کے انتظام کیلئے اُسے جو وقت صرف کرنا پڑے اُس سے اس کی اپنی آمدنی پر اثر پڑتا ہو اور اس طرح وہ تنگدست ہو جائے) تو وہ قاعدے اور قانون کے مطابق' حق الخدمت لیا کرے۔ پھر جب تم اُن کا مال ان کے سپرد کرنے لگو' تو اس پر گواہ کیا کرو۔ اور حساب فہمی کے وقت' اِس حقیقت کو سامنے رکھو کہ تم یہ حساب خدا کو دے رہے ہو جو ظاہر اور پوشیدہ ہر بات سے واقف ہے' اِس لئے ٹھیک ٹھیک حساب لینے والا ہے۔

(۷) اب قانون وراثت کی تفصیل سنو۔ مَردوں کیلئے حصّہ ہے اُس مال میں سے جو اُن کے والدین یا دوسرے قریب ترین رشتے دار (جن کا ذکر آگے آتا ہے) چھوڑ کر مریں۔ اِسی طرح عورتوں کے لئے حصّہ ہے اُس مال میں سے جو ان کے والدین یا قریب ترین رشتے دار[1] چھوڑ کر جائیں۔ خواہ وہ تھوڑا سا مال ہو یا زیادہ۔ اِس میں ہر ایک کا حصّہ مقرر ہے۔ (اِن حصّوں کا ذکر آگے آتا ہے۔) لہٰذا' عورتیں اپنا حق ملکیت الگ رکھتی ہیں۔ یہ نہیں کہ ہر چیز کا مالک مرد ہوتا ہے۔ عورت مالک ہی نہیں ہو سکتی ($\frac{۴}{۳۲}$)۔

---

[1] اقرب کے معنی ہیں' وہ متوفی جس کے' اور اُس کے وارث کے درمیان' اُن کی لائن میں' کوئی اور حصّہ دار حائل نہ ہو۔ مثلاً میں' زید' بکر کا اقرب ہے۔ لیکن اگر بکر (اپنے باپ' زید کی زندگی میں) فوت ہو چکا ہو تو زید (اپنے پوتے) عمر کا اقرب ہو جائے گا۔

زید
بکر
عمر

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ⑧ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ⑨ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ⑩ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

---

۸ اگر تقسیم وراثت کے وقت' ایسے رشتہ دار بھی موجود ہوں جن کا ترکہ میں حصہ نہ ہو' یا دوسرے یتیم اور مساکین' تو اُنہیں بھی اِس میں سے کچھ دیدو' اور سمجھا دو کہ ترکہ کی تقسیم قانون اور قاعدے کے مطابق ہوگی' جس کی رُو سے اُنہیں بطورِ حق کچھ نہیں مل سکتا۔ جو کچھ انہیں دیا گیا ہے' محض اُن کی دِل جوئی کی خاطر ہے۔

۹ ترکہ کی تقسیم صحیح قاعدے کے مطابق کرنی چاہیئے' اور اِس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر تم بھی اپنے پیچھے ناتواں اولاد چھوڑ جاؤ' تو تم کبھی نہیں چاہو گے کہ اُن سے بے انصافی ہو۔ لہٰذا تم قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو' اور اِن معاملات میں ایسی بات کرو جو بالکل صاف' سیدھی اور محکم ہو۔

۱۰ یاد رکھو! جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں' اُن کے متعلق یوں سمجھو گویا وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں جس سے اُن کے جذبات حرص و ہوس اور بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اُن کی نیت نہیں بھرتی اور وہ ناجائز دولت کے پیچھے پاگلوں کی طرح مارے مارے پھرتے رہتے ہیں۔ اِس سے اُن کی صلاحیتیں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جاتی ہیں۔

۱۱ اِس اُصولی تمہید کے بعد قانونِ وراثت تمہارے سامنے آتا ہے۔ اِس باب میں' اولاد کے متعلق خدا کا حکم یہ ہے کہ

(۱) لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصّہ ہے ـــــ یعنی لڑکی ـ ۱/۳ اور لڑکا ـ ۲/۳ (اِس لئے کہ کنبے کے اخراجات کا کفیل مرد ہے' عورت نہیں۔ ۴/۳۴)۔

(۲) اگر لڑکیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں' تو ان کے لئے ترکہ کا ۲/۳ حصّہ ہے۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو' نصف۔

(۳) اور متوفی کے ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا (۱/۶) حصّہ ہے' بشرطیکہ متوفی کی اولاد بھی

مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ
فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ
نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن
لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ
وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ مِّن بَعْدِ
وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا
أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

ہو۔ لیکن اگر اُس کی اولاد نہ ہو' اور صرف ماں باپ اُس کے وارث ہوں' تو اس کی ماں کا حصّہ تیسرا ($\frac{1}{3}$) ہے (اور باپ کا $\frac{2}{3}$)۔ اور اگر اس کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا حصّہ چھٹا ($\frac{1}{6}$) ہے۔ یاد رکھو! یہ تقسیم متوفی کی وصیّت (جو فرض ہے $\frac{2}{180}$) پوری کر دینے اور قرضہ چکا دینے کے بعد ہوگی۔ (یعنی ترکہ سے سب سے پہلے متوفی کا قرضہ ادا کرو۔ پھر دیکھو کہ اُس کی وصیّت کیا ہے۔ اگر وصیت پورے مال پر حاوی نہ ہو یا وہ وصیّت کر ہی نہ سکا ہو۔ تو اُس صورت میں ترکہ کی تقسیم مذکورہ بالا حِصّوں کے مطابق کرو)۔ اِس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ یا تمہاری اولاد میں سے کونسا رشتہ نفع رسانی کے لحاظ سے تم سے قریب تر ہے۔ اِس لئے یہ حصّے خدا نے خود مقرّر کر دیئے ہیں' کیونکہ اُس کا ہر فیصلہ علم اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

۱۲ اب عقدی رشتوں (میاں بیوی) کے متعلق سنو۔

(۱)، جو کچھ تمہاری بیویاں چھوڑ مریں' اُس میں سے تمہارا حصّہ نصف ($\frac{1}{2}$) ہے' بشرطیکہ اُن کی اولاد نہ ہو۔ لیکن اگر اُن کی اولاد ہو' تو پھر اُن کے ترکہ میں سے تمہارا حصّہ چوتھا ($\frac{1}{4}$) ہے۔

یہ تقسیم اُس وصیت کے پورا کرنے کے بعد ہوگی جو انہوں نے کی ہو۔ یا اُن کے قرضہ کی ادائیگی کے بعد۔

(۲) تمہارے ترکہ میں' تمہاری بیویوں کا چوتھا حصّہ ($\frac{1}{4}$) ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ

اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہاری بیویوں کا حصہ آٹھواں (۱/۸) ہے —— تمہاری وصیت پوری کرنے یا قرضہ ادا کرنے کے بعد۔

[لہٰذا قاعدہ یہ ٹھہرا کہ پہلے قرضہ اور وصیت کو دیکھ لیا جائے۔ اُس کے بعد اگر کچھ بچے تو پہلے عقدی رشتوں (میاں بیوی) کے حصوں کی تقسیم کردی جائے (۴/۱۲)۔ اور باقیماندہ نسبی رشتہ داروں میں تقسیم کیا جائے۔ "اولاد" میں اولاد در اولاد' اور والدین میں دادا' نانا' دادی، نانی سب شامل ہیں' جب متوفی ان کا اقرب ہو]۔

تیسرا قانون یہ ہے کہ متوفی لاولد ہو اور اس کے بھائی بہن بھی ہوں اور ماں باپ بھی۔

اگر ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ (۱/۶)۔

اور اگر بھائی بہنوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو وہ سب ایک تہائی (۱/۳) میں شریک ہوں گے۔

(جب ایسے متوفی کے ماں باپ بھی نہ ہوں تو اُسکے ترکہ کی تقسیم (۴/۱۷۶) کے مطابق ہوگی)۔

یہ تقسیم بھی وصیت اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔ بشرطیکہ یہ وصیت کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے نہ کی گئی ہو (جس کا فیصلہ نظامِ معاشرہ کرے گا)۔ یہ اللہ کی طرف سے مقررہ حکم ہے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ جذبات میں بہ جانے والا نہیں۔

۱۳ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں۔ سو جو لوگ اس نظامِ خداوندی کی اطاعت کریں گے جس کی تشکیل رسول اللہؐ کے ہاتھوں سے ہوئی ہے' اُن کے لئے ایسا جنتی معاشرہ پیدا ہو جائیگا جس کی شادابیاں سدا بہار ہوں گی۔ اور یہ بہت بڑی کامرانی ہے۔

۱۴ اور جو اِس نظام کی نافرمانی کرے گا۔ یعنی اِن حدود اللہ سے تجاوز کرے گا۔ تو اُسکی زندگی ایسے ذلت آمیز عذاب میں گذرے گی جو اُس کی اِنسانی صلاحیتوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دے گا۔

۱۵ (حفاظتِ مال کے بعد' تحفظ عصمت کی طرف آؤ جو تمہاری معاشرتی زندگی میں ایک بنیادی قدر کی حیثیت رکھتی ہے' اِس لئے اُس کی نگہداشت ضروری ہے۔

أَرْبَعَةً مِّنكُمْ ۖ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ
لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا ۖ فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۗ إِنَّ
اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿۱۶﴾ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ
فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ
حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا
لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا
بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ

اگر تمہاری عورتوں میں سے کسی سے ایسی بیحیائی کی حرکت سرزد ہو (جو زنا کی طرف لے جانے کا موجب ہو سکتی ہے) تو اُن کے خلاف، اپنے میں سے چار گواہ لاؤ۔ اگر وہ اِس کی شہادت دیں (اور جرم ثابت ہو جائے) تو، اِن عورتوں کو باہر آنے جانے سے روک دو تا آنکہ انہیں موت آجائے، یا خدا کا قانون اُن کے لئے ایسی صورت پیدا کر دے جس سے وہ اِس قسم کی حرکات سے رک جائیں —— مثلاً اگر وہ شادی شدہ نہیں تو اُن کی شادی ہو جائے۔ (زنا کی سزا کا ذکر ۲۴/۲ میں ہے اور تہمت لگانے کا ۲۴/۴ میں)۔

(۱۶) اور اگر دو مرد اِس قسم کی حرکت کے مرتکب ہوں تو انہیں (مناسب) سزا دو۔ لیکن اگر وہ اپنے کئے پر نادم ہو کر اِس سے باز آجائیں اور اپنی اصلاح کر لیں، تو ان سے درگذر کرو۔ اللہ کے قانون میں معافی کی گنجائش بھی ہے (جو اکثر حالات میں جرم کی روک تھام کا موجب بن کر باعث) رحمت بن جاتی ہے۔

(۱۷) لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ معافی اُن کے لئے ہے جو غلطی سے کوئی جرم کر بیٹھیں اور پھر اس کا احساس بیدار ہونے پر فوراً اصلاح کی طرف لوٹ آئیں۔ خدا کے قانون میں معافی انہی کے لئے ہے۔ اِس لئے کہ اُس کا قانون علم و حکمت پر مبنی ہے۔

(۱۸) اُن کے لئے معافی نہیں جو عادی مجرم ہوں اور اپنی حرکات پر اُس وقت نادم ہوں جب موت ان کے سامنے آکھڑی ہو۔ نہ ہی ان کے لئے جو قانون کو سرے سے تسلیم ہی نہ کریں اور ساری عمر اسی سرکشی میں بسر کر دیں۔ انہیں دردناک سزا دینی چاہیئے۔

(۱۹) اب معاشرہ کی اگلی شِق (عائلی زندگی) کی طرف آؤ۔ اِس باب میں یہ بنیادی نقطہ سمجھ لینا چاہیئے کہ (جیسا کہ مردوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ بیوی کا انتخاب اپنی مرضی سے کریں۔ ۴/۲۴)۔

أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾ وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٢٠﴾ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾

۳ ع ۹ ۱۳

اُسی طرح نکاح کے لئے عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اگر وہ تمہارے نکاح میں نہ رہنا چاہیں، تو انہیں اس نیت سے روک رکھو کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو، اس میں سے کچھ ہتیا لو۔ ایسا قطعاً جائز نہیں، بجز اس کے کہ ان سے کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب ہوا ہو۔ (اس صورت میں عدالت تمہیں اُس میں سے کچھ دلا سکتی ہے)۔ تم اپنی بیویوں سے قاعدے اور قانون کے مطابق حسن سلوک سے رہو سہو۔ اگر ان کی کوئی بات تمہیں ناپسند ہو (تو یونہی بے قابو ہو کر جھٹ سے قطع تعلق پر آمادہ نہ ہو جاؤ۔ تحمل اور برداشت سے کام لو)۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں (نظر بظاہر) ناپسند ہو اور اللہ نے اس میں تمہارے لئے بہت سی خوشگواریاں رکھ دی ہوں۔ (اس لئے فیصلہ میں جلد بازی سے کام نہ لو)۔

۲۰ اور اگر تم یہ فیصلہ کر لو کہ ایک بیوی کو طلاق دے کر کسی اور جگہ نکاح کرنا ہے —— اس کا یہ مطلب نہیں کہ محض نئی عورت سے شادی کرنے کا شوق، طلاق کے لئے وجہِ جواز ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اُن شرائط کے مطابق، جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا، طلاق تک کی نوبت پہنچ جائے —— اور تم اپنی بیوی کو سونے کا ڈھیر بھی دے چکے ہو، تو اُس سے کچھ واپس نہ لو (البتہ اگر طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہو، تو پھر اس میں سے کچھ لیا جا سکتا ہے (۲/۲۲۹)۔ یا اگر اس سے بیحیائی کا ارتکاب ہوا ہو تو۔ ۴/۱۹) لیکن جب ایسی صورت نہ ہو، اور تم اس (بیچاری) کے خلاف ناحق تہمتیں لگا کر کچھ وصول کرنا چاہو، تو یہ ایک کھلا ہوا گناہ ہے —— یعنی ایسی معیوب حرکت جس کے مذموم ہونے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

۲۱ جو کچھ تم نے اُسے دیا تھا، وہ کیسے واپس لے سکتے ہو، درانحالیکہ تم میں زناشوئی کے تعلقات رہ چکے ہیں، اور تمہاری بیویاں نکاح کے وقت تم سے اپنے حقوق کے تحفظ کا پختہ عہد بھی لے چکی ہیں۔ لہذا تمہارے لئے اس معاہدہ کا احترام ضروری ہے۔

۲۲ اب یہ دیکھو کہ کون کون سی عورتیں ہیں جن سے تمہارا نکاح جائز نہیں۔ سب سے پہلے یہ کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو، انہیں اپنے نکاح میں مت لاؤ۔ جو کچھ تم اِس سے پہلے کر چکے ہو، وہ کر چکے۔ اب ایسا نہ کرنا۔ یہ بڑی بے حیائی کی بات، مکروہ اور مردود رسم، اور بہت بُرا دستور تھا

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۳﴾

جو تم میں رائج تھا۔ اِسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دو۔

۲۳ علاوہ ازیں، تم پر حسب ذیل رشتوں کی عورتیں بھی نکاح کے لئے حرام قرار دی گئی ہیں۔

تمہاری —— (۱) مائیں۔ (۲) بیٹیاں۔ (۳) بہنیں۔ (۴) پھوپیاں۔ (۵) خالائیں۔ (۶) بھتیجیاں۔ (۷) بھانجیاں۔ (۸) وہ عورتیں جن کا تم نے دودھ پیا ہو۔ وہ بمنزلہ ماؤں کے ہیں۔ (۹) تمہاری دودھ شریک بہنیں۔ (۱۰) تمہاری بیویوں کی مائیں۔ (۱۱) تمہاری بیویوں کی (سابقہ شوہر سے) لڑکیاں جو تمہاری حفاظت میں پرورش پاتی ہیں اِس لئے بمنزلہ تمہاری اولاد کے ہیں۔ اِس میں شرط یہ ہے کہ تم اِن بیویوں سے خلوت کر چکے ہو۔ اگر خلوت نہ کی ہو تو پھر اِن لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱۲) تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔ (منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے، ۳۳/۳۷)۔

(۱۳) نیز یہ بھی حرام ہے کہ (جب ۴/۳ کے مطابق تعدد ازدواج کی ضرورت پڑ جائے تو) تم بیک وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں لے آؤ[۱]۔

اِن احکام سے پہلے جو کچھ ہو چکا، سو ہو چکا۔ اب ان کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ یاد رکھو! تمہاری ذات کی حفاظت اور نشوونما صرف قوانین خداوندی کی اطاعت سے ہو سکتی ہے۔

❦

چوتھا پارہ ختم ہوا

---

[۱] نکاح کے متعلق مزید اور مسلسل احکام، اگلے پارہ کی ابتدائی آیات میں ملیں گے۔

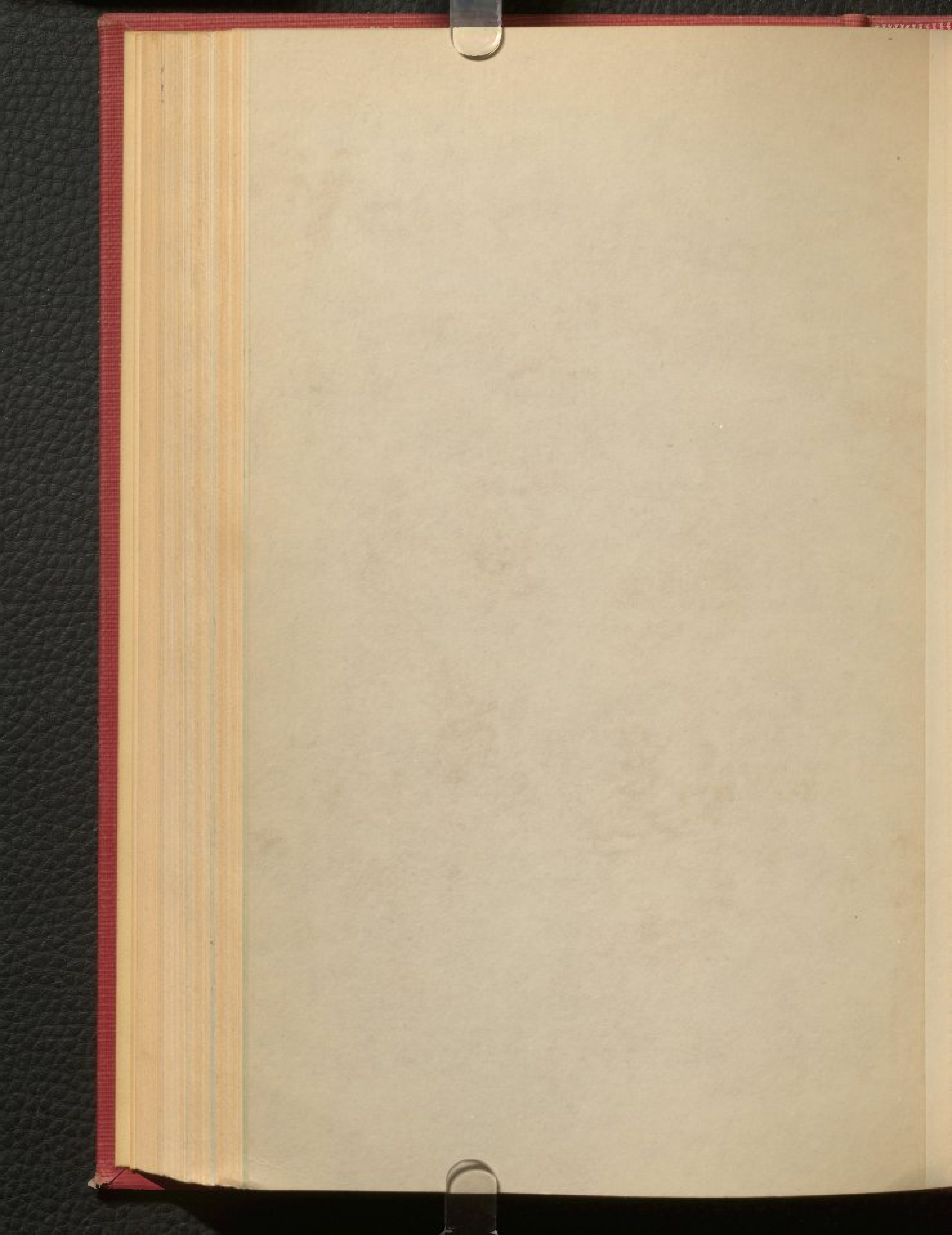
[illegible]

[illegible]

[illegible]

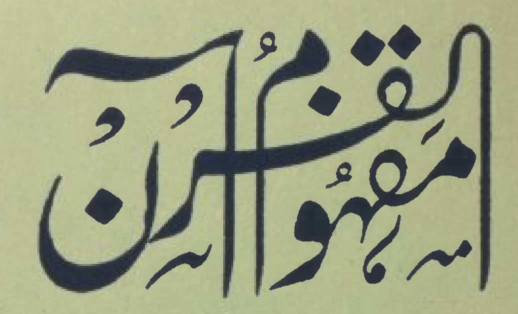
بسم الله الرحمن الرحيم

[illegible]



میزان پرنٹنگ پریس - ۲۷ - بی، شاہ عالم مارکیٹ - لاہور
میں باہتمام نظر علی شاہ مینجر چھپا -

5

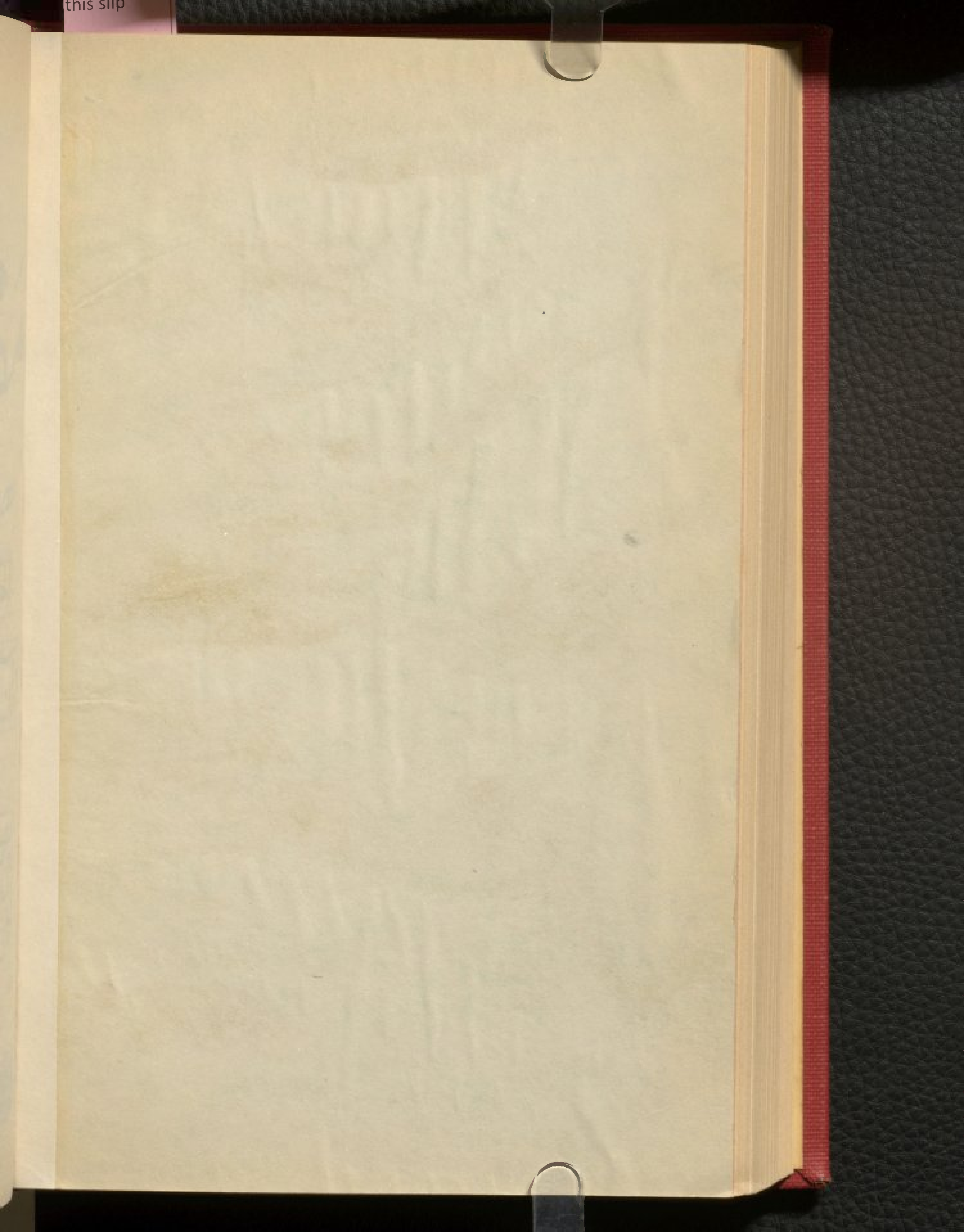


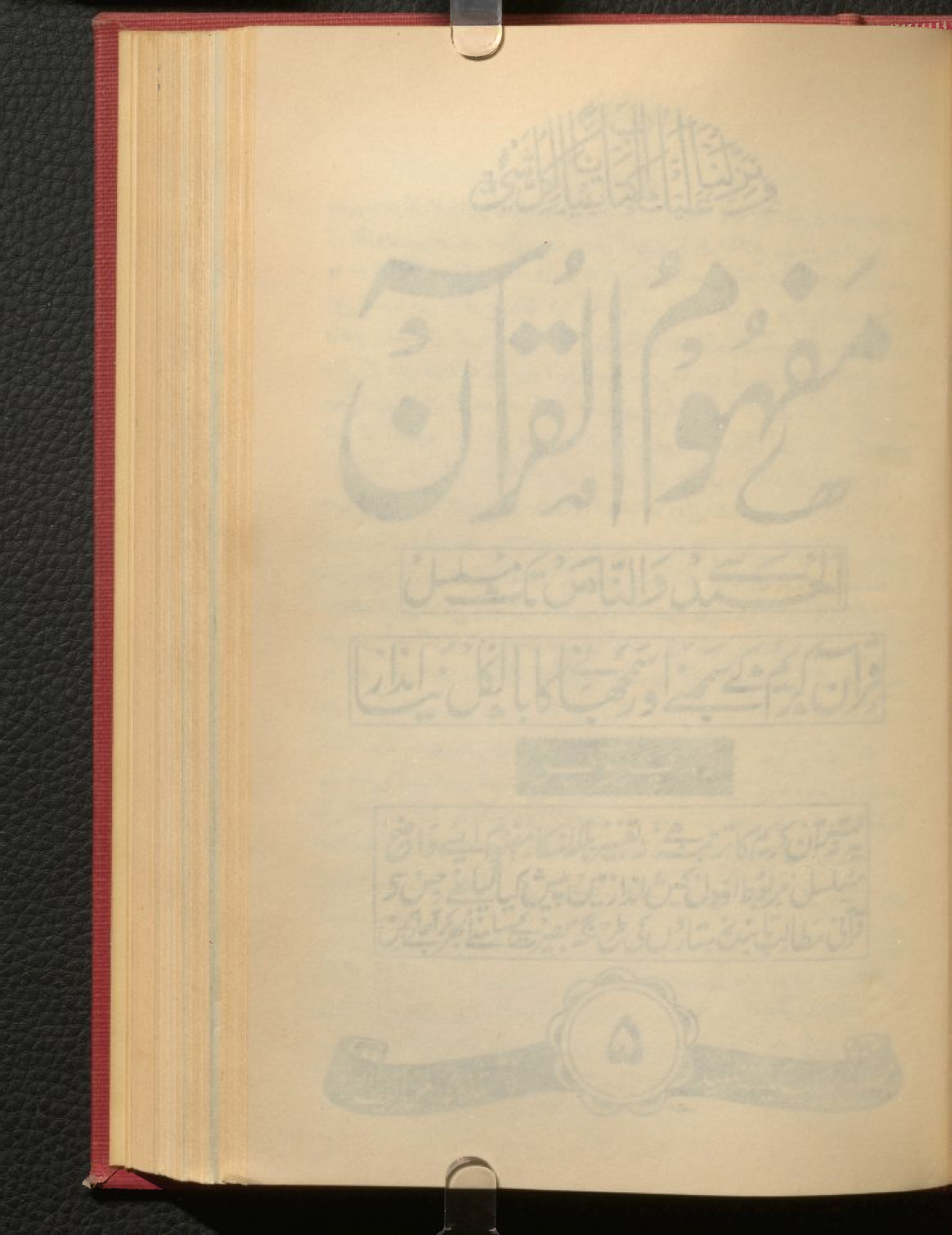
پانچواں پارہ

میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷. بی. شاہ عالم مارکیٹ. لاہور

ہدیہ -/2




مفہوم القرآن
الحمد والناس تک مسلسل
قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز
۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفہوم القرآن کا پانچواں پارہ پیش خدمت ہے ۔ چھٹا پارہ زیر طبع ہے ۔ جن حضرات کی نظروں سے اس سے پہلے پارے نہیں گذرے ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے اور نہ ہی اسکی تفسیر بلکہ یہ اُسکا مفہوم ہے جسے اپنے لفظوں میں اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی پوری تعلیم ، صاف ۔ واضح ۔ مسلسل اور مربوط شکل میں سامنے آجائے ۔ اس میں مفہوم بیان کرنے والے کے ذاتی خیالات کا کوئی دخل نہیں ۔ اس مفہوم کی سند ، لغات القرآن ہے ، جسے عربی زبان کی مستند کتب لغت سے مرتب کیا گیا ہے ۔ اس میں جس لفظ کا مفہوم آپ کو مروجہ ترجموں سے مختلف نظر آئے ، اس کے صحیح ہونے کی دلیل اور سند لغات القرآن میں مل جائیگی ۔ لغات القرآن چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے جن کی مجموعی قیمت ۵۷ روپے ہے ۔

۲ ۔ قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو مختلف مقامات میں پیش کرتا ہے اور آیات کو پھیر پھیر کر لاتا ہے تاکہ ہر معاملہ کے مختلف گوشے سامنے آ جائیں ۔ مفہوم القرآن میں بھی اس کا التزام کیا گیا ہے ۔ اس میں آپ کو جہاں جہاں دوسری آیات کے حوالے ملیں ، اس سے مراد یہ ہے کہ اس مضمون کی مزید وضاحت اُن مقامات میں آئی ہے ۔ وہاں بھی دیکھ لیں ۔

۳ ۔ مفہوم القرآن ایک ایک پارہ کر کے شائع ہوتا رہیگا ۔ اگر آپ نے پہلے پارے نہیں خریدے تو اسے جلد حاصل کر لیں ۔ ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا ۔ پہلے پارے کا ہدیہ تین روپے ہے کیونکہ اس کی ضخامت ۸۱ صفحات ہے ۔ باقی تمام پاروں کا ہدیہ دو روپے فی پارہ ہے ۔

۴ ۔ مفہوم القرآن کی طباعت ۔ اخذ ۔ ترجمہ وغیرہ کے حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں ۔

اپریل ۱۹۶۲

(میاں) عبدالخالق
آنریری مینیجنگ ڈائرکٹر
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ



وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ

بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ

الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

---

(۲۴) اِن کے علاوہ وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں۔ بجز اُن کے جو اِس سے پہلے تمہارے نکاح میں آچکی ہوں —— اِن میں لونڈیاں بھی شامل ہیں' اور وہ عورتیں بھی جن کی اجازت (۴/۳) میں دی گئی ہے —— یہ تمہارے خدا کی طرف سے عاید کردہ قانون ہے۔

اِن عورتوں کے علاوہ' اور سب تمہارے لئے حلال ہیں' لیکن صرف اُسی صورت میں کہ تم اِن سے باقاعدہ نکاح کرو' اور اِس طرح زوجین اُن پابندیوں میں گھر جائیں جو میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں ایک دوسرے پر عائد ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہ تم اِن سے محض شہوت رانی کے لئے تعلقات پیدا کرو' (خواہ اِس کے لئے نکاح کی رسم بھی کیوں نہ ادا کرلی جائے)۔

نیز نکاح کی ایک شرط مہر بھی ہے۔ اِس لئے تم (حلال عورتوں میں سے جس سے نکاح کرکے) منفعت کے طالب ہو — یعنی بہ حیثیت میاں بیوی رہنا چاہتے ہو — تو اُن کے جو مہر مقرر کئے گئے ہیں اُنہیں دیدو۔ البتہ اگر تم' باہمی رضامندی سے اِس میں کمی بیشی کرلو' تو اِس میں کوئی ہرج کی بات نہیں۔ (۴/۴) یاد رکھو! خدا کا قانون علم و حکمت پر مبنی ہے۔

(۲۵) اگر تم میں سے کسی میں اِس کی اِستطاعت نہ ہو کہ وہ آزاد مومن عورت سے شادی کرے' تو وہ کسی ایسی مومن عورت سے شادی کرلے جو کسی کی لونڈی ہو (تاکہ وہ لونڈیاں جو اِس وقت تمہارے معاشرہ میں موجود ہیں' رفتہ رفتہ معاشرہ کا جزو بنتی جائیں اور اِس طرح غلامی کا خاتمہ ہوجائے)۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ لونڈی سے شادی کرنا باعثِ ذلّت ہے۔ جب (وہ) ایمان لے آئی اور تمہارے نکاح میں آگئی' تو مرتبہ میں برابر ہوگئی۔ اللہ کی نگاہ تمہارے

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

ایمان پر ہے۔ یہی معیارِ فضیلت ہے۔ اسی کی بنا پر تم ایک دوسرے کے اجزا بنتے ہو۔ کوئی غیر نہیں رہتا۔

لیکن لونڈیوں کے ساتھ اُن کے مالک کی اجازت سے نکاح کرو اور قاعدے اور قانون کے مطابق اُن کے مہر ادا کردو۔ وہ ایک پاکباز منکوحہ بیوی کی حیثیت سے رہنے کیلئے نکاح کریں۔ محض تمہاری شہوت رانی کا ذریعہ بننے کے لئے نہیں' خواہ اسکے لئے رسم نکاح ادا کرلی گئی ہو یا ان تعلقات کو پوشیدہ رکھا جائے۔ دونوں شکلیں ناجائز ہیں (۵/۵)۔ جائز صورت یہی ہے کہ باقاعدہ میاں بیوی کی زندگی بسر کرنے کے لئے ان سے نکاح کیا جائے —— یہ بھی یاد رکھو کہ جنسی اختلاط سے مقصد جائز طریق سے افزائشِ نسل ہے۔ محض جنسی تسکین اور لذت کشی نہیں۔ جو اختلاط محض حصول لذت کیلئے ہو وہ منشائے فطرت کے خلاف ہے' خواہ معاشرہ اسے معیوب سمجھے یا نہ۔

جب یہ لونڈیاں تمہارے نکاح میں آجائیں اور اسکے بعد بےحیائی (زنا) کی مرتکب ہوں' تو انکی سزا' آزاد عورتوں کی سزا (۲۴/۲) سے نصف ہے۔ (اس لئے کہ ان کی تربیت اچھے ماحول میں نہیں ہوئی اور ان کی پہلی زندگی میں' اس قسم کی حرکات معیوب تصور نہیں کی جاتی تھیں' اس لئے ان سے اخلاق کا وہ بلند معیار متوقع نہیں ہوسکتا جو شریف گھرانے کی عورتوں سے متوقع ہوتا ہے۔ سزا کے تعین میں ان امور کا خیال رکھنا ضروری ہے)۔

یہ بھی یاد رکھو کہ جس انداز سے لونڈیوں کی تربیت ہوتی ہے' اس سے ان کی ذہنیت پست رہتی ہے۔ لہذا' لونڈیوں سے شادی انہی کو کرنی چاہیئے جو سمجھتے ہوں کہ نکاح کے بغیر وہ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔ اگر تم خیالات کی بلندی بھی چاہتے ہو تو پھر ضبط سے کام لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ خدا کا قانون' جو تمہیں عفت و پاکبازی کی تعلیم دیتا ہے' تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہاری سیرت کی نشوونما کا ذریعہ بنے گا —— یاد رکھو! ضبطِ نفس ناممکن نہیں (۲۴/۳۳)۔ جنسیات کے معاملہ میں' بھوک پیاس کی طرح' اضطراری حالت پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ بھوک کی

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾

اضطراری حالت میں تو حرام کھا لینے کی اجازت ہے (۲/۱۷۳)، لیکن جنسی اختلاط کے لئے ناجائز فعل کی کسی حالت میں اجازت نہیں۔

۲۶ عائلی زندگی کے یہ احکام، اِس وضاحت سے، اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں بتائے کہ اقوامِ سابقہ میں سے جنہوں نے معاشرتی اور ازدواجی زندگی کو صحیح قوانین کے تابع رکھا، اُن کی زندگی کس قدر خوشگوار تھی، اور جنہوں نے اِس میں توازن برقرار نہیں رکھا، وہ کس طرح تباہ ہو گئیں۔ اللہ کا قانون، جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے، تم پر اپنی توجہات مرکوز رکھنا چاہتا ہے۔ (تاکہ تم تباہ اور برباد نہ ہو جاؤ)۔

۲۷ پھر سن لو کہ خدا کا قانون چاہتا ہے کہ تم تباہیوں سے بچ جاؤ۔ اس لئے وہ بار بار لوٹ کر تمہاری طرف آتا ہے۔ لیکن جو لوگ محض، اپنے جذبات کے پیچھے چلتے ہیں، وہ یہی چاہیں گے کہ تم بھی (اُن کی طرح) اعتدال چھوڑ کر، افراط و تفریط کی راہ اختیار کر لو۔

۲۸ خدا کو اِس کا علم ہے کہ اگر انسان کو علیٰ حالہٖ چھوڑ دیا جائے تو یہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ خدا نے یہ قوانین و ضوابط اس لئے عطا کر دیئے ہیں کہ وہ انسانوں کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے —— وہ نہ اُن کے جذبات کو رہبانیت کے شکنجوں میں کسنا چاہتا ہے (۵۷/۲۷)۔ اور نہ ہی اُنہیں بدلگام چھوڑ کر، انسان کے لئے سامانِ ہلاکت پیدا کرنا چاہتا ہے۔

۲۹ انسان کا، جذبات سے مغلوب ہو جانے کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ دوسرے کا مال بھی اُس کے پاس آ جائے، خواہ اِس کے لئے اُسے کیسے ہی حربے کیوں نہ استعمال کرنے پڑیں۔ یہ بڑی تباہ کن ذہنیت ہے۔ لہذا، اے جماعتِ مومنین! تم نے ایسا نہ کرنا کہ دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھا جاؤ۔ معاشرہ میں، ضروریاتِ زندگی کی چیزوں کا مبادلہ ہوتا ہے،

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

(جسے تجارت کہتے ہیں)۔ اِس کا انتظام باہمی رضامندی سے ہونا چاہیئے' اِس اُصول کے مطابق کہ' ہر شخص کو اس کی محنت کا معاوضہ مل جائے (۵۳/۳۹)۔ یہ نہیں کہ ایک شخص' محض سرمایہ کے زور پر' دوسروں سے زیادہ سے زیادہ بٹور لینے کی کوشش کرے (۲/۲۷۵)۔ اگر ایسا کرو گے تو تم اپنے آپ کو تباہ کرلوگے۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ تم سب کی نشوونما ہوتی رہے۔ لہذا' جس معاشی نظام میں یہ مقصد فوت ہوجائے' وہ جائز نہیں قرار پاسکتا۔

۳۰ ایسی کھلی کھلی تاکید کے بعد بھی' جو قوم اپنا کاروبار اس انداز پر رکھے گی کہ ہر شخص دوسرے کے حق میں کمی کرے اور اپنی حد سے تجاوز کرجائے' تو وہ معاشرہ بہت جلد تباہیوں کی آگ سے جھلس کر رہ جائے گا۔ قانونِ خداوندی کی رُو سے ایسا نہایت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ اِس لئے کہ جو نظام' منفعتِ عامہ کے خلاف قائم ہو اس کی تباہی کے سامان خود اُس کے اندر موجود ہوتے ہیں۔

۳۱ جن باتوں سے تمہیں روکا جارہا ہے' یہ معمولی باتیں نہیں۔ یہ انسانیت کیخلاف سنگین جرائم ہیں۔ اگر تم ان سے بچتے رہے تو تمہاری چھوٹی چھوٹی ناہمواریاں خودبخود دور ہوجائیں گی اور تمہیں عزّت اور مرفہ الحالی کی زندگی نصیب ہوجائے گی (۴۲/۳۷ ؛ ۵۳/۳۲)۔

۳۲ ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں' اس غلط تصوّر کا ازالہ بھی ضروری ہے جس کی رُو سے سمجھا جاتا ہے کہ حقوقِ ملکیت مرد کو حاصل ہوتے ہیں' عورت کو نہیں ہوتے۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جاچکا ہے (۴/۴)' عورت اپنے مال و جائداد کی آپ مالک ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ کمائی کرنا صرف مرد کا کام ہے' عورت ایسا نہیں کرسکتی۔ مرد اور عورت دونوں اکتسابِ رزق کرسکتے ہیں۔ جو کچھ مرد کمائے وہ اس کا حصّہ ہے۔ جو عورت کمائے وہ اس کا حصّہ۔ یہ ٹھیک ہے کہ جہاں تک فطری فرائض کا تعلق ہے' بعض باتوں میں مردوں کو برتری حاصل ہے اور بعض میں عورتوں کو۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتیں اپنے آپ کو اپاہج بنا کر مردوں کی کمائی کو تکتی رہیں اور خود کچھ نہ کریں۔ انہیں چاہیئے کہ خدا سے زیادہ سے زیادہ معاشی اکتساب کی توفیق طلب کرتی رہیں۔ خدا خوب

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿۳۳﴾ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ۚ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۖ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿۳۴﴾

جانتا ہے کہ وہ کیا کچھ کر سکتی ہیں۔

(۳۳) مردوں اور عورتوں کے جداگانہ حقوقِ ملکیت کا فطری تقاضا ہے کہ مرنے والے کے ترکہ میں ان سب کا حصّہ ہو ——— صرف مردوں ہی کا نہ ہو ——— چنانچہ جو کچھ کسی کے والدین یا اقربا چھوڑ جائیں، ہم نے اس کے لئے حصّے دار مقرر کر دیئے ہیں۔ یہ صرف نسبی رشتوں تک محدود نہیں۔ عقدی رشتے (میاں بیوی) بھی اس میں شامل ہیں۔ بلکہ اصول یہ ہے کہ عقدی رشتہ داروں کا حصہ پہلے نکال کر، پھر نسبی رشتے داروں کے حصّے تقسیم کرو۔ (اس طرح بیوہ کو اپنے مرحوم خاوند کے ترکہ سے سب سے پہلے حصہ ملے گا)۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو کہ خدا کی نگاہ ہر بات پر رہتی ہے۔

(۳۴) جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، جہاں تک فطری فرائض کا تعلق ہے، مردوں اور عورتوں کی بعض صلاحیتوں میں فرق ہے۔ کسی میں مردوں کو برتری حاصل ہے، کسی میں عورتوں کو۔ ان فرائض کی سرانجام دہی کا نتیجہ ہے کہ عورت، بیشتر وقت کے لئے کسبِ معاش سے معذور ہو جاتی ہے اور اسکی ضروریات کا کفیل مرد ہوتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سے مرد کو عورت پر کوئی خاص حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ مرد اور عورت کے حقوق اور فرائض، دونوں برابر کے ہیں ($\frac{۲}{۲۲۸}$ $\frac{۳۳}{۳۵}$)

جب صورتِ حالات یہ ٹھہری کہ بعض فطری فرائض ایسے ہیں جنہیں عورت ہی سرانجام دے سکتی ہے، مرد نہیں دے سکتے۔ اور ان فرائض کی سرانجام دہی کے سلسلہ میں، عورت کو جو عارضی معذوری پیش آتی ہے اس کی وجہ سے مرد کو اس پر کوئی خاص فوقیت حاصل نہیں ہو جاتی، تو نہ مرد کے دل میں کسی قسم کا احساسِ برتری پیدا ہونا چاہیئے، نہ عورت کے دل میں احساسِ کمتری۔ لہٰذا اللہ نے عورتوں کو جو مضمر صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہیں، انہیں چاہیئے کہ ان کی حفاظت کریں اور (جب تک کوئی خاص عذر لاحق نہ ہو) اس مقصد کو پورا کریں جس کے لئے وہ صلاحیتیں

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ
اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا
وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ
السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾

دی گئی ہیں۔ اور یوں قانونِ فطرت کی اطاعت کریں۔

لیکن، اس کے باوجود، اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ عورتیں (بلا کسی معقول وجہ کے) اس سے سرکشی اختیار کرلیں، تو اربابِ حل وعقد کو چاہیئے کہ انہیں سمجھانے کی کوشش کریں۔ اگر وہ اس سے بھی صحیح راستے پر نہ آئیں، تو اگلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ اُن کے خاوندان سے علیحدگی اختیار کرلیں اور اس نفسیاتی اثر سے ان میں ذہنی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر وہ اس پر بھی سرکشی سے باز نہ آئیں، تو عدالت انہیں بدنی سزا بھی دے سکتی ہے۔

لیکن جس وقت وہ قانون کی اطاعت کرلیں، تو پھر اُن کے خلاف کوئی راہِ عقوبت تلاش نہیں کرنی چاہیئے۔ یاد رکھو! نظامِ خداوندی میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ قانون سے سرکشی برتنے والوں کو سزا دے سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس میں اتنی بلندنگہی بھی ہوتی ہے کہ سرکشی چھوڑ دینے والوں کے خلاف انتقام کے جذبات نہ اُبھریں۔ اُن سے درگزر کرلیا جائے۔ (مردوں کی طرف سے سرکشی کا ذکر (۴/۱۲۸) میں آتا ہے۔)

۳۵ یہ تو رہا عام، مردوں اور عورتوں کا معاملہ۔ اگر کسی خاص میاں بیوی میں ناچاقی کا خدشہ ہو تو ایک ثالث خاوند کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان سے مقرر کرو۔ اس طرح، اگر میاں بیوی باہمی مصالحت کا ارادہ کرلیں (یا یہ دونوں ثالث اُن میں اصلاح کی نیت سے موافقت پیدا کرنے کی کوشش کریں) تو قانونِ خداوندی، اُن میں موافقت پیدا کردے گا۔ اس لئے کہ اس کا قانون علم وآگہی پر مبنی ہے۔

۳۶ میاں بیوی کے بعد دوسرے رشتہ داروں کا سوال سامنے آتا ہے۔ لیکن معاملہ کسی کا بھی ہو اصول ہر جگہ یہی کارفرما رہے گا کہ تم نے صرف قانونِ خداوندی کی اطاعت کرنی ہے۔ اس کے ساتھ نہ اپنے ذاتی جذبات کو شامل کرنا ہے، نہ کسی دوسرے انسان کے فیصلے کو۔ خدا کے قانون کا فیصلہ یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ اسی طرح دوسرے رشتے داروں کے ساتھ۔ رشتے داروں سے آگے بڑھ کر، اُن تمام لوگوں کے ساتھ جو (والدین کے

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

فوت ہو جانے سے' یا ویسے ہی) معاشرہ میں تنہا رہ جائیں - یا جو حرکت سے معذور ہو جائیں (اور ان کا چلتا ہوا کاروبار رک جائے) - اور ہمسایہ کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ' خواہ وہ قریب کا ہمسایہ ہو یا دُور کا — وہ اپنا ہو یا بیگانہ — رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار — نیز اپنے رفقائے کار کے ساتھ بھی' اور ان مسافروں کے ساتھ بھی' جن کے پاس زادِراہ نہ رہا ہو' یا وہ ویسے ہی تمہارے حُسنِ سلوک کے متمنی ہوں — ہر مسافر حسن سلوک کا متمنی ہوتا ہے — اور ان لوگوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ جو تمہارے ماتحت کام کریں۔

دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے وہی پیش آسکتا ہے جس کا سینہ جوہرِ انسانیت سے معمور ہو۔ جو اخلاقِ کریمانہ کا پیکر ہو۔ جو دوسروں کی امداد میں خوشی محسوس کرے۔ لیکن جو لوگ اپنے متعلق خود فریبی میں مبتلا ہوں۔ کوئی جوہر اُن میں ہو نہ' اور وہ باتیں بڑی بڑی کریں۔ شیخی بہت بھگاریں لیکن دیں کسی کو کچھ نہ۔ تو ایسے لوگ' قانونِ خداوندی کی نگاہوں میں کس طرح مستحقِ ستایش ہو سکتے ہیں

۳۷ اِن لوگوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ سب کچھ اپنے لئے سمیٹ کر رکھتے ہیں' اور کسی کو کچھ نہیں دینا چاہتے۔ پھر ایسے قوانین و ضوابط بناتے ہیں جس سے معاشرہ کی عام رَوش یہی ہو جائے اور بخل کو معیوب ہی نہ سمجھا جائے۔ اور یوں ہر شخص' اُن چیزوں کو اپنے لئے چھپا چھپا کر رکھتا چلا جائے جو اسے خدا کے فضل و کرم سے عطا ہوئی ہوں۔

یاد رکھو! جو لوگ خدا کی نعمتوں کی ناسپاس گزاری کرتے ہیں — اور ناسپاس گزاری یہ ہے کہ انہیں چھپا چھپا کر رکھا جائے اور نوعِ انسان کی پرورش کے لئے صرف نہ کیا جائے — اُن کی اس رَوش کا نتیجہ دردانگیز تباہی ہے۔

۳۸ یہ تو اُن لوگوں کا حال ہے جو مال و دولت کو اپنے مفاد کیلئے چھپا چھپا کر رکھتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو اسے خرچ تو کرتے ہیں' لیکن اس لئے نہیں کہ وہ خدا کے عالمگیر نظامِ ربوبیت کی صداقت' قانونِ مکافاتِ عمل اور موت کے بعد' زندگی کے مسلسل آگے بڑھنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ محض لوگوں میں اپنی نمود و نمایش کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اسکا

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ۭ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ؑ

(۶ ع ۹ ۳)

جذبۂ محرکہ اپنے ایغو[1] کی تسکین ہوتا ہے اور بس۔ سو ظاہر ہے کہ جس عمل کی بنیاد اس قسم کے پست جذبات پر ہو' اسکا نتیجہ کس طرح خوشگوار ہو سکتا ہے؟

(۳۹) یہ محض نگاہ کا پھیر اور پست ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ ورنہ اگر یہ لوگ خدا کی متعین کردہ مستقل اقدار کی صداقت' اور قانونِ مکافات پر یقین رکھتے' اور دولت کو انہی مقاصد کے لئے صرف کرتے' نہ کہ اپنی نمود کی خاطر' تو ان پر کونسی قیامت ٹوٹ پڑتی؟ لیکن خدا کو خوب علم ہے کہ انسان کس جذبہ کے ماتحت کوئی کام کرتا ہے۔

(۴۰) اور چونکہ ہر عمل اُس مقصد کے مطابق نتیجہ پیدا کرتا ہے جس کے لئے وہ کیا جائے' اس لئے جو لوگ اپنی نمود و نمائش کے لئے دولت خرچ کرتے ہیں' اگر میزانِ خداوندی میں اُن کے اِس عمل کا کوئی وزن نہیں ہوتا' تو یہ اُن پر ظلم و زیادتی نہیں ہوتی۔ اللہ کسی پر ذرہ برابر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ انہوں نے لوگوں کو دکھانے' اور اُن میں بڑا بننے کے لئے یہ کچھ کیا۔ اُن کا مقصد حاصل ہو گیا۔ اگر ان کا مقصد' قانونِ خداوندی کی اطاعت ہوتا' تو یہ ایسا حسنِ عمل تھا جس کا بدلہ اُن کے صرف کردہ مال سے' کئی گنا زیادہ ملتا۔ اِس سے معاشرہ میں خوشگوار نتائج پیدا ہوتے اور اِن کی اپنی ذات کی نشوونما ہوتی۔ یہ ہے وہ اجرِ عظیم جو قانونِ خداوندی کی رُو سے ملتا ہے۔

(۴۱) اِن لوگوں نے یہ رَوِش اس لئے اختیار کر رکھی ہے کہ اِن کا خیال ہے کہ معاشرہ کا نقشہ ہمیشہ اسی انداز پر رہنا ہے جس میں فریب اور تصنع سے کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ اِن کا یہ خیال خام ہے۔ اس نے ایسی شکل اختیار کر کے رہنا ہے جس میں مختلف جماعتوں کے سربراہ نمائندے اکٹھے ہوں گے اور رسول اللہؐ اُن سب پر نگرانِ کار ہوں گے (۲/۱۴۳ ؛ ۱۶/۸۹—۸۴)۔

(۴۲) اُس وقت یہ لوگ' جو اب قوانین خداوندی سے انکار' اور رسول کے فیصلوں سے سرتابی

---

[1] حیوانی سطح زندگی کے جذبات کو ہم نے ایغو (EGO) سے تعبیر کیا ہے' اور جو جذبات خدا کی متعین کردہ مستقل اقدارِ انسانیت کے لئے بروئے کار آئیں' وہ انسانی ذات (PERSONALITY) کی نمود ہوتی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوا ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۴۳﴾

اختیار کر رہے ہیں' سخت پشیمانی اور ندامت سے اس کی تمنا کریں گے کہ اے کاش! ہم اس سے پہلے نسیاً منسیاً ہو چکے ہوتے۔ اس لئے کہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں' خدا پر خوب روشن ہے۔

اگر ان میں سے کسی پر یہ وقت یہاں نہ آیا' تو موت کے بعد ایسا ہوگا۔ اس لئے کہ خدا کے قانونِ مکافات کا سلسلہ یہاں سے وہاں تک برابر پھیلا ہوا ہے۔

(۴۳) اس معاشرہ کے قیام و استحکام کے لئے صلوٰۃ کے اجتماعات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان اجتماعات میں شرکت کے سلسلہ میں چند ضروری ہدایات یہ ہیں کہ۔

(۱) جب تم ہوش کی حالت میں نہ ہو۔ یعنی تمہیں معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہے ہو' (خواہ اس کی وجہ کوئی بھی ہو) تو اجتماعِ صلوٰۃ میں شریک نہ ہو۔ اُس صلوٰۃ سے فائدہ کیا جس میں تم سمجھو ہی نہیں کہ کیا کہہ رہے ہو!

(۲) جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کئے بغیر اس اجتماع میں شریک نہ ہو۔ (اگر ایسی حالت میں پانی نہ ملے تو اس کے لئے آگے ہدایت دی گئی ہے)۔ البتہ ایسی حالت میں اگر تمہیں اس اجتماع میں سے یونہی گذرنا پڑے' تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳) اگر تم مریض ہو ——— اور پانی سے تکلیف پہنچنے کا احتمال ہے۔

یا حالتِ سفر میں ہو۔
یا۔ جائے ضرور سے فارغ ہو کر آئے ہو } اور پانی نہیں ملتا۔
یا عورت سے ہم آغوش ہوئے ہو

تو ان حالات میں' وضو کرنے کے بجائے (۵/۶) تیمم کر لیا کرو۔ یعنی پاک مٹی سے آلائش صاف کر لی اور ہاتھ مُنہ ویسے پونچھ لئے۔

یہ رعایت اس لئے دی گئی ہے کہ خدا کا قانون' مجبوری کی حالت پر نگاہ رکھتا ہے۔ اس لئے ان مخصوص حالات میں' عام حکم کی پابندی سے درگذر کر دیتا ہے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ ان اجتماعات میں شریک

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

نہ ہونے سے تمہیں جو نقصان پہنچ سکتا تھا' اس سے تمہاری حفاظت ہو جائے۔

(۴۴) اس ضمنی گوشے کے بعد' پھر انہی لوگوں کی کیفیت کو سامنے لاؤ' جو نظامِ خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں (اور جن کا ذکر ۲/۴۱ میں کیا جا رہا تھا)۔ اِن میں' ان لوگوں کی حالت خاص طور پر قابلِ غور ہے' جنہیں اس ضابطۂ ہدایت کا' جس کی تکمیل اب قرآن میں ہوئی ہے' ایک حصہ دیا گیا تھا۔ یہ لوگ اپنی ساری کوششیں' گمراہی خریدنے میں صرف کر رہے ہیں' اور چاہتے یہ ہیں کہ تم بھی صحیح راستے سے بھٹک جاؤ۔

(۴۵) اللہ تمہارے ان تمام دشمنوں سے واقف ہے (تم ان سے مت ڈرو)۔ تمہارے لئے قانونِ خداوندی کی سرپرستی اور نصرت کافی ہے۔

(۴۶) ان میں سے یہودی تو بہت ہی پست سطح پر اتر آتے ہیں۔ یہ' وحی کے الفاظ تک کو' ان کے اصلی مقام سے ہٹا کر' ان میں ردّ و بدل کر دیتے ہیں (۵/۴۱)۔ اور عام گفتگو میں عجیب انداز سے ذومعنی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً' بجائے اس کے کہ "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کہیں۔ (یعنی ہم نے آپ کی بات سُن لی ہے اور ہم اس کی اطاعت کریں گے)۔ یہ "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" کہیں گے۔ (یعنی ہم نے اسے سنا ہے اور ہم اس کی نافرمانی کریں گے)۔ یا کہیں گے "اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ" (تو ہماری بات سن' اگرچہ تیری بات نہیں سنی جائے گی۔ یا طنزاً کہیں گے کہ تو بہرہ ہو جائے)۔ یا یوں کہیں گے کہ تم ہمیں فلاں رعایت دو تو پھر ہم تمہاری بات سنیں گے (۲/۱۰۴)۔ غرضیکہ یہ عجیب انداز سے زبان کو توڑ مروڑ کر باتیں کریں گے —— اور مطلب اس سے یہ ہے کہ دینِ خداوندی کو ہدفِ طعن و تشنیع بنایا جائے۔ اس کا مذاق اڑایا جائے —— اگر ان کی نیت نیک ہوتی اور یہ سیدھی طرح کہتے کہ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" (ہم نے سنا اور ہم اس کی اطاعت کریں گے)۔ یا "اِسْمَعْ وَ انْظُرْنَا" (ہماری بات سنئے اور ہم پر نگہ التفات رکھئے) تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور بات صاف اور سیدھی ہو جاتی۔ لیکن انکار و سرکشی کی وجہ سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا
عَلٰٓى أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحٰبَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ﴿۴۷﴾ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ
يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيمًا ﴿۴۸﴾ أَلَمْ تَرَ
إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّي مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿۴۹﴾

ان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ یہ عام معاشرتی حسنِ آداب سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو ایمان لے آئیں ——— جن لوگوں کی ذہنیت اس حد تک پست ہو چکی ہو، وہ ایسی بلند تعلیم کو کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں!

۴۷ ان اہلِ کتاب سے کہو کہ تم اس ضابطۂ ہدایت پر ایمان لاؤ جو تمہارے دعاوی کو سچ کر دکھانے والا ہے (کہ آنے والا آئے گا ——— باطل کو شکست ہوگی۔ حق کا غلبہ ہوگا۔ زمین پر خدا کی مرضی چلے گی۔ وغیرہ) ——— اس پر ایمان لے آؤ، قبل اس کے کہ دونوں فریقوں کے آخری ٹکراؤ کی نوبت آ جائے۔ اُس وقت، یاد رکھو، تمہارے ان بڑے بڑے لوگوں کا نام و نشان تک مٹ جائے گا، اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ یا وہ، زندگی کی خوشگواریوں سے اس طرح محروم رہ جائیں گے جس طرح تمہارے اسلاف میں سے "اصحابِ سبت" محروم رہ گئے تھے (جن کا ذکر ۲/۶۵ میں آ چکا ہے)۔

یاد رکھو! یہ تنبیہ یونہی دھمکی نہیں۔ یہ قانونِ خداوندی کا اعلان ہے اور خدا کے قانون کے نتائج سامنے آ کر رہا کرتے ہیں۔ اس کی کوئی اسکیم ناکام نہیں رہ سکتی۔

۴۸ یاد رکھو! سہو و خطا سے کوئی لغزش ہو جانا اور بات ہے۔ اُس کے نقصانات سے انسان قانونِ خداوندی کے مطابق، محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن جو شخص خدا کے قوانین کے ساتھ انسانوں کے خود ساختہ قوانین کو شامل کر لے۔ یا، اُن کے علی الرغم، اپنے جذبات ہی کی اطاعت شروع کر دے (۴۵/۲۳)۔ یا جو صفات اور قوتیں صرف خدا کے لئے مخصوص ہیں، ان میں دوسروں کو بھی شریک سمجھ لے تو اس روش کے تباہ کن نتائج سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ اس لئے کہ یہ تصور کہ کائنات میں، خدا کے علاوہ اور بھی صاحب اقتدار ہو سکتے ہیں۔ یہاں، اس کے علاوہ کسی اور کا قانون بھی چل سکتا ہے، ذہنِ انسانی کا خود ساختہ تصور ہے جو بڑی غلط بنیادوں پر اٹھایا ہوا ہے۔ اس سے انسان کا دل، خوف کا نشیمن بن جاتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے ذہن کے تراشیدہ "خداؤں" سے ڈرتا رہتا ہے اور اس طرح اس کی جرأت و بیباکی کی قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں ——— ایسا شخص ان تباہیوں سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے؟

۴۹ جو لوگ اس باطل تصور کو دل میں جگہ دیئے ہوئے ہیں، ذرا اُن کی حالت پر غور کرو۔ انکا یہ

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

دعوٰے ہے کہ ہم جس نہج پر چل رہے ہیں اس سے ہماری ذات کی نشو ونما ہو رہی ہے۔ اس سے ہم "روحانیت" کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔

۵۰ یاد رکھو! انسانی ذات کی نشو ونما صرف اُس ضابطۂ خداوندی کی رُو سے ہو سکتی ہے جسے اُس نے اپنی مشیّت کے مطابق، بذریعہ وحی عطا کیا ہے۔ اُس کے مطابق، جو چاہے اپنی ذات کی نشو ونما کر سکتا ہے۔ اس کی سعی و عمل میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی۔ وہ اپنا نتیجہ ٹھیک ٹھیک مرتب کئے جاتے ہیں۔

۵۱ دیکھو! (یہ "روحانیت" کے مدعی) کس طرح اپنے خود ساختہ مشرب و مسلک کو، خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور اس طرح، کتنا بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔ لیکن اس سے خدا کا کیا بگڑتا ہے۔ ان کی اپنی ذات میں (تقویت اور نشو ونما کے بجائے) ضعف و اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی چیز ان کی تباہی کے لئے کافی ہے ——— ایسا کھلا ہوا جھوٹ۔ اتنا واضح جرم۔ اور دعویٰ یہ کہ ہم خدا کے مقرّب ہیں!

۵۲ (یہ ان کے "اہل طریقت" کا حال ہے۔ دوسری طرف) اِن اہل کتاب کے ارباب شریعت کو دیکھو! یہ چند بے جان رسومات اور بے حقیقت معتقدات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور غیر خدائی قوتوں (مذہبی پیشواؤں اور حکمرانوں) کے بنائے ہوئے قوانین پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ضد کا یہ عالم ہے کہ قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں، کافر زیادہ سیدھی راہ پر ہیں۔ (حالانکہ تم، اِن اہل کتاب کو، کفار پر ترجیح دیتے ہو)۔

۵۳ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے صحیح اور سچے ضابطۂ ہدایت کی برکات سے محروم رہ گئے۔ اور جو اس ضابطہ کی برکات سے محروم رہ جائے، اسکا کوئی حامی و ناصر نہیں ہو سکتا۔

۵۴ یہ تو غنیمت ہے کہ انہیں ملک میں اقتدار و اختیار حاصل نہیں، ورنہ یہ لوگوں کو تل کے برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

۵۵ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات پر سخت حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کے فریق مقابل

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ۖ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿۵۷﴾ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿۵۸﴾

(جماعتِ مؤمنین) کو اس قدر خوشگواریاں کیوں عطا کر دی ہیں؟ ان سے کہو کہ خدا کے فضل و کرم کی یہ بارش کسی قومی طرفداری کی بنا پر نہیں ہوئی۔ یہ قانونِ خداوندی کی اطاعت کا فطری نتیجہ ہے۔ اسی طرح، اس سے پہلے، خود ان کے اسلاف، یعنی آلِ ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت عطا ہوئی تھی۔ اور اسکے ساتھ ایک عظیم مملکت بھی۔

اسی آلِ ابراہیمؑ میں ایک گروہ وہ ہے جو اس ضابطۂ خداوندی پر ایمان لے آیا ہے (لہذا، اسکی برکات سے متمتع ہو رہا ہے) اور دوسرا گروہ وہ ہے جو اس کی طرف نہیں آیا۔ ان کی غلط روش، ان کی سعی و کاوش کو نذرِ آتش کر رہی ہے۔ اور یہ (بجائے اسکے کہ صحیح راہ اختیار کر کے ان خوشگواریوں میں برابر کے حصہ دار ہو جائیں) جل بھن کر، اُن سے حسد کرتے ہیں۔

۵۶ ان سے کہدو کہ جو لوگ بھی قوانینِ خداوندی کی صداقت سے انکار کریں گے اور ان سے سرکشی اختیار کریں گے، وہ تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ ایک دفعہ مقابلہ کیلئے اٹھیں گے تو انہیں ایسی شکست ملے گی جس سے انکی قوت ٹوٹ جائے گی۔ یہ پھر قوت فراہم کر کے سامنے آئیں گے اور پھر شکست کھائیں گے۔ اس طرح پیہم شکستوں اور ناکامیوں سے ان کی سختی اور شدت، قوت اور صلابت ختم ہو جائے گی۔ ایسا ہو کر رہے گا، اس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات، بڑی قوتوں کا مالک اور اپنی جگہ محکم ہے۔ سنکھیا کھانے والا ہلاکت سے کیسے بچ جائے گا؟

۵۷ اس کے برعکس، جو لوگ ہمارے قانونِ حیات کی صداقت پر یقین رکھیں گے اور اسکے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے، تو وہ ایسی شادابیوں کی زندگی بسر کریں گے جو کبھی پژمردہ نہیں ہوں گی۔ وہ اور ان کے رفقاء جو انہی کی طرح پاکباز ہوں گے، سب اس جنتی زندگی میں شریک ہونگے اور، انہیں خدا کی حفاظت اور سایۂ عاطفت نصیب ہو گا۔

۵۸ اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے ضروری ہے کہ یہ عظیم ذمہ داریاں اُنہی کے سپرد کی جائیں جو ان سے عہدہ برا ہونے کے اچھی طرح اہل ہوں۔ انہیں، نا اہلوں کے سپرد نہ کرو۔ یہ ذمہ داریاں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰

درحقیقت نظامِ خداوندی کی امانتیں ہیں جن میں کبھی خیانت نہیں ہونی چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ جب تم لوگوں کے معاملات میں فیصلہ دو' تو یہ فیصلہ عدل کے مطابق ہونا چاہیئے۔ جو حکومت (فیصلے کرنے کی مشینری) عدل کی بنیادوں پر قائم نہیں ہوتی' تباہ ہو کر رہتی ہے۔ یاد رکھو! یہ بڑی اہم بات ہے جو تم سے کہی گئی ہے۔ امورِ حکومت کو سرانجام دیتے وقت ہمیشہ اس حقیقت کو سامنے رکھو کہ جب کوئی اُور سننے والا نہ ہو' اُس وقت بھی ایک سننے والا' اور جب کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو' اس وقت بھی ایک دیکھنے والا (اللہ) موجود ہوتا ہے۔

۵۹ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ تم اس نظام کی پوری پوری اطاعت کرو' جسے قوانینِ خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے' رسول نے قائم کیا ہے۔ اور اس نظام کے مرکز کے مقرر کردہ نمایندگانِ حکومت (افسرانِ ماتحت) کی بھی اطاعت کرو۔ پھر اگر ایسا ہو کہ تم میں اور ان افسرانِ ماتحت میں' کسی بات میں اختلاف ہو جائے' تو اس کے لئے مرکز کی طرف رجوع کرو — یعنی افسرانِ ماتحت کے فیصلوں کے خلاف مرکزی اتھارٹی' سے اپیل کرو' جو اس معاملہ کا' قوانینِ خداوندی کے مطابق فیصلہ کرے گی (۴۲/۱۰)۔ مرکزی اتھارٹی کے فیصلہ کے خلاف کہیں اپیل نہیں ہو سکتی۔ اس کا فیصلہ' آخری ہوگا۔ اور چونکہ وہ فیصلہ قانونِ خداوندی کے مطابق ہوگا' جس پر تم ایمان رکھتے ہو' اس لئے اُس فیصلہ کو بطیبِ خاطر تسلیم کرو۔ اُس کے خلاف دل میں بھی کوئی گرانی محسوس نہ کرو (۴/۶۵)۔

یہ شہادت ہوگی اس بات کی کہ تم واقعی خدا کے ضابطۂ ہدایت' اور قانونِ مکافاتِ عمل اور حیاتِ اُخروی پر یقین رکھتے ہو۔ یہ روش نہایت عمدہ' اور انجام کار معاشرہ کا صحیح صحیح توازن قائم رکھنے کا موجب ہوگی۔

۶۰ یہ تو سچے مومنین کا شیوہ ہے۔ اِن کے برعکس' اُن لوگوں کی حالت قابلِ غور ہے جن کا دعوٰے یہ ہے کہ وہ قرآن پر اور کتبِ سابقہ پر ایمان رکھتے ہیں' لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کے فیصلے انسانوں کے خود ساختہ قوانین کی رُو سے کرائیں' حالانکہ ان سے کہدیا گیا تھا کہ قرآن پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ ہر غیر خدائی قانون سے انکار کر دیا جائے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾

اِن کی یہ رَوِش اس لئے ہے کہ یہ قانونِ خداوندی کے اتباع کے بجائے' اپنے مفاد پرستانہ جذبات کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں' حالانکہ یہ چیز انہیں راہ راست سے بھٹکا کر کہیں کا کہیں لے جاتی ہے۔

۶۱ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنے معاملات کے فیصلے کے لئے' خدا کے قانون' اور اسے عملاً نافذ کرنیوالے رسول کی طرف آؤ' تو جیساکہ (اے رسول) تم دیکھتے ہو' یہ لوگ تم سے اعراض برتتے ہیں اور معاملات کے فیصلے کے لئے تمہاری طرف آنے سے رکتے ہیں —— یہ ایمان نہیں' منافقت ہے۔ کفر ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ قرآن کے مطابق فیصلے نہیں کرتے' اُنہی کو کافر کہا جاتا ہے (۵/۴۴)۔

۶۲ ذرا سوچو کہ اُس وقت اِن کی کیا حالت ہوگی' جب اِن پر' ان کی اپنی کرتوتوں کی وجہ سے مصیبت آئے گی' تو یہ تیرے پاس' خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے کہ دوسروں کی طرف رجوع کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ آپس میں میل ملاپ رہے اور حسن کارانہ طور پر زندگی بسر ہو۔ ورنہ ہمارا ایمان بڑا مضبوط ہے۔

۶۳ لیکن خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے دل میں کیا ہے اور یہ زبان سے کیا کہتے ہیں۔ یہ بالکل جھوٹے ہیں (۶۳/۱)۔ سو تم انہیں اپنی جماعت میں شامل نہ کرو۔ ان سے اعراض برتو۔ البتہ انہیں حق و صداقت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے رہو' اور اس انداز سے تلقین کرو کہ بات ان کے دِل کی گہرائیوں تک اتر جائے —— حق و صداقت کی زندگی اُسی وقت بسر ہو سکتی ہے جب انسان میں داخلی انقلاب پیدا ہو جائے۔ جب تک دل نہ بدلے' انسان کی رَوِش نہیں بدل سکتی۔ اِس وقت ایمان محض ان کی زبانوں تک ہے۔ اِن کے قلب کے اندر جاگزیں نہیں ہوا۔

۶۴ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا سلسلۂ ہدایت محض نظری عقائد اور رسومات کے لئے نہیں آتا۔ نہ ہی دین' خدا اور بندے کے درمیان پرائیویٹ تعلق کا نام ہے کہ زبان سے خدا کا اقرار کر لیا اور پھر جس طرح جی چاہا' اپنے اپنے طور پر زندگی بسر کرتے رہے۔ دین' ایک اجتماعی نظام کا نام ہے جو' سب سے پہلے'

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾

خود رسول کے ہاتھوں متشکل ہوتا ہے اور اُس میں اِس کی حیثیت مرکزی اتھارٹی کی ہوتی ہے۔ قانون خداوندی کے مطابق اِس کی اطاعت' خدا کی اطاعت ہوتی ہے۔ اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے ذہن کے مطابق "خدا کی اطاعت" اطاعتِ خداوندی نہیں کہلا سکتی۔ اس اطاعت کی عملی شکل یہی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ قوانین خداوندی کے ساتھ' رسول کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے۔

ان تصریحات کی روشنی میں دیکھو کہ خدا کی اطاعت' اور خدا اور بندے کے تعلق کی عملی شکل کیا بنتی ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کے کسی حکم کی خلاف ورزی سے اپنے آپ پر زیادتی کر بیٹھے' اور اُس کے بعد اس پر نادم ہو' تو (خدا اور بندے کے پرائیویٹ تعلق کے نظریہ کے ماتحت) وہ' اپنے گھر میں بیٹھا' توبہ کرے گا اور خدا سے معافی مانگ لے گا۔ لیکن دین کے نظام میں اس کی شکل مختلف ہوگی۔ اِس میں' اُس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ (اے رسول!) تمہارے پاس آئے اور اپنی لغزش کی سزا سے بچنے کے لئے قانون خداوندی سے حفاظت طلب کرے (اسے معافی مانگنا کہتے ہیں)۔

یہ معافی تم' (اے رسول!) ذاتی طور پر نہیں دے سکتے۔ اُس کی معافی قانونِ خداوندی کی رُو سے ہوگی۔ اِس کے لئے تم دیکھو کہ قانون خداوندی میں اس معافی کی گنجائش ہے یا نہیں۔ اگر گنجائش ہو تو تم اسے معافی دیدو۔

اِس معافی کا حکم اگرچہ تمہاری طرف سے صادر ہوگا' لیکن یہ درحقیقت خدا کی طرف سے معافی ہوگی کیونکہ قانونِ خداوندی میں اس کی گنجائش نہ ہوتی تو تم معافی نہیں دے سکتے تھے۔

تم نے دیکھا کہ دین کے نظام میں مجرم۔ رسول۔ اور خدا کا باہمی تعلق کیا ہوتا ہے۔ نہ مجرم براہ راست خدا سے معافی طلب کر سکتا ہے' نہ خدا اسے براہ راست معافی دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس نظام کی وساطت سے ہوتا ہے جو قوانین خداوندی کے نفاذ کے لئے قائم ہوتا ہے۔ اور جب یہ نظام اسے معافی دیتا ہے' تو یہ معافی اُس نظام کی طرف سے نہیں ہوتی' بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے' کیونکہ یہ اُس کے قانون کے مطابق ملی تھی۔

۶۵ یہ ہے خدا پر ایمان کا عملی مفہوم۔ لہٰذا' اے رسول! تم ان لوگوں کو ہماری طرف سے کہدو کہ خدا کا قانون اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے اختلافی معاملات میں تمہیں حَکَم (فیصلہ کرنے والا ثالث) نہ بنائیں۔ اور جو فیصلہ تم صادر کرو' اس کے سامنے اس طرح سرِ تسلیم خم نہ کر دیں کہ اپنے دل کی گہرائیوں میں بھی اُس کے خلاف

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ ﴿۶۹﴾

گرانی اور کبیدگی محسوس نہ کریں (۳۳/۳۶ ؛ ۲۴/۴۲)۔ دل میں گرانی اور کبیدگی محسوس نہ کرنے کا اِس لئے کہا گیا ہے کہ یہ فیصلہ کسی مستبد حاکم کا فیصلہ نہیں جسے طوعًا وکرہًا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ فیصلہ اُس قانون کا ہے جس کی صداقت پر یہ' بہ طیب خاطر' ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اس ایمان کا فطری نتیجہ ہے کہ اس فیصلہ کو دل کی رضامندی سے تسلیم کیا جائے۔ اگر اس کے خلاف دل میں کبیدگی پیدا ہو تو یہ اس بات کی شہادت ہوگی کہ انہوں نے' اس قانون کو بہ طیب خاطر قبول نہیں کیا تھا۔ ان کا اس پر ایمان نہیں تھا۔ رسول قرآن کے مطابق ہی فیصلے کرتا ہے۔ اپنی طرف سے نہیں کرتا (۵/۴۸ ؛ ۷/۲)۔

۶۶ جن لوگوں کی عام معاملات میں یہ حالت ہے کہ اگر غیر خدائی قانون میں ذرا زیادہ فائدہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑے دوڑے جاتے ہیں' اگر کہیں ایسا وقت آجائے کہ نظام خداوندی کی خاطر انہیں جان دینی پڑے یا گھر بار چھوڑنا پڑے' تو ان میں بہت تھوڑے ایسے نکلیں گے جو ان احکام کی تعمیل کریں۔ حالانکہ اگر یہ اپنی زندگی کو اُس نہج پر ڈال لیں جس کی اِنہیں تلقین کی جاتی ہے' تو یہ اِن کے لئے ہزار خیر و برکت کا موجب ہو' اور مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے ثبات و استقامت کا باعث بنے۔

۶۷-۶۸ اگر یہ ایسا کر لیتے تو انہیں' ہمارے قانون مکافات کے مطابق' بہت بڑا معاوضہ ملتا اور یہ اُس توازن بدوش سیدھی راہ پر چلتے رہتے جو انہیں زندگی کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی۔

۶۹ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو انعامات خداوندی سے نوازے جاتے ہیں (۱/۶) — انبیاء صدیق۔ شہداء اور صالحین کی راہ ——— انبیاء' جنہیں یہ قانون منجانب اللہ ملتا ہے۔ صدیق' جو اِس قانون کے دعاوی کو عملاً سچ کر دکھاتے ہیں۔ شہداء' جو اس نظام کے بقاء و استحکام کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور صالحین' وہ افراد معاشرہ جن کی صلاحیتیں اس نظام کے مطابق نشوونما پاتی ہیں اور وہ ان صلاحیتوں کو اس نظام کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے صرف کرتے ہیں۔

لہذا جو شخص بھی خدا و رسول کی اس طرح اطاعت کرتا ہے جس طرح اوپر کہا گیا ہے' وہ' مذکورہ بالا جماعتوں کا رفیقِ سفر بن جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سفرِ زندگی میں اِن سے بہتر رفیق اَور

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝٧٠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝٧١ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝٧٢ وَلَىِٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝٧٣ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝٧٤

(٩ ع ١١ ٦)

کون ہوسکتے ہیں۔

(۷۰) یہ اللہ کی عنایات اور نوازشات ہیں جنہیں جو شخص چاہے حاصل کرسکتا ہے۔ یہ یونہی نہیں کہا جارہا۔ علمِ خداوندی کی رو سے کہا جارہا ہے' جس کے بعد کسی اور سند اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔

(۷۱) اس نظام کے استحکام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تم اپنی حفاظت کا پورا پورا سامان' ہر وقت تیار رکھو۔ اور عند الضرورت' جنگ کے لئے نکلو —— الگ الگ ٹولیوں میں' یا سب کے سب اکٹھے۔ جیسا بھی حالات کا تقاضا ہو۔

(۷۲) اور (ہم جانتے ہیں) کہ تم میں اِکا دُکا ایسا بھی ہے جو جنگ کی آواز پر (مختلف بہانوں سے) خود بھی سستی کرکے پیچھے رہ جاتا ہے اور دوسروں کو بھی سست بنا دیتا ہے۔ پھر اگر ایسا ہو کہ اس جنگ میں تمہیں نقصان پہنچے تو کہتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے اور اس کا احسان کہ میں ان کے ساتھ نہ گیا' ورنہ مجھ پر بھی یہ مصیبت آجاتی۔

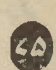
(۷۳) اور اگر تمہیں بفضلِ خدا' کامیابی نصیب ہو تو کہتا ہے کہ اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تاکہ ان کامرانیوں میں' میرا بھی برابر کا حصہ ہوتا۔

یہ اس قسم کی باتیں یوں کرتا ہے گویا' اس میں اور تم میں کبھی کوئی تعلق اور رابطہ ہی نہ تھا۔ (حالانکہ یہ تمہاری جماعت کا فرد ہونے کا مدعی ہے!)۔

(۷۴) یہ درحقیقت وہ لوگ ہیں جو مفادِ عاجلہ کو مستقبل کے مفاد پر' اور اپنی طبیعی زندگی کو آخرت کی حیاتِ جاوداں پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں' جماعتِ مومنین ہے' کہ جب دنیاوی زندگی کے کسی تقاضے اور مستقل اقدار میں ٹکراؤ ہوتا ہے' تو وہ اوّل الذکر کو قربان کردیتے ہیں اور مستقل قدر کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے' چاہیئے کہ وہ (بلا کسی حیل و حجت کے) اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اس میں دونوں طرح فائدہ ہے۔ اگر انہیں کامیابی ہو جائے تو بھی اجرِ عظیم

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوٓا أَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿۷۶﴾ اَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوٓا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ أَخَّرْتَنَآ

اور اگر میدانِ جنگ میں مارے جائیں تو بھی صلہ **جزیل**



اِسوقت حالات کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ تمہاری جماعت کے جو افراد پیچھے (مکہ میں) رہ گئے ہیں، اُن پر سخت مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ اُن کے بے بس اور ناتواں، مرد۔ عورتیں۔ بچے، سب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے اِس قدر ظالم اور سفاک ہیں۔ اور ہمارے لئے اپنی جناب سے کوئی محافظ و نگران، کوئی سرپرست اور مددگار بھیجدے۔

اِن مظلوموں کی امداد کے لئے پہنچنا "اللہ کی راہ میں" جنگ کرنا ہے۔

اِن سے پوچھو کہ اِس کے بعد اب کونسی چیز باقی رہ گئی ہے جس کے انتظار میں یہ بیٹھے ہیں، اور اِن مظلومین کی امداد کے لئے نہیں اٹھتے؟ یہی تو وہ حالات تھے جن میں تمہیں جنگ کی اجازت دیگئی تھی! ($\frac{۲۲}{۳۹}$)۔



بعض حالات میں جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اور جنگ دو فریقوں میں ہوتی ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ کون، کِس مقصد کے لئے جنگ کرتا ہے۔ ایک جنگ، دُنیا سے ظلم و استبداد مٹانے کے لئے ہوتی ہے۔ اِسے اللہ کی راہ میں" جنگ کہا جائے گا۔ دوسری جنگ، مظلوموں اور کمزوروں کا گلا گھونٹنے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ "طاغوت کی راہ میں" جنگ ہے۔ (طاغوت ہر وہ قوت یا نظام ہے جو قوانین حق و صداقت سے سرکشی اختیار کر کے، دنیا میں اپنی من مانی کرے)۔

ایمان والے ہمیشہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ کفار، طاغوت کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ سوائے جماعتِ مومنین! تم اُن قوتوں کے خلاف جنگ کرو جن کا مقصد ہی قوانین حق و عدل سے سرکشی اختیار کرنا ہے۔ اور اِس کا یقین رکھو کہ، یہ لوگ تمہارے خلاف کتنی ہی خفیہ تدبیریں اور سازشیں

اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۗ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

کیوں نہ کریں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جو تدبیریں ظلم و استبداد کے لئے کی جائیں' اُن میں قوت کہاں سے آسکتی ہے؟ ریت کی بنیادوں پر قلعے تعمیر نہیں ہوا کرتے!

(۷۷) تم اِن لوگوں کی حالت پر غور کرو کہ جب "اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ" کے نظام کا ابتدائی دور تھا' جس میں اس تصوّر کو محض فکری طور پر پیش کیا جاتا تھا' اور کسی سے ٹکراؤ کی شکل پیدا نہیں ہوئی تھی' (تو یہ لوگ کس مستعدی کا ثبوت دیتے تھے۔ یوں نظر آتا تھا کہ وقت آنے پر یہ اپنا سب کچھ اس نظام کی خاطر قربان کر دیں گے)۔ لیکن جب امتحان کا وقت آیا' اور انہیں جنگ کا حکم دیا گیا' تو اِن میں سے ایک گروہ کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ فریق مقابل کے اپنے ہی جیسے انسانوں سے یوں ڈرنے لگ گئے جیسے اللہ (کے قانون مکافات) سے ڈرنا چاہیئے' جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ شدّت کے ساتھ۔ اور کہنے لگے کہ یا اللہ! تو نے یہ جنگ ہم پر کیوں فرض قرار دیدی؟ اسے کچھ وقت کے لئے اور ملتوی کیوں نہ رکھا (تاکہ ہم کچھ اور دنیاوی مفاد حاصل کر لیتے) اِن سے کہو کہ طبیعی زندگی کے مفاد' خواہ وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں' اُخروی زندگی کے مفاد کے مقابلہ میں کچھ قیمت نہیں رکھتے۔ جو لوگ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ مستقبل کے مفاد کس قدر خیر و برکت لئے ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل کے معاوضہ میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

(۷۸) باقی رہا یہ خیال کہ میدانِ جنگ میں جانے سے موت آجائے گی۔ سو موت کو تو بہرحال آنا ہے۔ اگر تم نہایت محکم اور مضبوط قلعوں کے اندر بھی ہو' وہ (ایک دن) وہاں بھی آکر رہے گی جب حقیقت یہ ہے تو پھر ذلّت کی زندگی پر عزّت کی موت کو کیوں ترجیح نہ دی جائے —— طبیعی موت ایک بے اختیار عمل ہے' اور حق کے خاطر جان دیدینا' عمل بااختیار۔ اسی میں رازِ حیات ہے۔

اِن کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں کوئی کامیابی ہوتی ہے اور اس سے حالات خوشگوار ہو جاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ (اس میں رسول کے حسنِ تدبر کا کیا دخل ہے) ہمیں یہ سب خدا کی طرف سے ملا ہے۔ اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جھٹ کہدیتے ہیں کہ یہ تمہاری (رسول اللہؐ کی) غلط تدبیروں کا نتیجہ ہے۔

مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ۡ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ؕ وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ حَفِیْظًا ﴿۸۰﴾ وَیَقُوْلُوْنَ طَاعَۃٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِکَ بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنْہُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰہُ یَکْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْہُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ﴿۸۱﴾

ان سے کہو کہ اگر تم دھاندلی سے اپنی ہی بات پر جمے رہنا چاہتے ہو اور کچھ سننا سمجھنا نہیں چاہتے تو اور بات ہے، ورنہ اصل حقیقت کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کے ہر عمل کا نتیجہ خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے مرتب ہوتا ہے — اچھے کا اچھا، بُرے کا بُرا —— لہٰذا، اس اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ (سب کچھ خدا کی طرف سے ہوتا ہے)۔

۷۹ دوسری بات یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو قوانینِ خداوندی کے مطابق ہوگا، اس کا نتیجہ ہمیشہ خوشگوار ہوگا، اور جو کام تم، قوانینِ خداوندی کے خلاف، اپنے ذاتی فیصلوں کے مطابق کرو گے، اس کا نتیجہ ناخوشگوار ہوگا —— یعنی مصیبتیں تمہارے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہیں (۴۲/۳۰)۔ (اس قسم کی باتیں پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ اور انہیں بھی اس حقیقت سے آگاہ کر دیا جاتا تھا کہ لوگوں کے اعمال اور خدا کے قانونِ مکافات میں کیا تعلق ہے۔ ۷/۱۳۱)۔ باقی رہا یہ رسول۔ سو یہ چونکہ ہمارا رسول ہے اس لئے یہ ہمارے احکام کے مطابق کام کرتا ہے (۶/۵۰)۔ لیکن چونکہ یہ تمام نوعِ انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اس لئے اس کے پیشِ نظر، عالمگیر انسانیت کا مفاد ہوتا ہے۔ کسی خاص گروہ یا پارٹی کا مفاد نہیں۔ لہٰذا، عالمِ انسانیت کے لئے، اسکے پروگرام کا نتیجہ ناخوشگوار ہو نہیں سکتا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر خود خدا شاہد ہے۔ اس شہادت کے بعد اور کس بات کی ضرورت باقی رہ سکتی ہے؟

۸۰ لہٰذا، جو شخص اس رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہ قانونِ خداوندی ہی کی اطاعت کرتا ہے۔ اور جو شخص (اپنے مفاد کی خاطر) اس سے رُوگردانی کرتا ہے، تو وہ اس کا نتیجہ خود بھگتے گا۔ (اے رسول! تمہارا کام یہ نہیں کہ تم انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح گھیر گھیر کر، باڑے میں رد کے رکھو تاکہ یہ تباہیوں سے محفوظ رہیں۔ (انہیں، اپنے لئے خود فیصلہ کرنے دو۔ اس نظام میں وہی لوگ شامل رہ سکتے ہیں جو دل کی رضامندی سے اس کی اطاعت اختیار کریں)۔

۸۱ تمہاری طرف سے جبر کی اطاعت تو ایک طرف، جو لوگ اپنی کسی مصلحت کی خاطر تمہارے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں (اور یوں ان کی اطاعت، دل کی رضامندی سے نہیں بلکہ اپنی منفعت کی

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿۸۲﴾ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿۸۴﴾

خاطر ہوتی ہے) ان کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اطاعت قبول کی' لیکن جب تم سے الگ ہوتے ہیں تو راتوں کو' چپکے چپکے' اُن باتوں کے خلاف مشورے کرتے ہیں جو تم کہتے ہو (اور جی میں سمجھتے ہیں کہ اسکا کسے پتہ چل سکتا ہے؟ حالانکہ) خدا کا قانونِ مکافات' ان کی تمام باتوں کا ریکارڈ محفوظ رکھتا ہے۔

سو تم ان لوگوں سے قطع نظر کرو' اور قانون خداوندی کی محکمیت پر کامل اعتماد کرتے ہوئے' اپنے پروگرام پر کاربند رہو۔ یہ قانون تمہارے لئے کافی کارساز ثابت ہوگا۔

۸۲ (ضمناً) اِن لوگوں کی اس روش سے غور و تدبر کرنے والوں پر' یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ انسانی جذبات اور ضابطۂ خداوندی میں کیا فرق ہے؟ انسانی جذبات کا یہ عالم ہے کہ یہ لوگ ابھی کچھ کہتے ہیں ابھی کچھ۔ دن کو کچھ کرتے ہیں' رات کو کچھ۔ زبان پر کچھ ہوتا ہے' دل میں کچھ۔ لیکن خدا کا ضابطۂ قوانین (قرآن) ہے کہ اس میں' کہیں' کوئی بات ایک دوسرے کے خلاف نہیں ملے گی۔ یہاں سے وہاں تک ایک ہی حقیقت ہے جسے مختلف پہلوؤں سے سامنے لایا گیا ہے۔ اگر یہ خدا کے بجائے کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات پائے جاتے۔

۸۳ اِن کے دعوئے اطاعت کوشی کی یہ کیفیت ہے کہ جب یہ کہیں سے امن یا خوف کی کوئی اُڑتی ہوئی سی بات سُن پاتے ہیں تو اُسے لے دوڑتے ہیں اور خوب پھیلاتے ہیں۔ حالانکہ نظام سے وابستگی اور اطاعت کا تقاضا ہے کہ ایسی باتوں کو رسول (مرکزی اتھارٹی) یا اپنے افسرانِ ماتحت تک پہنچایا جائے' تاکہ وہ لوگ جو بات کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرلیں۔

یہ تو اس نظامِ خداوندی کی برکات و رحمت ہے کہ ان لوگوں کی اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ اور سازشانہ حرکات سے تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو تم میں سے اکثر اس قسم کی افواہوں کے پیچھے لگ کر تباہیاں لے آتے۔

۸۴ سو (اے رسول!) تم اس کی پرواہ کئے بغیر کہ یہ لوگ تمہارا ساتھ دیتے ہیں یا نہیں'

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ

نظامِ خداوندی کے قیام وبقا اور مظلومین کی امداد و حفاظت کے لئے، مخالفین کا میدانِ جنگ میں مقابلہ کرو۔ تم صرف اپنی ذات کی ذمہ داری لے سکتے ہو، اوروں کی نہیں۔ البتہ تم، مناسب تعلیم و تربیت اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما سے، اپنی جماعت کے افراد کی کمزوریوں کو رفع کرتے جاؤ تاکہ وہ جہادِ زندگی میں مردانہ وار شریک ہونے کے قابل ہو جائیں۔ اگر تم ایسا کرتے رہے، تو وہ وقت دُور نہیں جب خدا، تمہارے مخالفین کی پیدا کردہ مشکلات و مصائب کی روک تھام کا انتظام کر دیگا۔ اس لئے کہ خدا کا قانون بڑی قوتوں کا مالک اور ایسا محکم گیا ہے کہ وہ ان سرکشوں کو جکڑ کر رکھ دے گا۔

۸۵ تم صرف اپنی ذات پر، اور اپنے مخلص رفقاء کے بھروسے پر اپنا پروگرام بناؤ۔ اس کے بعد اگر کوئی اور بھی اس نظامِ حسنہ کے قیام کے لئے تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے گا تو اسے بھی اس کے خوشگوار نتائج سے حصہ مل جائے گا۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص فریقِ مخالف کا ساتھ دے گا اور غلط نظام کی تائید میں کوشش کرے گا، تو اس کے تباہ کن عواقب میں وہ بھی شریک ہوگا۔

خدا کے قانونِ ربوبیت کی رُو سے سامانِ نشوونما سب کو ملتا ہے ——— انگور کے بیج کو بھی اور ببول کے تخم کو بھی ——— انگور کا بیج اس سامانِ نشوونما سے انگور بن جاتا ہے، ببول کا تخم، ببول۔ اس کے ساتھ ہی اس کا قانون یہ بھی ہے کہ جو مٹی انگور کے بیج کا ساتھ دے گی اور اس میں جذب ہو جائے گی وہ انگور بن جائے گی۔ جو ببول کے تخم کے ساتھ رہے گی وہ ببول کے کانٹو کی شکل اختیار کرے گی۔ لہٰذا، کسی کام کی ابتدا کرنے والا، اور اس کے بعد، اس کا ساتھ دینے والا، دونوں اس کے نتائج میں شریک ہوتے ہیں۔



جو (تمہارے ساتھ کھڑا ہو کر) تمہارے لئے زندگی اور سلامتی کا سامان بہم پہنچاتے، تم اُس کے لئے، اس سے بہتر اور حسین ترحیات بخش سامان بہم پہنچاؤ۔ اور اگر ہنوز، حالات ایسے سازگار نہ ہوں کہ تم اسے، اس کی پیش کش سے زیادہ دے سکو، تو کم از کم اُسے اتنا ہی لوٹا دو۔ نظامِ خداوندی ان تمام امور کا پورا پورا حساب رکھتا ہے۔



بہرحال کوئی تمہارا ساتھ دے یا نہ دے، تم اس آواز کو بلند کئے جاؤ کہ کائنات میں اقتدا

حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ
اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً
فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰي يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَ
جَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾

واختیار صرف ایک خدا کا ہے۔ اس کے سوا کسی اور کا قانون ایسا نہیں جس کے سامنے جھکا جائے اور اسکی محکومی اختیار کی جائے۔ انسانوں کی دنیا میں بھی صرف اُسی کا قانون رائج ہونا چاہیئے۔ اس آواز کی مخالفت ہوگی اور سخت مخالفت۔ لیکن اِس مخالفت کا فیصلہ اُس وقت ہوگا جب آنے والے انقلاب کے وقت' تم اور تمہارے مخالفین' میدانِ جنگ میں ایک ساتھ جمع ہونگے۔ یہ ٹکراؤ ہو کر رہے گا۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہ بات خدا کی طرف سے کہی جا رہی ہے' اور ظاہر ہے کہ خدا سے زیادہ سچی بات کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟

۸۸ باقی رہے یہ منافقین' جن کا دعوائے رفاقت اپنی مصلحت کوشیوں پر مبنی ہے' وہ بظاہر تمہارے دوست بنتے ہیں لیکن بباطن تمہاری تخریب چاہتے ہیں۔ ان کی پوزیشن ایسی واضح ہے کہ اِن کی بابت دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔ اِس لئے ایسا کیوں ہو کہ تم میں سے کچھ لوگ' ان کے بارے میں' ایک خیال کے ہو جائیں' اور کچھ لوگ دوسرے خیال کے' درانحالیکہ وہ اپنی غلط رَوِش اور بدعملی کی وجہ سے راہ حق سے پھر چکے ہیں۔

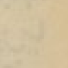
تم یہ سوچو کہ جو لوگ اس طرح صحیح راستے سے ہٹ کر' دوسری راہیں اختیار کر چکے ہوں' تم انہیں کس طرح صحیح راستے پر لا سکتے ہو؟ یاد رکھو! جو شخص قانونِ خداوندی کی رُو سے' غلط راستے پر جا پڑے' اس کے لئے' (بجز قانونِ خداوندی کے اتباع کے) صحیح راہ کی طرف آنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی —— اور قانونِ خداوندی یہ ہے کہ انسان' بطیب خاطر' پوری دیانتداری سے' صحیح راستہ اختیار کرے۔ لوگوں کو فریب دینے کے لئے منافقت نہ برتے۔

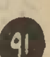
۸۹ (تم سمجھتے ہو کہ تم انہیں اپنے ساتھ ملا لوگے۔ اور) ان کے ارادے یہ ہیں کہ جس طرح یہ خود کفر اختیار کر چکے ہیں' اسی طرح تم بھی دینِ حق کو چھوڑ دو' تاکہ اس طرح یہ اور تم' دونوں' ایک سطح پر آجاؤ۔ لہٰذا' ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور دمساز نہ بناؤ' تاآنکہ یہ اپنے دعوئے ایمان کی صداقت کا عملی ثبوت نہ دیں۔ اور وہ ثبوت یہ ہے کہ یہ نظامِ خداوندی کی خاطر' وہ سب کچھ چھوڑ دیں جس کا چھوڑنا ضروری قرار دیا جائے —— گھربار۔ اعزہ۔ رفقاء۔ مال و دولت وغیرہ —— اِن سے

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن
يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ
وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَ
يَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا
أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾ وَمَا كَانَ
لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ

(۱۲ ع ۹)

یہ بات واضح طور پر کہہ دو۔ اگر یہ اس کے بعد گریز کی راہیں نکالیں تو انہیں گرفتار کر لو (تاکہ یہ اس فتنہ پردازی سے رک جائیں)۔ اور اگر یہ تم سے جنگ کریں' تو تم بھی ان سے جنگ کرو' اور جہاں پاؤ انہیں قتل کرو۔ اور ان میں سے کسی کو بھی اپنا دوست اور حمایتی تصور نہ کرو۔


لیکن اگر یہ لوگ (تمہارے دشمنوں کا ساتھ چھوڑ کر) ایسے لوگوں سے جا ملیں جن کے ساتھ تمہارے عہد و پیمان ہو چکے ہیں (تو پھر یہ بھی اس حلیف قوم کے افراد سمجھے جائیں گے)۔ یا یہ جنگ سے تنگ آکر تمہارے پاس آجائیں' اور نہ تم سے جنگ کریں اور نہ تمہارے ساتھ مل کر' اپنی قوم کے خلاف جنگ کریں (غیر جانبدار رہنا چاہیں۔ تو اس صورت میں بھی ان سے کچھ مواخذہ نہیں کرنا چاہیئے)۔ اس لئے کہ اگر ان کے پاس' خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق' تم پر غالب آجانے کی قوت ہوتی تو یہ ضرور تم سے جنگ کرتے۔ لہذا' اگر یہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں' صلح کی درخواست کریں' تو پھر تمہیں' اِن کے خلاف کچھ کرنے کی اجازت نہیں —— اِس لئے کہ نظامِ خداوندی میں مقصود کسی سے انتقام لینا نہیں' بلکہ اُن سرکش لوگوں کا زور توڑنا ہے جو دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی مخالفت کریں۔ سو جب ان کا زور ٹوٹ جائے تو پھر ان کے خلاف کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔


لیکن تم ایسے لوگ بھی دیکھو گے کہ وہ (یوں تو) تمہاری طرف سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے بھی۔ لیکن جب کبھی ان کی قوم' انہیں تمہارے خلاف فتنہ برپا کرنے کے لئے بلائے تو وہ اپنے عہد پر قائم نہیں رہتے' بلکہ اس فتنے کی آگ میں' اندھا دھند کود جاتے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ' اس قسم کی فتنہ پردازی کے بعد' نہ تو تم سے کنارہ کش ہوں۔ نہ صلح کی

إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُوا۟ ۚ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَٰقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾

درخواست کریں۔ اور نہ ہی اپنی دست درازیوں سے باز آئیں۔ تو انہیں گرفتار کرو (تاکہ یہ فتنہ رک جائے)۔ لیکن اگر وہ تم سے جنگ کریں تو ان سے جنگ کرو اور جہاں پاؤ انہیں تہ تیغ کرو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے خلاف اس قسم کی کارروائی کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔

(۹۲) لیکن اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں' تو پھر انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اس لئے کہ کسی مومن کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کردے' اِلّا یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔ اگر کسی کے ہاتھوں' کوئی مومن غلطی سے مارا جائے تو وہ اس کے بدلے میں' ایک مومن غلام آزاد کرے۔ نیز مقتول کے وارثوں کو اس کا خوں بہا ادا کرے (۲/۱۷۸)۔ اگر وہ خوں بہا معاف کر دیں تو پھر اور بات ہے۔

لیکن اگر ایسا ہو کہ کوئی قوم تم سے برسرِپیکار ہے اور ان میں کوئی مومن فرد ہے جو تمہارے ہاتھوں غلطی سے مارا جاتا ہے' تو اس کے کفارہ کے طور پر ایک مومن غلام آزاد کیا جائے گا۔ (خوں بہا نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ جنہیں تم خوں بہا دو گے وہ تو تم سے جنگ کر رہے ہیں)۔ لیکن اگر وہ شخص اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ صلح ہے' تو اس صورت میں اسکے وارثوں کو خوں بہا بھی دینا ہوگا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا بھی۔ لیکن اگر قاتل کے پاس غلام آزاد کرنے کی مقدرت نہ ہو۔ یا ایسی صورت ہو کہ غلام ملے ہی نہیں۔ تو وہ دو مہینے کے متواتر روزے رکھے۔ یہ چیز قانونِ خداوندی کی رُو سے عفوِ خطا کا موجب بن جائے گی' اُس قانونِ خداوندی کی رُو سے جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

(۹۳) لیکن اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو عمداً قتل کر ڈالے تو ——— خونِ ناحق کی سزا موت تو ہوگی ہی (۵/۳۲) ——— مرنے کے بعد بھی وہ جہنم میں جائے گا جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ قانونِ خداوندی کی نگاہوں میں وہ معتوب ہوگا۔ اسے حقوقِ شہریت وغیرہ سے محروم کر دیا جائے گا۔ اور سخت قسم کی سزا دیجائے گی[1] ——— قتلِ عمد میں خوں بہا یا کفارہ نہیں ہوگا۔

[1] ان تصریحات سے مترشح ہوتا ہے کہ قتلِ عمد میں بھی جُرم کی نوعیت کے اعتبار سے موت سے کم سزا دیجا سکتی ہے۔ مثلاً کسی نے فوری جذباتِ غیرت سے مشتعل ہو کر کسی کو قتل کر دیا تو اسے دوسری قسم کی سزائیں دیجا سکتی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

---

۹۴ اے جماعتِ مومنین! جب تم خدا کی راہ میں (جنگ کرنے کے لئے) باہر نکلو، تو پہلے تحقیق کر لو کہ کون دوست ہے اور کون دشمن۔ یونہی ہر ایک کو دشمن تصور کر کے اس پر حملہ نہ کر دو۔ اگر کوئی تمہاری طرف امن و سلامتی کا پیغام بھیجے، تو اس کے متعلق تمہارا پہلا ردِ عمل یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ ایمانداری سے ایسا نہیں کر رہا۔ منافقت برتتا ہے۔ اس کے متعلق تحقیق کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچو۔ یونہی ہر ایک سے لڑائی کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم خدا کی راہ میں جنگ کی غرض سے باہر نہیں نکلے، دنیاوی مفاد (مالِ غنیمت وغیرہ) کی خاطر نکلے ہو۔ تم نے ایسا خیال تک بھی دل میں نہ لانا۔ تم قوانینِ خداوندی کے مطابق چلتے رہو اور پھر دیکھو کہ تمہیں کس قدر ساز و سامان جائز طریق سے ملتا ہے۔ اسلام سے پہلے تمہاری یہی حالت تھی کہ تم محض مالِ غنیمت کی خاطر لڑائیاں لڑا کرتے تھے۔ لیکن اللہ نے، زندگی کا یہ نیا ضابطہ دیکر، تم پر بڑا کرم کیا، اور تمہارے مقاصدِ حیات اور نقاطِ نظر کو بدل دیا۔ اس لئے اب تمہارے لئے ضروری ہے کہ معاملہ کی پوری پوری تحقیق کرو اور صرف انہی سے جنگ کرو جن کے خلاف، حق و صداقت کی خاطر جنگ کرنا، ضروری ہو۔ یاد رکھو! اللہ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔ اس لئے تم اپنی نیت کو اس سے نہیں چھپا سکتے۔

 مومنین میں سے بھی جو لوگ بلا عذر سست روی سے کام لیں، اور جو نہایت ذوق و شوق سے خدا کی راہ میں مصروفِ جد و جہد رہیں، اور اس میں مال اور جان تک کی پرواہ نہ کریں، تو ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ قانونِ خداوندی کی میزان میں، جان و مال سے جد و جہد کرنے والوں کے مدارج، سہل انگاروں کے مقابلہ میں، بہت زیادہ ہیں۔

اسکے یہ معنی نہیں کہ نظامِ خداوندی کی خوشگواریوں میں، سست رو افراد کا کوئی حصہ نہیں۔ وہ تو سب کے لئے ہیں۔ لیکن جب سوال فرقِ مراتب کا آئیگا تو مجاہدین کے مدارج بہر حال سست رفتاروں سے بڑھ کر ہوں گے۔

 یہ مدارج وہ سیڑھیاں ہیں جن سے انسانی ذات اپنے ارتقائی منازل طے کرتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾

(۴۲/۱۴) - ان لوگوں کی مجاہدانہ سعی و عمل ان کی چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں کے مضر اثرات سے ان کی حفاظت کرتی ہے' اور قانونِ خداوندی کی رُو سے ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی جاتی ہے۔ خدا کے قانون میں حفاظت اور پرورش کے سب سامان موجود ہیں۔

۹۷ یہ تو ہوا مجاہدین اور قاعدین (یعنی تیز گام اور سُست رَو مومنین) کے متعلق۔ اب رہے وہ جو غیر خداوندی نظام کے ماتحت اطمینان سے بیٹھے زندگی بسر کرتے اور اس طرح اپنی ذات کا نقصان کرتے رہیں۔ اگر اسی حالت میں ان کی موت آجائے' تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم غیر خداوندی نظام کی محکومی میں پڑے رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم بہت کمزور و ناتواں' اور بے بس و معذور تھے۔ ان سے کہا جائے گا کہ (یہ ٹھیک ہے کہ تم میں اتنی قوت نہیں تھی کہ تم وہاں کا باطل نظام بدل کر نظامِ خداوندی قائم کر لیتے۔ لیکن) خدا کی زمین اس قدر وسیع تھی۔ کیا تم ہجرت کر کے کسی ایسے مقام کی طرف نہیں جا سکتے تھے جہاں نظامِ خداوندی قائم تھا' یا جہاں کی فضا اس کے لئے سازگار تھی؟

یہ لوگ' جو یوں اپنی کمزوری اور ناتوانی کا سہارا لے کر غیر خداوندی نظام کے تابع قانع اور مطمئن ہو کر بیٹھے رہیں' ان کا ٹھکانہ جہنم ہے — اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہاں بھی جہنم' کہ طاغوتی نظام کی غلامی میں رہے۔ اور وہاں بھی جہنم' کہ ان کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما ہی نہیں ہوئی۔

۹۸ البتہ' ان میں وہ کمزور و ناتواں' مرد۔ عورتیں اور بچے شامل نہیں جو فی الواقعہ اس قدر معذور ہو چکے تھے کہ نہ تو انہیں وہاں تبدیلیٔ حالات پر کوئی قدرت حاصل تھی اور نہ ہی وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ کھلا تھا۔

۹۹ اس قسم کی — نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی — حالت قابلِ معافی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانونِ خداوندی میں ان جیسوں کے لئے' عفو و حفاظت کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۚ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا
ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَاۗىِٕفَةٌ
مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَاۗىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ
يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ

(۱۴ ع ۱۰)

---

(۱۰۰) خاکِ وطن کی جاذبیت محض جذباتی چیز ہے۔ جب کبھی ایسا ہو کہ وطن، اور نظامِ خداوندی کے کسی تقاضے میں ٹکراؤ ہو، تو اُس وقت، وطن کی جاذبیت کو اس بلند مقصد کے خاطر قربان کر دینا چاہیئے۔ جو شخص، اِس عظیم مقصد کی خاطر، وطن کو چھوڑ دے گا، اُسے دوسرے مقامات میں بہت سی پناہ گاہیں اور کشائش کی راہیں کھلی ملیں گی۔

جو شخص، اِس طرح، "خدا اور رسول" کی طرف جانے کے ارادے سے گھر سے نکل کھڑا ہو، تو اسکا یہ عزم ہی اتنے بڑے اجر کا موجب بن جاتا ہے کہ اگر وہ اپنی منزلِ مقصود تک نہ بھی پہنچ پائے، اور اُسے راستے ہی میں موت آجائے، تو خدا کے ہاں سے اُسے پورا پورا اجر مل جاتا ہے۔ خدا کے قانون میں ایسے افراد کے لئے حفاظت اور رحمت کے پورے پورے سامان موجود ہیں۔

واضح رہے کہ یہ ہجرت ایسے مقام کی طرف ہوگی جہاں نظامِ خداوندی قائم ہو، یا اس کے قیام کے امکانات روشن ہوں —— اسی کو "خدا اور رسول" کی طرف ہجرت کہا جائے گا۔ یونہی ترکِ وطن کا نام ہجرت نہیں۔

(۱۰۱) اور جب تم (جنگ کے لئے) باہر نکلو اور تمہیں دشمن کی طرف سے ضرر رسانی کا خطرہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ تم اجتماعِ صلوٰۃ کو مختصر کر لیا کرو۔ اس لئے کہ مخالفین تو تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔ وہ ایسے مواقع کی گھات میں رہتے ہیں۔

(۱۰۲) اور (اے رسول!) جب تو خود اپنی جماعت کے ساتھ ہو اور قیامِ صلوٰۃ کا انتظام کرے، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ آکر تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اپنے ہتھیار سنبھالے رکھے۔ اور جب یہ سجدہ کر چکیں، تو تمہارے پیچھے چلے جائیں، اور دوسرا گروہ، جس نے ابھی تک

وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ
كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾
فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ
الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ
فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع

صلوٰۃ ادا نہیں کی' تیرے ساتھ صلوٰۃ میں شامل ہو جائے۔ یہ بھی اسی طرح احتیاط برتیں اور اپنے ہتھیار سنبھالے رکھیں۔ اس لئے کہ تمہارے مخالفین تو دل سے چاہتے ہیں کہ تم ذرا اپنے اسلحہ اور سامان سے غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ (اس لئے تم ہتھیاروں کو حالتِ صلوٰۃ میں بھی الگ نہ کرو)۔ ہاں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے کوئی تکلیف ہو' یا تم مریض ہو' تو پھر ہتھیاروں کو الگ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی اپنی حفاظت کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

ان مخالفین کے لئے' خدا کی طرف سے رسوا کن (شکست) کی سزا تیار رکھی ہے جو انہیں مل کر رہے گی۔

۱۰۳ جب تم اس طرح صلوٰۃ ختم کر چکو (تو یہ نہ سمجھ لو کہ تم فریضۂ خداوندی سے سبکدوش ہو گئے۔ صلوٰۃ تو تمہاری ساری زندگی کو محیط ہے۔ جو کچھ تم نے اس وقت کیا ہے وہ مؤقّت اجتماع میں شرکت ہے جو کُلّی صلوٰۃ کا ایک جزو ہے۔ اس لئے تم اس کے بعد بھی) اٹھتے' بیٹھتے' لیٹے' ہر وقت اور ہر حال میں' قانونِ خداوندی کو اپنے سامنے رکھو (جیساکہ ۳/۱۹ میں کہا جا چکا ہے)۔

اور جب تم دشمن کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ تو پھر' اجتماعاتِ صلوٰۃ کو عام انداز سے قائم کرو۔ یاد رکھو! صلوٰۃ کے اجتماعات میں شرکت' ایک ایسا فریضہ ہے جسے وقتِ مقررہ پر ادا کرنا ہوگا۔ یعنی جو وقت اس اجتماع کے لئے مقرر ہو' اُس وقت وہاں شرکت ضروری ہوگی۔

۱۰۴ اور دیکھو! میدانِ جنگ میں دشمن کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو۔ بات بالکل واضح ہے۔ اگر (لڑائی میں) تمہیں کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہے تو فریق مخالف کو بھی اسی طرح مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ (لہٰذا' اس باب میں' تم اور وہ برابر ہو)۔ لیکن نظامِ خداوندی کے قیام سے جو ثمرات و برکات تمہیں حاصل ہونگی' وہ' انہیں تو حاصل نہیں ہوں گی' (اس لحاظ سے' تم اُن کے مقابلہ میں کہیں فائدے میں رہے)۔ یاد رکھو! اللہ کا قانون جو تمہیں اس قسم کے تاکیدی احکام دیتا ہے'

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ﴿۱۰۵﴾ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿۱۰۷﴾ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿۱۰۸﴾ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَن يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿۱۰۹﴾

یونہی اندھا دھند ایسا نہیں کرتا۔

۱۰۵ (یہ تو رہے جنگ سے متعلق احکام۔ تمدنی اور معاشرتی زندگی کے متعلق اس حقیقت کو ہمیشہ سامنے رکھو کہ) اللہ نے (اے رسول!) تمہاری طرف یہ کتاب (ضابطہ قوانین) نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے نزاعی امور کے فیصلے اس علم کے مطابق کرو جو اللہ نے تمہیں اس طرح عطا کیا ہے۔ اور ایسا کبھی نہ کرو کہ دغاباز اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے وکیل بن کر جھگڑنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہو۔

۱۰۶ حکومت اور عدالت کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ اس میں انسان کے ذاتی میلانات' فیصلوں پر اثر انداز ہو جایا کرتے ہیں۔ اس سے انسان اُسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ وہ' ہر وقت' قانونِ خداوندی کو اپنے سامنے رکھے' اور اُسی کے پیچھے پناہ لے۔ تم اسی طرح' اپنی حفاظت کا سامان طلب کرتے رہو۔ قانونِ خداوندی میں ایسی حفاظت اور مرحمت کا پورا پورا انتظام ہے۔

۱۰۷ اس بات کو پھر سمجھ لو کہ جو لوگ ایک دوسرے سے یا خود اپنی ذات سے' خیانت کرتے ہیں اُن کی طرف سے وکیل بن کر جھگڑنے کے لئے نہ اُٹھ کھڑے ہو۔ خیانت کرنے والا سمجھتا ہے کہ اس سے اُسے کچھ مل گیا ہے' حالانکہ' اس سے' اس کی ذات میں ایسی کمزوری آجاتی ہے جس سے اُس کی انسانی صلاحیتیں مضمحل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ (اسی کو خود اپنی ذات سے خیانت کہتے ہیں)۔ سو ایسے لوگ قانون خداوندی کی نگاہ میں کیسے پسندیدہ قرار پاسکتے ہیں؟

۱۰۸ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم' اپنے جرائم' لوگوں سے چھپا سکتے ہیں' اس لئے ہم پر کیا گرفت ہوگی؟ لیکن یہ خدا کے قانون کی نگاہوں سے کیسے چھپ سکتے ہیں؟ وہ تو اُس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب یہ راتوں کو چھپ چھپ کر' ناپسندیدہ امور کے متعلق مشورے کرتے ہیں۔ خدا کا قانون مکافات ان کے تمام اعمال کو محیط ہے ($\frac{۴۹}{۱۹}$)۔

۱۰۹ (یاد رکھو! خدا کا قانون مکافات ایسا نہیں کہ اس کا سلسلہ صرف اسی دنیا تک محدود ہو

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ

کہ اگر کسی نے ایسا انتظام کر لیا کہ وہ یہاں قانون کی گرفت سے بچ جائے تو وہ مواخذہ سے چھوٹ گیا۔ بالکل نہیں ہر جرم کا اثر مجرم کی ذات پر مرتب ہوتا ہے (۴/۱۱۱)۔ اور انسانی ذات اس کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی۔ اس کا سلسلہ آگے بھی چلتا ہے۔ اسلئے انسان کے اعمال کے نتائج مرنے کے بعد بھی سامنے آجاتے ہیں۔ بنابریں) اگر تم کسی مجرم کے طرفدار بن کر، اس کی طرف سے اس دنیاوی زندگی میں جھگڑتے ہو (اور اس طرح اسے غلط بیانیوں سے قانون کی گرفت سے بچا بھی لیتے ہو) تو یہ بتاؤ کہ اس کے اعمال کے ظہور نتائج کے وقت، اس کی طرف سے کون جھگڑ سکے گا، اور کون اس کی وکالت کیلئے کھڑا ہو سکے گا؟

۱۱۰ تم اس محکم اصول کو یاد رکھو کہ جرم کسی اور کے خلاف سرزد ہو، یا خود اپنی ذات کے خلاف (مثلاً قلب و نگاہ کی خیانت۔ بُرے ارادے۔ تخریبی اسکیمیں وغیرہ) تو، تم دنیاوی قانون کی گرفت میں آ جاؤ یا اس سے بچ جاؤ۔ قانون خداوندی کی گرفت سے کبھی نہیں بچ سکتے۔ اس خطا کے ازالے کی صرف ایک صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ تم اپنے کئے پر نادم ہو۔ آیندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لو (۴/۱۷)۔ اور جتنا بڑا تم نے جرم کیا ہے اس سے کہیں زیادہ بھلائی کا کام کرو (۱۱/۱۱۴)۔

اگر تم نے ایسا کیا، اور یوں، قانون خداوندی کے مطابق اپنے جرم کے مضر اثرات سے حفاظت طلب کر لی، تو اس نقصان سے تمہاری حفاظت بھی ہو جائے گی اور تمہاری ذات کی نشوونما کا مزید سامان بھی مل جائے گا۔ (جرم سے انسانی ذات کی نشوونما رک جائے تو اس کی کشائش کی یہی صورت ہے)۔

۱۱۱ اسے پھر سن لو کہ جو شخص جرم کرتا ہے، اس جرم کا اثر خود اس کی ذات پر مرتب ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جرم دوسرے کے خلاف نہیں ہوتا، بلکہ درحقیقت، خود اپنی ذات کے خلاف ہوتا ہے — اور یہ اثر، خدا کا قانون ہی زائل کر سکتا ہے جو علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۱۱۲ اس بنیادی حقیقت کے سمجھ لینے کے بعد تم سوچو کہ اگر کوئی شخص جرم یا خطا تو خود کرے اور اسے تھوپ دے کسی دوسرے بے گناہ کے سر، تو یہ، بجائے خویش کتنا بڑا جرم ہے۔ اس طرح اس نے اپنے اوپر دوہرا بوجھ لاد لیا۔ ایک تو اس جرم کا بوجھ جو اس سے سرزد ہو گیا تھا، اور دوسرا اس بہتان کا بوجھ جو اس نے دوسرے پر لگا دیا۔

يُضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

---

۱۱۳ یہ تو خدا کا خاص فضل و اُس کی رحمت ہے کہ اُس نے تمہیں اِس قسم کا ضابطہ ہدایت دے دیا جس میں اِن تمام امور کے متعلق واضح ہدایت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اِن قوانینِ خداوندی کی لِم اور حکمت' غرض اور غایت کیا ہے' اور اس طرح تمہیں وہ کچھ سکھا دیا جو تم (تنہا عقل کی رُو سے) کبھی نہیں سیکھ سکتے تھے۔ اگر تم پر خدا کا یہ فضل نہ ہوتا تو منافقین کا ایک گروہ اس کا تہیہ کر چکا تھا کہ تمہیں صحیح راستے سے بھٹکا دے۔ اب اِس قسم کے ارادوں سے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' خود اپنے لئے سامانِ ہلاکت بہم پہنچاتے ہیں۔

۱۱۴ یہ منافقین (جماعتِ مومنین سے الگ ہو کر) باہمی مشورے کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ مشورے مشیر ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی بھلائی کی بات نہیں ہوتی۔ مشورے وہی اچھے ہوتے ہیں جو رفاہ عامّہ کے کسی کام کیلئے عطیات دینے کیلئے ہوں۔ یا معاشرے کے اُن کاموں کے متعلق جنہیں قانون صحیح تسلیم کرے یا لوگوں کی اصلاح کی خاطر ہوں۔ جو لوگ ایسا کریں — اور وہ بھی اِس شرط کے ساتھ کہ اِس میں ذاتی مفاد کا خیال نہ ہو خالصتہً لوجہ اللہ ہو۔ تو ایسے لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ خوشگوار ہو گا اور انہیں اسکا بہت بڑا اجر ملے گا۔

۱۱۵ لیکن جو شخص' ایسے واضح قوانین کے بعد بھی' رسول (یا اُس کے بعد اُس کے جانشین' مرکزِ نظامِ خداوندی) کی مخالفت کرے۔ اور جو راستہ جماعتِ مومنین باہمی مشورہ سے تجویز کریں (۴۲/۳۸) اُس کے خلاف جائے' تو اُس کا تعلق تم سے نہیں رہا' تمہارے مخالفین سے ہو گیا۔ اِس لئے قانونِ خداوندی کی رُو سے اُس کا شمار اُنہی کے ساتھ ہو گا جن سے اُس نے اپنا ناطہ جوڑ لیا ہے۔ اُس کی یہ روش اُسے سیدھا جہنّم کی طرف لے جائے گی۔ اور وہ بہت بُری جگہ ہے جانے کی۔

۱۱۶ غور سے دیکھو تو صاف نظر آجائے گا کہ منافقین کی یہ رَوش درحقیقت شرک کے مرادف ہے۔

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾

اس سے بڑا شرک اور کیا ہوگا کہ جن باتوں میں تمہیں فائدہ نظر آئے' ان میں خدا کے قانون کا اتباع کرو اور اُس جماعت کے ساتھ ساتھ چلو جو اُس قانون کو نافذ کرنے کے لئے عمل پیرا ہے۔ لیکن جب اپنا مفاد' کسی دوسرے طریق میں نظر آئے' تو اس جماعت اور نظام کا ساتھ چھوڑ کر' جھٹ دوسری راہ اختیار کرلو۔

انسان کی معمولی لغزشیں اور خطائیں قابلِ معافی ہوتی ہیں' اور جو شخص (قانون کے مطابق) معافی چاہے' اسے معافی مل سکتی ہے۔ لیکن شرک ایسا جرمِ عظیم ہے جس سے معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا (۴/۴۸)۔ یہ تو خدا کے مقابلہ میں متوازی حکومت قائم کرنا ہے۔ یہ روش' انسان کو' صحیح راستے سے دور لیجاتی ہے —— بہت ہی دور۔

۱۱۷ اس طرح شرک کرنے والے' خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے' اور ان کے پیچھے چلتے ہیں —— خواہ وہ خود اپنے جذبات ہیں (۲۵/۴۳) یا مذہبی پیشوا۔ وہ بیحد بودے ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی قوت ہی نہیں ہوتی۔ علاوہ بریں' قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی کوششیں' صحیح نتائج وثمرات سے محروم رہتی ہیں۔

۱۱۸ شاخِ خزاں دیدہ یا بنجر زمین کی طرح محروم —— اور تمہیں معلوم ہے کہ ان کے مذہبی پیشوا انہیں ان راستوں کی طرف کیوں لیجاتے ہیں؟ محض اِس لئے کہ خدا کے بندوں کی کمائی میں سے' ایک مقررہ حصّہ (مفت میں) خود لے لیں —— چند پیسوں کی خاطر اتنی بڑی قبیح حرکت! کیسی ملعون ہے یہ زندگی اور کتنے مذموم ہیں یہ مقاصد؟

۱۱۹ انہوں نے یہ غلط راہیں —— باطل عقائد اور توہم پرستانہ رسومات —— تجویز تو کر رکھی ہیں محض اپنی ذاتی منفعت کی خاطر' لیکن لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ اِس سے اُن کی مرادیں پوری ہوجائیں گی۔ اُن کی آرزوئیں بر آئیں گی۔ اس کے لئے' کبھی اُن سے کہتے ہیں کہ وہ اِس طرح اپنے جانوروں کے کان چیرا کریں۔ اور کبھی یہ کہ' وہ اشیائے فطرت میں یوں تغیر وتبدّل کردیا کریں —— وہ اپنے مفاد کی خاطر انہیں اِس قسم کی توہم پرستیوں میں الجھائے رکھتے ہیں' اور یہ (اُن کے متبعین) اپنے پست جذبات کی تسکین کے لئے' اِن گورکھ دھندوں میں اُلجھے رہتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ جو قوم' عقل وبصیرت اور قانونِ خداوندی کو چھوڑ کر' اس قسم کا توہم پرستانہ

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا
مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ۖ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۚ
مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ
مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

مسلک اختیار کرلے‘ اور ان پیشواؤں کو‘ اپنا کارساز اور رفیق بنالے‘ تو اس کا نتیجہ‘ کھلی ہوئی تباہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

۱۲۰ شیطان (کے یہ نمائندے) لوگوں کو جنت کے وعدے دیتے اور ان کی آرزوئیں برآنے کے مژدے سُناتے ہیں۔ لیکن ان کے یہ تمام وعدے اور مژدے‘ دھوکا اور فریب ہیں۔

۱۲۱ ان کا انجام جہنم کی تباہی ہے جس سے نکل بھاگنے کی کوئی راہ نہیں۔

۱۲۲ ان کے برعکس‘ جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں‘ تو یہ لوگ ابدی شادابیوں کی جنت کی زندگی بسر کریں گے ——— اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ——— یہ خدا کا وہ وعدہ ہے جو ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آجائے گا ——— اور یہ ظاہر ہے کہ خدا سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہو سکتا ہے؟

۱۲۳ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ زندگی کی شادابیاں اور خوشگواریاں‘ نہ تمہاری آرزوؤں کے مطابق مل سکتی ہیں‘ نہ فریق مخالف کی۔ اس میں کسی کے ذاتی جذبات کا سوال ہی نہیں۔ یہ سب کچھ ایک محکم اور غیر متبدل قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ جو کوئی غلط روش اختیار کرے گا‘ اس کے نتائج بھگتے گا۔ وہ ہزار جتن کرے کہ اسے کوئی ایسا دوست اور مددگار مل جائے جو اسے ان تباہیوں سے بچالے‘ ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ اُسے ان تباہیوں سے صرف خدا کا قانون بچا سکتا تھا جس سے اس نے سرکشی اختیار کرلی تھی۔

۱۲۴ اس کے برعکس‘ جو شخص قانون خداوندی کی صداقت پر یقین رکھے اور اس کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو ——— وہ مرد ہو یا عورت ——— ایسے لوگ زندگی کی شادابیوں سے بہرہ یاب ہوں گے۔ اور ان کی محنت کے ماحصل میں ذرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔ ایسا کرنا ظلم ہوگا۔ اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

۱۸ ع ۱۵

۱۲۵ ان تصریحات کے بعد ان سے پوچھو کہ اُس نظامِ زندگی سے زیادہ حسین نظام اور کونسا ہو سکتا ہے جس میں ہر فرد اپنے جذبات تو جبات' بلکہ پوری کی پوری ذات کو توانین خداوندی کے سامنے جھکا دے' اور پھر نہایت حسن کارانہ انداز کی زندگی بسر کرے —— یعنی اُس مسلک کا اتباع کرے جسے ابراہیمؑ نے تمام غیر خداوندی سمتوں سے مُنہ موڑ کر اختیار کیا تھا —— اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ خدا نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست اور رفیق بنا لیا تھا۔ سوچئے کہ جس شخص کو خود خدا اپنی رفاقت کے لئے چن لے' اُس سے زیادہ خوش بخت اور کون ہو سکتا ہے؟ یہی خوش بختی تمہارے حصے میں بھی آ سکتی ہے۔

۱۲۶ یہی وہ نظام ہے جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ جہاں ہر شے خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے۔ اور خدا کا قانون' ان اشیاء کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ کوئی بھی اس کے احاطہ سے باہر نہیں۔

اگر انسان بھی یہی روش اختیار کرے تو اس کا نظامِ زندگی اسی حُسن و خوبی سے چل سکتا ہے جس حُسن و خوبی سے نظامِ کائنات چل رہا ہے —— اس فرق کے ساتھ کہ کائنات میں یہ کچھ مجبوراً ہو رہا ہے اور انسان اسے اپنی مرضی اور ارادہ سے اختیار کرے گا جس سے اس کی ذات کی نشوونما بھی ہوتی جائے گی۔ یعنی معاشرہ کی زندگی بھی جنتی ہوگی اور افراد کی ذات کی تکمیل بھی ہوتی جائے گی۔

۱۲۷ یہی وہ نظام ہے جس کے ایک گوشے (معاشرتی اور عائلی زندگی) کے متعلق کچھ احکام پہلے (ابتدائے سورۃ میں) دیئے جا چکے ہیں۔ اسی ضمن میں' اے رسول! لوگ تجھ سے عورتوں کے بارے میں مزید باتیں دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ ان امور کے متعلق' اللہ تمہیں' ان احکام کے تسلسل میں جو پہلے دیئے جا چکے ہیں' مزید احکام دیتا ہے۔ یہ احکام یتیم لڑکیوں یا اُن عورتوں کے متعلق ہیں جو بلا خاوند رہ جائیں (بیوہ ہو کر' یا ویسے ہی خاوند نہ ملنے کی وجہ سے)۔ تم ان کا

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِن تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۱۲۹﴾

وہ حق تو دیتے نہیں جو قانون خداوندی نے اِن کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے یہ ہو کہ انہیں اپنے نکاح میں لے آؤ۔ یہ غلط ہے۔ اِن کے واجبات انہیں ضرور دو۔ یہی حکم ان یتیم لڑکوں کے متعلق ہے جو بے کس اور ناتواں رہ جائیں۔ مختصراً یہ کہ یتیم کوئی بھی ہو —— عورتیں ہوں لڑکیاں ہوں یا لڑکے ہوں —— ان کے ساتھ ہمیشہ انصاف کرو۔ بلکہ انصاف سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر اُن سے حسن سلوک کرو۔ جو بھلائی تم اُن کے ساتھ کرو گے وہ رائیگاں نہیں جائے گی۔ خدا تمہارے ہر عمل کا علم رکھتا ہے۔

۱۲۸ (جو عورتیں سرکشی پر اُتر آئیں' ان کے متعلق (۴/۳۴) میں حکم دیا جا چکا ہے)۔ اِس کے برعکس اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے سرکشی یا بے رغبتی محسوس کرے تو اس میں کوئی ہرج نہیں کہ وہ جن شرائط پر بھی چاہیں' آپس میں مصالحت کر لیں۔ اس لئے کہ مصالحت بہرحال جھگڑے سے بہتر ہوتی ہے۔ (مصالحت کے لئے ثالثوں کے تقرر کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے ۴/۳۴)۔ مصالحت کے معاملہ میں بالعموم روپے پیسے کا سوال سدِّ راہ ہو جایا کرتا ہے اور معاملات سلجھنے نہیں پاتے۔ اس لئے کہ انسان کی طبیعت میں بخل ہوتا ہے۔ اگر تم اس جذبہ پر قابو پا کر حسن سلوک سے کام لو' اور اس طرح قانون خداوندی کی نگہداشت کرو' تو اس کا تمہیں اجر ملے گا۔ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ہر عمل سے باخبر رہتا ہے

۱۲۹ تیسری بات یہ یاد رکھو کہ جب' ان حالات کے مطابق جن کا ذکر (۴/۳) میں آچکا ہے' تمہارے عقد میں ایک سے زیادہ بیویاں آجائیں تو تمہیں ان سے عدل کرنا ہو گا۔ جہاں تک محبت اور جاذبیت کا تعلق ہے' مختلف بیویوں سے ایک جیسا سلوک ناممکن ہے۔ تم ہزار چاہو' ایسا کر نہیں سکو گے۔ اس لئے کہ ان باتوں کا تعلق جذبات سے ہے اور جذبات میں یکسانیت ممکن نہیں۔ جو عدل مقصود اور ممکن ہے وہ یہ ہے کہ تم کسی ایک بیوی کی طرف اس قدر نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیوی بالکل اُدھر لٹکی رہ جائے —— یعنی نہ خاوند والی' نہ بے خاوند کی —— معاشرتی معاملات میں ان سب سے ایک جیسا سلوک اور برتاؤ کرو۔ یہ چیز قانون خداوندی کی رُو سے تقاضائے عدل کو پورا

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

کردے گی' اور جو عدم مساوات جذبات کی رُو سے پیدا ہو گی' اس کے مضر اثرات سے تمہاری حفاظت ہو جائیگی۔ قانون خداوندی' اِس طرح' حفاظت اور مرحمت کی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے۔

۱۳۰ لیکن اگر باہمی نباہ کی کوئی صورت ممکن نہ رہے (اور مصالحتی کوششیں بھی ناکام رہ جائیں) تو اس کا علاج علیحدگی (طلاق) کے سوا کچھ نہیں۔ تم اس علیحدگی (طلاق) سے اس لئے نہ رُکے رہو کہ اس سے معاشی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ ذمہ داری نظامِ خداوندی کی ہے کہ وہ اپنے وسیع ذرائع سے تم دونوں کی ضروریات کا سامان بہم پہنچائے۔ اس نظام کی بنیاد ہی وسعت و حکمت پر ہے۔

۱۳۱ تم خارجی کائنات میں نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہر شے نظامِ خداوندی کی تکمیل کیلئے سرگرمِ عمل ہے' اور ان کی کس طرح نشوونما ہوتی جارہی ہے! اسی لئے ہم نے' ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے ضوابط قانون دیئے تھے' کہا تھا' اور وہی بات اب تمہیں کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت رکھو۔ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ اگر تم نے اس روش سے انکار کیا تو اس سے خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اُس کا سلسلہ کائنات بدستور اسی طرح چلتا رہے گا۔ اُسے خارجی سہاروں کی ضرورت نہیں۔ اور یہی چیز اس کے لئے وجہِ حمد و ستائش ہے۔

۱۳۲ خدا کے نظام کو کسی اور کارساز و کارفرما کی ضرورت نہیں۔ اور اس حقیقت پر کائنات کی پستیاں اور بلندیاں شاہد ہیں۔

۱۳۳ لیکن انسان کا معاملہ دیگر اشیائے کائنات سے' ان معنوں میں' مختلف ہے کہ اشیائے کائنات کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ خدا کے قانون سے سرکشی برت سکیں' اور انسان کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اُس کا قانون اختیار کرے اور چاہے اس سے انکار کردے۔ ہم نے یہ کچھ اپنی مشیّت کے پروگرام کے مطابق کیا ہے' ورنہ ہمارے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ ہم موجودہ نوعِ انسان کو (جو صاحبِ اختیار و ارادہ ہے) ختم کرکے' اس کی جگہ ایسی نوع لے آئیں جو

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ (۱۹ ع ۱۶)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

اشیائے کائنات کی طرح بے چون وچرا قوانین خداوندی کی اطاعت کئے جاتے۔ ہم ایسا کرنے پر قادر ہیں (۱۴/۲۰ — ۱۹)۔

(۱۳۴) لیکن ہم ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ ہم انسان کے اختیار وارادے کو سلب نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن ہم اسے اتنا بتادینا چاہتے ہیں کہ تم قوانین خداوندی کو چھوڑ کر دوسرے راستے اس لئے اختیار کرتے ہو کہ تمہیں دنیاوی مفاد حاصل ہو جائیں۔ ہمارے قوانین کی اطاعت سے تمہیں دنیاوی مفاد بھی حاصل ہوسکتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اُخروی زندگی کی کامیابیاں اور کامرانیاں بھی۔ خدا تمہاری موجودہ زندگی کی آسائش طلبی کی درخواستوں کو بھی سنتا ہے اور مستقبل کی شادابیوں کو بھی نگاہ میں رکھتا ہے۔ خدا کے علاوہ کسی اور کے قانون میں یہ ممکن نہیں۔

(۱۳۵) اس نظام کے قیام کے لئے، جس میں حال اور مستقبل دونوں کی خوشگواریاں حاصل ہوتی ہیں، بنیادی شرط یہ ہے کہ تم دنیا میں عدل وانصاف کے محافظ ونگران بن کر رہو (۵/۸)۔ عدل کے لئے ایک بنیادی عنصر سچی شہادت ہے۔ تم شہادت، نہ مدعی کی طرف سے دو نہ مدعا علیہ کی طرف سے۔ تم خدا کی طرف سے گواہ بن کر کھڑے ہو اور ہمیشہ عدل وانصاف کو مدنظر رکھ کر سچی سچی شہادت دو، خواہ یہ شہادت (اور تو اور) خود تمہارے اپنے خلاف جائے۔ یا تمہارے والدین یا دیگر رشتہ داروں کے خلاف۔ اس باب میں، امیر اور غریب میں بھی کوئی امتیاز نہ کرو (حتیٰ کہ دشمن سے بھی عدل کرو ۵/۸)۔ تم جادۂ حق وصداقت سے ہٹ کر ان کے خیرخواہ مت بنو۔ خدا کو ان کی خیرخواہی کی زیادہ فکر ہے۔ اس کا خیال رکھو کہ تمہارے جذبات کہیں عدل کی راہ میں حائل نہ ہو جائیں۔ نہ ہی کوئی پیچدار بات کرو نہ شہادت دینے سے پہلوتہی کرو۔ یاد رکھو! اللہ کا قانونِ مکافات تمہارے تمام اعمال (جذبات ورجحانات تک) سے اچھی طرح واقف ہے۔

(۱۳۶) اِس نظام کے سلسلہ میں ایک اور اہم اور بنیادی حقیقت کو بھی سامنے رکھو۔ اِس نظام کے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿۱۳۹﴾

حامل وہ افراد نہیں ہوں گے جو محض مسلمانوں کے گھر پیدا ہو جانے سے سمجھ لیں کہ وہ جماعتِ مومنین کے ممبر ہیں۔ یہ جماعت 'آئیڈیالوجی (ایمان) کی بنیادوں پر متشکل ہوتی ہے اور وہی شخص اس کا ممبر ہو سکتا اور رہ سکتا ہے جو اس آئیڈیالوجی کی صداقت پر یقین رکھے۔ لہذا' اے جماعتِ مومنین! تم ہمیشہ اس نظام کے بنیادی اصولوں کی صداقت پر یقین رکھو (۲/۶۲)۔ اور وہ بنیادی اصول ہیں — اللہ پر ایمان۔ اس کے رسول پر ایمان۔ اس کتاب پر ایمان جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی۔ اور ان تمام کتابوں پر ایمان جو اُس نے اس سے پہلے نازل کی تھیں۔ (اور ملائکہ اور حیاتِ اُخروی پر ایمان)۔ جو شخص' اللہ۔ اس کے ملائکہ۔ اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر۔ اور حیاتِ اُخروی پر ایمان نہیں رکھتا' ان سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ زندگی کے صحیح راستے سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ (مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے والوں کے متعلق اصولاً تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ اِن امور پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ علیٰ وجہ البصیرت بھی ان امور پر یقین رکھیں)۔

۱۳۷ ایمان سے مفہوم یہ ہے کہ انسان کے دل میں کسی وقت بھی تذبذب پیدا نہ ہو۔ اگر کیفیت یہ ہو کہ ابھی ایک بات کو مان لیا۔ پھر اس سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح انکار میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ تو ایسے لوگ' قانون خداوندی کے سلسلے میں' اپنی حفاظت کا سامان نہیں پا سکتے اور نہ ہی انہیں زندگی کی خوشگواریوں کا راستہ مل سکتا ہے۔

۱۳۸ نہ ہی ایمان کا یہ مطلب ہے کہ اقرار تو کر لیا اس آئیڈیالوجی کا' اور اتباع کرتے رہے اپنے جذبات و مفاد کی۔ یا ظاہرداری سے' ساتھ تو رہے جماعتِ مومنین کے' لیکن درپردہ ملے رہے جماعتِ مخالف سے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ اِن کی اس روش کا نتیجہ اَلم انگیز تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

۱۳۹ یہ لوگ جو جماعتِ مومنین کو چھوڑ کر' مخالفین کے ساتھ یارانہ گانٹھتے ہیں' تو کیا یہ اُن کے پاس عزت اور قوت حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں؟ اگر یہ اِس خیال کے ماتحت ایسا کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ حقیقی عزت اور قوت' صرف قوانین خداوندی کی اطاعت سے مل سکتی ہے۔ اس کے سوا کہیں اور سے نہیں مل سکتی۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى
يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾
الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ
قَالُوْٓا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَلَنْ
يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ (۳۰ ع ۱۶)
وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾

(۱۴۰) فریقِ مخالف (کفار) کے ساتھ دوستی کے تعلقات تو ایک طرف رہے' خدا نے اپنے ضابطۂ قوانین میں اس باب میں' حکم یہ دیا ہے کہ جب تم کہیں دیکھو کہ آیاتِ خداوندی کا انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے' تو تم ایسی مجلس میں بھی نہ بیٹھو- ان سے کنارہ کش ہو جاؤ' تا آنکہ وہ اس قسم کی باتیں چھوڑ کر دوسری باتوں میں نہ لگ جائیں- اگر تم ان کی اس قسم کی باتوں میں شریکِ محفل رہے تو اُس وقت تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے' حالانکہ تم میں اور اُن میں کوئی چیز وجہِ جامعیت نہیں ہو سکتی- جامعیت اور اشتراک تو کفار اور منافقین میں ہے — اور یہ جامعیت یہاں سے لے کر جہنم تک برابر چلی جاتی ہے-

(۱۴۱) اِن منافقین کی حالت یہ ہے کہ یہ تمہارے متعلق ہمیشہ انتظار میں رہتے ہیں- اگر بفضلِ ایزدی تمہاری فتح ہو' تو یہ جھٹ سے کہہ دیں گے کہ ہم تمہارے ساتھ تھے- اور اگر فریقِ مخالف کے حصے میں کامیابی آجائے تو ان سے جا کہیں گے کہ یہ سب ہمارے طفیل ہے- ہم نے ہی تمہیں ترغیب دلا کر مسلمانوں پر حملہ کے لئے آمادہ کیا تھا- ہم ہی نے تمہاری جرأت بڑھائی- اور ہم ہی نے جماعتِ مومنین سے تمہاری حفاظت کی تھی-

ان سے کہہ دو کہ یہ دو رُخی چالیں کب تک چل سکتی ہیں؟ عنقریب وہ آخری انقلاب آنے والا ہے (جب مخالف اور موافق جماعتیں نکھر کر ایک دوسرے کے خلاف کھڑی ہو جائیں گی)- اُس وقت تمہارے متعلق بھی کھلا کھلا فیصلہ ہو جائے گا کہ تم کس کے ساتھ ہو- تم کچھ بھی کر لو- یہ کبھی نہیں ہو گا کہ خدا کفار کو مومنین پر غالب آجانے دے (۱۳۸/۴)-

(۱۴۲) یہ منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں' حالانکہ یہ اپنی اس روش سے' خود اپنے آپ کو

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

دھوکے میں رکھتے ہیں (۹/۲)- جب یہ 'طوعاً و کرہاً' اجتماعِ صلوٰۃ میں شریک ہوتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ اس سے قوانینِ خداوندی کی یاد تازہ کرلی جائے' بلکہ محض لوگوں کو دکھانے کے لئے (کہ ہم بھی تمہاری جماعت میں شامل ہیں)- ان سے کہو کہ جس طرح تانت اور کمان کے الگ الگ رہنے سے روئی نہیں دھنی جاسکتی' اسی طرح جب تک تمہاری ظاہری نقل و حرکت کے ساتھ نیک نیتی شامل نہ ہو کوئی تعمیری نتیجہ مرتب نہیں ہوسکتا (۹/۵۴ ; ۱۰۷/۵)-

۱۴۳ ان کی اس روش سے انہیں وہ اطمینان حاصل ہی نہیں ہوسکتا جو یقینِ محکم کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے- یہ پریشان خاطر' حواس باختہ' درمیان میں لٹکے رہتے ہیں — نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے (۲۲/۱۱)- حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی سے' خود اپنے اوپر زندگی کی خوشگواریوں کی راہ بند کرلیں' اُن پر اس راہ کو کون کھول سکتا ہے؟ (یہ راہیں تو یقینِ محکم اور عملِ پیہم ہی سے کھلا کرتی ہیں)-

۱۴۴ اے جماعتِ مومنین! تمہارے رفیق صرف وہی ہونے چاہئیں جو تمہاری جماعت کے افراد ہوں- اس لئے تم ایسا کبھی نہ کرو کہ کفار (مخالفین) کو اپنا دوست اور کارساز بنا لو- یہ ایک ایسا جرم ہوگا' جو قانونِ خداوندی کی رُو سے تمہیں سزا کا مستوجب قرار دینے کے لئے کسی ثبوت اور دلیل کا محتاج نہیں ہوگا- تمہاری یہ روش' تمہیں مجرم ثابت کرنے کے لئے اپنی دلیل آپ بن جائے گی-

۱۴۵ یقیناً منافقین' جہنم کے سب سے نچلے درجے کے مستحق ہیں- یہ وہیں رکھے جائیں گے — ان کا کوئی رفیق اور مددگار نہیں ہوسکتا-

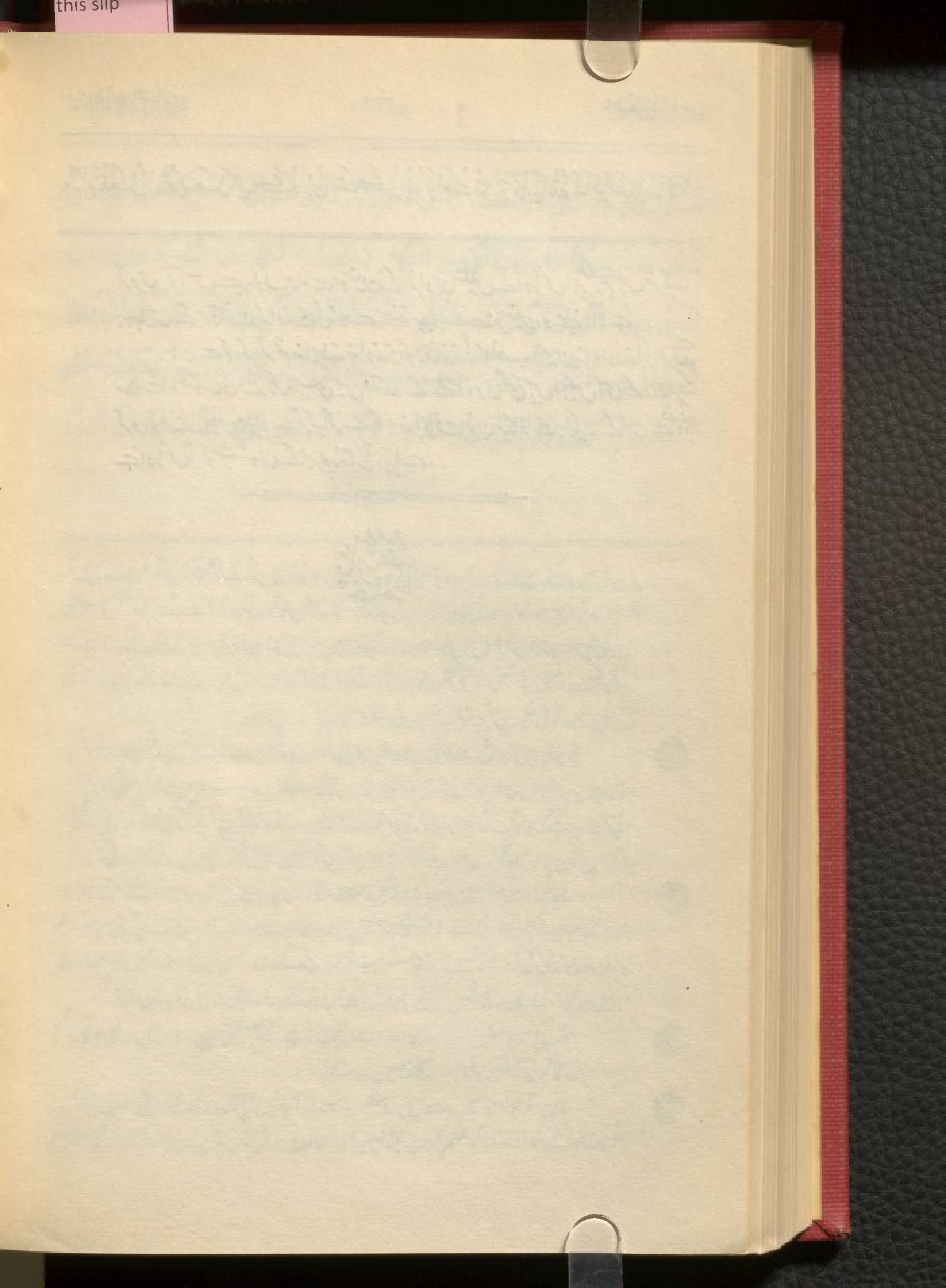
۱۴۶ ہاں مگر جو ان میں سے اپنی روش سے باز آجائیں' آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں' اس ضابطہ خداوندی کو محکم طور پر پکڑ لیں اور اطاعت و فرماں پذیری خالصتہً خدا کے لئے مختص

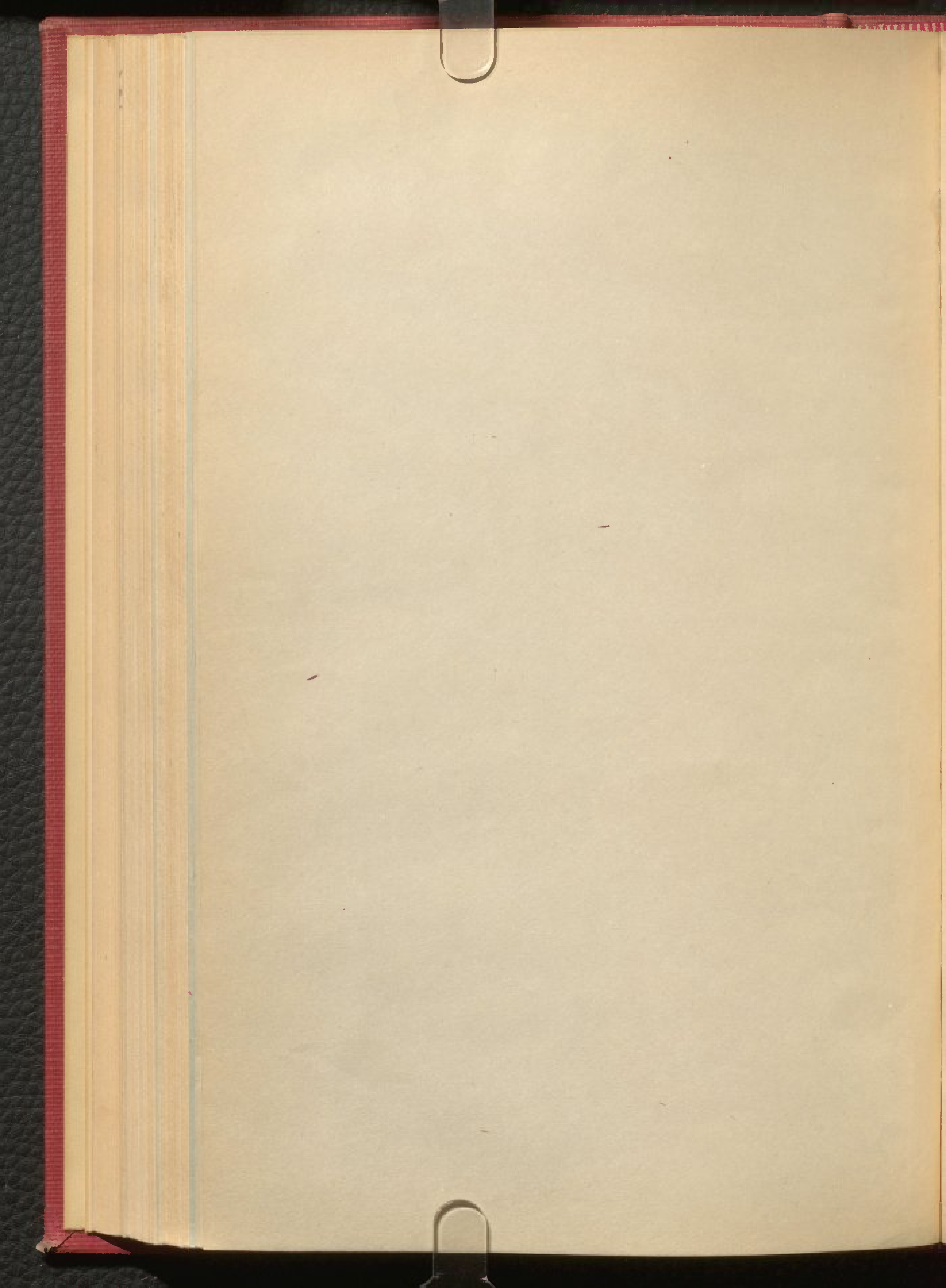
مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

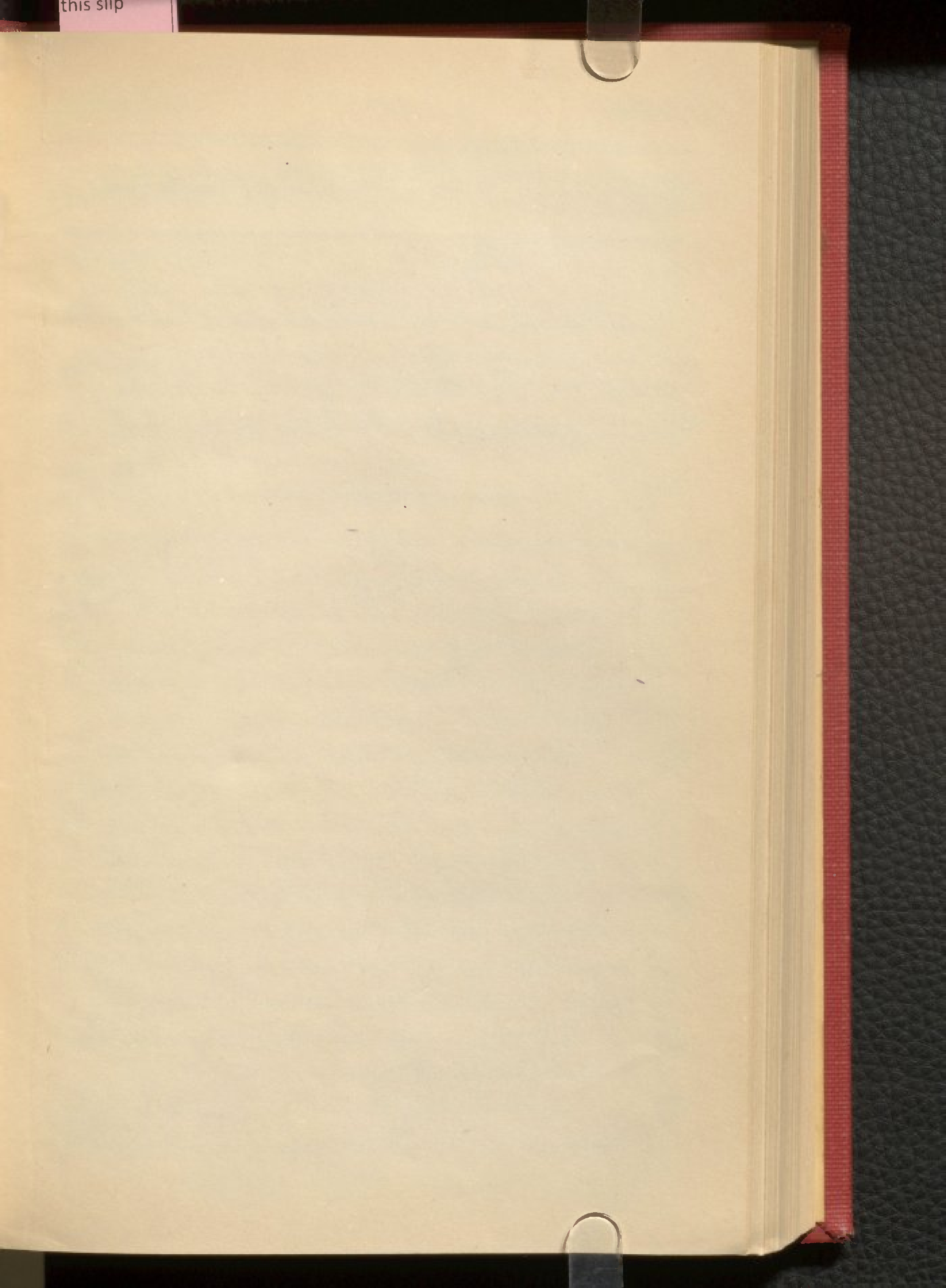
کردیں تو اس سے یہ لوگ جماعتِ مومنین کے افراد بن سکیں گے اور اُس اجرِ عظیم میں شریک ہوجائیں گے جو قانونِ خداوندی کی رُو سے عنقریب جماعتِ مومنین کو ملنے والا ہے۔

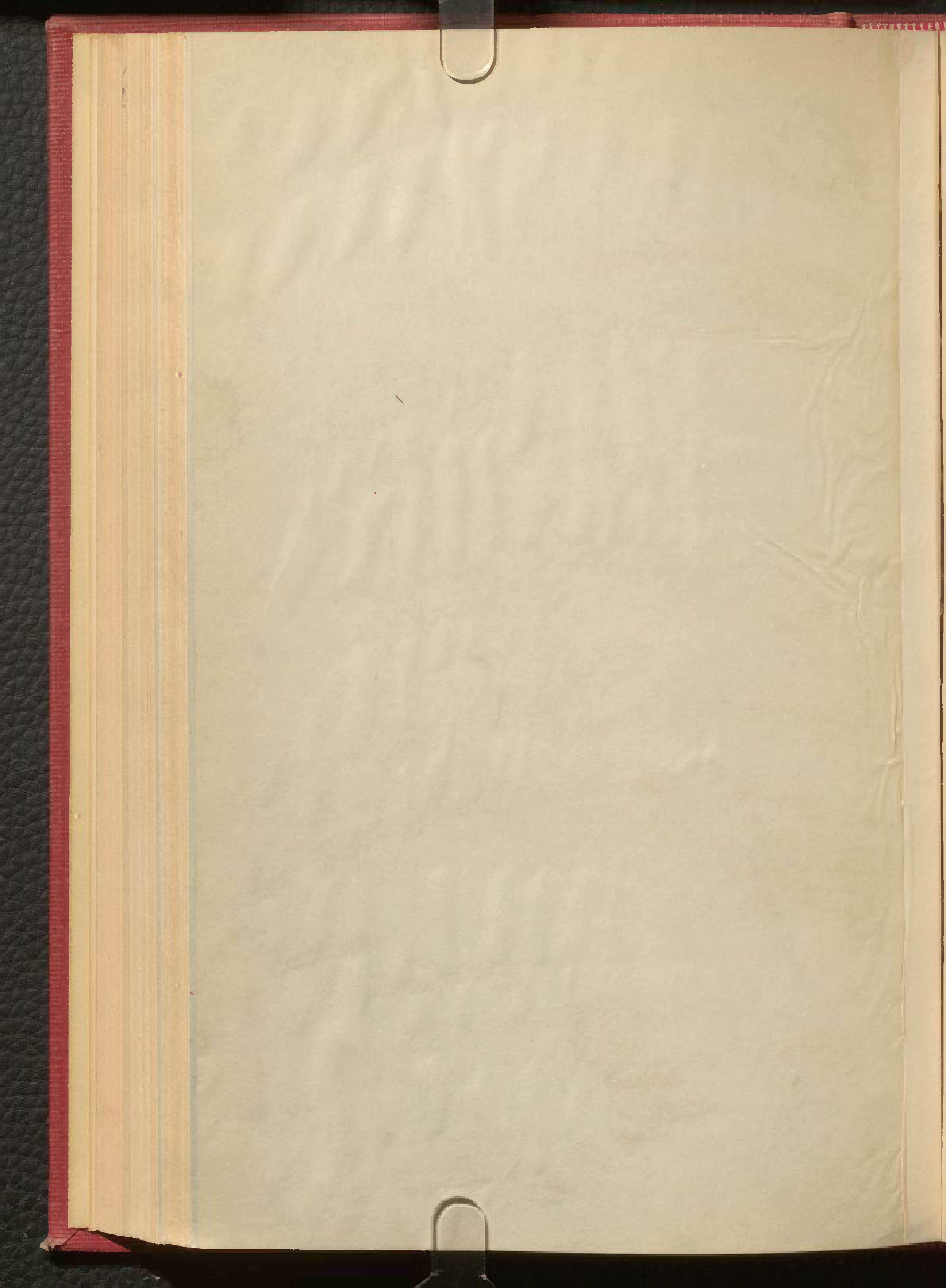
ان سے کہو کہ اگر تم ضابطۂ خداوندی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالو اور خدا کی طرف سے عطا شدہ نعمتوں کی قدر کرو یعنی جس مقصد کے لئے وہ دی گئی ہیں انہیں اسی کے لئے صرف کرو۔ تو خدا انہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ خدا کا قانونِ مکافات ہر ایک کے عمل سے واقف ہے اور اُس کی کوششوں کے بھرپور نتائج دیتا ہے۔

پارۂ پنجم ختم ہوا









بصیرت افروز لٹریچر

نظام ربوبیت :- انسان کے لئے دنیا میں روٹی کا مسئلہ بڑا اہم ہے - اسکو سمجھنے کیلئے یہ کتاب پڑھیں قیمت مجلد چار روپے-

سلیم کے نام : جلد اول - ۸ روپے ، دوم ٦ روپے، سوم ٦ روپے-

لغات القرآن : قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کا مستند مفہوم چار جلدوں میں، قیمت فی جلد پندرہ روپے لیکن جلد چہارم بارہ روپے-

جوئے نور :- اسمیں حضرت نوحؑ سے حضرت شعیبؑ تک کے سلسلۂ انبیاء کرام کا تذکار جلیلہ درج ہے قیمت مجلد -/٦ روپے

برق طور : اسمیں بنی اسرائیل کے عروج و زوال کی عبرت انگیز داستان اور حضرت عیسیٰؑ سے قبل انبیائے بنی اسرائیل کا بصیرت افروز تذکرہ درج ہے - قیمت مجلد -/٦ روپے -

شعلۂ مستور : اسمیں حضرت زکریاؑ - حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا تذکار جلیلہ - قیمت مجلد -/٦ روپے-

انسان نے کیا سوچا : کائنات ، اخلاقیات ، سیاست ، معاشیات ، معشیت اور مذہب کے متعلق انسانی فکر کی نادر کہانی - قیمت مجلد ۱۲ روپے -

الفتنة الکبری : حضرت عثمانؓ کے زمانہ کی فتنہ سامانیوں کی داستان (قیمت مجلد ٦ روپے) -

دھتکارے ہوئے انسان : قیمت ٥ روپے -

میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

میزان پرنٹنگ پریس - ۲۷ - بی ، شاہ عالم مارکیٹ - لاہور
میں باہتمام معراج الدین مینیجر چھپا -

6

مفہوم القرآن

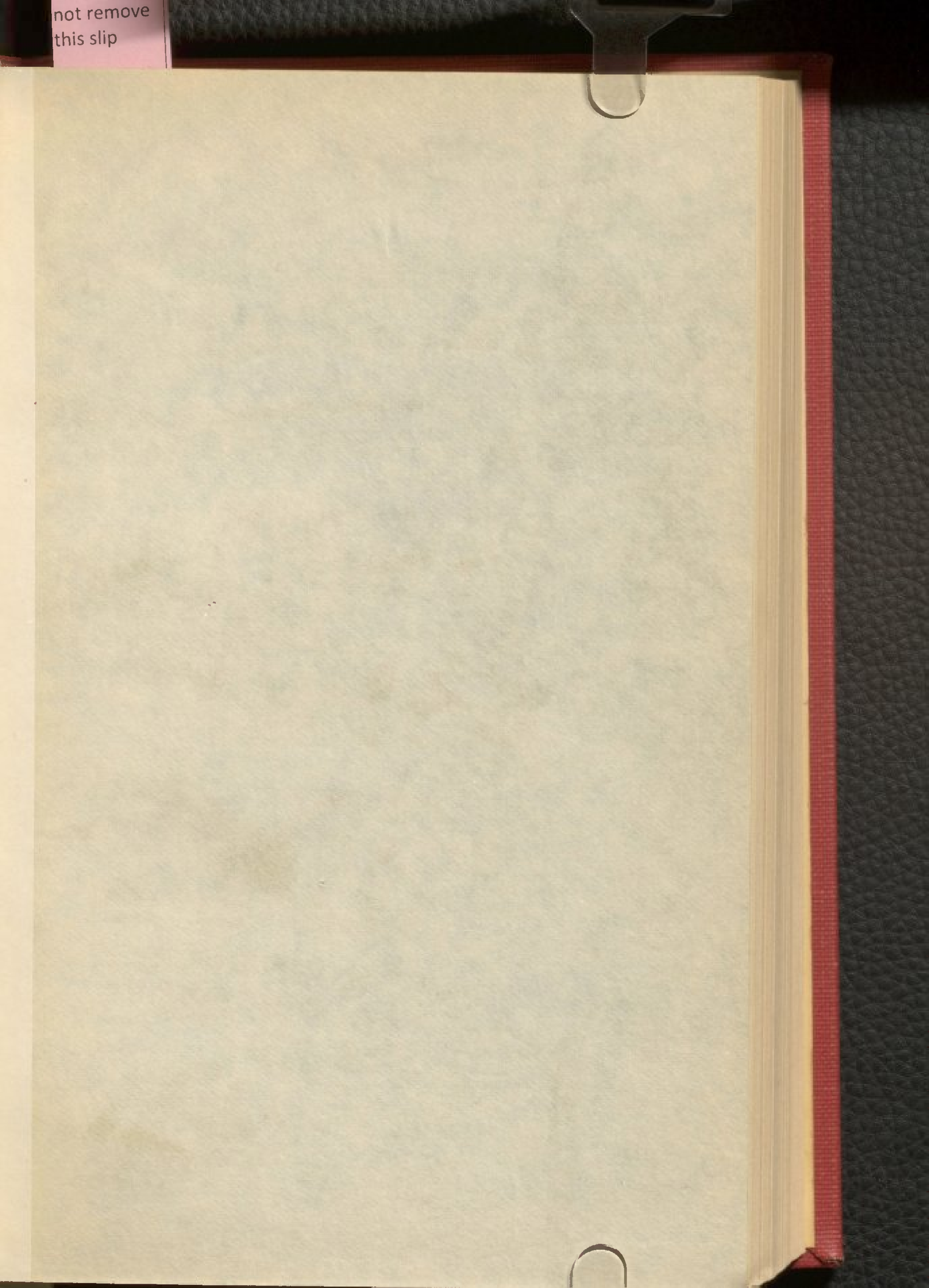
چھٹا پارہ

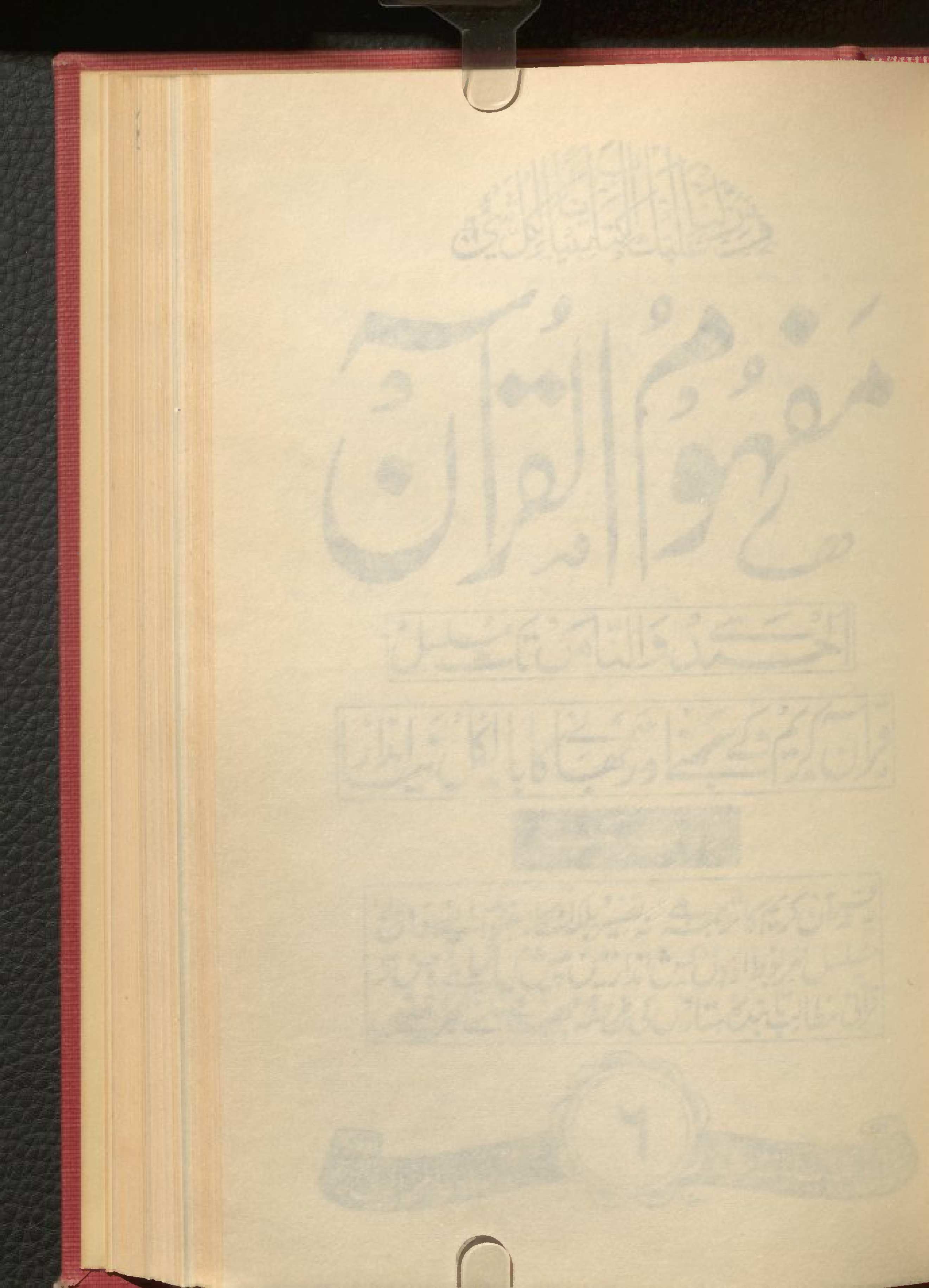
ناشران

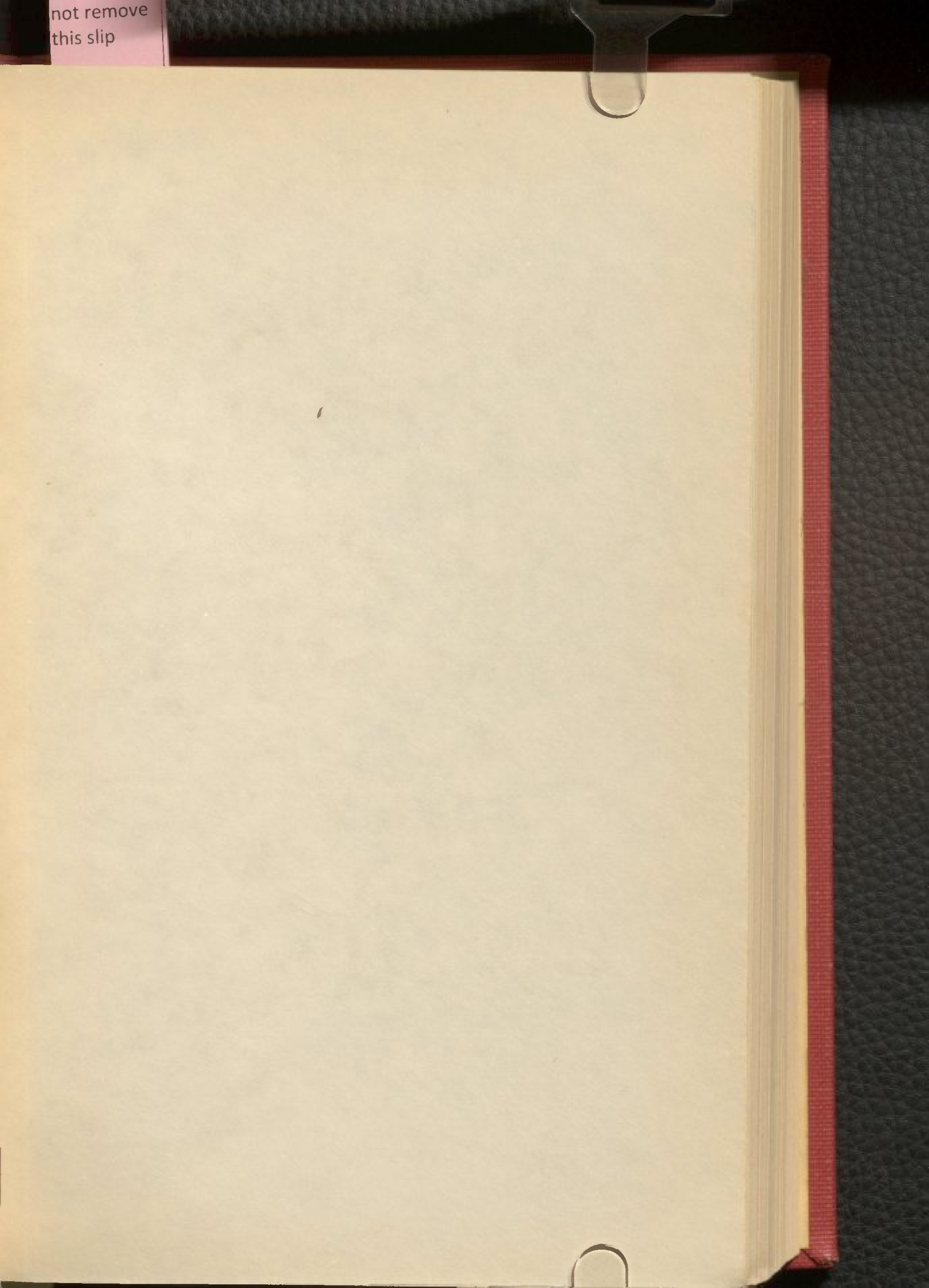
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷۔بی۔شاہ عالم مارکیٹ۔لاہور

ہدیہ -/۲







وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

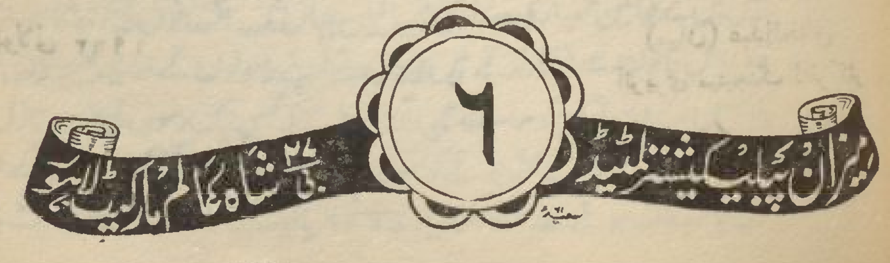
مفہوم القرآن

الحمد سے والناس تک مسلسل

قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز

از پرویز

یہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، نہ تفسیر بلکہ اس کا مفہوم ایسے واضح، مسلسل، مربوط اور دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آجاتے ہیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفہوم القرآن کا چھٹا پارہ پیش خدمت ہے۔ ساتواں پارہ زیر طبع ہے۔ جن حضرات کی نظروں سے اس سے پہلے پارے نہیں گذرے ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے اور نہ ہی اسکی تفسیر بلکہ یہ اُسکا مفہوم ہے جسے اپنے لفظوں میں اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی پوری تعلیم، صاف۔ واضح۔ مسلسل اور مربوط شکل میں سامنے آجائے۔ اس میں مفہوم بیان کرنے والے کے ذاتی خیالات کا کوئی دخل نہیں۔ اس مفہوم کی سند، لغات القرآن ہے، جسے عربی زبان کی مستند کتب لغت سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں جس لفظ کا مفہوم آپ کو مروجہ ترجموں سے مختلف نظر آئے، اس کے صحیح ہونے کی دلیل اور سند لغات القرآن میں مل جائیگی۔ لغات القرآن چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے جن کی مجموعی قیمت ۵۷ روپے ہے۔

۲۔ قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو مختلف مقامات میں پیش کرتا ہے اور آیات کو پھیر پھیر کر لاتا ہے تاکہ ہر معاملہ کے مختلف گوشے سامنے آ جائیں۔ مفہوم القرآن میں بھی اس کا التزام کیا گیا ہے۔ اس میں آپ کو جہاں جہاں دوسری آیات کے حوالے ملیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اس مضمون کی مزید وضاحت اُن مقامات میں آئی ہے۔ وہاں بھی دیکھ لیں۔

۳۔ مفہوم القرآن ایک ایک پارہ کر کے شائع ہوتا رہیگا۔ اگر آپ نے پہلے پارے نہیں خریدے تو اسے جلد حاصل کر لیں۔ ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔ پہلے پارے کا ہدیہ تین روپے ہے کیونکہ اس کی ضخامت ۸۱ صفحات ہے۔ باقی تمام پاروں کا ہدیہ دو روپے فی پارہ ہے۔

جولائی ۱۹۶۲

(میاں) عبدالخالق
آنریری مینیجنگ ڈائرکٹر
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ



لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾

۱۴۸ جو لوگ اس طرح، سابقہ روش کو چھوڑ کر اپنی اصلاح کر لیں، تو ان کی گذشتہ غلطیوں کی تشہیر مت کرو۔ بیجا تشہیر کسی کی بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ بات قانون خداوندی کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ ہاں! اگر کسی شخص کے خلاف زیادتی ہوئی ہو اور وہ (اُس کے مداوا کے لئے) اس کا اعلان کر دے تو اور بات ہے۔ خدا کا قانون سب کی سنتا اور ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تشہیر کس مقصد کے لئے کی جا رہی ہے۔

۱۴۹ باقی رہیں بھلائی کی باتیں۔ تو انہیں کھلے طور پر کرو یا پوشیدہ۔ یا برائی سے درگزر کرو۔ (تو ان میں سے کوئی بات بھی خدا کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکتی)۔ خدا کا قانون جہاں جرم کی سزا دینے کی قوت رکھتا ہے' وہاں' اس میں' درگزر کر دینے کی بھی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

۱۵۰ جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔ یا خدا کو تو مانتے ہیں (کہ کارگہ کائنات میں اس کے قوانین جاری و ساری ہیں' لیکن جہاں تک انسانوں کی دنیا کا تعلق ہے وہ) اس قانون سے انکار کرتے ہیں جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعے بھیجا ہے ($\frac{۲۹}{۶۱-۶۲}$)۔ یا اس کے قانون کو مانتے ہیں تو اس طرح کہ کسی ایک رسول کی طرف نازل شدہ قانون کے من جانب اللہ ہونے کو تسلیم کر لیا اور دوسروں کی تکذیب کر کے ان کے من جانب اللہ ہونے سے انکار کر دیا ($\frac{۲}{۲۸۵}$)۔ یا ایک ہی ضابطۂ قوانین کی ایک بات

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع ۲۱ ۱

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

مان لی اور دوسری سے انکار کر دیا (۲/۸۵)۔ اور اس طرح' اقرار اور انکار کے بین بین تیسری راہ اختیار کرنے کی سوچتے رہے۔

۱۵۱ تو یاد رکھو! یہ اقرار کی راہ نہیں' یکسر انکار کی راہ ہے۔ ایسے لوگوں کا انجام بالکل وہی ہو گا جو دوسرے منکرین اور مخالفین کا ہونے والا ہے۔ یعنی رسوا کن تباہی۔

۱۵۲ مومن وہ ہیں جو خدا کو مانیں اور اس کے بھیجے ہوئے قانون کو مانیں۔ اور اسے بھی مانیں کہ یہ سلسلۂ رشد و ہدایت شروع سے حضرات انبیاء کرامؑ کی وساطت سے آتا رہا ہے۔ وہ سب خدا کی طرف سے سچے نبی تھے۔ منصب نبوّت کے اعتبار سے' ان میں کوئی فرق نہیں۔۔ ـــــ ان لوگوں کی کوششوں کے ثمرات انہیں عنقریب مل جائیں گے۔ اور اگر ان سے کوئی کوتاہی ہو جائے گی' تو اس کے مضر اثرات سے ان کی حفاظت کر دی جائے گی اور ان کی نشوونما میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ خدا کے قانون میں اس کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

۱۵۳ یہ اہلِ کتاب (یہودی) تم سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اس صورت میں خدا کا سچا رسول مانیں گے' کہ تم ایک بنی بنائی کتاب آسمان سے اتار کر دکھاؤ۔

تم ان کی اس قسم کی جہالت آمیز باتوں سے کبیدہ خاطر مت ہو۔ یہ لوگ (خود اپنے پیغمبر) موسٰیؑ سے اس سے بھی بڑھ کر مطالبے کیا کرتے تھے۔ اُس سے کہا کرتے تھے کہ خود خدا کو ہمارے سامنے لا کر دکھاؤ (۲/۵۵ ؛ ۷/۱۵۵)۔ انہیں' ان کی اس بیہودگی کی سزا ملی تو انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی (۲/۹۲) حالانکہ' اس سے قبل' ان کے پاس خدا کی واضح تعلیم آ چکی تھی۔ ہم نے ان کی اس حماقت سے بھی درگزر کیا' اور موسٰیؑ کو کھلا ہوا اقتدار اور غلبہ عطا کر دیا۔

۱۵۴ پھر ہم نے ان سے' کوہ طور کے دامن میں' قانون خداوندی پر کاربند رہنے کا پختہ

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ وَكُفۡرِهِمۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتۡلِهِمُ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ وَّقَوۡلِهِمۡ قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۱۵۵ وَّبِكُفۡرِهِمۡ وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰى مَرۡيَمَ بُهۡتَانًا عَظِيۡمًا ۱۵۶ وَّقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا ۱۵۷

عہد لیا (۲/۶۳)۔ اور' (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۲/۵۸) ان سے کہا کہ ہمارے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ۔ نیز ان سے یہ بھی کہا تھا کہ سبت سے متعلق احکام و ضوابط کی خلاف ورزی مت کرنا (۲/۶۵)۔ اور ان سے ان تمام باتوں کا پختہ عہد لیا تھا۔

۱۵۵ لیکن انہوں نے اپنے کسی عہد کی پابندی نہ کی۔ اُن میں سے ایک ایک کو توڑا۔ احکام خداوندی سے کھلا ہوا انکار کیا۔ ان سے سرکشی برتی۔ اپنے انبیاء کو ناحق ذلیل و رسوا کیا۔ بعض کو جان تک سے مار دیا۔ انہیں جب کبھی قانون خداوندی کی طرف دعوت دی گئی' تو انہوں نے اِس دعوت کو' نہایت استکبار سے' یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ہم اِس سے بے نیاز ہیں۔ ہمارا دِل اِن باتوں کا اثر قبول نہیں کرتا۔ ہمارے اپنے پاس بہت کچھ ہے (۲/۸۸)۔

ان کے اِس اِنکار' سرکشی اور تکبّر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اب اِن میں سے' سوائے معدودے چند' کوئی ایمان نہیں لاتا۔

۱۵۶ اِن کے جرائم کی فہرست یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ اِس سے آگے بھی چلتی ہے۔ حق و صداقت سے انکار' اور نخوت و خودستائی پر اصرار سے' اِن کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے مریمؑ جیسی پاکباز خاتون کے خلاف بہت بڑا بہتان باندھ دیا۔ اور عیسٰیؑ جیسے جلیل القدر

۱۵۷ پیغمبر کے متعلق اب تک بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے اسے قتل کر کے ذلت کی موت مار دیا تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ انہوں نے اُسے قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر چڑھا کر' بزعمِ خویش' ذلت کی موت مارا۔ ہوا کچھ اور' اور یہ سمجھے کچھ اور۔ یوں ان پر اصل بات مشتبہ ہو کر رہ گئی[1]۔ دوسری طرف جو لوگ اس باب میں یہودیوں سے اختلاف کرتے ہیں (یعنی عیسائی) اصل بات کا انہیں بھی

[1] حضرت عیسٰیؑ ان کے ہاتھ ہی نہیں آئے تھے۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ

علم نہیں۔ وہ بھی محض ظن وقیاس کی بنا پر باتیں کرتے ہیں۔ یعنی صحیح واقعہ کا علم نہ یہودیوں کو ہے نہ عیسائیوں کو۔ ان میں سے کسی کا علم بھی یقینی نہیں۔ اصل بات وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے (کہ مسیحؑ نہ تو قتل ہوا اور نہ ہی بزعم یہود صلیب پر لعنتی موت مرا)

۱۵۸ بلکہ اللہ نے اُس کے مدارج کو بلند کر دیا تھا ($\frac{۱۹}{۵۷}$)۔ اور اللہ کا یہ انتظام (کہ مسیحؑ صحیح وسلامت ان لوگوں کے چنگل سے نکل گیا' خدا کی) زبردست قوت اور حکمت پر دلالت کرتا ہے یعنی خدا کے قانون میں جہاں یہ قوت ہے کہ وہ دشمن پر غالب آجائے' وہاں وہ ایسی حسن تدبیر بھی اپنے اندر رکھتا ہے کہ عند الضرورت دشمن سے محفوظ رہا جائے۔

۱۵۹ اور عیسائیوں کا تو یہ عالم ہے کہ (باوجودیکہ حقیقتِ حال کا انہیں بھی یقینی طور پر علم نہیں) وہ مسیحؑ کے صلیب پر جان دینے اور اس طرح ان کے گناہوں کا کفارہ بن جانے پر ایسا محکم یقین رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنی موت کے وقت اس کا اقرار کرتا ہے (خود پادری آکر اس سے کفارہ پر ایمان کا اقرار لیتا ہے)۔ لیکن جب یہ لوگ 'مسیحؑ کے کفارہ پر ایمان کی بنا پر' اپنی بخشش کے لیے خدا کے حضور جائیں گے' تو خود مسیحؑ ان کے خلاف شہادت دیں گے کہ انہوں نے ان سے اس قسم کے عقائد رکھنے کا نہیں کہا تھا۔ یہ عقائد سب ان کے وضع کردہ ہیں ($\frac{۵}{۱۱۶ - ۱۱۷}$)۔

۱۶۰ (بہرحال' یہ ہیں وہ بنی اسرائیل جو آج تم سے اس قسم کے مطالبات کر رہے ہیں کہ آسمان سے لکھی لکھائی کتاب اتار کر بتاؤ)۔ ان کی اس قسم کی زیادتیوں اور سرکشیوں کا نتیجہ تھا کہ' وہ خوشگوار چیزیں' جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں' سزا کے طور پر ان پر حرام قرار دیدی گئیں۔ ($\frac{۶}{۱۴۷}$)۔ ان کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ لیکن مختصراً یہ سمجھو کہ یہ لوگ ہمیشہ نظامِ خداوندی

۱۶۱ کی راہ میں' جو عالمگیر انسانیت کے لئے نفع بخشیوں کی راہ ہے' روک بن کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یہ محتاجوں کی مدد کرنے کے بجائے' ان کی احتیاج سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ انہیں کچھ قرض دیتے تھے تو اصل سے زیادہ واپس لیتے تھے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔ یہ اس طرح' نیز دوسرے طریقوں سے' لوگوں کا مال ناجائز طور پر کھا جایا کرتے تھے ——— اور اب تک یہی کچھ کرتے ہیں۔

أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۱۶۱) لَٰكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ ۚ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا (۱۶۲) ۲۲ ع ۱۰ ۲ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا (۱۶۳) وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (۱۶۴)

یہ ہیں ان کے جرائم جن کی وجہ سے یہ قوم اس قدر دردانگیز عذاب میں مبتلا ہے۔

۱۶۲ (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ اب من حیث القوم راندۂ درگاہ ہو چکے ہیں اور ان کے گھر پیدا ہونے والا بچہ، محض بنی اسرائیل کی نسل سے متعلق ہونے کی وجہ سے، ہمیشہ کیلئے اس عذاب میں مبتلا رہے گا۔ ان میں سے جو شخص بھی اسلاف کی اندھی تقلید کے بجائے غور و فکر سے کام لے کر، علیٰ وجہ البصیرت، اپنی روش بدل لے گا، وہ اس عذاب سے نکل جائیگا) چنانچہ ان ہی کے ایسے لوگ، جنہوں نے ذاتی تحقیق سے علم میں پختگی حاصل کر لی ہے، اس ضابطۂ ہدایت (قرآن) پر بھی ایمان لے آئے ہیں جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے، اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اس سے پہلے انبیائے سابقہ پر نازل کی گئی تھیں۔ یہ لوگ اب (جماعتِ مومنین کے افراد بن کر) قیامِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے نظام کو متشکل کریں گے جس کی بنیادیں اللہ اور آخرت پر ایمان پر استوار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی محنتوں کا اجرِ عظیم بہت جلد مل جائے گا (اور ان کا بنی اسرائیل کی نسل سے ہونا ان کے خلاف نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ اسلام انسانیت کا دین ہے، یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق کسی خاص نسل میں محدود کر کے نہیں رکھ دیا گیا)

۱۶۳ یہ کوئی نیا دین نہیں۔ (اصلاً) وہی دین ہے جو نوحؑ اور اسکے بعد دیگر انبیاء کو بذریعہ وحی دیا گیا تھا —— جو ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد کو دیا گیا تھا۔ جو عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ ہارونؑ، اور سلیمانؑ کو دیا گیا تھا۔ یہی ضابطۂ ہدایت (دیگر انبیاء کی طرح) داؤدؑ کو بھی دیا گیا تھا۔ اور خود یہودیوں کے پیغمبر، موسیٰؑ سے بھی خدا نے یہی باتیں کی تھیں۔

۱۶۴ غرضیکہ تمام انبیائے سابقہ کو یہی دین دیا گیا تھا۔ ان میں سے بعض کا ذکر ہم اس سے

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

پہلے کر چکے ہیں لیکن بعض کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن ذکر کیا ہو یا نہ' اصلاً ہر رسول کو یہی دین دیا گیا تھا (اور رسول دنیا کی ہر قوم کی طرف آئے تھے۔ ۱۳/۷ : ۳۵/۲۴)۔

۱۶۵ اِن رسولوں کا مشن یہی تھا کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ نظامِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے کیا کیا خوشگوار نتائج مرتب ہوں گے' اور اس کے خلاف جانے سے کیا کیا تباہیاں آئیں گی۔ یہ رسول اس لئے بھیجے جاتے تھے کہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں صحیح راستہ تو بتایا نہیں گیا' اور تباہیاں یونہی مسلط کر دی گئیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا کا قانونِ مکافات جہاں اتنی بڑی قوتوں کا مالک ہے کہ اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا' وہ' وہاں اس قدر پُر حکمت بھی ہے کہ یونہی اندھا دھند تباہیاں نہیں لے آتا۔

۱۶۶ اب وہی دین' علم و بصیرت کی بنیادوں پر' تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اس پر خود خدا کی شہادت موجود ہے۔ اور اس کی کائناتی قوتوں کی شہادت جو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ کائنات میں ہر کام قانون کے مطابق ہوتا ہے اور قانون ہی کے مطابق ہر عمل کا نتیجہ مُرتب ہوتا ہے۔ اور وہ بنیادی شہادت' جس کے بعد کسی خارجی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی' خود اس قانونِ خداوندی کی داخلی شہادت ہے۔ یہ اپنے نتائج سے بتا دے گا کہ میں اُسی خدا کا قانون ہوں جس کا قانون ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔

۱۶۷ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ دین سے انکار کریں اور نظامِ خداوندی کے قیام کی راہ میں' جو ربوبیتِ عامہ کی راہ ہے' سنگِ گراں بن کر بیٹھ جائیں' تو ان سے بڑھ کر گمراہی اور کس کی ہو سکتی ہے؟

۱۶۸ **۱۶۹** اِن کی انکار اور سرکشی کی رَوِش' سوائے اس کے کہ انہیں تباہیوں کے ابدی جہنم کی طرف لے جائے' اور کیا نتیجہ مرتب کرے گی؟ خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے' انہیں اِس

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڗ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

تباہی سے کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔

اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب کرنا خدا کے قانون کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔

۱۷۰ سو اے نوعِ انسان! یہ رسول تمہارے خدا کا قانونِ ربوبیت لے کر تمہاری طرف حق و صداقت کے ساتھ آگیا ہے۔ اگر تم اس کی صداقت پر یقین کر کے اسے اپنی زندگی کا نصب العین بناؤ گے تو یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا۔ اس سے یہ نظام جلدی متشکل ہو جائے گا اور تم اس کے ثمرات سے بہرہ یاب ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر تم نے اس سے انکار کر دیا اور اپنی روش پر چلتے رہے تو پھر خدا کا کائناتی قانون جو سر تا سر علم و حکمت پر مبنی ہے اور جو ارض و سما میں جاری و ساری ہے اپنے انداز اور اپنی رفتار کے مطابق اسے بتدریج آگے بڑھاتا جائے گا۔ خدا کا کائناتی قانون تمہارے سہاروں کا محتاج نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کی رفتار تمہارے حساب و شمار کے مطابق بہت سست ہے۔ اس کا ایک ایک "دن" ہزار ہزار سال کا ہوتا ہے (۳۲/۵)۔ بلکہ پچاس پچاس ہزار سال کا (۷۰/۴)۔

۱۷۱ ہم نے اوپر کہا ہے کہ یہ وہی دین ہے جو تمام انبیاء کو شروع سے دیا جاتا رہا لیکن اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ہاں بہت سی باتیں ہیں جنہیں موجودہ دین (جو قرآن کے اندر ہے) غلط قرار دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے دین میں بہت مبالغہ سے کام لیا ہے۔ اور اسے اس کے صحیح مقام پر نہیں رہنے دیا۔ ان سے کہہ دو کہ تم اس باب میں حقیقت سے تجاوز نہ کرو (۷/۱۸۰-۱۸۱) اور اللہ کی طرف حق بات کے علاوہ، اور کوئی بات منسوب نہ کرو۔ (مثلاً تم نے مسیح کے متعلق، عجیب و غریب اعتقادات و تصورات قائم کر رکھے ہیں — یہودیوں نے تفریط کی طرف اور عیسائیوں نے افراط کی طرف)۔ حالانکہ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ وہ اللہ کا رسول تھا، اور اس رشد و ہدایت کے پروگرام کی ایک کڑی، جس کے متعلق مریم کو بتا دیا گیا

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ﴿۱۷۳﴾ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۴﴾

تھا- اور اس کی تعلیم وحیِ خداوندی پر مبنی تھی- سو تم (مسیح کی الوہیت کے عقیدے کو چھوڑ کر) اللہ پر ایمان لاؤ- اور اس کے رسولوں کو بس رسول سمجھو- اور تثلیث کا غلط عقیدہ چھوڑ دو- اگر تم اس قسم کے باطل عقائد کو چھوڑ دو گے تو تمہارے لئے بہتر ہو گا-

یاد رکھو! کائنات میں الٰہ صرف ایک ہی ہے- اور وہ اللہ کی ذات ہے- وہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو- اولاد تو انسانوں کے ہاں ہوتی ہے کہ ان کے کسی کام آئے- ضعیفی میں ان کا سہارا بنے- خدا کو اولاد کی کیا ضرورت ہے جبکہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے- اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں- وہ تو خود ساری کائنات کے لئے محکم سہارا ہے-

۱۷۲ تم (تثلیث کے عقیدے کی رو سے) مسیحؑ اور روح القدس (فرشتے) کو خدا کی شانِ الوہیت کا شریک بنا رہے ہو' اس خیال سے کہ اس سے چھوٹا درجہ ان کے شایانِ شان نہیں- حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مسیحؑ اور خدا کے مقرب ملائکہ اس حقیقت کے اعتراف میں قطعاً عار محسوس نہیں کرتے کہ وہ خدا کے بندے ہیں- جو کوئی خدا کا بندہ ہونے (اللہ کی محکومیت) میں ننگ و عار محسوس کرے' اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھے' تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ ان تمام باتوں کے نتائج خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے مرتب اور ظاہر ہوں گے- تم اس کے دائرے سے کہیں باہر نہیں جا سکتے- تمہیں گھیر کر وہیں لایا جائے گا-

۱۷۳ جو لوگ خدا کو اپنا الٰہ اور اپنے آپ کو اس کا عبد و محکوم سمجھتے ہیں اور اس کے احکام و قوانین کے مطابق عمل کرتے ہیں' انہیں ان کے حسنِ عمل کا پورا پورا بدلہ ملیگا — بلکہ خدا کی سہولت بخشیوں کی رُو سے' ان کی توقعات اور اندازوں سے بھی زیادہ — لیکن جو لوگ خدا کا بندہ (محکوم) ہونے میں عار محسوس کریں گے اور اپنے آپ کو اس سے بلند سمجھیں گے کہ خدا کی اطاعت کی جائے' تو اُن کی اس رَوش کے نتائج' دردانگیز تباہی کی شکل میں ان کے سامنے آئیں گے- وہ بری طرح برباد ہوں گے-

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۶﴾ يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً

---

۱۷۴ اُس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ سب سے بڑی ذات خدا ہی کی ہے۔ سارا اقتدار اُسی کیلئے ہے۔ اس کے سوا کوئی چارہ ساز اور مددگار نہیں ہو سکتا۔

۱۷۵ اے نوعِ انسان! تمہارے پاس، تمہارے نشو و نما دینے والے کی طرف سے، واضح دلائل آ گئے۔ یعنی اس نے تمہاری طرف ایک ایسا ضابطۂ ہدایت بھیج دیا ہے جو خود روشن ہے اور ہر چیز کو روشن کرتا ہے۔ (روشنی کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے تعارف اور نمود کے لئے کسی دوسری روشنی کی محتاج نہیں ہوتی ——— روشن چراغ کو دوسرے دیئے کی روشنی سے تلاش نہیں کیا جاتا۔ اس کی اپنی روشنی، دیکھنے والے کو خود بخود اپنی طرف لے آتی ہے۔ نیز وہ ہر شے کا صحیح صحیح مقام متعین کر دیتی ہے اور بتا دیتی ہے کہ وہ کیا ہے۔ یہی کیفیت قرآن کی ہے)۔

۱۷۶ سو جو لوگ اللہ کے اس روشن اور تابناک ضابطۂ ہدایت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے لیں، اور اس سے محکم طور پر وابستہ رہیں، تو خدا کا نظامِ ربوبیت، ان کی ذات کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچا دے گا اور ان پر معاشی خوش حالیوں اور سہولتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور اس طرح وہ، اس سیدھی اور متوازن راہ پر چل نکلیں گے جو انہیں بلا خوف و خطر ان کی منزلِ مقصود تک لے جائے گی ——— اور یہ منزل اس کے سوا کیا ہے کہ:

(۱) تمام نوعِ انسان ایک عالمگیر برادری بن جائے۔ (۲/۲۱۳)
(۲) کسی کو کسی قسم کا خوف و حزن نہ رہے (۲/۳۸)
(۳) کوئی انسان، نہ کسی دوسرے انسان کا محکوم ہو (۳/۷۹)۔ نہ اپنی ضروریات کے لئے کسی کا محتاج۔ (۲۰/۱۱۸—۱۱۹)۔
(۴) تمام معاملات قوانینِ خداوندی کے مطابق طے پائیں۔ (۵/۴۸)۔
(۵) نظامِ عدل و احسان اس درخشندگی سے قائم ہو کہ زمین اپنے نشو و نما دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے۔ (۳۹/۶۹)۔

رِجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ (۲۴ ع ۵ / ۴)

(۶) اور اس نور سے تمام افراد کی ذات کی صلاحیتوں کی اس طرح نشو ونما ہو جائے کہ وہ اس زندگی سے اگلی زندگی کی ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جائیں۔(۵۴/۱۹)۔

اسی راہ کو خدا کی طرف لیجانے والی صراط مستقیم کہتے ہیں۔

۱۷۷ (اس سورۃ کے شروع میں وراثت کے قوانین بیان کیے گئے تھے، جن میں کلالہ۔ یعنی لاولد کا ذکر بھی آیا تھا۔ وہاں اُس لاولد مرنے والے کا ذکر تھا جس کے ماں باپ اور بہن بھائی موجود ہوں ۴/۱۲)۔ اسی ضمن میں یہ لوگ تم سے کچھ مزید دریافت کرتے ہیں۔ کہو کہ اسکے متعلق تمہیں خدا خود بتاتا ہے۔

اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کی نہ اولاد ہو، نہ ماں باپ۔ تو اس کے ترکہ کی تقسیم یوں ہوگی۔

(۱) اگر متوفی مرد ہو اور اس کی صرف ایک بہن ہو، تو ترکہ میں اس کا حصّہ نصف ہوگا۔

(۲) اگر متوفیہ عورت ہو، تو اس کے ترکہ کا وارث اس کا بھائی ہوگا۔

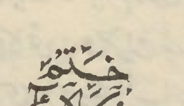
(۳) اگر ایک بہن کے بجائے دو بہنیں ہوں تو ان کے لئے ترکہ کا دو تہائی (۲/۳) حصّہ ہوگا۔

—— دو سے زیادہ بہنوں کے لئے بھی یہی اصول ہوگا۔ (۴/۱۱)۔

(۴) اور اگر بھائی بہن ملے جلے ہوں، تو "ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصّہ" کا اصول کارفرما ہوگا۔ (۴/۱۱)۔

(یہ تقسیم قرضہ کی ادائیگی اور وصیّت پوری کرنے کے بعد ہوگی۔ ۴/۱۲)۔

اللہ تمہیں یہ احکام کھول کھول کر بتاتا ہے تاکہ تم غلطی میں نہ پڑو۔ اور اللہ ہر بات کا صحیح صحیح علم رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے احکام و قوانین علم و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔





بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ اُحِلَّتۡ لَـكُمۡ بَهِيۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ غَيۡرَ مُحِلِّى الصَّيۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ مَا يُرِيۡدُ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهۡرَ الۡحَـرَامَ وَلَا الۡهَدۡىَ وَلَا الۡقَلَۤائِدَ وَلَاۤ آٰمِّيۡنَ الۡبَيۡتَ الۡحَـرَامَ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًا ؕ وَاِذَا

۱ اے جماعتِ مومنین! تم پر قانونِ خداوندی کی رُو سے جتنی پابندیاں عائد ہوتی ہیں، اور تم انہیں پورا کرنے کا عہد کرتے ہو (اس لئے کہ یہ "ایمان" کا اولین تقاضا ہے)، انہیں پورا کرو۔ (مثلاً) کھانے پینے کی چیزوں میں، بجز اُن کے جن کے متعلق قرآن کریم میں الگ حکم دیا گیا ہے ($\frac{5}{3}$) تمام چرنے چگنے والے مویشی حلال ہیں لیکن اگر تم حج میں ہو تو پھر ان کے شکار کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ احکام خدا کے اس قانون کی رُو سے دیئے گئے ہیں جسے وہ خود اپنے اختیار و ارادے سے متعین کرتا ہے۔

۲ اب تم اپنی معاشرتی زندگی کی طرف آؤ۔ اس میں شبہ نہیں کہ اصل شے نظامِ خداوندی سے وابستگی اور اس کی اطاعت ہے، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیزیں اس نظام کی نمایندگی کے لئے بطور محسوس علامات مقرر کی جائیں، اُن کی بے حرمتی نہ کی جائے۔ اس لئے کہ اُن کی بے حُرمتی اس امر کی دلیل ہو گی کہ تمہارے دل میں نظامِ خداوندی کا احترام نہیں (جس طرح کسی مملکت کے جھنڈے کا عدمِ احترام اِس امر کی شہادت ہوتا ہے کہ اُس شخص کے دل میں اس مملکت کا احترام نہیں)۔ نیز، جن مہینوں میں جنگ کا سلسلہ ملتوی کر کے امن عامّہ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ان کی بے حرمتی نہ کرو۔ نہ ہی اُن تحائف اور جانوروں کی جو حج کے بین الاقوامی اجتماع کے لئے بھیجے جائیں۔ یا ان لوگوں کی جو اس اجتماع میں شرکت کیلئے جائیں؟ تاکہ وہاں ملت کے معاشی فوائد کے حصول، اور زندگی کو قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگ کرنے کی

حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُہِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَ الْمُنْخَنِقَۃُ وَ الْمَوْقُوْذَۃُ وَ الْمُتَرَدِّیَۃُ وَ النَّطِیْحَۃُ وَ مَاۤ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ ۟ وَ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْہُمْ وَ اخْشَوْنِ ؕ اَلْیَوْمَ

تدابیر سوچیں۔

اور جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو پھر شکار کر سکتے ہو۔

ہم جانتے ہیں کہ تمہارے مد مقابل وہ قوم ہے جس نے تمہیں سخت ایذائیں پہنچائی تھیں حتیٰ کہ تمہیں کعبہ تک پہنچنے سے روک دیا تھا (۴۸/۲۵)۔ اب تم ان پر غالب آ گئے ہو' تو دیکھنا! کہیں ان پر ظلم اور زیادتی نہ کرنے لگ جانا۔ یاد رکھو! کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم ان سے زیادتی کرو۔ تم ان سے ہمیشہ عدل کرو (۵/۸)' اور ان تمام امور میں' جو انسانیت کی فلاح و بہبود کی راہیں کشادہ کریں' اور قوانین خداوندی کی نگہداشت کا موجب بنیں' ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ لیکن اُن امور میں کبھی تعاون نہ کرو جو انسانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا موجب ہوں' یا خدا کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کا باعث۔ تم ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھو کہ خدا کا قانون مکافات' ہر عمل کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب کر کے رہتا ہے۔ اس کی گرفت بڑی سخت ہے اور وہ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔

۳ (جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے (۲/۱۷۳) تم پر یہ چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں۔

(۱) مردار ———— اس میں وہ جانور بھی شامل ہے جو اپنی طبعی موت مر جائے اور وہ بھی جو گلا گھٹ کر مر جائے۔ چوٹ کھا کر مر جائے۔ جو اوپر سے گر کر مر جائے۔ یا کسی جانور کا سینگ لگ کر مر جائے یا جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو۔
اگر ان جانوروں کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو پھر ان کا کھانا جائز ہے۔

(۲) بہتا ہوا خون (۶/۱۴۶)۔

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّاۤ

(۳) لحم خنزیر (سور کا گوشت)۔

(۴) اور ہر وہ شے جسے خدا کے علاوہ کسی اور کے نام سے منسوب کر دیا جائے۔

نیز وہ جانور بھی حرام ہے جسے کسی استھان پر چڑھاوے کے طور پر ذبح کیا جائے یعنی اُن مقامات پر جو لوگوں نے نذر نیاز کے لئے مقرر کر رکھے ہوں۔

لیکن اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہو جائے —— یہ نہیں کہ جان بوجھ کر ممنوع اشیاء کے کھانے کی طرف مائل ہو —— تو وہ' بقدر ضرورت' اِن حرام چیزوں کو بھی کھا سکتا ہے (۲/۱۷۳) قانونِ خداوندی میں' جو انسانوں کی حفاظت چاہتا ہے' خدا کی مہربانی سے اس کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

اور یہ بات بھی حرام ہے کہ تم قرعہ اندازی سے چیزوں کی تقسیم کیا کرو یا فالیں نکالا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم صحیح راستہ چھوڑ کر دوسری طرف نکل جاؤ گے۔

تمہارے مخالفین' اِس وقت تک اس امید میں تھے کہ تمہارے ساتھ شاید کوئی مفاہمت کی راہ نکل آئے' لیکن کھانے پینے کی چیزوں میں حلت و حرمت' دو ٹوک فیصلہ کر دیتی ہے' اس لئے اب یہ لوگ دین کے معاملہ میں تم سے مایوس ہو گئے ہیں' اور یقینی طور پر سمجھ چکے ہیں کہ یہ دین' ان سے کسی صورت میں مفاہمت نہیں کرے گا۔ لیکن تمہیں' اِن سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم صرف اس سے ڈرو کہ کہیں قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی نہ ہو جائے کیونکہ اس کے نتائج فی الواقعہ ایسے تباہ کن ہوتے ہیں کہ انسان ان سے خائف ہو۔ تمہاری کمزوری کا ابتدائی دور ختم ہو جانے کے بعد' ہم نے تمہارے مخالفین پر تمہارے دینی غلبہ کو مکمل کر دیا ہے' اور اس طرح ہم نے تم پر اپنی ان نعمتوں کو پورا کر دیا ہے جن کی تم آرزو کیا کرتے تھے (۹/۱)۔ اور تمہارے لئے' اسلام کو بطور نظامِ زندگی تجویز کر دیا ہے (جس کے ساتھ کسی اور نظامِ حیات کی مفاہمت کا سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا)۔

۴

حرام چیزوں کی تفصیل ہم نے بتا دی۔ اس کے بعد یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ حلال چیزیں کون کونسی ہیں۔ ان سے کہو کہ جب حرام کی فہرست بتا دی گئی تو باقی سب

أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ④ الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ⑤

۱ ع ۵

خوشگوار اور صاف ستھری چیزیں حلال ہیں۔ حتیٰ کہ وہ شکار بھی، جو شکاری جانور تمہارے لئے پکڑیں، جنہیں تم اپنی خداداد ذہانت اور مناسب طریق سے شکار کرنا سکھاتے ہو[1]۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو۔ اور اسے ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ تم قانون خداوندی کی پابندی کر رہے ہو۔ اور یہ کہ تمہارا کوئی عمل نتیجہ مرتب کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اعمال کے نتائج کا ظہور دیر میں جاکر ہو۔ اس لئے تم نے یہ نہ سمجھ لینا کہ حرام حلال کی پابندی کا کیا ہے؟ حرام کھانے سے کونسا نقصان ہو جاتا ہے؟

۵ تم نے غور کیا کہ حلت و حرمت کے قرآنی احکام نے انسانی زندگی میں کیا خوشگوار انقلاب پیدا کر دیا ہے؟ اس سے پہلے انسانوں کی خودساختہ شریعتوں نے اس باب میں ہزار قسم کی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں جس سے انسانی آزادی کا دم گھٹ رہا تھا۔ قرآنی دور میں چند چیزوں کو حرام قرار دے کر، باقی تمام خوشگوار چیزیں حلال قرار دیدی گئیں۔ اس سے کس قدر میدان وسیع ہو گیا؟

نیز اہل کتاب کے ہاں کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے بشرطیکہ (اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو تمہارے ہاں حرام ہے اور) وہ تمہارے ہاں کا کھانا اپنے لئے جائز سمجھیں۔

کھانے پینے سے آگے بڑھ کر، ازدواجی زندگی کی طرف آؤ تو تمہارے لئے مومن پاکدامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، عقد نکاح میں لانے کے لئے جائز ہیں، جب تم ان کے مہر ادا کر دو۔ بشرطیکہ اس سے مقصد ازدواجی زندگی

[1] مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ کے لفظی معنی ہیں اس (علم) کی رو سے جسے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔ "اللہ کے سکھانے" سے مطلب ہے وہ فطری طریقہ جس سے انسان علم حاصل کرتا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے (۲/۲۲۲ ؛ ۲/۲۸۲ ؛ ۶/۹۶-۵)۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

کی تمام پابندیاں پوری کرنی ہوں' نہ محض جنسی جذبہ کی تسکین (خواہ اس کے لئے رسمی طور پر "نکاح" کی شرط بھی کیوں نہ پوری کرلی جائے) یا ان تعلقات کو پوشیدہ رکھا جائے۔ دونوں شکلیں ناجائز ہیں۔ جائز صورت یہی ہے کہ باقاعدہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کے لئے نکاح کیا جائے اور اس سے عائد ہونے والی تمام ذمہ داریوں کو پورا کیا جائے (۴/۲۵)۔

یہ ہیں وہ پابندیاں جن کی نگہداشت ہر ایمان والے کے لئے ضروری ہے۔ سو جو شخص اِن پابندیوں کو توڑ کر عملاً اپنے ایمان سے انکار کردے تو اس کے دوسرے اعمال بھی وہ نتائج نہیں پیدا کرسکیں گے جو اسلامی نظام کے اندر رہتے ہوئے پیدا ہوتے ہیں۔ دین ایک کلی نظام زندگی کا نام ہے جس میں یہ نہیں ہوسکتا کہ بعض باتوں کو مان لیا جائے اور بعض سے انکار کردیا جائے (۲/۸۵)۔ ایسی روش سے' یہ تو ہوسکتا ہے کہ انسان کو کچھ پیش پا افتادہ مفاد حاصل ہوجائیں لیکن انجام کار اس کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

٦

اس نظام کے قیام کے لئے جس میں تمام افراد قوانین خداوندی کا اتباع کرتے جائیں' اجتماعاتِ صلوٰۃ نہایت ضروری ہیں۔ جب تم صلوٰۃ کیلئے کھڑے ہو (یعنی عزمِ صلوٰۃ کرو) تو تم اپنا منہ' اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولیا کرو۔ اور اپنا سر پونچھ لیا کرو۔ اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولیا کرو۔ اور (جیسا کہ ۴/۴۳ میں بتایا جاچکا ہے) اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (نہا دھو کر) پاک صاف ہوجایا کرو (اور پھر اجتماع صلوٰۃ میں شریک ہو)۔ اور اگر تم مریض ہو (اور پانی سے تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو ۴/۴۳) یا حالتِ سفر میں ہو' یا جائے ضرورت سے فارغ ہوکر آئے ہو یا عورت سے ہم آغوش ہوتے ہو' اور پانی نہیں ملتا۔ تو اِن حالات میں' وضو کرنے کے بجائے تیمم کرلیا کرو۔ یعنی پاک مٹی سے آلائش صاف کرلی اور منہ ہاتھ ویسے پونچھ لئے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا
يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا
تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۙ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٠﴾

حقیقت یہ ہے کہ خدا کا قانون یہ نہیں چاہتا کہ تم پر خواہ مخواہ تنگی عائد کر دے۔ وہ تو فقط اتنا چاہتا ہے کہ تم پاک صاف رہو۔ اس طرح وہ تمہیں ایک پاکیزہ اور شائستہ جماعت بنا کر تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام کرنا چاہتا ہے تاکہ تمہاری کوششیں بھرپور نتائج مرتب کر سکیں۔

(۷) تم اس حقیقت کو سامنے رکھو کہ خدا نے اس قسم کا ضابطۂ حیات دے کر تم پر کس طرح اپنی نعمتوں کو عام کر دیا ہے۔ لیکن یہ نعمتیں یونہی نہیں مل جائیں گی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے اس عہد و پیمان کو یاد رکھو جو تم نے اپنے خدا سے پختہ طور پر کر رکھا ہے (۹/۱۱۱)۔ وہ عہد جس کی رُو سے تمہارا فریضہ ہے کہ تم نظامِ خداوندی کے احکام کو سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ اور اپنی زندگی کو قوانینِ الٰہیہ سے ہم آہنگ رکھو —— نہ صرف ظاہرا اعمال کو، بلکہ اپنی خواہشوں، آرزوؤں اور دلی خیالات تک کو بھی —— اس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات دل میں گذرنے والے خیالات تک کا بھی علم رکھتا ہے۔

(۸) اس نظام کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ تم دنیا میں عدل و انصاف کے محافظ و نگران بن کر رہو (۴/۱۳۵)۔ اس حد تک محافظ و نگران کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم اس سے عدل نہ کرو (۵/۲)۔ ہمیشہ عدل کرو۔ اور دوست، دشمن، ہر ایک سے عدل کرو۔ یہ رَوش تمہیں اس معیارِ زندگی کے نزدیک تر لے آئے گی جس تک تمہیں خدا لانا چاہتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس روش کی پابندی کرو۔ یاد رکھو! اللہ کا قانونِ مکافات تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

(۹) یاد رکھو! خدا کا یہ اٹل قانون ہے کہ جو لوگ بھی اس ضابطۂ حیات کی صداقت پر یقین رکھ کر اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں گے، اور پھر اس کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے، تو زندگی کے خطرات سے اُن کی حفاظت ہوگی اور اُن کی محنت کے نتائج نہایت عظیم الشان ہوں گے۔

(۱۰) ان کے برعکس، جو لوگ اس ضابطہ کی صداقت سے انکار کریں گے اور اس کے قوانین کی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾

تکذیب کریں گے' تو اُن کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس جائیں گی۔ وہ تباہی اور بربادی کا شکار ہو جائیں گے اور ان کی نشوونما رک جائے گی۔

۱۱ اس ضابطہ ہدایت کے مطابق عمل کرنے سے' خطرات سے کس طرح حفاظت مل جاتی ہے اس کا مشاہدہ تم خود کر چکے ہو۔ تمہارے مخالفین تہیہ کر چکے تھے کہ تم پر دست درازی کریں لیکن اِس نظام نے اُن کے ہاتھوں کو آگے نہیں بڑھنے دیا۔ اُنہیں روک دیا۔ لہذا' تم اِس ضابطہ قوانین کی نگہداشت کرو اور اس کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھو۔ ایمان کے معنی ہی یہ ہیں کہ اپنے نصب العین کی صداقت اور قانون کی محکمیت پر مکمل اعتماد ہو۔

۱۲ (اِس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھو کہ نہ تو یہ نظام ہی کوئی نیا نظام ہے اور نہ ہی یہ تجربہ کوئی انوکھا تجربہ' جو اس کے متعلق شبہ لاحق ہو جائے کہ ممکن ہے یہ کامیاب ہو یا نہ ہو۔ یہ نظام اقوام سابقہ کو بھی دیا جاتا رہا' اور تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ اس کے نتائج کیا نکلے۔ ان میں بنی اِسرائیل کی تاریخی شہادت نمایاں طور پر تمہارے سامنے ہے)۔ اُن سے بھی اِس نظام کے قیام کا عہد لیا گیا تھا' اُن کے بارہ قبائل تھے اور تنظیم کی غرض سے' ہر قبیلہ کا ایک نقیب تھا جو ان کے حالات کی خبرگیری کرتا تھا۔ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم نے نظامِ صلوٰۃ کو قائم رکھا۔ نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان بہم پہنچاتے رہے۔ ہماری طرف سے بھیجے ہوئے پیغامبروں کی بات کو سچا مانتے رہے۔ ان کے مشن اور پروگرام کی تعظیم کرتے ہوئے ان کے رفیق اور مددگار بنے۔ اور نوعِ انسان کی مرفہ الحالی کے لئے اپنا سرمایہ تقسیم کرتے رہے' تو ہماری تائید و نصرت تمہیں نصیب ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے معاشرہ کی ناہمواریاں دور ہو جائیں گی اور تمہیں خوش حالی آسودگی' اور خوش گواری کی ایسی جنتی زندگی نصیب ہو جائے گی جس کی شادابی اور تازگی کبھی مرجھائے گی نہیں۔ اس طرح تمہارا تقسیم کردہ سرمایہ سوگنا

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا
حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا
ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا
يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور ہزار گنا ہو کر تمہیں واپس مل جائے گا۔ (۲/۲۶۱)۔

لیکن جو اس کے بعد اس روش سے انکار اور سرکشی اختیار کر کے اپنی خود ساختہ روش پر چل نکلے گا تو زندگی کی ہموار راہیں اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گی اور وہ اپنی منزلِ مقصود سے بہت دور جا پڑے گا۔ قوموں کی کامیابی اور ناکامی کا یہی اصول ہے۔

۱۳ چنانچہ جب تک بنی اسرائیل اس روش پر قائم رہے انہیں اقوامِ عالم میں نہایت ممتاز مقام حاصل رہا (۲/۴۷)۔ لیکن جب انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا تو وہ ان خوشگواریوں سے محروم ہو گئے اور ان کے وہ قلوب جن سے ربوبیتِ عامہ کے چشمے پھوٹتے تھے یکسر پتھر بن گئے (۲/۷۴ ؛ ۵۷/۱۶ ؛ ۵/۷۶)۔ چونکہ وہ ضابطہ قوانین جو انہیں وحی کے ذریعے دیا گیا تھا' ان کی مفاد پرستیوں کی راہ میں حائل ہوتا تھا' اس لئے انہوں نے اس میں ایر پھیر کرنا شروع کر دیا۔ جس جگہ یہ کچھ نہ کر سکے اس پر ویسے ہی عمل کرنا چھوڑ دیا۔ یہ لوگ' بجز معدودے چند' اب تک یہی کچھ کرتے ہیں اور تمہیں ان کی خیانتوں کا پتہ بھی چلتا رہتا ہے۔

جن لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہو' ان سے الجھنا بیکار ہے۔ اس لئے' تم ان سے دامن بچاتے ہوئے اپنے پروگرام کے مطابق آگے بڑھتے جاؤ۔ یہی تمہارے لئے حسن کارانہ روش ہے اور یہی روش قانونِ خداوندی کی رو سے پسندیدہ ہے (۱۵/۸۵ ؛ ۴۳/۱۰ ؛ ۴۴/۱۱)۔

۱۴ یہ تو یہودیوں کا حال ہے۔ باقی رہے وہ جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ تو ان سے بھی ہم نے اسی قسم کا عہد لیا تھا لیکن انہوں نے بھی ہمارے ضابطۂ قوانین سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور اس کے ایک معتد بہ حصہ کو چھوڑ بیٹھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی۔ وہ فرقوں میں بٹ گئے اور (جیسا کہ فرقہ پرستی میں ہوتا ہے) ان میں باہمی عداوت اور کینے کی آگ بھڑک اٹھی جو ہمیشہ تک رہے گی۔ (کیونکہ نہ ان کے فرقے مٹیں گے نہ باہمی عداوت ختم ہو گی)۔ لیکن

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

اب جو نظامِ خداوندی قائم ہو رہا ہے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس خود ساختہ روش کو یہ آسمانی راہ نمائی کہہ کر پیش کرتے تھے' اس کی حقیقت کیا تھی۔

۱۵ اِن اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) سے کہہ دو کہ تمہاری طرف خدا کا رسول آگیا ہے جو بہت سی ایسی باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے جنہیں تم کتابِ خداوندی میں سے چھپاتے رہے ہو۔ اور بہت سی باتوں سے' جن کی چنداں اہمیت نہیں' درگذر کر دیتا ہے۔ تم پر زندگی کی راہیں تاریک ہو چکی تھیں۔ ایسے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی۔ یعنی ایک کھلا ہوا' واضح ضابطۂ قوانین۔

۱۶ اس (ضابطۂ قوانین) کے ذریعے' اللہ ہر اس قوم کو' جو اپنی زندگی کو قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگ رکھے' سلامتی کے راستے دکھاتا ہے' اور انہیں ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر' زندگی کی جگمگاتی روشنی میں لے آتا ہے۔ اور اپنے قانون کے مطابق سیدھے اور توازن بدوش راستے کی طرف ان کی راہ نمائی کر دیتا ہے' تاکہ وہ رَواں دَواں اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

۱۷ تم میں سے نصاریٰ کا کفر تو بالکل واضح ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا خود مسیحؑ ابن مریم کی شکل میں دنیا میں آگیا۔ اے رسول! ان سے کہو کہ اگر اللہ اس کا ارادہ کرتا کہ مسیحؑ اور اس کی والدہ تو ایک طرف' کرۂ ارض پر جو کچھ ہے' ان سب کو ہلاک کر دے تو کسے اتنی قوت حاصل تھی کہ وہ اس کا ہاتھ روک دیتا؟ یاد رکھو! کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں' اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' ان سب پر خدا کا' اور صرف خدا کا' اقتدار و اختیار ہے۔ ہر شے کی تخلیق اُس کے قانونِ مشیت کے مطابق ہوتی ہے اور ہر شے پر اسی کا کنٹرول ہے۔ اس لئے کوئی انسان' خدا نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی خدا' انسانی پیکر اختیار کر کے دنیا

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ
بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ
وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا
مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ
اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾

میں آیا کرتا ہے۔

(۱۸) ان یہود و نصاریٰ دونوں کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا کے محبوب اور اس کی چہیتی اولاد ہیں۔ ان سے کہو کہ اگر ایسا ہی ہے تو خدا انہیں تمہارے جرموں کی سزائیں کیوں دیتا رہتا ہے (جس کے تذکرے سے تمہاری کتابیں بھری پڑی ہیں)۔ حقیقت یہ ہے کہ تم بھی (اور انسانوں کی طرح) خدا کے پیدا کردہ انسان ہو اور جزا و سزا کا جو قانون دوسروں پر حاوی ہے' اسی کا اطلاق تم پر بھی ہوتا ہے۔ اِس میں کسی کے چہیتے اور کسی کے سوتیلے ہونے کا سوال ہی نہیں۔ جو قوم بھی قوانین خداوندی کا اتباع کرے گی زندگی کی تباہیوں سے محفوظ رہے گی۔ جو ان کے خلاف چلے گی تباہ و برباد ہو جائے گی۔ دونوں راستے کھلے ہیں۔ جونسا راستہ جس کا جی چاہے اختیار کرلے۔ یہ کچھ اسی قانون کے مطابق ہوتا ہے جس کی رُو سے کائنات کا ایسا عظیم القدر سلسلہ اس حسن و خوبی سے چل رہا ہے اور اس کا ہر قدم اس منزل کی طرف اٹھ رہا ہے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔

(۱۹) اے اہل کتاب! یہ ہمارا رسول تمہارے پاس اس وقت آیا ہے جب سابقہ رسولوں کی دعوت کی گرمجوشی دھیمی پڑ چکی تھی۔ وہ اُن تمام حقائق کو پھر سے واضح کر رہا ہے جنہیں تم ضائع کر چکے تھے۔ یہ اس لئے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہماری طرف کوئی ایسا پیغامبر نہ آیا جو ہمیں بتاتا کہ زندگی کی خوشگواریاں کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں اور غلط راستے پر چلنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہ رسول' اسی فریضہ کی سرانجامدہی کے لئے آیا ہے' اور خدا کے مقرر کردہ پیمانوں کے مطابق آیا ہے۔

(۲۰) ذرا اِن یہود کا حال سنئے جو کہتے ہیں کہ ہم خدا کی چہیتی اولاد ہیں۔ ان سے' ان کے پیغمبر موسیٰؑ نے کہا کہ تم' اُن انعامات خداوندی کو ہمیشہ پیش نظر رکھو جن کی رُو سے' اُس نے تم میں

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا
دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا
دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ
اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾

انبیاء پیدا کئے۔ اور تمہیں صاحبِ اقتدار و مملکت بنایا۔ اور تمہیں وہ کچھ عطا کیا جو اس زمانے میں کسی اور قوم کے حصے میں نہیں آیا تھا۔

۲۱ ان انعاماتِ خداوندی کی یاد تازہ کرانے کے بعد اُن سے کہا کہ تم اُٹھو اور فلسطین کی اس بابرکت زمین میں فاتح و منصور داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمہارے نام لکھ دیا ہے۔ تم آگے بڑھو اور اس ملک پر قابض ہو جاؤ۔ دیکھنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دشمن کو دیکھ کر میدان سے پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلو۔ اگر ایسا کرو گے تو سخت نقصان اٹھاؤ گے (۵۸/۲)۔

۲۲ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اے موسیٰؑ! اس ملک میں تو بڑے بڑے زبردست لوگ بستے ہیں۔ جب تک یہ اس سے نہ نکل جائیں ہم وہاں قدم نہیں رکھنے کے۔ اگر یہ وہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم بڑے شوق سے وہاں چلے جائیں گے۔

۲۳ یہ جواب ساری کی ساری قوم کی طرف سے تھا، بجز دو آدمیوں کے، جو، اُن جیسے نہیں تھے اور جو خدا کے قانون سے اس قسم کا مذاق کرنے سے خوف کھاتے تھے۔ انہیں خدا نے حقیقت بینی کی نعمت سے نوازا تھا — یہ دونوں، خود موسیٰؑ اور ہارونؑ تھے — انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ (تم اس قدر بزدل کیوں بن رہے ہو؟) ایک دفعہ ہلہ بول کر شہر کے دروازے میں دَرانہ گھس جاؤ۔ پھر دیکھو، تم کس طرح ان پر غالب آجاتے ہو؟۔ جن لوگوں کا اللہ پر ایمان ہو وہ اس طرح ہمت نہیں ہارا کرتے۔ وہ اللہ کے قانون کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں بزدلی تو عدمِ یقین اور تذبذب سے پیدا ہوتی ہے۔

۲۴ لیکن اُن پر ان باتوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اے موسیٰؑ! جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں، ہم کبھی آگے نہیں بڑھنے کے۔ تمہیں اگر اللہ کے قانون اور نصرت پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ[1] اور ان سے جنگ کرو۔ ہم یہاں بیٹھے نتیجہ کا

[1] اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تم اور تمہارا بڑا بھائی (ہارونؑ) دونوں جاؤ۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۛ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾ ۞ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾

انتظار کرتے ہیں۔ (جب تم غالب آجاؤ تو ہمیں آواز دے لینا۔ ہم فوراً پہنچ جائیں گے)۔

۲۵ اس پر موسےؑ نے تنگ آکر کہا کہ اے میرے پروردگار! تو دیکھتا ہے کہ یہ لوگ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ میرا اب ان پر کوئی بس نہیں۔ میرا اختیار تو 'سمٹ سمٹا کر' خود میری ذات تک یا زیادہ سے زیادہ اپنے بھائی تک رہ گیا ہے۔ اب ہم میں 'اور اس قسم کی بے راہ رو قوم میں' تو ہی کوئی فیصلہ کردے کہ ان کے متعلق ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

۲۶ چنانچہ خدا نے فیصلہ دے دیا۔ اور فیصلہ یہ تھا کہ وہ لوگ 'اس سرزمین سے' جسے ان کے نام لکھ دیا گیا تھا' چالیس سال تک محروم کر دیئے گئے۔ اور وہ اس بیابان میں مارے مارے پھرتے رہے ——— سرگردان و پریشان۔ تباہ حال و خستہ خراب۔

یقیناً اُن کی یہ حالت موسیٰؑ جیسے مشفق داعیٔ انقلاب کے لئے بڑی تاسف انگیز تھی (اور ہر نبی کی یہی کیفیت ہوتی ہے ١/٩ ؛ ٢٦/٢ ؛ ٣٥/٦)۔ لیکن ہم نے اسے کہہ دیا کہ اس قسم کی بے راہ رو قوم کا یہی حشر ہوا کرتا ہے ——— اس لئے تم ان کی حالت پر افسردہ خاطر مت ہو۔ جو اپنے آپ کو خود تباہی میں ڈالے' اسے کون بچا سکتا ہے؟

یہ ہے خدا کی چہیتی اولاد ہونے کی مدعی قوم کا ماضی!

۲۷ (یہودیوں کی نافرمانیاں اور سرکشیاں اسی زمانہ (حضرت موسےؑ) تک ہی محدود نہ تھیں۔ اس کے بعد بھی وہ یہی کچھ کرتے رہے۔ ان کا آخری جرم حضرت عیسےؑ کے قتل کے درپے ہونا تھا۔ ان کے ان پیہم جرائم کی وجہ سے' خدا نے اُن سے' اپنی عنایات' ایک ایک کر کے چھین لیں اور ان (عنایات) کا رُخ ان کے بھائی (اسماعیلؑ) کی شاخ کی طرف پھیر دیا۔ اب بجائے اس کے کہ وہ یہ سمجھتے کہ اُن کی یہ محرومی ان کی اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہے' وہ اُلٹا حسد کرنے لگ گئے اور اس داعی الی الحقؐ کے درپئے آزار ہو گئے (جو بنی اسماعیلؑ میں سے ہے)۔ اِن سے کہو کہ یہ تو اُن دو فرزندانِ آدم کے قصے کی سی بات ہو گئی (جن کا ذکر خود تمہارے ہاں تورات میں موجود ہے لیکن جس میں تم نے بہت سی رنگ آمیزیاں کر رکھی ہیں۔ اس لئے) میں تمہیں ٹھیک ٹھیک

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۚ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

بتاتا ہوں کہ بات کیا ہوئی تھی۔

اِن دونوں بھائیوں نے (اپنے خیال کے مطابق) خدا کے ہاں مقرب بننے کے لئے قربانیاں پیش کیں۔ اُن میں سے (ان کے عقیدہ کے مطابق) ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ اس پر اس دوسرے کو غصہ آگیا اور اپنے بھائی سے کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اُس نے کہا کہ اللہ متقیوں کی پیش کش قبول کیا کرتا ہے، اس لئے اگر میری قربانی قبول ہو گئی ہے تو اِس میں تمہارے لئے غصہ کی کونسی بات ہے، اور میرا کیا قصور ہے جس کی وجہ سے تم مجھے قتل کرنیکے درپے ہو رہے ہو؟

۲۸ بایں ہمہ، اگر تم دھاندلی سے میرے خلاف دست درازی کرو گے تو میں (اپنی مدافعت تو کروں گا لیکن) تمہیں قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں تو خدائے رب العالمین کے قانون مکافات سے ڈرتا ہوں کہ ناحق کسی کو قتل کر دوں۔

۲۹ میں چاہتا ہوں کہ زیادتی ہو تو تمہاری طرف سے ہو، میری طرف سے نہ ہو۔ اور اگر میری اس مدافعت میں تمہیں کچھ نقصان پہنچ جائے تو میرے اس گناہ کا بار بھی تمہاری ہی گردن پر ہو —— اِس طرح تمہارے ذمے دو جرم ہو جائیں گے۔ میرے قتل (یا اس کے ارادے) کا جرم، اور میری طرف سے تمہیں جو نقصان پہنچے، اس کا جرم —— اِس قسم کے مجرم کی سزا جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

۳۰ لیکن اس نے غصے میں ایک نہ سنی۔ جذبات سے مغلوب ہو کر بھائی کو قتل کر دیا۔ اور اس طرح، خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ (جذبات سے مغلوب ہو جانے کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے)۔

۳۱ اُس نے جوشِ غضب میں بھائی کو قتل تو کر دیا لیکن جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو بیٹھ کر سوچنے لگا کہ یہ میں نے کیا کر دیا؟ وہ اِسی حالت میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اتفاق سے سامنے

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ
ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا
مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾

ایک کوا دیکھا جو زمین کو کرید رہا تھا۔ وہ اپنے کیے پر نادم تو پہلے ہی ہو رہا تھا' کوے کی اس حرکت
سے اس کا خیال اس طرف منتقل ہو گیا کہ کوا مجھ سے یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے (بفرضِ
محال) اپنے بھائی میں کوئی برائی دیکھی بھی تھی تو اس پر یوں مغلوب الغضب ہونے کی بجائے اسے
دبانے اور چھپانے کی کوشش کرنی چاہیئے تھی۔ اس پر اس نے اپنے آپ کو کوسا' اور جی میں کہا کہ
کس قدر باعثِ افسوس ہے یہ امر کہ مجھ میں ایک جانور جتنی سمجھ بھی نہ ہوئی!

چنانچہ ان خیالات سے وہ اپنے دل میں بہت ہی نادم ہوا۔

(۳۲) یہ قصہ (جو بنی اسرائیل کے ہاں عام تھا) درحقیقت ان کی اپنی جذباتی کیفیت کا ترجمان
تھا کہ وہ بات بات پر آمادہ بہ قتل ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے' ہم نے ان کی طرف یہ
تاکیدی حکم بھیجا تھا کہ یاد رکھو! جو شخص کسی دوسرے کو قتل کر ڈالے ——— بجز اس کے کہ وہ
جرمِ قتل کے قصاص میں ہو (یعنی قتل ناحق کے لئے سزائے موت کے طور پر) یا ملک میں فساد برپا
کرنے والے مجرمین کو قانون کے مطابق موت کی سزا دی جائے ——— تو اس قسم کے بے گناہ
قتل کے متعلق یوں سمجھو گویا اس شخص نے (ایک فرد کو قتل نہیں کیا) پوری کی پوری نوعِ انسان
کو قتل کر دیا۔ اس کے برعکس جس شخص نے کوئی ایک جان بچالی' تو اس نے گویا پوری نوعِ انسان
کی جان بچالی۔

یہی نہیں کہ انہیں یہ حکم صرف ایک بار دیا گیا اور پھر فراموش کر دیا گیا۔ ان کی طرف
ہمارے پیغامبر' واضح احکام و دلائل لے کر آتے رہے' اور انہی باتوں کو دہراتے رہے۔ لیکن
اس کے باوجود' ان کی اکثریت کا یہ عالم رہا (اور اب تک ہے) کہ وہ حدود شکنی اور زیادتی
کرتے رہے۔

(۳۳) اُن کی اسی مفسدانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ اب جبکہ' اس ملک میں نظامِ عدل و احسان

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ

قائم ہو چکا ہے جس میں انہیں ہر طرح کا امن اور آرام حاصل ہے' بجائے اس کے کہ یہ اطمینان سے بیٹھیں یہ بدستور تخریبی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ عدل وآئین پر مبنی نظام خداوندی کے خلاف بغاوت ہے۔ اس باب میں ہمارا قانون یہ ہے کہ جو لوگ نظام خداوندی کے خلاف بغاوت کریں' یا ملک میں فساد برپا کرنے کی کوشش کریں' تو ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ یا سولی پر چڑھا دیا جائے۔ یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں[1]۔ یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے (یا نظربند کر دیا جائے اور عام مراعات سے محروم کر دیا جائے) —— غرضیکہ جرم کی نوعیت' اور ملک کے حالات کے پیش نظر جو سزا مناسب سمجھی جائے دی جائے۔ یہ سزا ان کے لئے دنیا میں ذلت ورسوائی کا موجب ہو گی۔ باقی رہی آخرت' سو وہاں بھی ان کے لئے سخت تباہی ہو گی —— اس لئے کہ اس جرم کا ایک اثر تو سوسائٹی کے نظام پر پڑتا ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے سزا ضروری ہے۔ اور دوسرا اثر خود مجرم کی اپنی ذات پر پڑتا ہے (۱۱۱/۲)۔ اس کا نتیجہ اس کی ذات کا ضعف وانتشار ہے جو حیاتِ اُخروی میں تباہی کا موجب ہے۔

۳۴ لیکن جو لوگ اس روش سے از خود باز آ جائیں' قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پالو' تو اس حقیقت کو فراموش نہ کرو کہ قانون خداوندی کی رُو سے ایسے لوگ سزا سے بھی محفوظ رکھے جا سکتے ہیں اور انہیں عام سہولتوں سے بھی محروم نہیں کیا جا سکتا۔

۳۵ اے جماعت مومنین! دیکھنا کہیں تم نے نظام خداوندی سے سرکشی اختیار نہ کر لینا۔ تمہارا فریضہ حیات یہ ہے کہ تم ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو' اور اس میں بلند ترین مقام اور مرتبہ حاصل کرنے کی تڑپ اپنے دل میں پیدا کرو۔ اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے پوری پوری جدوجہد کرو۔ اسی سے تم اس مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ (خدا تک "پہنچنے" کے لئے انسانوں کو "وسیلہ" بنانے کا تصور غلط ہے۔ ۲/۱۸۹ : ۱۷/۵۷)

۳۶ جو لوگ اس نظام کی مخالفت کریں گے' انہیں' آنیوالے انقلاب میں دردناک سزا

[1] اس کے معنی اُلٹی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں ڈال دینا بھی ہو سکتے ہیں۔

لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

مِل کر رہے گی۔ اگر اُن کے پاس دنیا بھر کے خزانے' اور اُن کی مثل اور بھی ہوں' اور وہ چاہیں کہ انہیں بطور فدیہ دے کر' اس تباہی اور بربادی سے بچ جائیں' تو ایسا ہونا ناممکن ہوگا۔ (کوئی شخص اپنے سرمائے کے زور پر' ان تباہیوں سے نہیں بچ سکتا جو ان لوگوں پر آتی ہیں جو عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود کے نظام کے راستے میں روک بن کر بیٹھ جائیں)۔

۳۷ اُس وقت' اُن کی وہ دولت جسے وہ نوعِ انسان کی خوش حالی کے لئے تقسیم نہیں کرتے تھے' ان کے لئے جہنم کا ایندھن بن جائے گی (۹/۳۴—۳۵)۔ اور یہ آگ ان کے دلوں کے اندر بھڑک رہی ہوگی (۱۰۴/۱—۹)۔ اس وقت وہ ہزار چاہیں کہ اس عذاب سے چھٹکارا حاصل حاصل ہوجائے' ایسا نہیں ہوسکے گا۔ وہ عذاب ان کے سر پر مسلط رہے گا۔

۳۸ ملک میں بغاوت پھیلانے اور فساد برپا کرنے کے بعد' بڑا فتنہ "چوری کا جرم ہے جس سے معاشرہ میں امن اور سکون باقی نہیں رہتا —— چور' مرد ہو یا عورت' مجرم ہونے کے اعتبار سے یکساں ہیں۔ اس لئے ان کی سزا میں بھی کوئی فرق نہیں۔ اس کے لئے ایسا طریق اختیار کرنا چاہیئے جس سے خود چور کے ہاتھ چوری کرنے سے رُک جائیں اور وہ دوسروں کے لئے بھی قانونِ خداوندی کی رُو سے روک بن جائے۔ یعنی وہ مجرم کے لئے' موجبِ اصلاح (CURATIVE) ہو اور دوسروں کے لئے جرم سے اجتناب کا باعث (PREVENTIVE) لیکن اگر یہ دیکھو کہ پانی سر سے گذر چکا ہے اور یہ جرم عام ہو رہا ہے' تو اس کی انتہائی سزا یہ بھی ہوسکتی ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ بہرحال' مقصد اس جرم کی روک تھام ہے —— خواہ غلبہ اور قوت سے ہو' خواہ حُسنِ تدبیر سے۔ (عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ" میں دونوں باتیں آجاتی ہیں)۔

۳۹ مقصد چونکہ جرم کی روک تھام ہے اس لئے جو شخص ارتکابِ جُرم کے بعد اپنے کئے پر نادم ہو' اور اپنی اصلاح کر لینے کا یقین دلائے تو قانونِ خداوندی میں اس کے لئے معافی کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔ ایسے شخص کو سزا سے بھی محفوظ رکھا جائے گا اور عام سہولتوں سے بھی محروم نہیں کیا جائے گا۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۙ لَمْ یَاْتُوْكَ ؕ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۚۖ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾

---

۴۰ یاد رکھو! مجرم کو سزا دیکر خدا اپنی قوت وجبروت کا سکہ دلوں پر بٹھانا نہیں چاہتا۔ اس کی قوت اور اقتدار کی زندہ شہادت تو یہ پوری کارگہ کائنات ہے جو اس کے قوانین کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے سرگرم عمل ہے۔ تعزیری قانون سے مقصد یہ ہے کہ جو شخص ارتکاب جرم سے خود اپنے آپ کو سزا کا مستوجب قرار دے لے اسے اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔ جو امن پسند ہونے کی ضمانت دیدے اس کی حفاظت کر دی جائے۔ نظام خداوندی میں (خواہ وہ خارجی کائنات میں ہو یا انسانوں کی دنیا میں) ہر عمل ایک خاص پیمانے کے مطابق نتیجہ مرتب کرتا ہے جس پر خدا کو پورا پورا کنٹرول حاصل ہے۔

۴۱ ان ضمنی احکام کے بعد اے رسول! پھر اسی موضوع کی طرف آؤ جس کا ذکر پہلے کیا جا رہا تھا۔ یعنی منافقین اور یہود کی تخریبی ذہنیت کی طرف۔ منافقین' زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن وہ دل سے مومن نہیں ہوتے۔ یہودیوں کی یہ حالت ہے کہ وہ تمہاری مجلسوں میں آتے ہیں۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ جو کچھ یہاں بیان کیا جاتا ہے' اسے دل کے کانوں سے سن رہے ہیں' لیکن درحقیقت وہ جھوٹ موٹ کے کان لگاتے رہتے ہیں۔ اُن کے خیالات کہیں اور ہوتے ہیں' اُن کے آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہاں سے اُٹھ کر اپنے اُن ساتھیوں کے پاس جائیں جو یہاں نہیں آتے' اور جو کچھ یہاں سنا ہو' اس میں جھوٹ سچ ملا کر' اور بات کو کچھ سے کچھ بنا کر' انہیں سنائیں۔ اس کے بعد' یہ ان لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر رسول وہی باتیں کہے جو ہم نے تم سے بیان کی ہیں تو اس کی بات مانو۔ اور اگر اس کے خلاف کچھ کہے تو اُسے ہرگز قبول نہ کرو۔

سَمّٰعُونَ لِلۡكَذِبِ اَكّٰلُونَ لِلسُّحۡتِ ؕ فَاِنۡ جَآءُوۡكَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ اَوۡ اَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ تُعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ فَلَنۡ يَّضُرُّوۡكَ شَيۡــًٔا ؕ وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰٮةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰ لِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۳﴾

(۶ ع ۹ ۱۰)

اِن دونوں گروہوں کی یہ حالت ہے کہ بظاہر دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ ان کی رغبت ایمان کی طرف ہے' لیکن درحقیقت یہ کفر کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں۔

اِن کی تو یہ حالت ہے اور تم اس غم میں گھلے جا رہے ہو کہ یہ تباہ اور برباد نہ ہو جائیں (۱۸/۶ ، ۲۶/۳ ، ۳۵/۵)۔ تم سوچو کہ جو شخص خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق خود اپنی پیدا کردہ مصیبت میں مبتلا رہنا چاہے تم' اس قانون کے خلاف اس کے لئے کیا کر سکتے ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق خدا کے قانونِ مکافات کا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے دل اس قسم کے خیالات سے' پاک اور صاف نہیں ہو سکتے —— وہ اِن خیالات کو چھوڑنا ہی نہیں چاہتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اِن کے لئے اس دنیاوی زندگی میں بھی ذلت و رسوائی کا عذاب ہے اور آخرت میں بھی سخت مصیبت کا سامنا۔

(۴۲) اِن کا جرم بھی تو کچھ کم نہیں۔ یہ لوگ تیری باتیں سننے کیلئے آتے ہی اسلئے ہیں کہ ان میں جھوٹ ملا کر باہر بیان کریں اور اس قسم کی غلط بیانیوں سے' دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھاتے رہیں۔ (یہ اِن کے مذہبی پیشواؤں کا حال ہے۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ' اگرچہ یہ' اپنے ہم مذہبوں کے معاملات کے فیصلے' اپنی شریعت کے مطابق کرسکنے کے مجاز ہیں' لیکن اگر یہ دیکھیں کہ کسی معاملہ میں انکی شریعت کا حکم سخت ہے' تو یہ' فریقِ متعلقہ سے کچھ لے لوا کر' اس سے کہہ دیتے ہیں کہ تم اپنا مقدمہ مسلمانوں کی عدالت میں لے جاؤ۔ وہاں سے فیصلہ تمہارے حق میں ہو جائے گا)۔

لہٰذا' اگر یہ لوگ تیرے پاس اپنے مقدمات لیکر آئیں تو تجھ پر اس کی کوئی پابندی نہیں کہ تو ضرور ان کا مقدمہ سنے۔ تمہارا جی چاہے تو ان کا مقدمہ سن لو' یا ان سے کہہ دو کہ جن معاملات میں تمہارے مذہبی پیشوا فیصلہ دینے کے مجاز ہیں (جیسا کہ اسلامی مملکت میں شخصی معاملات میں' غیر مسلموں کو اختیار دیدیا جاتا ہے) اُن میں ان سے فیصلہ کراؤ۔ ایسا کہنے میں کوئی ہرج اور نقصان کی بات نہیں۔ لیکن جب ان کا مقدمہ سنو' تو (جیسا کہ تمہارے ہاں مسلمہ اصول ہے) انکا فیصلہ عدل و انصاف سے کرو۔ اسلئے کہ عدل و انصاف سے کام لینے والے ہی خدا کے ہاں پسندیدہ قرار پاتے ہیں۔

(۴۳) ذرا سوچو کہ جب ان کے پاس تورات موجود ہے جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ

إِنَّآ أَنزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبّٰنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿٤٥﴾

اِس میں احکام خداوندی درج ہیں۔ تو پھر اسے چھوڑ کر اپنے مقدمات تمہارے پاس لے کر کیوں آتے ہیں بات صاف ہے کہ ان لوگوں کا ایمان کسی چیز پر بھی نہیں۔ ان کا ایمان مصلحت بینی اور مفاد پرستی پر ہے۔ جب دیکھا کہ تورات کا حکم ان کے منشاء کے مطابق ہے' اس پر عمل کرتے رہے۔ جس معاملے میں اسے اپنے خلاف پایا' اس سے منہ موڑ کر تمہاری طرف رُخ کر لیا۔



دین (یعنی قانونِ خداوندی) کی سرگذشت یہ ہے کہ ہم نے تورات نازل کی (جو اُن مختلف صُحف کا مجموعہ ہے جو انبیائے بنی اسرائیل کو وقتاً فوقتاً ملتے رہے)۔ اُس میں (ہر آسمانی کتاب کی طرح) صحیح راستے کی طرف راہ نمائی اور روشنی تھی۔ اُن کے انبیاء جو سب کے سب مسلم تھے' (یعنی قانون خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے) ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ' جو اپنے آپ کو یہودی کہتے تھے (حالانکہ انہیں بھی اپنے آپ کو مسلم ہی کہنا چاہیئے تھا) اسی "نور و ہدایت" کے مطابق کرتے تھے۔ اور اُن کے علماء و مشایخ بھی انہی صُحف کے مطابق احکام دیتے تھے جو اُن کے انبیاء کی طرف نازل کئے گئے تھے اور جن کا انہیں (علماء و مشائخ کو) محافظ ٹھیرایا گیا تھا۔ اور وہ ان کے نگران بننے کے مدعی بھی تھے۔ ان سے خاص طور پر کہہ دیا گیا تھا کہ تمام امور کے فیصلے انہی ضوابط کے مطابق کرو اور لوگوں سے مت ڈرو۔ ڈرو صرف قانون خداوندی کی خلاف ورزی سے۔ اور قانون فروشی کی دکان مت لگا بیٹھو۔ یاد رکھو! جو شخص اس قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتا جسے خدا نے نازل کیا ہے وہ کافر ہے خواہ وہ زبان سے اس قانون پر ایمان رکھنے کا مدعی بھی کیوں نہ ہو —— کافر و مومن کی تمیز ہی اس سے ہوتی ہے۔



اُنہی صُحف میں ہم نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ جس شخص نے کسی کو (ناحق) قتل کر دیا اس کی سزا موت ہوگی —— جان کا بدلہ جان۔ آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ ناک کا بدلہ ناک۔ کان کا بدلہ کان۔ دانت کا بدلہ دانت —— یعنی صرف جرم قتل ہی مستوجب سزا نہیں۔ کسی کو زخمی کر دینا

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾

بھی ایسا جرم ہے جس کی سزا دی جائے گی۔ اور سزا جرم کے مثل ہوگی۔ لیکن اگر مستغیث مجرم کو خود معاف کردے تو یہ چیز مجرم کی سزا کا کفارہ ہو جائے گی۔

یہ تھا وہ قانونِ قصاص جو ان کی کتابوں میں، ان کے لئے دیا گیا تھا۔ انہیں اسی کے مطابق فیصلے کرنے چاہئیں تھے، اس لئے کہ جو شخص اس ضابطہ قوانین کے مطابق فیصلے نہ کرے جسے خدا نے نازل کیا ہے، تو یہی لوگ ہیں جو حق و انصاف سے کام نہیں لیتے۔ ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔

۴۶ پھر انہی انبیائے سابقہ کے نقوشِ قدم پر، ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔ اس کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ انبیائے بنی اسرائیل کے صحف میں سے یہودیوں کے پاس رہ گیا تھا، اسے سچا ثابت کر دکھاتے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے، ہم نے اسے انجیل دی جس میں صحفِ سابقہ کی طرح، نور اور ہدایت تھی، اور جو ان صحف کی حقیقی تعلیم کو سچ کر دکھانے والی تھی۔ اس میں، ان لوگوں کے لئے جو زندگی کے خطرات سے بچنا چاہتے، سامانِ ہدایت و موعظت تھا۔

۴۷ ہم نے اہلِ انجیل سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے معاملات کا فیصلہ اس کے مطابق کریں جسے خدا نے نازل کیا ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ اس قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے جسے خدا نے نازل کیا ہے، تو ان کا شمار فاسقین میں ہوتا ہے۔ یعنی صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راہیں اختیار کر لینے والے۔

۴۸ اب، ان تمام کتبِ سابقہ کے بعد (جب وہ اپنی اصلی حالت پر نہ رہیں اور مشیت کے پروگرام کے مطابق وہ وقت آگیا کہ تمام نوعِ انسان کے لئے واحد اور مکمل ضابطہ حیات دیدیا جائے جو ہمیشہ تک ان کی راہ نمائی کرے) ہم نے تیری طرف یہ کتاب نازل کی ہے جو

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ

تمام ٹھوس حقیقتوں کو اپنے آغوش میں رکھتی ہے۔ اُن تمام وعدوں اور دعووں کو سچ کر کے دکھانے والی ہے جو کتب سابقہ میں کئے گئے تھے۔ اور اس اصولی تعلیم کی جامع' اور نگران و نگہبان ہے جو اس سے پہلے وقتاً فوقتاً دی جاتی رہی اور جس کا ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رکھنا مقصود ہے۔

یہ ہے اس کتاب عظیم کی پوزیشن۔ لہذا اب تم لوگوں کے معاملات کے فیصلے اسی کتاب کے مطابق کرو۔ اور اس قسم کے حقائق مل جانے کے بعد' لوگوں کے خیالات اور خواہشات کے پیچھے مت چلو۔

اس مقام پر ممکن ہے تمہارے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر خدا نے تمام انسانوں کے لئے شروع سے اخیر تک اُصولاً ایک ہی ضابطۂ حیات تجویز کیا تھا' تو ایسا انتظام کیوں نہ کر دیا کہ تمام لوگ اس ضابطہ کے مطابق زندگی بسر کرتے رہتے۔ اگر خدا چاہتا تو ایسا بھی کر سکتا تھا کہ انسانوں کو' حیوانوں اور پتھروں کی طرح' مجبور پیدا کر دیتا اور وہ' اس کی طرف سے مقرر کردہ روش پر' طوعاً و کرہاً چلتے رہتے۔ لیکن اس کے قانونِ مشیّت کا یہ تقاضا نہیں تھا۔ اس نے انسان کو صاحبِ اختیار و ارادہ پیدا کیا کہ وہ جونسا راستہ جی چاہے اختیار کر لے۔ یہ وجہ ہے کہ ہم' تم میں سے ہر ایک کو اُس کے اپنے اختیار کردہ منہاج اور طریقے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور سب کو ایک ہی راستے پر چلنے کے لئے مجبور نہیں کرتے۔ انسان کا اختیار و ارادہ ہی ایسے مواقع پیدا کرتا ہے کہ وہ نوعِ انسان کی بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جائیں' اور اس طرح خود ان کی ذات میں وسعت پیدا ہوتی جائے۔

لیکن انسان کے اختیار و ارادہ کے یہ معنی نہیں کہ یہ ہمیشہ غلط راستے پر چلتا رہے گا۔ غلط راستوں پر چلنے کے تباہ کن نتائج (جنہیں زمانے کے تقاضے کہہ کر پکارا جاتا ہے) اور وحیٔ خداوندی سے متاثر فضا اسے رفتہ رفتہ' بتدریج' صحیح راستے کی طرف لئے چلے جائیں گے' اور یوں لوگوں کی خود ساختہ' مختلف روشیں' زندگی کی صحیح شاہراہ میں آکر ملتی جائیں گی۔

(یہ طریق کار (جسے عقل کا تجرباتی طریق کہتے ہیں) بہت طول طویل ہوتا ہے اور اس طرح انسان کو صحیح راستے تک پہنچنے کے لئے بڑی بڑی جانکاہ مصیبتوں اور جگر پاش مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر انسان چاہتا ہے کہ ان تباہیوں اور بربادیوں میں سے گزرے بغیر' بخیر و خوبی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے' تو اس کا طریق یہ ہے کہ وہ وحیٔ خداوندی کا اتباع کرے اور اپنے معاملات کے فیصلے اسی کے مطابق کرائے)۔

۴۹ لہذا' اے رسول! تم ان لوگوں کے فیصلے' اس کتاب کے مطابق کرو جسے خدا نے

اللّٰهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿٥٢﴾

تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ اور اس میں لوگوں کے ذاتی مفاد اور خواہشات کی قطعاً رعایت نہ کرو۔ اس کا خاص طور پر خیال رکھنا تاکہ ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کے مفاد اور میلانات ایسی صورت پیدا کر دیں کہ تمہارا نظام اس ضابطۂ حیات سے جسے خدا نے نازل کیا ہے ادھر اُدھر ہو جائے —— خواہ ذرا سا بھی کیوں نہ ہو۔ ایسا بالکل نہ ہونے دینا۔

اگر یہ لوگ جن کے سامنے اپنی مفاد پرستیوں کے سوا کچھ نہیں اس نظام سے روگردانی کریں تو سمجھ لو کہ ان کے جرائم ان پر تباہیاں لانے والے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ چاہتے ہی یہ ہیں کہ

(۵۰) صحیح راستے سے مُنہ موڑ کر غلط راہوں پر چل نکلیں اور اس طرح پھر اُسی نظامِ جاہلیت کو اختیار کریں جس پر وہ قرآن سے پہلے قائم تھے۔ لیکن جو لوگ اس نظامِ خداوندی کی صداقت اور محکمیت پر یقین رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ نوعِ انسان کے لئے ضابطۂ خداوندی سے بہتر اور کوئی ضابطہ نہیں ہو سکتا۔

(۵۱) اے جماعتِ مومنین! تمہارے سامنے یہود اور نصاریٰ کی حقیقت بھی آگئی اور یہ بھی کہ تم کس نظام کے قیام کیلئے کھڑے کئے گئے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ اُن کے مطمحِ نگاہ اور تمہارے مقصدِ زندگی میں کس قدر بنیادی فرق ہے۔ لہذا، تم نے کبھی انہیں اپنا دوست اور چارہ ساز نہ بنانا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ یہ باہمی ایک دوسرے کے دوست اور چارہ ساز بن جائیں، لیکن تمہارے دلی دوست کبھی نہیں ہو سکتے۔

اس وضاحت کے بعد بھی تم میں سے جو شخص انہیں اپنا رفیق اور دوست بنائیگا تو اس کا شمار انہی میں ہوگا۔ اسلئے کہ جو لوگ یوں بدہ دانستہ غلط راستے اختیار کر لیں وہ صحیح راستے پر کیسے ہو سکتے ہیں؟

(۵۲) جن لوگوں کے دل میں منافقت کا مرض ہے تو دیکھے گا کہ وہ ان (یہود و نصاریٰ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

کی دوستی کی طرف کیسے دوڑ کر جاتے ہیں' اور اس کے لئے وجۂ جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ان کی رفاقت چھوڑ دی تو ہم کسی مصیبت کے چکّر میں نہ پھنس جائیں۔

تم ان کی باتیں سنتے رہو۔ وہ وقت دُور نہیں کہ تمہیں ایک فیصلہ کن کامیابی حاصل ہو جائے اور اس طرح تم پر کشاد کی راہیں کھل جائیں۔ یا خدا کی طرف سے کوئی اور بات واقع ہو جائے' اُس وقت وہ تمام باتیں' جنہیں یہ اِس وقت اپنے دِل میں چھپاتے ہیں' اُبھر کر سامنے آ جائیں گی اور انہیں اپنی حرکات پر سخت شرمندہ ہونا پڑے گا۔

۵۴ اُس وقت جماعتِ مومنین کے افراد کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو خدا کی سخت قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں!

اِن (منافقین) کی تمام کوششیں غارت ہو جائیں گی اور یہ انجام کار سخت نقصان میں رہیں گے۔ منافقت کا ہمیشہ یہی انجام ہوتا ہے۔

۵۴ اے ایمان والو! جو تم میں سے 'نظامِ خداوندی سے پھر جائے' (تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ کا کیا بگاڑے گا) اللہ انکی جگہ ایسی قوم لے آئیگا جسکے افراد دنیا کی ہر شے کے مقابلہ میں 'نظامِ خداوندی کو زیادہ عزیز رکھیں گے' اور ان کی اِس رَوِش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا بھی انہیں عزیز رکھے گا۔ ان کی خصوصیات یہ ہوں گی کہ وہ اس نظام کے ماننے والوں کے سامنے 'ریشم کی طرح نرم' اور شاخِ ثمردار کی طرح خمیدہ ہوں گے' لیکن اس نظام کے مخالفین کے مقابلہ میں فولاد کی طرح سخت ($\frac{48}{29}$)۔ وہ اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہیں گے اور کسی کی طعن و تشنیع سے نہیں ڈریں گے۔ یہ نوازشاتِ خداوندی کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جو قوم بھی انہیں' قانونِ خداوندی کے مطابق حاصل کرنا چاہے اسے حاصل ہو سکتی ہیں۔ خدا کے ہاں نہ تو گروہ بندانہ تنگ نظری ہے اور نہ ہی انعامات کی اندھا دھند تقسیم۔

۵۵ یاد رکھو! تمہارا رفیق اور چارہ ساز صرف یہ نظامِ خداوندی ہے جو رسول کے ہاتھوں

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ
اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۚ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ
اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

متشکل ہوا ہے۔ نیز تمہاری اپنی جماعت کے لوگ جو اس کی صداقت پر یقین رکھتے ہوئے اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے عظیم فریضہ کی سرانجامدہی میں سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ قوانینِ خداوندی کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔

۵۶ سو جو لوگ بھی خدا کے اس نظام کو جو اس کے رسول کے ہاتھوں متشکل ہوا ہے' نیز اپنے ان رفقاء کو جو اس نظام کی صداقت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں' اپنا دوست اور چارہ ساز سمجھیں' تو ان کا شمار "خدا کی پارٹی" میں ہو جائے گا۔ اور "خدا کی پارٹی" ہی آخر الامر غالب آئے گی۔

۵۷ اے ایمان والو! اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) اور کفار میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق سمجھ رکھا ہے' اور اس کی تحقیر و تذلیل کے لئے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں' انہیں اپنا دوست مت بناؤ۔ تم مومن ہو تو ہمیشہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ دین کے مخالفین سے تمہارا کیا واسطہ؟

۵۸ اِن کی دناءت کا تو یہ عالم ہے کہ جب تم اجتماعِ صلوٰۃ کے لئے لوگوں کو آواز دیتے ہو تو یہ اس کی بھی ہنسی اڑاتے اور مذاق کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ عقل و بصیرت سے کام نہیں لیتے ورنہ اس حقیقت کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں تھا کہ جو اجتماعات' نوعِ انسان کی فلاح اور بہبود کے لئے منعقد ہوں' ان کے انعقاد میں خود انہی کا فائدہ ہے۔ ان کا مذاق اڑانا خود اپنا مذاق اڑانا ہے۔

۵۹ ان اہلِ کتاب سے پوچھو کہ تم ہم سے کس بات پر بگڑتے ہو اور کون سے جرم کی سزا دینا چاہتے ہو؟ ہمارا "جرم" اس کے سوا کیا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس قانون کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں جو خدا نے ہماری طرف نازل کیا ہے' اور ان تمام قوانین پر جو اس سے پہلے (خود تمہاری طرف) نازل ہوئے تھے' لیکن تم میں سے اکثر نے اس راہ کو چھوڑ کر دوسری

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿۶۰﴾ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶۲﴾

راہیں اختیار کرلی تھیں۔

توکیا تم ہم سے اس بات پر بگڑتے ہو کہ ہم نے خدا کے تجویز کردہ راستے کو کیوں اختیار کر رکھا ہے؟

۶۰ ان سے کہو کہ تم ' ہمارے خلاف ' ہزار جذباتِ عناد و عداوت اپنے دل میں رکھو' اس سے ہمارا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ انجام اُسی کا خراب ہوتا ہے جو قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ تباہی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ زندگی کی سعادتوں اور خوشگواریوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اِن کی انسانی صلاحیتیں جھُلس کر راکھ بن جاتی ہیں۔ ان سے کہو کہ تم تو خود اپنی تاریخ میں دیکھ چکے ہو کہ احکامِ سبت کی خلاف ورزی کرنے والوں کا کیا حشر ہوا تھا؟ ان میں اِنسانیت کا شائبہ تک باقی نہیں رہا تھا۔ ان کی سیرت بدترین حیوانوں جیسی ہوگئی تھی (۲/۶۵)۔ ان پر ذلت اور محکومی کی مار پڑی (۲/۶۱) ——— اور محکومی بھی کس کی؟ ان کی' جن کی سرکشی اور تمرّد کی کوئی حد نہ تھی!

یہ ہیں وہ لوگ جو صحیح راستے سے بہت دُور نکل جاتے ہیں اور آخر الامر اس مقام تک جا پہنچتے ہیں جو انسان کے لئے بدترین مقام ہو سکتا ہے۔

۶۱ اس ذہنیت کی وجہ سے ان کی اب تک یہ حالت ہے کہ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں ——— حالانکہ جب یہ آئے تھے تو اس وقت بھی ان کے دلوں میں کفر بھرا ہوا تھا اور جب گئے ہیں تب بھی اپنے ساتھ کفر ہی لے کر گئے ہیں' ایمان لے کر نہیں گئے ——— اِن میں اتنی اخلاقی جرأت بھی نہیں رہی کہ کھلے بندوں کہیں کہ ہم تمہاری رَوش اختیار نہیں کر سکتے۔ حالانکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ انکی اِس قسم کی فریب کارانہ حرکات سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ یہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں' خدا کو اس کا پورا پورا علم ہے۔

۶۲ تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ وہ جرم و سرکشی اور حرام خوری میں سب سے تیز ہیں

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾

——— کیا ہی برے ہیں یہ کام جنہیں یہ لوگ (دن رات) کرتے رہتے ہیں۔

۶۳ اور تماشا یہ کہ اِن کے علماء۔ اور مشایخ بھی اِنہیں اِن جرائم اور حرام خوری سے نہیں روکتے۔ انہوں نے بھی مذہب کو کاروبار بنا رکھا ہے ——— کس قدر گھناؤنا ہے ان کا یہ کاروبار!

۶۴ جب ہم جماعتِ مومنین سے کہتے ہیں کہ نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے مال و دولت صرف کرو، تو یہ (یہود) اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذرا ان کے خدا کو دیکھو' جو ان سے کہتا ہے کہ ہماری راہ میں خرچ کرو۔ ہمیں قرض دو! کیا اُس خدا کے اپنے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جو وہ انسانوں سے خرچ کرنے کو کہتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ خود بخیل بن چکے ہیں۔ فلاحِ انسانیت کے کاموں میں کچھ خرچ نہیں کرتے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم ہو چکے ہیں اس لئے اِس قسم کی باتیں کر کے اپنے دل کا غبار نکالتے رہتے ہیں۔ ان سے کہو کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں ——— اس کے دونوں ہاتھ کھلے اور کشادہ ہیں۔ وہ اپنے قانونِ مشیت کے مطابق اپنے خزانوں کے مُنہ کھلے رکھتا ہے۔

تم نے دیکھا کہ خدا کے وہی احکام' جن سے ایمان والوں کے جذباتِ اطاعت اُبھرتے اور بڑھتے ہیں' کس طرح' اِن لوگوں کی سرکشی اور انکار کے جذبات کو بھڑکانے کا موجب بن جاتے ہیں ——— یہ ہے اندازِ نگاہ کا فرق اور نفسیاتی تبدیلی کا اثر! اِن کی اِس ذہنیت' اور مذہب کو کاروبار بنا لینے کا نتیجہ یہ ہے کہ خود ان میں باہمی بغض و عداوت پیدا ہو چکی ہے ——— نہ یہ اپنی ذہنیت بدلیں گے' نہ بغض و عداوت کے جذبات مٹیں گے ——— اِن کی حالت یہ ہے کہ یہ جہاں رہیں گے' ملک میں بدامنی پھیلانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ انہوں نے کئی مرتبہ جنگ کی آگ بھڑکانے کی بھی کوشش کی لیکن اللہ نے (دوسری

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾
وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ
اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾

جماعتوں کے ذریعے روک تھام کرکے -۲/۱۴۸) اسے بجھا دیا۔ اس لئے کہ اللہ فساد انگیزی اور خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔

۶۵ لیکن اس کے باوجود ہم نے ان پر سعادت و برکات کے دروازے بند نہیں کئے۔ اگر یہ لوگ (قرآن پر) ایمان لے آتے اور اس طرح زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہتے' تو ہم ان کی (خود پیدا کردہ) ناہمواریوں کو دور کر دیتے اور انہیں زندگی کی سرفرازیوں اور خوشگواریوں سے نوازتے۔

۶۶ جب یہ لوگ' پہلے بھی زندگی کی خوشگواریوں سے محروم کئے گئے تھے تو اس کی وجہ کوئی ذاتی عناد نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے قوانین خداوندی کا اتباع چھوڑ دیا تھا۔ اگر یہ تورات و انجیل کی حقیقی تعلیم پر کاربند رہتے تو ان پر زمین و آسمان کی برکات کے دروازے کھل جاتے اور ہر مقام سے رزق کے چشمے ابلتے چلے آتے (۷/۹۶ ؛ ۷/۹۶)۔ لیکن انہوں نے بجز معدودے چند' جنہوں نے میانہ روی اختیار کی' اپنے لئے بری بری راہیں تلاش کر لیں اور سخت معیوب حرکات شروع کر دیں۔

اب پھر ان کے لئے باز آفرینی کا موقعہ آیا تھا۔ اگر یہ اس ضابطہ ہدایت (قرآن) پر کاربند ہو جاتے تو پھر انہی برکات سے بہرہ یاب ہو جاتے۔ لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت شروع کر دی۔

۶۷ بایں ہمہ اے رسول! تم اس ضابطہ ہدایت کو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے' تمام انسانوں تک یکساں طور پر پہنچاتے رہو' تاکہ کوئی شخص' صحیح راہ نمائی نہ پہنچنے کی وجہ سے' ہلاک نہ ہو جائے (۶/۱۲)۔ تمہارا فریضہ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے (۱۳/۴۰)۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ فریضہ رسالت کی عدم ادائیگی ہوگی۔ تم ان لوگوں کی مخالفت کی قطعاً

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا

پرواہ نہ کرو۔ اللہ تمہارے مشن کو مخالفین کی شرانگیزیوں سے محفوظ رکھے گا (۳/۱۴۳)۔

تم اس حقیقت کو بھی یاد رکھو کہ تمہارے ذمے اس پیغام کا پہنچا دینا ہے۔ تم اس کے مکلف نہیں کہ لوگ اسے بالضرور قبول بھی کرلیں (۲/۲۷۲، ۱۰/۹۹، ۲۶/۳، ۲۹/۵۶)۔ جو لوگ اس کا فیصلہ کرلیں کہ ہم نے کسی کی بات ماننی ہی نہیں، خواہ وہ کیسی ہی حق و صداقت اور علم و بصیرت پر مبنی کیوں نہ ہو، تو ایسے لوگ کبھی راہ راست پر نہیں آسکتے (۲/۶-۷)۔

۶۸ ان اہلِ کتاب سے کہدو کہ یونہی زبان سے ایمان کا دعوےٰ کرنے' اور اس طرح خود بھی دھوکے میں رہنے اور دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ جب تک تم تورات و انجیل کی حقیقی تعلیم پر جواب اِس ضابطۂ خداوندی میں محفوظ کردی گئی ہے' قائم نہیں ہوجاتے تمہاری کوئی بات قابلِ اعتناء نہیں سمجھی جاسکتی۔

لیکن تم دیکھو گے کہ قرآن کی طرف دعوت ان لوگوں کے جذبات سرکشی اور عداوت کو اور تیز کردیگی سو تم ان کی تباہی پر تاسف نہ کرو' اس لئے کہ انہوں نے دیدہ دانستہ اپنی تباہی کو اپنے ہاتھوں خرید رکھا ہے۔ اس سے انہیں کون بچا سکتا ہے؟

۶۹ تم ان سے برابر کہتے جاؤ کہ اسلام کے دروازے ہر قوم اور ملت کے لئے یکساں طور پر کھلے ہیں۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ یہودی ہوں یا نصرانی۔ صابی ہوں یا وہ لوگ جو کسی رسمی گروہ میں داخل ہوئے بغیر' ویسے ہی خدا کو مانتے ہیں —— یا خود مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے —— غرضیکہ کوئی بھی ہو' جو بھی خدا کے اقتدارِ اعلیٰ' زندگی کے تسلسل اور اس کے قانونِ مکافات پر اس طرح ایمان لاتے جس طرح قرآن میں بتایا گیا ہے (۲/۱۳۷) اور اس کے دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق صلاحیت بخش کام کرے تو انہیں کسی قسم کا خوف و خطر اور حزن و ملال نہیں ہوگا۔ وہ انتہائی اطمینان اور امن کی زندگی بسر کریں گے (۲/۶۲)۔

وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوٓا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰىهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ

---

(٧٠) یہی پیغام تھا جو ہم نے مختلف پیغامبروں کی معرفت، بنی اسرائیل کی طرف بھی بھیجا تھا، اور ان سے اس پر قائم رہنے کا عہد لیا تھا۔ لیکن ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ جب کسی رسول نے ایسی بات کہی جو ان کے مفاد و رجحان کے خلاف جاتی تھی، اور اس لئے انہیں ناپسند تھی، تو یہ دہیں اکڑ جاتے۔ پھر ان رسولوں میں سے بعض کی تکذیب کرتے اور بعض کو قتل بھی کر دیتے۔ (۲/۸۷)۔

(٧١) انہوں نے اپنے دل میں سمجھ رکھا تھا کہ ہم جو جی میں آئے کریں، ہم سے کون باز پرس کرنے والا ہے، اور کون ہمیں تکلیف پہنچا سکتا ہے؟ اس تکبر اور نخوت کا نتیجہ تھا کہ یہ بالکل اندھے اور بہرے ہو گئے۔ (شدتِ جذبات میں ہوتا ہی ایسا ہے)۔ لیکن اس کے باوجود قانونِ خداوندی نے انہیں مہلت دی اور جب انہوں نے اپنی روش بدل لی تو پھر زندگی کی خوشگواریوں سے متمتع ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد پھر ان کی وہی حالت ہو گئی اور انہوں نے پھر شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر حقائق کی طرف سے اپنی آنکھیں پھیر لیں، اور صداقت کی آواز کی طرف سے اپنے کان بند کر لئے ——— اور خدا کا قانونِ مکافات برابر دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟

(٧٢) انہی اہلِ کتاب کا ایک گروہ (نصاریٰ) یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مسیحؑ ابن مریم، خدا ہے۔ یہ صریحاً کفر ہے۔ مسیحؑ نے اپنی قوم، بنی اسرائیل، سے وہی کچھ کہا تھا جو دوسرے انبیاءؑ کہتے چلے آئے تھے۔ یعنی یہ کہ تم خدا کی محکومیت اختیار کرو۔ وہ تمہارا پروردگار بھی ہے، اور میرا بھی۔ جو شخص اللہ کی حاکمیت میں کسی اور کو شریک کر لیتا ہے اس پر جنت حرام ہو جاتی ہے۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ انسانوں کو خدا کا درجہ دیدیا جائے۔ ایسے لوگوں کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہو سکتا۔

(٧٣) یہ کہہ دیں گے کہ ہم اکیلے مسیحؑ کو خدا نہیں مانتے۔ ہم "باپ۔ بیٹا۔ روح القدس تینوں کے مجموعہ کو خدا تسلیم کرتے ہیں، اس لئے ہم خدا کے خدا ہونے سے انکار نہیں کرتے۔ ان سے کہو کہ یہ کونسا توحید کا عقیدہ ہے؟ یہ بھی کھلا ہوا کفر ہے۔ یاد رکھو! خدائے واحد کے علاوہ اور کوئی

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۚ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۚ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۚ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾

۱۰ ع ۱۱ ۱۴

الٰہ نہیں۔ نہ ہی اس کی شانِ الوہیت میں کوئی اور شریک ہے۔

اگر اس کے باوجود یہ لوگ اپنے ان باطل عقائد سے باز نہیں آئیں گے تو اس کفر کا نتیجہ الم انگیز عذاب کے سوا اور کیا ہوگا؟

۷۴ کیا (اس کے بعد بھی) یہ لوگ ان عقائد کو چھوڑ کر خدا (کی کتاب 'قرآن') کی طرف نہیں آنا چاہتے' جہاں سے انہیں' اپنے سابقہ غلط عقائد کے مضرت رساں نتائج سے حفاظت بھی مل جائے گی اور ان کی ذات کی نشوونما کا سامان بھی۔

کیا یہ خدا سے اپنی حفاظت بھی طلب نہیں کرنا چاہتے؟

۷۵ مسیح ابن مریم خدا کا پیغام بر تھا ——— اس سے پہلے بھی خدا کے پیغامبر ہو گزرے ہیں اور اس کی والدہ ایک راستباز' سچی عورت تھی۔ وہ دونوں انسان تھے اور عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے (ان کے خدا ہونے کے خلاف یہی دلیل کافی ہے)۔

دیکھو! ہم کس طرح نکھار اور ابھار کر بات واضح کر رہے ہیں اور یہ کس طرح اپنے انہی باطل عقائد کی طرف اُلٹے پھر رہے ہیں!

۷۶ ان سے کہو کہ کیا تم خدا سے ورے ہی' ان ہستیوں کو اپنا الٰہ (صاحب اقتدار خدا) تسلیم کر لیتے ہو جنہیں نہ تمہارے نفع کا اختیار ہے' نہ نقصان کا۔ ان کے برعکس' خدا وہ ہے جو سب کچھ سننے والا' اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۷۷ ان سے کہو کہ اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں ناحق غلو (مبالغہ) نہ کرو۔ ہر ایک کو اپنے اپنے مقام پر رکھو۔ اس سے آگے نہ بڑھاؤ۔ خدا کو خدا مانو۔ رسول کو رسول۔ اور اُن

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

لوگوں کے جذبات و تصورات کے پیچھے نہ لگو جو اس سے پہلے خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے ساتھ اور بہت سوں کو گمراہ کر دیا۔ یہ سب سیدھے راستے سے بھٹک کر کہیں سے کہیں چلے گئے۔

یاد رکھو! انبیاء کی نبوت سے انکار ہی گمراہی نہیں۔ انہیں' ان کے مقام سے آگے بڑھا دینا بھی گمراہی ہے' اور سخت گمراہی۔

۷۸ بنی اسرائیل کے گمراہ کن عقائد اور تباہ کن روش کے متعلق جو کچھ اس وقت کہا جا رہا ہے' وہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ لوگ' اس سے قبل' اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بنا پر' خود اپنے دو برگزیدہ پیغمبروں' داؤدؑ اور عیسےؑ کی زبان سے ملعون قرار دیئے گئے تھے۔ یعنی انہوں نے ان سے کہدیا تھا کہ ان کی اس غلط روش کی وجہ سے ان سے نوازشات خداوندی چھینی جا رہی ہیں۔

۷۹ اُس وقت ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ ان کے معاشرہ میں برائیاں عام ہو چکی تھیں اور یہ ایک دوسرے کو روکتے ٹوکتے بھی نہیں تھے۔

۸۰ اور اب تک ان کی یہ حالت ہے کہ یہ' ان لوگوں سے اپنا یارانہ گانٹھتے ہیں جو دینِ خداوندی کے منکر اور مخالف ہیں۔

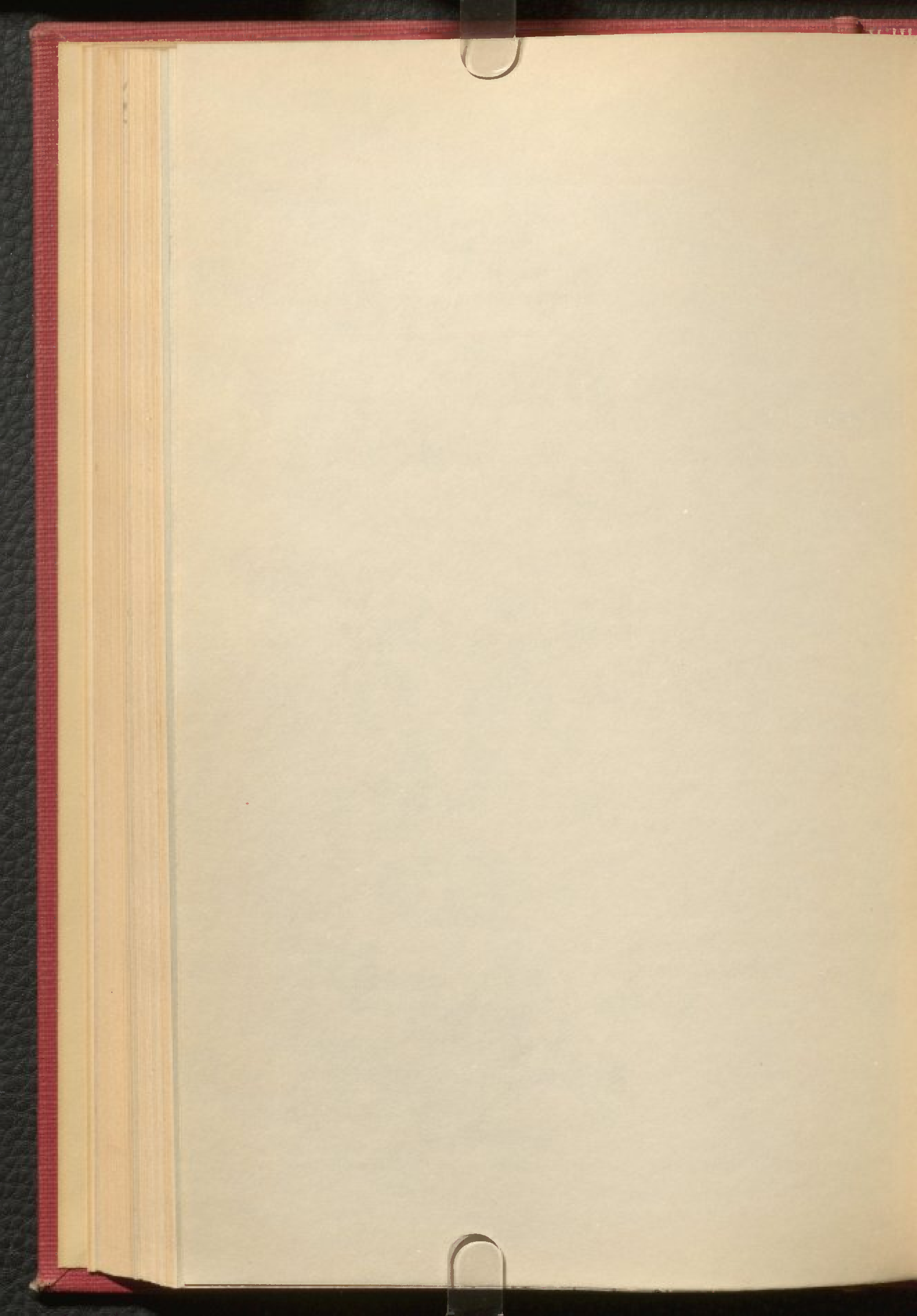
کتنا بُرا ہے یہ مسالہ جسے یہ' اپنے مستقبل کی تعمیر کے لئے تیّار کر رہے ہیں! خدا کے قانون سے اس طرح سرکشی برتنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو گا کہ یہ ذلّت و رسوائی کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

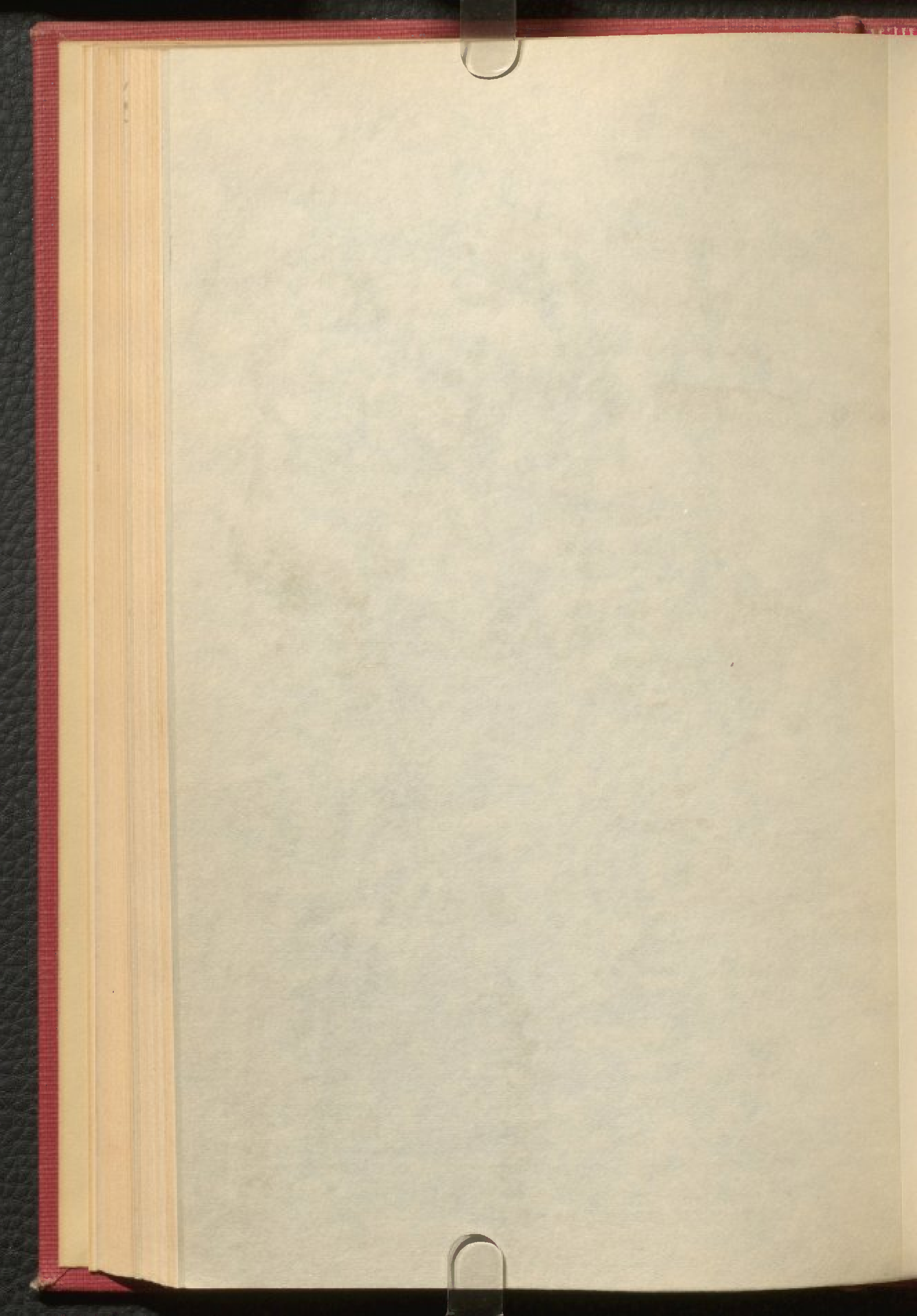
۸۱ جن کفار سے یہ اس وقت یوں دوستانہ تعلقات قائم کرتے ہیں' اگر وہ اللہ پر اور اِس نبی پر اور جو کچھ اس پر نازل کیا گیا ہے' اُس پر ایمان لے آتے' تو یہ کبھی انہیں اپنا دوست نہ بناتے۔ لہذا' اِن کفّار کے ساتھ اِن کی دوستی محض اِس لئے ہے کہ وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ ان کی دوستی کی اور کوئی بنیاد نہیں۔ وہ اگر آج اسلام کی دشمنی چھوڑ دیں' تو یہ ان سے دوستی چھوڑ دیں۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾

ان میں اکثریت ان کی ہے جو سیدھی راہ کو چھوڑ چکے ہیں۔

(۸۲) اے رسول! تم یہود اور مشرکین (عرب) کو جماعت مومنین کے شدید ترین دشمن پاؤ گے۔ ان کے برعکس، جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں، تو دیکھے گا کہ وہ تمہاری جماعت کے ساتھ دوستی میں قریب تر ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں منکسر المزاج عالم اور تارک الدنیا راہب ہیں جن کی طبیعت میں تکبر اور سرکشی نہیں ہوتی۔





بصیرت افروز لٹریچر

- **قتل مرتد** کیا اسلام مرتد کو واقعی قتل کی سزا دیتا ہے؟ اور جنگ کے قیدیوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنا کر بلا تعداد گھروں میں ڈالنے کی اجازت دیتا ہے؟ اس کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔

- **مزاج شناس رسول** سیاست جب مذہب کا نقاب اوڑھ کر میدان عمل میں آتی ہے تو سادہ لوح لوگ نقاب کے اندر کی صورت نہیں دیکھ سکتے مذہب کے دیوانے اُسے احیائے دین کی جد و جہد سمجھ لیتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے سیاست کی انوکھی شعبدہ بازی واضع طور پر سامنے آجائے گی۔ قیمت مجلد چار روپے۔

- **دھتکارے ہوئے انسان** قتل کے بعد اور پھانسی سے پہلے قاتل کی جذباتی اور ذہنی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ عورت ہر شام سر بازار کیوں فروخت ہوتی ہے؟ اس کے ذمہ دار کون لوگ ہیں! اگر جرائم پیشہ دنیا کا نظارہ کرنا ہو تو ہماری یہ کتاب پڑھیے عنائت اللہ نے دو سال جیل میں رہ کر قلمبند کیا ہے۔ قیمت مجلد پانچ روپے۔

- **فجر الاسلام** علامہ احمد امین مصری مرحوم کی عظیم کتاب جو پہلی صدی ھجری کی جامع تاریخ ہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات۔ عقائد۔ اعمال۔ اسلامی فتوحات ایرانی۔ یونانی اور رومی اثرات کو تاریخی واقعات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ قیمت آٹھ روپے۔

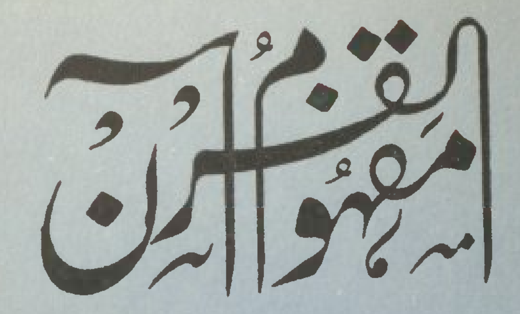
- **اسلام پر کیا گزری؟** علامہ احمد امین مصری مرحوم کی دوسری عظیم تاریخی کتاب ضحی الاسلام جس کا اردو ترجمہ بڑی کاوش سے کیا گیا ہے اس کا پہلا حصہ شائع ہو چکا ہے۔ قیمت پانچ روپے۔

ملنے کا پتہ :—

میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

بار اول — میزان پرنٹنگ پریس — ۲۷ — بی، شاہ عالم مارکیٹ — لاہور میں باہتمام معراج الدین مینیجر چھپا۔ — تعداد دو ہزار



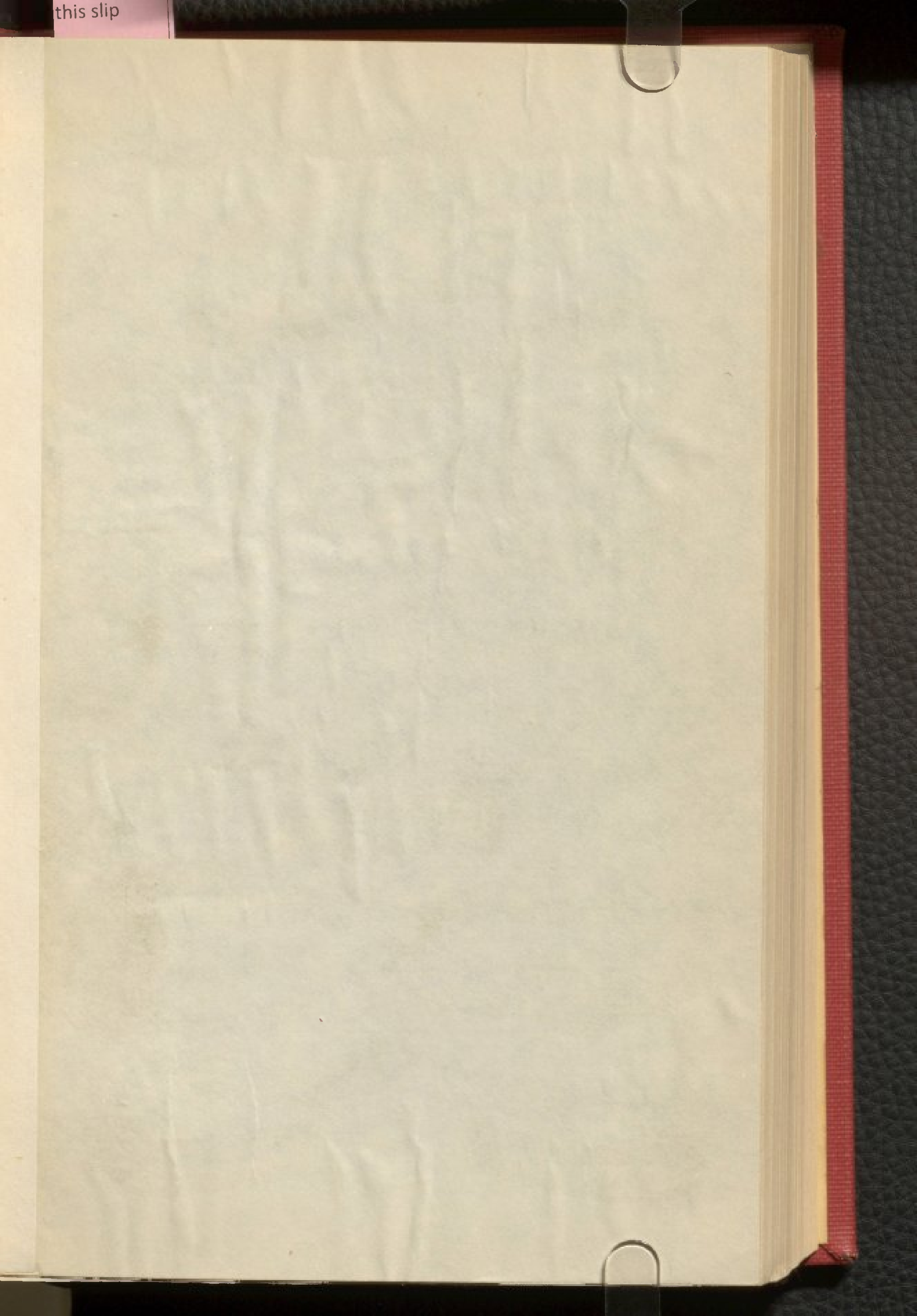
ساتواں پارہ

ناشران

میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷۔بی۔شاہ عالم مارکیٹ۔لاہور

ہدیہ -/۲


this slip

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

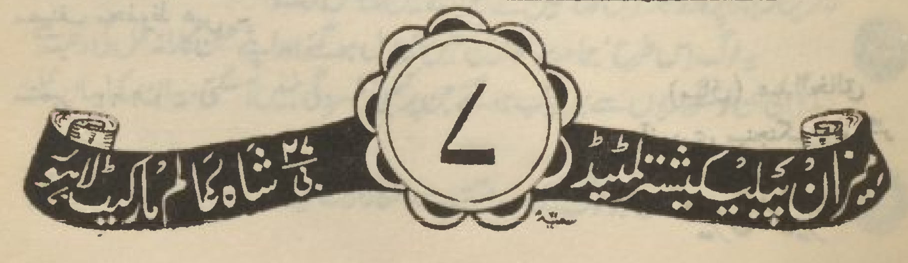
مفہوم القرآن

الحمد سے والناس تک مسلسل

قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز

از پرویز

یہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، نہ تفسیر بلکہ اس کا مفہوم ایسے واضح، مسلسل، مربوط اور دل کش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آجاتے ہیں



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفہوم القرآن کا ساتواں پارہ پیش خدمت ہے - آٹھواں پارہ زیر طبع ہے - جن حضرات کی نظروں سے اس سے پہلے پارے نہیں گذرے ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے اور نہ ہی اسکی تفسیر بلکہ یہ اُس کا مفہوم ہے جسے اپنے لفظوں میں اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی پوری تعلیم ، صاف - واضح - مسلسل اور مربوط شکل میں سامنے آجائے - اس میں مفہوم بیان کرنے والے کے ذاتی خیالات کا کوئی دخل نہیں اس مفہوم کی سند ، لغات القرآن ہے ، جسے عربی زبان کی مستند کتب لغت سے مرتب کیا گیا ہے - اس میں جس لفظ کا مفہوم آپ کو مروجہ ترجموں سے مختلف نظر آئے ، اس کے صحیح ہونے کی دلیل اور سند لغات القرآن میں مل جائیگی - لغات القرآن چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے جن کی مجموعی قیمت ۵۷ روپے ہے -

۲ - قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو مختلف مقامات میں پیش کرتا ہے اور آیات کو پھیر پھیر کر لاتا ہے تاکہ ہر معاملہ کے مختلف گوشے سامنے آجائیں - مفہوم القرآن میں بھی اس کا التزام کیا گیا ہے - اس میں آپ کو جہاں جہاں دوسری آیات کے حوالے ملیں ، اس سے مراد یہ ہے کہ اس مضمون کی مزید وضاحت اُن مقامات میں آئی ہے - وہاں بھی دیکھ لیں -

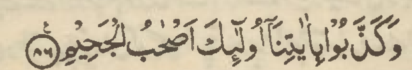
۳ - مفہوم القرآن ایک ایک پارہ کرکے شائع ہوتا رہے گا - اگر آپ نے پہلے پارے نہیں خریدے تو اسے جلد حاصل کرلیں - ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا - پہلے پارے کا ہدیہ تین روپے ہے کیونکہ اس کی ضخامت ۸۱ صفحات ہے - باقی تمام پاروں کا ہدیہ دو روپے فی پارہ ہے -

۴ - مفہوم القرآن کی طباعت - اخذ - ترجمہ وغیرہ کے حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں -

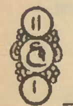
ستمبر ۱۹۶۲

(میاں) عبدالخالق
آنریری مینجنگ ڈائریکٹر
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ




وَإِذَا سَمِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ

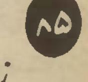
تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّٰهِدِينَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّٰلِحِينَ ﴿۸۴﴾ فَأَثَٰبَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِـَٔايَٰتِنَآ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ الْجَحِيمِ ﴿۸۶﴾



۸۳ یہی وجہ ہے کہ جب وہ قرآن کریم کی آیات سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اِس لئے کہ اِن آیات میں اُنہیں حقیقت بے نقاب نظر آجاتی ہے اور وہ اسے فوراً پہچان لیتے ہیں۔ اور پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، سو تو ہمارا شمار بھی اس جماعت میں کرلے جو حق کی نگہبان اور نوعِ انسان کے اعمال کی نگران ہے۔ (۲/۱۴۳)۔



۸۴ وہ کہتے ہیں کہ حقیقت کو اس طرح بے نقاب دیکھ لینے کے بعد کونسی بات باقی رہ جاتی ہے کہ ہم اللہ پر اور اس کتاب پر ایمان نہ لے آئیں جو سرتاسر حق و صداقت ہے۔ اور اس بات کی آرزو نہ کریں کہ ہمارا پروردگار ہمیں صالحین کے زمرے میں شامل کرلے۔



۸۵ یہ لوگ اِس طرح، جماعتِ مومنین میں شامل ہو گئے اور اپنے حسن کارانہ عمل کی وجہ سے زندگی کی ان خوشگواریوں سے بہرہ یاب ہو گئے جن پر کبھی افسردگی نہیں آسکتی۔ یہ ان کے ایمان و عمل کا بدلہ ہے۔



۸۶ ان کے برعکس جو لوگ اس صداقت سے انکار کرتے ہیں اور ہمارے قوانین کو جھٹلاتے ہیں،

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحَرِّمُوا۟ طَيِّبَٰتِ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوا۟ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ حَلَٰلًا طَيِّبًا ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِىٓ أَنتُم بِهِۦ مُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ ٱللَّهُ بِٱللَّغْوِ فِىٓ أَيْمَٰنِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ ٱلْأَيْمَٰنَ ۖ فَكَفَّٰرَتُهُۥٓ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّٰرَةُ أَيْمَٰنِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَٱحْفَظُوٓا۟ أَيْمَٰنَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾

تو یہ لوگ زندگی کی ارتقائی منزل میں آگے نہیں جاسکیں گے۔ ان کے لئے شادابیوں کی جنت کے بجائے، تباہیوں کا جہنم ہے۔

۸۷ ان عیسائی راہبوں کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے زندگی کی خوشگوار چیزوں کو، جنہیں خدا نے حلال قرار دیا تھا، مسلکِ خانقاہیت کی بنا پر، اپنے اوپر حرام قرار دے لیا —— یعنی یہودی اگر افراط کی طرف چلے گئے اور حرام خوری تک اتر آئے تو یہ (عیسائی راہب) تفریط کی طرف چلے گئے اور انہوں نے حلال و طیّب چیزوں کو بھی اپنے اوپر حرام قرار دے لیا —— وہ بھی غلط تھا، یہ بھی غلط۔

اے جماعتِ مومنین! تم نے ایسا نہ کرنا کہ جن خوشگوار چیزوں کو خدا نے حلال قرار دیا ہے انہیں اپنے اوپر حرام قرار دے لو۔ نہ ہی یہ کہ جن چیزوں پر اس نے پابندیاں عائد کی ہیں، تم ان پابندیوں کو توڑنے لگ جاؤ۔ حد سے گزر جانا، یعنی افراط و تفریط، دونوں اطراف میں برا ہوتا ہے۔

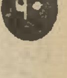
۸۸ حق کی راہ یہ ہے کہ تم، قرآن کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے، زندگی کی خوشگواریوں سے بہرہ یاب ہو، اور اس طرح، جو کچھ اللہ نے سامانِ رزق عطا کیا ہے اسے حلال و طیّب طریق سے کھاؤ پیو۔ اور یوں اُس خدا کے قوانین کی نگہداشت کرو جس پر تم ایمان لاتے ہو۔

۸۹ اگر تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ہم نے فلاں فلاں حلال چیزوں کے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے اس لئے اب اس قسم کو کس طرح توڑیں؟ تو یاد رکھو۔ لغو اور مہمل قسموں پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا (۲/۲۲۵)۔ باقی رہیں وہ (غلط) قسمیں جو تم نے قصد و ارادہ سے نہایت محکم طور پر کھائی ہوں، تو انہیں بھی توڑا جاسکتا ہے، لیکن اس صورت میں کچھ کفارہ دینا ہوگا۔ یہ کفارہ، دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ کھانا ویسا ہی ہونا چاہئے جیسا تم عام

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿۹۱﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۹۲﴾

طور پر اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یا دس مسکینوں کو کپڑا دینا۔ یا کسی غلام (گردن) کا آزاد کرانا[1]۔
لیکن جسے یہ کچھ میسّر نہ ہو (یا حالات ایسے ہوں جن میں یہ کچھ ممکن نہ ہو — مثلاً کوئی محتاج یا غلام موجود نہ ہو) تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔ یہ کفّارہ ہے تمہاری اُن (غلط) قسموں کا جو تم نے بالارادہ کھائی ہوں۔ لیکن جو قسمیں قوانینِ خداوندی کے خلاف نہ ہوں، ان کی پاسداری نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ قسمیں درحقیقت عہد و پیمان کی حیثیت رکھتی ہیں اور عہد کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے (خواہ وہ عہد دوسروں کے ساتھ کیا گیا ہو، یا خود اپنے ساتھ)۔

اس طرح، اللہ اپنے قوانین و احکام کو واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تمہاری کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔



(قسموں پر قائم رہنا اس امر کی شہادت ہے کہ تمہارا عزم و ارادہ محکم ہے۔ تمہاری قوتِ ارادی اور قوتِ فیصلہ بہت مضبوط ہے۔ اس سے سیرت میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اِسکے برعکس، ہر وہ کام جس سے عقل و فکر ماؤف، حوصلہ اور ہمّت پست، اور عزم و ارادہ کمزور ہو جائے اس قابل ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے۔ مثلاً) خمر۔ میسرہ۔ انصاب۔ ازلام (جن کا ذکر ۲/۲۱۹؛ ۵/۴ میں آچکا ہے) ایسے کام ہیں جن سے معاشرہ میں تخریب پیدا ہوتی ہے اور انسان کے قلب و دماغ کی صلاحیتیں ماؤف ہو جاتی ہیں (۱۰/۱۰۰)۔ لہٰذا تم ان سے اجتناب کرو تاکہ یہ تمہاری کامیابی کے راستے میں روڑا بن کر نہ اٹک جائیں۔



اگر تم اپنے پست جذبات کی تسکین کے لئے خمر اور میسرہ جیسی عادات پر اتر آئے تو یہ چیزیں (انفرادی کمزوری پیدا کرنے کے علاوہ) تم میں باہمی عداوت اور کینہ پیدا کر دیں گی، اور قوانینِ خداوندی کو پیشِ نظر رکھنے اور نظامِ صلوٰۃ کے قائم کرنے سے تمہیں روک دیں گی۔

کیا اس قدر وضاحت کے بعد بھی تم ان چیزوں سے باز نہیں رہو گے؟



تمہارے لئے سلامتی کی راہ یہی ہے کہ تم اس نظام کی اطاعت کرو جو قوانینِ خداوندی کے مطابق اسکے

---

[1] محکوموں اور مظلوموں کی آزادی اسی زمرہ میں آجائے گی۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

(۱۲ ع ۲)

رسول کے ہاتھوں متشکل ہوا ہے' اور ہر اس کام سے بچو جو اس نظام کے ضعف کا باعث ہو لیکن اگر تم (یہ سب کچھ سمجھ لینے کے بعد بھی) گریز کی راہیں نکالو اور اس سے مُنہ موڑ لو' تو اس کا خمیازہ تم خود بھگتو گے۔ ہمارے رسول کے ذمّے اتنا ہی ہے کہ وہ تم تک ہمارے قوانین و احکام واضح طور پر پہنچا دے۔ یہ تمہارے اختیار کی بات ہے کہ تم ان پر عمل کرو یا ان کی خلاف ورزی کرو (تم جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے)۔

۹۳ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں' اور خدا کے بتائے ہوئے صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو رہے ہیں' ان پر کھانے پینے کے معاملہ میں کوئی بندش نہیں (کہ یوں کھائیں اور یوں نہ کھائیں) بشرطیکہ وہ اُن چیزوں سے بچیں جن سے اُنہیں روک دیا گیا ہے۔ اور اس طرح اپنے ایمان و کردار کا عملی ثبوت دیں۔ اس کے بعد' جن اور باتوں سے روکا جائے' ان سے بھی بچیں اور یوں اپنے ایمان کا عملی ثبوت دیتے جائیں — قابلِ اجتناب باتوں سے رکتے جائیں اور حُسن کارانہ طور پر زندگی بسر کرتے رہیں۔ یاد رکھو! کامیابی و کامرانی کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ انسان تخریبی (منفی[1]) امور سے بچے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تعمیری (مثبت[2]) کاموں میں حصہ لے۔ یہی اندازِ زندگی قانونِ خداوندی کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

۹۴ اِس قسم کی پابندیاں عائد کرنے سے مقصد' خود تمہاری ذات میں استحکام اور ثبات پیدا کرنا ہے۔ (مثلاً') ذرا تصوّر میں لاؤ اِس منظر کو کہ تم حرم کعبہ کے اندر ہو اور شکار تمہارے ہاتھ کے نیچے' یا نیزے کی زد کے اندر آ چکا ہے۔ اب ایک طرف یہ شکار ہے جو تمہارے ہاتھ میں آیا ہوا ہے۔ دوسری طرف خدا کا حکم ہے کہ حرم کے اندر شکار نہیں پکڑا جائے گا۔ اس شکار میں بظاہر تمہیں کوئی نقصان رساں بات نظر نہیں آتی۔ لیکن تمہارا ایمان ہے کہ خدا نے

[1] NEGATIVE OR DESTRUCTIVE
[2] POSITIVE OR CONSTRUCTIVE

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

جو پابندی لگائی ہے، اُس کے توڑنے میں یقیناً ایسے مضرات پوشیدہ ہیں جو تمہیں سرِ دست دکھائی نہیں دیتے۔

اس کشمکش میں دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ تم پر پیش پا افتادہ فائدہ کی کشش غالب آتی ہے یا احکامِ خداوندی کے اَن دیکھے نتائج کا احساس۔ اس قسم کی کشمکش، زندگی میں قدم قدم پر تمہارے سامنے آئے گی۔ سو جو شخص خدا کی عائد کردہ پابندی کو توڑ کر حدود شکنی کرے گا تو اسکا اذیت رساں نتیجہ اُس کے سامنے آجائے گا۔

۹۵　لہذا، اے جماعتِ مومنین! تم حدودِ حرم کے اندر شکار مت مارو۔ (ہم نے کعبہ کو امن کا مقام قرار دیا ہے۔ ۳/۹۶۔ ہماری اِس ضمانت کا تقاضا ہے کہ انسان تو انسان، حیوان بھی اس کے اندر آجائے تو اسے امن مل جائے)۔ اگر تم میں سے کوئی حدودِ حرم کے اندر ارادۃً شکار کرلے تو اس کی سزا یہ ہے کہ جو جانور تم نے مارا ہے، اس کی مثل کوئی مویشی تحفۃً کعبہ تک پہنچا دیا جائے (تاکہ وہ ضرورتمندوں کے کھانے کے کام آئے ۲۲/۲۸)۔ اس بات کا فیصلہ کہ کونسا جانور اُس جانور کے ہم پلّہ ہے جسے شکار کیا گیا تھا، تم میں سے دو صاحب انصاف آدمی کریں (جنہیں اسکا علم ہو کہ کونسا جانور کس جانور کے ہم پلّہ ہوتا ہے)۔

یا اس کا کفارہ، اُس جانور کی قیمت کے برابر مسکینوں کا کھانا ہے۔ یا اُس کے برابر روزے رکھنا (اس حساب سے جس کا ذکر ۵/۸۹ میں کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ تین روزے، دس مسکینوں کے کھانے کے برابر ہوتے ہیں)۔

یہ اِس لئے ہے کہ تم نے جو دیدہ دانستہ حدود شکنی کی ہے اس کا خمیازہ بھگتو (اور تمہارا نفس پابندیوں کے احترام کا خوگر ہو جائے)۔

یہ حکم اب سے نافذ ہوگا۔ اس سے پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا۔ جو اس کے بعد ایسا کریگا اُسے سزا دی جائے گی۔ اِس لئے کہ وہ قانون، قانون ہی نہیں ہوتا جس کی خلاف ورزی کی سزا نہ ہو۔ اور اگر اُس کے پیچھے ایسی قوت نہ ہو جو اُس سزا کو عمل میں لاسکے تو وہ قانون، وعظ بن کر رہ جاتا ہے۔ لہذا، نظامِ خداوندی میں، قانون شکنی کی سزا بھی ہے اور ایسی قوت بھی جو

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَاۗىِٕدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اس سزا کو نافذ کر سکے۔

(۹۶) یہ پابندی، کہ حدودِ حرم کے اندر شکار کرنا حرام ہے، خشکی کے جانوروں تک محدود ہے۔ جہاں تک پانی کے جانوروں کا تعلق ہے، ان کا کھانا جائز ہے —— خواہ انہیں تم خود شکار کرو۔ یا انہیں پانی اچھال کر خشکی پر پھینک دے، یا پانی کے پیچھے ہٹ جانے سے وہ خشکی پر رہ جائیں —— یہ تمہارے لئے، اور اہلِ قافلہ کے لئے سامانِ زیست ہے۔ سو تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو، جس کی خاطر تم، ہر طرف سے کھنچ کر اس مرکز میں جمع ہوتے ہو۔

(۹۷) یہ مرکز کعبہ ہے۔ یعنی وہ واجب الاحترام مقام جس کی مرکزیت سے مقصود یہ ہے کہ تمام نوعِ انسان اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو جائے اور کوئی فرد یا قوم، کسی دوسرے فرد یا قوم کی محتاج نہ رہے۔

یہ مقامِ اجتماع۔ اور وہ مہینے جن میں جنگ کی ممانعت کر دی گئی ہے تاکہ لوگ امن و سلامتی سے یہاں جمع ہو سکیں۔ اور وہ تحائف اور جانور جو اس اجتماع کی ضروریات کیلئے بھیجے یا لائے جائیں۔ یہ سب اسی عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ یعنی عالمگیر انسانیت کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جانے کے قابل بنا دینا۔

یہ باتیں تمہیں اس لئے بتائی جا رہی ہیں کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جس طرح خدا، کائنات کے تقاضوں سے واقف ہے اور وہ، بغیر کسی خارجی سہارے کے، اس حسن و خوبی سے چل رہی ہے، اسی طرح وہ نوعِ انسان کے تقاضوں سے بھی واقف ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی اجتماعی زندگی کا توازن بھی اسی طرح ٹھیک ٹھیک قائم رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کا ہمہ گیر قانون، تمام اشیائے کائنات اور عالمِ انسانیت کی ضروریات، مصالح اور تقاضوں سے باخبر ہے۔

(۹۸) سو جو قوم اس قانون کے مطابق زندگی بسر کرے گی، اس کیلئے حفاظت اور پرورش کے تمام سامان مہیا ہو جائیں گے۔ اور جو اس کے خلاف جائے گی، اسے سخت عواقب کا سامنا

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۰﴾ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۰۱﴾

کرنا پڑے گا۔

۹۹ اِن عواقب سے بچنے کا یہ طریقہ نہیں کہ تم زبان سے اِن قوانین کی صداقت کا اقرار کرلو اور دِل میں ان کے خلاف چلنے کی آرزوئیں بیدار رکھو۔ بالکل نہیں۔ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ظاہر و باطن دونوں پر پوری پوری نگاہ رکھتا ہے۔

باقی رہا یہ ہمارا رسول سو اس کے ذمے اِس پیغام کا تم تک پہنچا دینا ہے۔ اس کی اطاعت یا خلاف ورزی کرنا تمہارے اپنے اختیار و ارادہ کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم اپنی روش کے ذمہ دار آپ قرار پاتے ہو۔

۱۰۰ زندگی کی دو ہی روشیں ہیں ——— ایک طیّب ہے دوسری خبیث ——— تم ان میں سے جو روش چاہو اختیار کرلو۔ لیکن اس حقیقت کو کبھی نہ بھولو کہ وہ رَوش جو زندگی کے خوشگوار تعمیری پہلوؤں کو اُبھارے اور اُس کے ثمرات نوعِ انسان کے لئے نشوونما کا باعث ہوں ——— یہی وہ رَوش ہے جسے ہم نے طیّب کہہ کر پکارا ہے۔ اور وہ رَوش جو ناخوشگوار، تخریبی نتائج پیدا کرے اور اُس سے نوعِ انسان کی نشوونما رک جائے (اسے خبیث سے تعبیر کیا گیا ہے)۔ یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتیں، خواہ یہ بات تمہارے لئے کتنی ہی تعجب انگیز کیوں نہ ہو۔ اِس لئے کہ دنیا میں بالعموم دَور دورہ اِس دوسری رَوش کا رہا ہے اور یہی ہر جگہ چھائی ہوئی ہے۔ (یہ چیز اس روش کے صحیح ہونے کا ثبوت نہیں۔ یہ انسان کی کوتاہ نگہی ہے جو اسے اس بنا پر صحیح قرار دیتا ہے کہ عام چلن اسی کا ہے)۔

لہٰذا، اگر تم عقل و شعور رکھتے ہو اور کوتاہ نگہی اور بے بصری سے کام نہیں لیتے تو تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اِسی سے تم کامیاب زندگی بسر کر سکو گے۔

۱۰۱ ہم نے "طیّب" اور "خبیث" روشیں کہہ کر، عالمگیر اصول بیان کر دیئے ہیں۔ انکی تفاصیل نہیں دیں۔ ان عالمگیر اصولوں کی روشنی میں تم خود متعین کر سکتے ہو کہ کون سے کام

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

"طیّب" کی شق میں آتے ہیں اور کون سے "خبیث" کے ضمن میں۔ زندگی کے اصول غیر متبدل ہوتے ہیں اور جن پیکروں میں وہ اُصول کار فرما ہوتے ہیں' وہ بدلتے رہتے ہیں۔ انہی کو اِن اصولوں کی جزئیات و تفاصیل کہا جاتا ہے۔ ہم نے قرآن میں 'بالعموم' اصول دیئے ہیں۔ (بجز مستثنیات) ان کی جزئیات نہیں دیں۔

لہذا' جن چیزوں کی تفصیل ہم نے نہیں دی' تم ان کے متعلق کُرید کُرید کر نہ پوچھا کرو' کیونکہ اگر ہم نے ان تفاصیل کو بھی متعین کر دیا (تو وہ بھی غیر متبدل قرار پا جائیں گی اور جب وہ زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکیں گی تو ان کا نباہنا تمہارے لئے مشکل ہو جائے گا۔ اور اس طرح وہ تفاصیل تم پر ناگوار گزریں گی) اور یہ ظاہر ہے کہ جب نزول وحی کا سلسلہ جاری ہے تو تمہارے اصرار پر ان امور کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ بہر حال تم اس کا خاص خیال رکھو۔ جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا ہے اس سے ہم درگزر کرتے ہیں۔ آئندہ کیلئے تم احتیاط برتو۔ خدا کے قانون میں سابقہ غلطیوں کی معافی اور چھوٹی چھوٹی لغزشوں پر بردباری کی گنجائش ہے۔

۱۰۲ یہ جو تمہیں تنبیہہ کی گئی ہے تو اس لئے کہ تم سے پہلے ایک قوم (بنی اسرائیل) نے اِس قسم کے سوالات پوچھنے شروع کر دیئے تھے ($\frac{۲}{۱۰۸}$)۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اتنی قیود اور پابندیاں اپنے اوپر عائد کر لیں جن کا نباہنا اُن کے لئے مشکل ہو گیا' اور وہ (اِن جزئیات کی پابندی سے گھبرا کر) اصل دین ہی سے منحرف ہو گئے۔

۱۰۳ یاد رکھو! قانونِ خداوندی کی رُو سے' نہ بحیرہ کی کوئی اصل ہے نہ سائبہ کی۔ نہ وصیلہ کی نہ حام[1] کی۔ (یہ سب توہم پرستی کی رسومات ہیں)۔ ان لوگوں نے' جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے' ان رسومات کو خود وضع کر لیا ہے اور اس کے بعد انہیں خواہ مخواہ خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اس قسم کی مضحکہ خیز اور احمقانہ رسومات کو دینِ خداوندی سے کچھ واسطہ نہیں ہو سکتا! دینِ خداوندی تو یکسر علم و بصیرت پر مبنی ہے۔

۱۰۴ توہم پرستانہ رسوم کو دین سمجھنے والوں کی حالت یہ ہے کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے

[1] عرب جاہلیہ میں' بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے (جیسے ہندوؤں کے ہاں سانڈ چھوڑ دیتے ہیں) اور انہیں متبرک سمجھا جاتا تھا۔ یہ اسی قسم کے مختلف جانوروں کے نام ہیں۔ (تفصیل لغات القرآن میں دیکھئے)۔

تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ ۚ تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ ﴿١٠٦﴾

کہ اِس قانون کی طرف آؤ جسے خدا نے نازل کیا ہے' اور اس کے رسول کی طرف (جو اسکے مطابق ایک عملی نظام متشکل کر رہا ہے) تو یہ' اِس کے جواب میں' کہدیتے ہیں کہ نہیں! جو مسلک ہمارے اسلاف سے چلا آرہا ہے' وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ (۲/۱۷۰)۔

(کس قدر احمقانہ ہے یہ جواب کہ جو کچھ اسلاف سے ہوتا چلا آرہا ہے اس کے پرکھنے کی قطعًا ضرورت نہیں۔ ہم اسی پر آنکھیں بند کئے چلے جائیں گے' خواہ) اِن کے یہ اسلاف نہ علم و بصیرت رکھتے ہوں' اور نہ ہی خدا کی بتائی ہوئی راہ پر ہوں۔

۱۰۵ اے ایمان والو! اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ رکھو کہ تمہاری ذات کی حفاظت کی ذمہ داری تمہارے اپنے اوپر ہے (تمہارے اسلاف پر نہیں۔ ۲/۱۴۱ - نہ ہی تمہیں اس سے ڈرنا چاہیئے کہ اسلاف کی روش کی خلاف ورزی سے' وہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچادیں گے۔ بالکل نہیں) اگر تم سیدھے راستے پر چلتے جاؤ گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اُن کے اور تمہارے سب کے اعمال' خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور وہیں سے یہ فیصلہ ہوگا کہ کِس کے اعمال کِس قِسم کے ہیں۔

۱۰۶ اوپر کہا گیا ہے کہ ہم نے بالعموم دین کے اصول دیئے ہیں' اُن کی جزئیات متعین کرکے نہیں دیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم نے کسی قانون کی جزئیات بھی متعین نہیں کیں۔ بعض اہم قوانین کی جزئیات اور عملی طریق ہم نے متعین کردیئے ہیں۔ اِن میں قانونِ وصیت وشہادت بھی ہے۔ اس باب میں یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے' اور وہ وصیّت کر رہا ہو (کیونکہ وصیّت کرنا فرض ہے۔ ۲/۱۸۰) تو اس کے لئے گواہوں

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۗ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

(ع ۱۴)

کی ضرورت ہوگی۔ سو تم اپنے لوگوں میں سے دو ایسے گواہ مقرر کرلو جو انصاف پسند ہوں۔ لیکن اگر تم سفر کی حالت میں ہو' اور ایسی جگہ پر جہاں اپنے آدمی موجود نہیں۔ اور وہاں موت کا سامنا ہو جائے۔ تو پھر دوسرے لوگ ہی گواہ بنالو۔

پھر جب ان کی شہادت کی ضرورت پڑے تو تمہارے جج اُنہیں' صلوٰۃ کے بعد (مسجد میں) ٹھیرالیں (کیونکہ وہی تمہاری عدالت گاہ ہے)۔ اگر تمہیں شبہ ہو کہ وہ ویسے سچ سچ نہیں کہیں گے' تو وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم نے اس گواہی کے عوض کسی سے کچھ نہیں لیا' خواہ وہ ہمارا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی ہم سچی شہادت کو چھپائیں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم مجرم ہوں گے۔

۱۰۷ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے سچی گواہی نہیں دی' تو جس پارٹی کے خلاف انہوں نے غلط گواہی دی تھی' اُس پارٹی کے دو گواہ سامنے آئیں اور خدا کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی سابقہ گواہوں کے مقابلہ میں زیادہ سچی ہے۔ ہم حق سے ذرا بھی تجاوز نہیں کریں گے۔ اگر ایسا کریں تو ہم مجرم قرار دیئے جائیں۔

۱۰۸ (قانون خداوندی میں شہادت پر شہادت لینے کی گنجائش اِس لئے رکھ دی گئی ہے کہ اس سے) اس امر کا امکان ہے کہ گواہ حقیقت کے مطابق شہادت دیں کیونکہ اُنہیں اس کا خدشہ ہوگا کہ دوسرے گواہوں کی شہادت سے' اُن کی شہادت کی تردید ہو جائے گی (اور اس طرح وہ مجرم بھی قرار پائیں گے اور معاشرہ میں ان کی بدنامی بھی ہوگی)۔

اب تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو اور ان باتوں کو دل کے کانوں سے سنو۔ اگر تم اس راہ کو چھوڑ کر کسی دوسری راہ پر چل نکلے' تو وہ راہ تمہیں کبھی منزلِ مقصود تک نہیں لے جائے گی۔

۱۰۹ (یہ قوانین وضوابط معاشرہ کا توازن برقرار رکھنے کے لئے ہیں' لیکن اُس کے ساتھ

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ
النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ
الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ
وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

اس حقیقت کو بھی ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ انسان کے تمام اعمال کا اثر اس کی ذات پر مرتب ہوتا ہے اور انہی اثرات کے مطابق اس کا مستقبل تعمیر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر ہم جھوٹ بول کر عدالت کی نگہ احتساب سے بچ گئے، تو بس چھٹی پائی۔ قطعاً نہیں۔ اس کا جو اثر تمہاری ذات پر مرتب ہوا ہے اس کا نتیجہ بہر حال سامنے آئے گا —— اس زندگی میں نہیں تو اس کے بعد کی زندگی میں۔ جب اللہ تمام رسولوں سے پوچھے گا کہ لوگوں نے تمہاری دعوت کو کس طرح قبول کیا تھا —— دل سے مانا تھا یا محض ظاہر داری سے —— تو وہ کہیں گے کہ ہم تو نظر بظاہر ہی دیکھ سکتے تھے (کیونکہ عدالت اتنا ہی کر سکتی ہے) دلوں کی حالت کا علم تو تجھے (خدا) ہی (کو) ہو سکتا ہے۔

۱۱۰

اس باب میں (اے ہمارے رسول!) عیسیٰ کے متبعین کی حالت خاص اہمیت رکھتی ہے، اس لئے اسے خصوصیت سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس مقام تک پہنچنے سے پہلے، اس پس منظر کو سامنے لاؤ، جب اللہ، عیسیٰ ابنِ مریم سے کہیگا کہ میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو جن نعمتوں سے نوازا تھا، وہ تمہیں یاد ہوں گی۔ میں نے اس وحی کے ذریعے تمہیں تائید و تقویت عطا کی تھی جو، بلا آمیزش تم تک پہنچی تھی اور جس سے تمہاری دعوتِ انقلاب کو دُور دُور تک پھیل جانا تھا (۲/۸۷)۔ تم ابتدائی عمر میں بھی عمدہ باتیں کیا کرتے تھے اور پھر (یہودیوں کی سازش کے علی الرغم، جو تمہیں مار دینا چاہتے تھے) پختہ عمر تک پہنچ کر بھی (۳/۴۵)۔ پھر میں نے تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دی۔ یعنی تورات و انجیل کا علم دیا۔ یہی وہ تعلیم تھی جس کی انقلابی قوت کی بنا پر تم بنی اسرائیل سے کہتے تھے کہ میں تمہیں ایسی حیات نو عطا کر دوں گا جس سے تم اپنی موجودہ پستی (خاک نشینی) سے اُبھر کر، فضا کی بلندیوں میں اُڑنے کے قابل ہو جاؤ گے، اور اس طرح، تمہیں فکر و عمل کی رفعتیں نصیب ہو جائیں گی (۳/۴۹)۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

یہ آسمانی روشنی، تمہاری بے نور آنکھوں کو ایسی بصیرت عطا کر دے گی جس سے تم زندگی کے صحیح راستے پر چلنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ اس سے تمہاری قوم کی ویران کھیتی جس پر تروتازگی کا نشان تک باقی نہیں رہا، پھر سے سرسبز و شاداب ہو جائے گی، اور تمہاری وہ پست خصلتیں دور ہو جائیں گی جن کی وجہ سے تمہیں کوئی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔ مختصراً یہ کہ وہ ذلت و خواری کی موت جو اس وقت تم پر چاروں طرف سے مسلط ہے، ایک نئی زندگی میں تبدیل ہو جائے گی۔ (۳/۴۸؛ ۳/۱۱۱؛ ۶/۱۲۲)۔

تم (اے عیسیٰؑ!) اس قوم کے لئے یہ کچھ کر رہے تھے اور وہ لوگ تمہاری جان کے لاگو ہو رہے تھے۔ لیکن میں نے ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور تمہیں اُن کی دست درازیوں سے محفوظ رکھا۔ تم ان کے پاس دلائل و براہین لے کر آئے اور انہوں نے ان سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ تو کھلا ہوا جھوٹ ہے۔

۱۱۱ اور جب میں نے تمہارے حواریوں کو (انجیل میں بذریعہ وحی) حکم دیا تھا (جس طرح اب جماعتِ مومنین کو قرآن میں حکم دیا گیا ہے) کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں۔ اس پر انہوں نے کہا تھا کہ ہم ایمان لاتے۔ تم گواہ رہنا کہ ہم نے قوانین خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔

۱۱۲ اس کے بعد اُس جماعتِ مومنین نے تم سے کہا تھا کہ کیا ہمارا نشوونما دینے والا ہماری اس آرزو کو پورا کر دے گا کہ ہم معاش کے لئے انفرادی سہاروں کے محتاج نہ رہیں اور ہمارے لئے سامانِ نشوونما خدا کے نظامِ ربوبیت سے ملا کرے —— یعنی معیشت کے موجودہ "ارضی نظام" کی جگہ "سماوی نظام" قائم ہو جائے۔ اِس کے جواب میں تم نے ان سے کہا تھا کہ جب تم نظامِ خداوندی کی صداقت پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں چاہیئے کہ تم اُس کے قوانین کی پوری پوری نگہداشت کرو۔ جب تم ایسا کرو گے تو اُس کا وہ نظام قائم ہو جائے گا جس میں رزق کی ذمہ داری خود نظام کے سر ہوگی۔ افراد پر نہیں ہوگی۔

۱۱۳ انہوں نے کہا کہ ہماری تو دلی خواہش یہی ہے کہ ہم بلا منتِ غیرے، نظامِ ربوبیت ہی سے

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ ۗ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۗ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

(۱۵ ع ۵)

رزق حاصل کریں تاکہ اِس طرف سے ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے، اور ہمیں یقین آجائے کہ جو کچھ تو ہم سے کہتا ہے وہ بالکل سچ ہے، اور ہم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کی شہادت دیں۔

۱۱۴ اِس پر تم نے (اے عیسٰیؑ!) ہمارے حضور التجا کی تھی کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری نشو ونما کا سامان نظامِ ربوبیت کی رُو سے عطا ہو جائے تاکہ یہ چیز اس جماعت کے السابقون الاولون (سب سے پہلے ایمان لانے والوں) کے لئے بھی جشنِ مسرّت کا موجب ہو اور ان کے بعد آنے والوں کے لئے بھی۔ نیز یہ، تیرے قانون کی صداقت کی عملی نشانی بن جائے۔ تو ہمیں اِس طرح سامانِ زیست عطا فرما۔ اس لئے کہ جو رزق تیرے نظام کی رُو سے ملے وہ اُس سے کہیں بہتر ہوتا ہے جو انسانوں کی وساطت سے حاصل ہو —— انسانوں کے ہاتھ سے ملنے والے رزق سے تو پرواز میں سخت کوتاہی آجاتی ہے۔ اس رزق سے تو موت اچھی ہے۔

۱۱۵ اِس پر ہم نے کہا تھا کہ ہم تمہارے رزق کا اِسی طرح انتظام کر دیں[۱] گے۔ لیکن اپنے متبعین سے کہدو کہ اگر تم نے اس نظام کی صحیح صحیح قدر دانی نہ کی اور جن بنیادوں پر اِسے قائم کیا گیا ہے، تم اُن سے پھر گئے، تو اِس کی ایسی سخت سزا ملے گی جو دنیا میں کسی اور قوم کو نہ ملی ہو۔

۱۱۶ اس کے بعد خدا، (اپنے رسول) عیسٰیؑ سے پوچھے گا کہ تمہارے بعد، تمہارے نام لیواؤں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو معبود بنا کر، خدائی کا درجہ دیدیا تھا، اور کہتے تھے کہ یہ خود تمہاری تعلیم تھی۔ کیا تم نے اِن سے ایسا کہا تھا؟ (یہ بھی وہ بات جس کا ذکر ۵/۱۱۰ میں آیا تھا اور جس کے

---

[۱] حضرت عیسٰیؑ اور آپ کی جماعت کی زندگی کے جو بچے کھچے حالات تاریخ میں ملتے ہیں (جس میں خود اناجیل بھی شامل ہیں) اُن میں اُس نظامِ معیشت کے خط و خال نظر آتے ہیں۔ رسول اللہؐ کے عہدِ مبارک میں یہ نظام ابھر کر سامنے آگیا تھا۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾

لئے یہ پس منظر سامنے لایا گیا ہے۔)

وہ' اس کے جواب میں کہے گا کہ تیری ذات اِس سے بلند ہے کہ تیرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا جائے۔ مجھے بھلا یہ کب زیب دیتا تھا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق حاصل نہیں تھا؟ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو وہ تجھ سے کیسے مخفی رہ سکتی تھی! یہ تو ہو سکتا ہے (اور امرِ واقعہ بھی یہی ہے) کہ جن باتوں کا علم تو اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہے' وہ میرے (یا کسی اور کے) علم میں نہ آسکیں۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ تیرے بندوں کے دل میں جو بات ہو' وہ تجھ سے پوشیدہ رہ جائے؟ تو' تو ہر سربستہ راز' اور مستقبل میں واقع ہونے والے حوادث تک سے واقف ہے۔ (اس لئے اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو وہ تجھ سے کیسے چھپی رہ سکتی تھی؟)۔

۱۱۷ میں نے ان سے وہی کچھ کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ یعنی یہ کہ تم صرف اللہ کی عبودیت اختیار کرو جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور میرا بھی۔ میں جب تک ان میں رہا' ان کا نگران رہا (کہ وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں)۔ لیکن جب تو نے مجھے وفات دیدی تو میری نگرانی ختم ہوگئی۔ اس کے بعد تو ہی ان کا نگہبان تھا — اُنہی کا کیا' تو' تو کائنات کی ہر شے کا نگران و نگہبان ہے!

۱۱۸ انہوں نے جو کچھ کیا ہے' اُس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ اگر ان کا جرم' سزا کا مستوجب ہے تو انہیں اس سے مجال سرتابی کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو تیرے بندے ہیں۔ اور اگر وہ ایسا ہے کہ اُن کے دوسرے اعمال اُس کی تلافی کر سکتے ہیں' تو وہ سزا سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بہرحال' دونوں صورتوں میں فیصلہ تیرے قانون مکافات کی رُو سے ہوگا جو سرتاسر حکمت پر مبنی ہے اور اس کے نفاذ کا تجھے پورا پورا اختیار حاصل ہے۔

۱۱۹ اللہ کہے گا کہ یہ' اعمال کے نتائج کے ظہور کا دن ہے۔ اِس میں' صرف ان لوگوں کا ایمان انہیں فائدہ دے گا جو اپنے دعوٰے ایمان میں سچے تھے۔ یعنی انہوں نے اپنے ایمان کو اپنے



لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾

اعمال سے سچ کر دکھایا تھا۔ اُن کے لئے ایسی پر بہار زندگی ہے جس کی شادابیاں ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گی۔ انہوں نے اپنے آپ کو قانونِ خداوندی سے ہم آہنگ رکھا تو خدا کے قانونِ مکافات نے انہیں اپنے ثمرات و برکات سے ہم کنار کر دیا۔ یہ یقیناً بہت بڑی کامیابی و کامرانی ہے۔

١٢٠ یہ ہے خدا کا قانونِ مکافات جو کائنات کے گوشے گوشے میں جاری و ساری ہے۔ اس لئے کہ تمام کائنات اقتدارِ خداوندی کے تابع ہے۔ اس پر اس کا پورا پورا کنٹرول ہے۔

یوں رسولوں کی شہادت، اُن کے غلط رو متبعین کے خلاف جائے گی (٥/١٠٩) چہ جائیکہ وہ ان کی سفارش کریں، یا ان کے گناہوں کا کفارہ بن سکیں!



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۵ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

---

۱ کائنات کا گوشہ گوشہ اپنے پیدا کرنے والے کی حمد و ستائش کا زندہ پیکر ہے (۱/۱)۔ اس میں، ظلمت اور نور۔ تاریکی اور اُجالے کی نمود بھی اُسی کے قانون کے مطابق ہوتی ہے۔ (یہ نہیں کہ جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے تاریکی کا خدا اہرمن ہے اور روشنی کا خدا یزداں)۔ یہ اُن لوگوں کی غلط نگہی ہے جو توحید کا انکار کرکے خدا کے ساتھ اوروں کو بھی برابر کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

۲ تاریکی اور روشنی تو پھر بھی گردوں کی گردش کا نتیجہ ہے۔ خدا تو وہ ہے جس نے تمہاری تخلیق کی ابتدا بے جان مادہ سے کی اور پھر (تمہاری طبیعی زندگی کے لئے) ایک میعاد ٹھہرا دی۔ افراد کی موت و حیات کے علاوہ، اقوام کی موت اور حیات کے لئے بھی ایک میعاد ہوتی ہے۔ یہ میعاد قانون خداوندی کے مطابق متعین ہوتی ہے۔[لہ]

۳ لہذا، یہ نہ سمجھ لو کہ خدا کا قانون، خارجی کائنات تک ہی محدود ہے۔ انسانوں کی زندگی اس کے دائرۂ اثر و نفوذ سے باہر ہے (۲۹/۶۱—۶۳)۔ کائنات میں بھی اسی کا قانون نافذ العمل ہے اور تمہاری تمدنی اور معاشی زندگی میں بھی۔ (۲۱/۲۱—۲۲ ؛ ۴۳/۸۴)۔ وہ تمہاری اُن باتوں

لہ افراد کی مدتِ حیات خدا کے طبیعی قوانین کے مطابق متعین ہوتی ہے (۳/۱۴۴ ؛ ۵۶/۶۰)۔ اور اسی کے مطابق عمر گھٹ بڑھ سکتی ہے (۳۵/۱۱)۔ اسی طرح قوموں کی موت و حیات کیلئے بھی قانون مقرر ہے۔ مدت پہلے سے مقرر نہیں۔ قانون مقرر ہے جس کے مطابق وہ قوم اپنی زندگی کی مدت خود مقرر کرتی ہے (۱۰/۴۹ ؛ ۱۳/۳۸ ؛ ۷/۳۴) جب اس قانون کے مطابق کسی قوم کی زندگی کے دن ختم ہو جاتے ہیں تو لمحے اس سے مفر نہیں ہو سکتا۔ (۷/۳۴)۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ⑤ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ⑥ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑦

سے بھی واقف ہے جو اُبھر کر سامنے آجاتی ہیں اور اُن سے بھی جو چھپی رہتی ہیں۔ (وہ تمہاری مضمر اور مشہود، دونوں صلاحیتوں کو جانتا ہے) - اور جو کچھ تم کرتے ہو، اس سے باخبر ہے۔

۴ لیکن اس کے باوجود، لوگوں کی حالت یہ ہے کہ (خدا کے کائناتی قوانین ـــــ قوانینِ فطرت کے تو اسدرجہ قائل ہیں کہ اِن پر علوم سائنس کی اتنی عظیم عمارت قائم کر رکھی ہے لیکن) جب اُسی خدا کی طرف سے، (ان کی تمدنی اور معاشی زندگی سے متعلق) کوئی قانون آتا ہے تو اُس سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔

۵ یہی کیفیت اِن مخاطبین کی ہے۔ جب خدا کا وہ ضابطۂ قوانین جو ٹھوس حقائق اپنے اندر رکھتا ہے، ان کی طرف آیا تو انہوں نے اُسے جھٹلا دیا اور جس انقلاب کا اِس میں ذکر کیا گیا ہے، اُس کی ہنسی اُڑانے لگے۔ لیکن کیا اس سے، وہ انقلاب رُک جائے گا؟ وہ تو آکر رہے گا۔

۶ یہ اپنی قوت اور دولت کے نشے میں بدمست ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا نظامِ زندگی، جس سے انہیں اس قدر خوشحالی اور فراوانی حاصل ہے، انہیں کبھی تباہی کی طرف نہیں لے جاسکتا۔ لیکن کیا انہوں نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ ان سے پہلے، کتنی قومیں تباہ ہو چکی ہیں جنہیں اس قدر ثروت اور سطوت حاصل تھی جو انہیں بھی حاصل نہیں۔ ان پر رزق کی فراوانیوں کی بارش ہوتی تھی، اور معاشی خوش حالیوں کی نہریں بہتی تھیں۔ لیکن وہ اپنے غلط نظامِ زندگی کی وجہ سے (جس میں عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود کے بجائے، محدود مفاد پرستی کو پیشِ نظر رکھا گیا تھا) تباہ اور برباد ہو گئیں۔ اور ان کی جگہ دوسری قوموں نے لے لی۔

۷ ہم نے، اپنے نظام کے حق، اور ان کے نظام کے باطل ہونے کے ثبوت میں خارجی کائنات، انسانی تخلیق، اور تاریخی شواہد سے ایسے واضح دلائل پیش کر دیتے ہیں کہ ان کے بعد

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ﴿٨﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١١﴾ قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلْ لِلَّهِ ۚ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾

کسی صاحبِ عقل و بصیرت کو اس سے مجالِ انکار نہیں ہو سکتی۔ لیکن اِن کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم دلائل و براہین کو نہیں جانتے۔ ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ تب ہم مانیں گے۔ لیکن یہ بھی ان کی محض کٹ حجتی ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے کہ تم پر کوئی لکھی لکھائی کتاب آسمان سے نازل کر دیتے' جسے یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے کہ وہ سچ مچ کی کتاب ہے' تو جنہوں نے نہیں ماننا وہ اس پر بھی کہہ دیتے کہ یہ کھلا ہوا فریب ہے۔

٨ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول پر کوئی ایسا فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوتا (جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں)۔ اِن سے کہو کہ فرشتے اُس وقت آیا کرتے ہیں جب قوموں کی تباہی کا وقت آجاتا ہے۔ اُس وقت اِن کے معاملہ کا دو ٹوک فیصلہ ہو جایا کرتا ہے اور کسی کو اِس کی مہلت نہیں دی جاتی کہ وہ اپنی روش میں تبدیلی کر کے اس تباہی سے بچ جائے۔

٩ باقی رہا اِن کی طرف پیغام رسانی کا معاملہ' سو اِس مقصد کیلئے اگر ہم کوئی ایسا فرشتہ بھیجتے جو انہیں نظر آسکتا تو وہ بھی ان کے سامنے انسانی شکل ہی میں آتا۔ اُس صورت میں یہ' پھر انہی شبہات میں مبتلا رہتے جن میں اب ہیں۔

١٠ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس اہم معاملہ کو سنجیدگی سے (SERIOUSLY) لیتے ہی نہیں۔ یونہی ہنسی مذاق سمجھ رہے ہیں۔ یہ کچھ (اے رسول!) تمہارے ساتھ ہی نہیں ہو رہا۔ تم سے پہلے بھی جس قدر رسول آئے' اُن کا اِسی طرح مذاق اڑایا گیا۔ جب انہوں نے اقتدار پرستوں اور مفاد طلبوں سے کہا کہ تمہارا غلط نظامِ زندگی تمہیں تباہی کی طرف لئے جا رہا ہے' تو انہوں نے اُن کی ہنسی اڑائی۔ لیکن اُن ہنسی اڑانے والوں کو اس تباہی نے آگھیرا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

١١ اِن سے کہو کہ جاؤ! زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ ان قوموں کا کیا حشر ہوا جنہوں نے قانونِ خداوندی کو جھٹلایا تھا۔

١٢ ان سے کہو کہ ان تاریخی شواہد کے ساتھ' نظامِ کائنات پر بھی غور کرو اور دیکھو کہ

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

اس میں اقتدار اور قانون کس کا کارفرما ہے' اور یہ کس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے یوں سرگرمِ عمل ہے؟ ان سے کہو کہ (جیسا کہ تمہیں خود اس کا اعتراف ہے ۲۹/۶۱) یہ تمام سلسلہ خدا کے پروگرام کے مطابق چل رہا ہے' اور چل اس لئے رہا ہے کہ ہر شے کو اس کی نشوونما کا سامان ملتا رہے۔ اس لئے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے اس نے سامانِ نشوونما کا بہم پہنچانا بھی اپنے ذمّے لے رکھا ہے۔ خارجی کائنات میں تو یہ نظام بلا روک ٹوک جاری رہتا ہے' لیکن انسان' اپنی دنیا میں' اس کی مزاحمت کرتا ہے۔ لیکن اس کی مزاحمت کیسے روا رکھی جا سکتی ہے؟ لہٰذا سوچو کہ اگر' تم اس نظامِ ربوبیت کے راستے میں روک بن کر کھڑے ہو جاؤ تو تمہیں کھڑا رہنے دیا جائے گا؟ ایسا نہیں ہو گا۔ تمہیں ایک عظیم انقلاب سے دوچار ہونا پڑے گا ——— اور ضرور ہونا پڑے گا۔

ان حقائق کی موجودگی میں' ایسی عظیم صداقت سے انکار وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو تباہ کر چکے ہوں۔

۱۳ رات کی تاریکیاں ہوں یا دن کا اُجالا' خدا کے لئے یکساں ہے۔ اس لئے نہ تم اس سے بھاگ کر کہیں جا سکتے ہو' نہ اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکتے ہو۔ وہ سب کچھ سننے والا' جاننے والا ہے۔

۱۴ اِن سے کہو کہ کیا تم چاہتے ہو کہ ایسے خدا کو چھوڑ کر' جس نے اس عظیم سلسلۂ کائنات کو پیدا کیا اور پھر ہر شے کی نشوونما کا ذمّہ لیا' میں کوئی اور رفیق و کارساز تجویز کر لوں؟ اُس خدا کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو سامانِ زیست عطا کرتا ہے لیکن خود سامانِ زیست کا محتاج نہیں۔ اس لئے اس کی طرف سے جو کچھ ملتا ہے بلا مزد و معاوضہ ملتا ہے۔ وہ کسی کی محنت اور مشقت میں سے اپنے لئے کچھ نہیں لینا چاہتا۔

یہی ہے وہ خدا جس کے متعلق مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اس کے قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کروں' اور اس کی حاکمیت میں کسی اور کو شریک نہ کروں (۶/۱۶۴)۔

۱۵ ان سے کہو کہ میں کس طرح خدا کے قوانین سے سرکشی اختیار کر سکتا ہوں جبکہ مجھے معلوم ہے کہ ظہورِ نتائج کے وقت' ان کی خلاف ورزی کی پاداش ایسی سخت ہو گی جس سے مجھے

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۫ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

ڈرنا چاہیئے۔

۱۶ جو شخص، اُس دن، اس عقوبت سے محفوظ رہا، تو سمجھ لو کہ اُس پر خدا کا بڑا ہی فضل ہوا۔ یہ اُس کی بڑی کامیابی و کامرانی ہوگی، جو اُسے اُس کے اعمالِ حسنہ کے نتیجہ میں ملے گی۔

۱۷ یاد رکھو! انسان کو جو نقصان، قوانین خداوندی کی خلاف ورزی سے پہنچتا ہے، اُس کے ازالہ کی، اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ انسان اُسی کے قوانین کا اتباع کرے۔ یہی صورت نفع پہنچنے کی ہے۔ اِس لئے کہ نفع اور نقصان کے پیمانے، سب اُس کے قوانین کی رُو سے متعین ہوتے ہیں، جن پر اُسے پورا پورا کنٹرول ہے۔

۱۸ اس کے قوانین کی زد سے کوئی شخص باہر نہیں جا سکتا —— وہ سب پر غالب ہیں۔ لیکن اس کا یہ غلبہ، استبداد اور دھاندلی کا نہیں۔ وہ ہر بات سے باخبر ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

۱۹ ان سے پوچھو کہ، اِن حقائق کی صداقت کے لئے (جنہیں میں بیان کرتا ہوں) کس کی شہادت سب سے بڑی ہو سکتی ہے؟ میرے اور تمہارے درمیان خود خدا کی شہادت موجود ہے۔ اُسی کا فیصلہ سب سے بہتر ہو سکتا ہے۔ اس کی یہ شہادت اور فیصلہ اس قرآن میں موجود ہے جو مجھے بذریعہ وحی دیا گیا ہے تاکہ میں، اس کے ذریعے تمہیں، اور انہیں بھی جن تک یہ بعد ازاں پہنچے، زندگی کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کروں۔ (۱۵/۶ - ۱۴)۔

کیا تم یہ کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی ہے جس کے قوانین کی اطاعت کی جائے؟ ان سے کہو کہ اگر تمہارا یہی دعویٰ ہے تو میں اس کی صداقت کی شہادت نہیں دے سکتا۔ میرا دعویٰ تو یہی ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی اور ایسی ہستی نہیں جس کے قانون کی اطاعت کی جائے۔ جنہیں تم خدا کے اقتدار و اختیار میں شریک ٹھہراتے ہو، میرا ان سے

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَاۗؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ

کوئی تعلق نہیں۔ میں ان سے بیزار ہوں۔

۲۰ جن لوگوں کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی، وہ اس حقیقت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں کہ یہ قرآن، خدا ہی کی طرف سے ہے ــــ یوں پہچانتے ہیں جیسے ماں باپ اپنی اولاد کو پہچانتے ہوں۔ اس لئے، ان کا انکار حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے نہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ یہ اپنے آپ کو تباہ و برباد کر چکے ہیں۔ (اور خطرات سے حفاظت وہی چاہتا ہے جسے زندہ رہنے کی آرزو ہو۔ ۳۶/۷)۔

۲۱ ذرا سوچو کہ، اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اپنی طرف سے بات بنائے اور اسے خدا کی طرف منسوب کر دے۔ اسی طرح، اُس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا کون ہے جو خدا کے سچے قوانین کو جھٹلائے۔ یہ دونوں ظالم ہیں ــــ وہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتا ہے۔ اور یہ سچ کو جھوٹ قرار دیتا ہے ــــ اِن میں سے کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۲۲ جس دن یہ سب مغلوب و محکوم ہو کر تمہارے سامنے آئیں گے (یا، حیاتِ اُخروی میں اِن کے اعمال کے نتائج، اِن کے سامنے آئیں گے) تو اُس وقت ان لوگوں سے جو خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک ٹھیراتے ہیں، پوچھا جائے گا کہ بتاؤ! وہ کہاں ہیں جن کے متعلق تمہارا دعوےٰ تھا کہ وہ خدائی اختیارات میں شریک ہیں۔ (۱۶/۲۷)۔

۲۳ اُس وقت اِن کے پاس کوئی بات کہنے کے لئے نہیں ہوگی، بجز اِس کے کہ وہ خدا کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلائیں گے کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۴ اُس وقت کہا جائے گا کہ دیکھو! یہ لوگ کس طرح خود اپنے خلاف جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ جس قدر افترا پردازیاں کیا کرتے تھے، وہ سب بیکار ثابت ہو چکی ہوں گی۔

وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِن يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾

---

۲۵ اور اِن میں سے وہ بھی ہیں جو محض دکھاوے کی خاطر تیری طرف کان لگائے بیٹھے رہتے ہیں، ورنہ ضد اور تعصب کی بنا پر ان کے دلوں پر ایسے پردے پڑے ہوتے ہیں کہ ان میں بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ اور تکبّر و نخوت کی وجہ سے، ان کے کانوں میں ایسے ڈاٹ لگ چکے ہیں کہ کوئی آواز اِن کے دماغ تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ اِن کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ اگر اِن کے سامنے (دو، چار، دس نہیں) وہ تمام نشانیاں بھی آجائیں جن سے صداقت پہچانی جا سکتی ہے، تو یہ پھر بھی اُس پر ایمان نہ لائیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات بات پر تجھ سے اُلجھتے اور جھگڑتے رہتے ہیں۔ قرآن سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اِس میں، اِس کے سوا رکھا ہی کیا ہے کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں یہ دہراتا رہتا ہے۔

۲۶ اِس طرح یہ لوگ، خود بھی قرآن کی راہ نمائی سے بے نصیب رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے رہتے ہیں۔ لیکن اتنا نہیں سمجھتے کہ اس سے ہم کسی اور کا نقصان نہیں کرتے، خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

۲۷ اِس وقت تو یہ یوں بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہیں۔ (لیکن اے مخاطب!) اگر تو اُس منظر کو دیکھ سکتا جب یہ تباہی اور بربادی کے جہنم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور اس سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی، تو یہ کس حسرت و یاس سے کہیں گے کہ اگر ہمیں ایک موقعہ اور دیدیا جائے، تو ہم قوانینِ خداوندی کی کبھی تکذیب نہ کریں اور ان پر ضرور ایمان لے آئیں۔

۲۸ یہ کچھ وہ اسلئے نہیں کہیں گے کہ وہ واقعی اپنی حالت بدلنا چاہتے تھے۔ بلکہ اسلئے کہ جو کچھ وہ دوسروں سے چھپا کر کیا کرتے تھے (اور یوں مجرم ہونے کے باوجود، لوگوں کی نگاہوں میں بڑے معتبر بنے رہتے تھے) وہ بے حجاب ہو کر سامنے آجائے گا اور انہیں اپنے جرائم کے چھپانے کے لئے کوئی پردہ نہیں مل سکے گا۔ ورنہ ان کی کیفیت یہ ہے کہ اگر انہیں اور موقعہ بھی دیدیا جائے تو پھر وہی کچھ کرنے لگ جائیں جن سے انہیں روکا گیا تھا۔ (ایسا ہر روز ہوتا ہے۔ جب آدمی مصیبت میں پھنس جاتا ہے اور اس سے چھٹکارے کی

وَ قَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ لَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ

(۳ ع ۱۰ ۹)

کوئی صورت نظر نہیں آتی تو گڑگڑا گڑگڑا کر معافیاں مانگتا ہے اور وعدے کرتا ہے کہ اگر ایک دفعہ اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل ہو جائے تو آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا لیکن اِس کے بعد پھر وہی کچھ کرنے لگ جاتا ہے)۔

لہٰذا' یہ لوگ ایسا کہنے میں بھی سچے نہیں ہوں گے کہ اگر انہیں ایک موقعہ اور مل جائے تو وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔

(۲۹) اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں۔ اس لئے اگر ہم یہاں ایسا انتظام کر لیں کہ کسی کی گرفت میں نہ آسکیں۔ یا گرفت میں آنے کے بعد' جھوٹ سچ بول کر سزا پانے سے بچ جائیں' تو پھر اپنے آپ کو جائز اور ناجائز کی پابندیوں میں کیوں جکڑے رکھیں۔

یہی وجہ ہے کہ ارتکابِ جرم سے انسان اسی صورت میں بچ سکتا ہے' جب اُسے خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل' اور زندگی کے تسلسل (حیاتِ اُخروی) پر محکم یقین ہو(۴۵/۲۴)۔

(۳۰) اگر تم اُس وقت کا تصوّر کر سکو' جب یہ ظہورِ نتائج کے وقت اپنے نشوونما دینے والے کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ بتاؤ! زندگی کے تسلسل اور حیاتِ اُخروی کا عقیدہ' حقیقتِ ثابتہ تھا یا نہیں؟ تو نہیں یہ کہنے کے سوا چارہ ہی نہیں ہوگا کہ ہاں! ہمارا نشوونما دینے والا اس پر شاہد ہے کہ یہ فی الواقعہ ایک ٹھوس حقیقت تھی۔ اُس وقت اِن سے کہا جائے گا کہ اب اس اِعترافِ حقیقت سے کیا فائدہ؟ اب تم اپنے اعمال کی سزا بھگتو جس سے تم یوں انکار کیا کرتے تھے۔

غلط رَوش کے نتائج' اِس زندگی میں بھی سامنے آسکتے ہیں اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔ غلط نظام کی قومی اور اجتماعی تباہیاں یہیں سامنے آجاتی ہیں۔

(۳۱) جو لوگ خدا کے قانونِ مکافات سے انکار کرتے ہیں' وہ خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ جب وہ تباہ کن انقلاب' یک لخت اُن کے سامنے آئے گا تو وہ بصد حسرت و یاس

لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى

کہیں گے کہ ہم سے بڑی تقصیر ہوئی۔ لیکن اُس وقت ایسا کہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ اپنے غلط اعمال کے بوجھ کے نیچے دبے ہوں گے —— اور کسقدر برا ہے وہ بوجھ جس سے انسان کی انسانیت یوں کچلی جائے!

۳۲ یہ سب اِس لئے کہ انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ انسان کی طبیعی زندگی ہی بس حقیقی زندگی ہے اور اس کے تقاضوں کا پورا کرنا ہی مقصودِ حیات' حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ طبیعی زندگی کے تقاضوں کی اہمیت کے باوجود، جب کبھی ایسا ہو کہ اِن تقاضوں میں اور انسان کی ذات کے تقاضوں میں تصادم واقع ہو جائے' تو اُس وقت طبیعی زندگی کے تقاضا کو کھیل تماشے سے زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیئے' اور انسانی زندگی کے تقاضا کو اس پر قربان نہیں کر دینا چاہیئے۔ جو لوگ تباہی سے بچنا چاہتے ہیں اُن کے نزدیک' ایسے وقت میں' انسانی زندگی کا تقاضا' طبعی تقاضا کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

کیا ان کی سمجھ میں اتنی سی بات بھی نہیں آتی کہ زندگی محض حیوانی سطح کی زندگی نہیں' اِس سے بلند' انسانی سطح کی زندگی بھی ہے۔ اور انسانی زندگی' بہر نوع' حیوانی زندگی سے بلند ہوتی ہے۔

۳۳ (اے رسول!) ہم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ یہ لوگ' اس نظام کے متعلق جو باتیں کرتے ہیں وہ تمہارے لئے سخت ملال اور افسردگی کا باعث ہوتی ہیں۔ لیکن یہ تجھے تو جھوٹا نہیں سمجھتے (جو یہ بات تم پر اس طرح گراں گزرے) یہ تو قانونِ خداوندی کو جھٹلاتے ہیں (حالانکہ ان کا دل اسے صحیح تسلیم کرتا ہے ۲۷/۱۴)۔ اس لئے' اِن کی اِن باتوں سے دل پر بُرا اثر لینے کی کوئی وجہ نہیں۔ (اگر تم کسی سے کہو کہ سنکھیا ہلاک ہوتا ہے اور وہ کہے کہ نہیں وہ ممدِ حیات ہے۔ تو اِس سے اُس کی جہالت پر افسوس تو ہو سکتا ہے۔ ضیق اور ملال نہیں ہونا چاہیئے)۔

۳۴ پھر یہ بات کوئی نئی بھی نہیں۔ تم سے پہلے بھی جو رسول آئے ان کے ساتھ یہی کچھ ہوتا رہا۔ اُن کی پیش کردہ تعلیم کی بھی اسی طرح تکذیب ہوتی رہی۔ لیکن انہوں نے

الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۘ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ

يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

اِن باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور نہایت استقلال اور استقامت سے اپنے پروگرام پر عمل پیرا رہے۔ اور جسقدر تکالیف مخالفین کی طرف سے پہنچتی رہیں، انہیں ہمّت سے برداشت کیا۔ یہاں تک کہ بالآخر (ہمارے قانون کے مطابق) ہماری طرف سے نصرت آپہنچی —— پہنچتی کیوں نہ؟ خدا کا قانون اٹل ہے۔ اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں کرسکتا —— یہ حقیقت اُن انبیاءؑ کے احوال و کوائف سے واضح ہو جاتی ہے جن کے تذکرے (اس قرآن میں) تم تک پہنچ چکے ہیں۔

۳۵ اِن لوگوں کی طرف سے اِسقدر مخالفت کے باوجود، تم اس غم سے نڈھال رہتے ہو کہ یہ صحیح راستے کی طرف کیوں نہیں آتے؛ کیوں اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں (۱۸/۶)؟ لیکن تم لاکھ غم کھاؤ اور ہزار افسوس کرو، یہ پھر بھی صحیح راستے پر نہیں آنے کے۔ اگر تم ایسا کرسکو کہ زمین میں کوئی سرنگ لگا کر (پاتال تک جا پہنچو)۔ یا آسمان میں سیڑھی لگا کر عالم بالا تک پہنچ جاؤ۔ اور وہاں سے کوئی ایسا معجزہ لے آؤ جس سے ان کی تسلّی ہو جائے، تو یہ اس پر بھی ایمان نہیں لائیں گے (۱۷/۹۰-۹۳)۔ (تمہاری یہ آرزو کہ لوگ صحیح راستے پر آجائیں، تمہارے خلوص اور انسانیت کے ساتھ تمہاری گہری ہمدردی کی دلیل ہے۔ لیکن انہیں زبردستی صحیح راستے پر لانے کا سوال نہیں۔ اگر انسان کا اختیار و ارادہ سلب کر کے سب کو ایک طریق پر چلانا مقصود ہوتا تو خدا کے لئے ایسا کرنا کیا مشکل تھا؟ (۱۰/۹۸-۹۹)۔ لیکن اس کا مقصد یہ ہے نہیں۔ وہ انسان کا اختیار نہیں چھیننا چاہتا۔ یہ ہے اسکی وجہ۔ سو تم نے اُن لوگوں میں سے نہ ہو جانا جو حقیقت سے بےخبر ہونے کی وجہ سے کہا کرتے ہیں کہ اللہ نے تمام انسانوں کو نیک ہی کیوں نہ بنا دیا!

۳۶ ہم نے ہدایت اور گمراہی کے لئے قانون یہ مقرر کر دیا ہے کہ جو شخص عقل و بصیرت سے کام نہیں لے گا اس پر حقیقت مشتبہ رہے گی (۱۰/۱۰۰)۔ اس کے برعکس، جو بات کو دل کے کانوں سے سنے گا، وہ اس پر لبیک کہے گا۔ باقی رہے وہ جو بےحس ہیں، تو وہ آہستہ آہستہ بیدار ہوں گے اور رفتہ رفتہ دینِ خداوندی کی طرف آئیں گے۔ (اس کے لئے تمہیں بڑی استقامت سے کام لینا ہوگا (۲/۲۶))۔ لیکن جو لوگ سمجھنے سوچنے کی صلاحیتیں ختم کر چکے ہوں گے اور ضد اور تعصّب کی بنا پر کچھ سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوں گے، وہ تباہ ہو جائیں گے۔ (۲/۶)۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۷ وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝۳۸ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۹ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۰

---

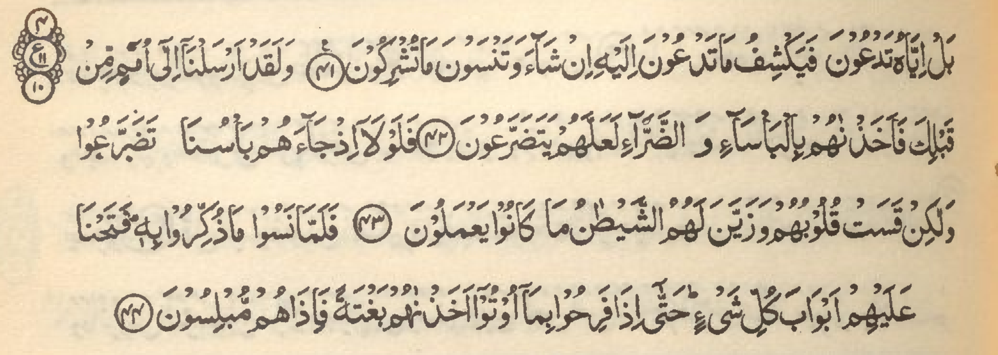
۳۷ اِن (کٹ محجتی کرنے والوں) کا اعتراض یہ ہے کہ خدا اپنے رسول پر کوئی نشانی (حِسّی معجزہ) کیوں نہیں نازل کرتا۔ اِن سے کہو کہ حِسّی معجزات کا رونما کر دینا' خدا کیلئے ناممکن نہیں' لیکن اُنہیں اس حقیقت کا علم نہیں کہ خدا چاہتا ہے کہ تم اپنی عقل و بصیرت سے کام لے کر غلط اور صحیح میں امتیاز کرو۔ وہ تمہاری عقل و فکر کو ماؤف کر کے تم سے حقیقت منوانا نہیں چاہتا۔

۳۸ یہ طریقِ کار (کہ سب کو مجبوراً ایک ہی راستہ پر چلایا جائے) خارجی کائنات میں اختیار کیا گیا ہے۔ تم دیکھو کہ جس قدر زمین پر چلنے والے ذی حیات ہیں۔ یا فضائے آسمانی میں اُڑنے والے پرندے' طبیعی تخلیق کے اعتبار سے' وہ بھی تمہارے ہی جیسی انواع ہیں۔ ان کے لئے ہم نے کتابِ فطرت میں تمام قوانین مکمل طور پر دے رکھے ہیں اور وہ' سب کے سب' بلاچون و چرا اپنے پروردگار کی طرف سے دی ہوئی راہ نمائی کے گرد جمع رہتے ہیں۔ اُس سے ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہٹتے (۲۴/۱۴)۔ یہ اسلئے کہ انہیں اختیار و ارادہ نہیں دیا گیا۔ مجبور پیدا کیا گیا ہے۔

۳۹ (لیکن انسان کی حالت اُن سے مختلف ہے۔ اسے عقل و فکر دے کر' صاحب اختیار و ارادہ بنایا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ عقل و فکر سے کام لے کر' خدا کی راہ نمائی اختیار کر لیتے ہیں۔ باقی) عقل کے دیئے گل کر کے' اُس کے قوانین کو جھٹلاتے رہتے ہیں' اور یوں بہرے اور گونگے بن کر' جہالت اور تعصب کی تاریکیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

انسانوں کے لئے یہی خدا کا مقرر کردہ قانون ہے۔ سو جو شخص' اِس قانون کے مطابق' غلط راستہ اختیار کرلے' وہ غلط راستے پر رہتا ہے۔ اور جو' صحیح راستہ اختیار کرنا چاہئے' اُس کے سامنے زندگی کی سیدھی اور توازن بدوش راہ آجاتی ہے۔

۴۰ اِن سے کہو کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خدا کے علاوہ اور قوتیں بھی اختیار و اقتدار رکھتی ہیں' تو جس وقت کوئی طبیعی آفت (آندھی۔ سیلاب۔ وبا وغیرہ) آتی ہے'



بل اياه تدعون فيكشف ما تدعون اليه ان شاء وتنسون ما تشركون (٤١) ولقد ارسلنا الى امم من قبلك فاخذنهم بالباساء والضراء لعلهم يتضرعون (٤٢) فلولا اذ جاءهم باسنا تضرعوا ولكن قست قلوبهم وزين لهم الشيطن ما كانوا يعملون (٤٣) فلما نسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شيء حتى اذا فرحوا بما اوتوا اخذنهم بغتة فاذا هم مبلسون (٤٤)

یا کوئی تباہ کن انقلاب برپا ہونے لگتا ہے تو تم، ان قوتوں کو اپنی مدد کے لئے کیوں نہیں پکارتے؟

۴۱ (بے ساختہ) خدا ہی کو کیوں پکارتے ہو؟ اُس وقت تم ان تمام قوتوں کو بھول جاتے ہو — پھر وہ مصیبت بھی خدا ہی کے قانون کے مطابق رفع ہوتی ہے۔ (لیکن اس کے بعد تم، قانونِ خداوندی کو پس پشت ڈال کر پھر غیر خدائی قوتوں کے پیچھے چلنے لگ جاتے ہو)۔

۴۲ (اے رسول!) یہ کچھ تمہارے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ شروع سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔ تم سے پہلے بھی ہم، دیگر اقوام کی طرف، اپنے پیغامبر بھیجتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہمارے قوانین کی خلاف ورزی کی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عام مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ ابتدائی تنذیر ہوتی ہے تاکہ لوگ محتاط ہو جائیں اور اپنی اصلاح کر کے، قانونِ خداوندی کے سامنے جھک جائیں۔

۴۳ لیکن اس تنذیر سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے، ان کے دل اور زیادہ سخت ہو جاتے۔ اس لئے کہ ان کی مفاد پرستیوں کے جذبات اُن کے کاروبار کو ان کی نگاہوں میں بڑا خوشنما بنا کر دکھلاتے، اور ان سے کہتے کہ جس کام میں اس قدر جلد اور آسانی سے مفاد حاصل ہو رہے ہوں، انہیں چھوڑ دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟

۴۴ اُنہیں یہ مفادِ عاجلہ حاصل اِس لئے ہوتے کہ ہمارا قانونِ مکافاتِ عمل اور اس کے نتیجہ کے ظہور میں، مہلت کا وقفہ رکھتا ہے اِس لئے انسان کی غلط رَوِش سے یہ نہیں ہوتا کہ وہ فوراً تباہ ہو جاتے — چنانچہ وہ لوگ خدا کے قانون کو پس پشت ڈال دیتے، لیکن اس کے باوجود اُن پر سامانِ زیست کے دروازے کھلے رہتے ($\frac{16}{112}$)۔ وہ اسی طرح، قوت اور دولت کے نشہ میں بدمست ہوتے چلے جاتے، اور اس کے ساتھ ہی، اُن کی غلط روش کے تباہ کن اثرات بھی آہستہ آہستہ جمع ہوتے رہتے، تاآنکہ اُن کے ظہور کا وقت آجاتا، تو وہ قوم اپنی توقعات کے یکسر خلاف، گرفت میں آجاتی۔ اور اُن پر ایسا زوال آتا کہ اُن کی باز آفرینی کی کوئی صورت

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۵﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ﴿۴۶﴾ قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۖ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۴۸﴾

باقی نہ رہتی۔

۴۵ اِس طرح اس قوم کی جڑ کٹ جاتی جو دوسروں کے حقوق کو غصب کرکے' انسانیت پر ظلم اور زیادتی کرتی تھی۔ جب اِن کی تباہی سے نظام ربوبیت کی راہ میں حائل ہونے والے موانع دور ہو جاتے' تو وہ نظام' دنیا کے لئے وجہ ہزار حمد و ستائش بن جاتا۔ اس طرح' یہ تخریبی مرحلہ' تعمیری منزل کا پیش خیمہ بن جاتا۔ یہی ہمارا قانون ہے۔ یہاں ہر تعمیر سے پہلے تخریب ہوتی ہے۔ حق کے نظام کے متمکن ہونے کے لئے' باطل کے نظام کی شکست وریخت ضروری ہے۔ جب تک ظالم کی جڑ نہ کٹے' مظلوم کی کھیتی ہری نہیں ہوتی۔

۴۶ (اِن تاریخی شواہد کو سامنے لانے کے بعد' ان سے پوچھو کہ تم عوام کے حقوق کو یہ سمجھ کر غصب کرتے ہو کہ تم عقل و فکر میں اُن سے آگے ہو' اِس لئے تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تم' مکر و فریب سے اُن کا سب کچھ چھین جھپٹ لو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ عقل و خرد کی یہ تمام صلاحیتیں دی ہوئی کس کی ہیں؟ یہ نہ تمہاری خود پیدا کردہ ہیں' نہ تم نے انہیں کہیں سے خریدا ہے۔ یہ تمہیں خالق فطرت کی طرف سے ملی ہیں) اگر وہ سمع و بصر و قلب کی ان صلاحیتوں کو سلب کرلے' تو کیا کوئی اور قوت ایسی ہے جو ان صلاحیتوں کو تمہیں واپس دیدے؟ دیکھو ہم کس طرح مختلف دلائل و براہین کو پھیر پھیر کر اُن کے سامنے لاتے ہیں' لیکن یہ' اس کے باوجود' حق و صداقت سے منہ موڑے رکھتے ہیں۔

۴۷ اِن سے پوچھو کہ اگر وہ تباہ کن انقلاب تم پر اچانک آجائے۔ یا اُس کی علامات قبل از وقت اُبھر کر تمہارے سامنے آجائیں' تو اُس سے تمہاری ہلاکت ہوگی یا کسی اور قوم کی؟ ہم تمہیں بتا چکے ہیں کہ جو قوم دوسروں پر ظلم و زیادتی کرتی ہے وہ ہلاک ہو کر رہتی ہے' اور چونکہ تم ایسا ہی کرتے ہو اس لئے تمہارے سوا اور کونسی قوم ہلاک ہوگی! اس انقلاب میں تمہاری ہی بربادی اور تباہی ہوگی

۴۸ ہمارا قانون' جو پیغمبروں کی وساطت سے بھیجا جاتا ہے' ہر دو نظامہائے زندگی کے

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٤٩﴾ قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ

(ع ٥ / ٦)

نتائج کو کھلے کھلے طور پر بیان کر دیتا ہے ——— صحیح نظام کا نتیجہ زندگی کی خوشگواریاں۔ غلط نظام کا مآل تباہی اور بربادی ——— اس کے بعد، جو قوم صحیح روش زندگی اختیار کر لیتی ہے اسے کسی قسم کا خوف و حزن نہیں ہوتا۔

۴۹ اس کے برعکس، جو قوم ہمارے قوانین کو جھٹلا کر غلط روش زندگی پر مُصر رہتی ہے، اُس پر تباہی اور بربادی کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے ——— بے راہ روی کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

۵۰ (ان سے کہدو کہ میں بھی، انبیائے سابقہ کی طرح، تمہیں یہی بتانے کے لئے آیا ہوں کہ کونسی روش کا نتیجہ کیا ہوگا؟) میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں۔ یا میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ یا میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، اور جو کچھ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی ہوتا ہے، اس کا اتباع کرتا ہوں۔ اور اس کی روشنی میں، اپنی آنکھوں سے دیکھ کر راستہ چلتا ہوں۔ اس کے برعکس، تم نہ وحی کا اتباع کرتے ہو۔ نہ عقل و فکر سے کام لیتے ہو۔ بس اپنے اسلاف کے راستے پر آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہو۔

مجھے بتاؤ کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچ سکتے؟

۵۱ اے رسول! تو اس قرآن کی رُو سے، اُن لوگوں کو زندگی کے پُرخطر راستوں سے آگاہ کرتا رہ جو خدا کے قانونِ مکافات پر یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے قانون خداوندی کی خلاف ورزی کی تو نہ ان کا کوئی رفیق و مددگار ہو سکتا ہے، نہ سفارشی، جو انہیں اُس کے تباہ کن نتائج سے بچا سکے۔

انہیں اس طرح سمجھانے سے مقصد یہ ہے کہ شاید یہ زندگی کے خطرات سے اپنی حفاظت کر لیں۔

۵۲ اس دعوتِ انقلاب پر سب سے پہلے کمزوروں اور مظلوموں کا طبقہ لبیک کہے گا، اور اکابرین یہ کہہ کر اس کی مخالفت کریں گے کہ، ہم اس تحریک میں کس طرح شامل ہو جائیں

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

جس میں ہم اور یہ پست درجہ کے لوگ ایک ہی صف میں بٹھا دیئے جائیں؛ انہیں اِس جماعت سے خارج کر دو' تب ہم تمہارے ساتھ شامل ہوں گے۔

سو دیکھنا! کہیں ایسا نہ کرنا کہ (ان لوگوں کی خاطر) اپنی جماعت کے اُن لوگوں کو دُور دُور رکھنا شروع کر دو جو خالصتہً' لوجہ اللہ' اِس دعوت کے عام کرنے میں' صبح شام سرگرداں رہتے ہیں اور اپنا کوئی ذاتی مفاد ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔ یہ چیز کہ تمہاری جماعت میں بیشتر غریب اور مظلوم شامل ہوتے ہیں' تمہیں کسی طرح موردِ الزام نہیں ٹھیرا سکتی۔ اس لئے تمہاری یہ خواہش کہ اس جماعت میں بڑے بڑے لوگوں کو بھی شامل ہونا چاہیئے' تاکہ وہ دین کی تقویت کا موجب بنیں' کسی طرح' اِن غریبوں کے خلاف نہیں جانی چاہیئے۔ اگر تم نے اپنی اس خواہش کے پیشِ نظر' اِن لوگوں کو دور ہٹا دیا' تو یہ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ (۱۸/۲۸ ؛ ۲۶/۱۱۱—۱۱۴ ؛ ۱۱/۲۷—۳۰ ؛ ص/۶۲—۶۴ ؛ ۸۰/۱—۱۱)۔

۵۳ یہ بڑے لوگ' اِن چھوٹے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لو! یہ ہیں وہ جنہیں ہم میں سے انعاماتِ خداوندی کے لئے چن لیا گیا ہے۔ ذرا ان کی حالت تو دیکھو!

تم نے دیکھا کہ اِن باتوں سے' اِن لوگوں کی نفسیاتی کیفیت کس طرح نکھر کر سامنے آگئی اور صاف معلوم ہو گیا کہ وہ کونسا جذبہ ہے جو انہیں حق و صداقت کی طرف آنے سے روک رہا ہے؟ تم اِن سے کہہ دو کہ' اس نظام میں عزت اور ذلت کے معیار بالکل مختلف ہیں۔ یہاں' جو جس قدر' قوانینِ خداوندی کا پاسدار اور قدر شناس ہوتا ہے' اتنا ہی زیادہ واجب التکریم سمجھا جاتا ہے (۴۹/۱۳)۔

۵۴ لہٰذا' جب تمہاری جماعت کے لوگ تمہارے پاس آئیں تو ان سے کہو کہ وہ بالکل نہ گھبرائیں' ان کے لئے ہر طرح کا امن اور سلامتی ہے۔ یہ نظام' ان بڑے لوگوں کی خاطر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر واجب قرار دے رکھا ہے کہ تمہاری پوری پوری نشوونما ہو جائے۔ حتیٰ کہ اگر تم میں سے کسی سے کوئی بھول چوک بھی ہو جائے' اور اُس کے بعد وہ اپنے کیے پر نادم ہو' اور آیندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لے' تو اُسے بھی اِس نظام کی حفاظت اور

۶ ع ۵ ۱۲

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

مرحمت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

۵۵ ہم اِس طرح اپنے قوانین کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ (سہو و خطا سے لغزش کرنے والوں اور دیدہ و دانستہ) جرم کرنیوالوں کی راہیں ایک دوسرے سے متمیز ہو جائیں۔

۵۶ لہذا (ان بڑے بڑے لوگوں سے) کہدو کہ تم خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو، مجھے ان کی اطاعت سے روک دیا گیا ہے۔ میں تمہاری خاطر ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر میں ایسا کروں، تو میں بھی تمہاری طرح راہ گم کردہ ہو جاؤں گا۔ سیدھے راستے پر نہیں رہوں گا۔

۵۷ میں اپنے نشوونما دینے والے کیطرف سے ایک واضح راستے پر ہوں، اور تم اُسے جھٹلاتے ہو۔ (اسلئے مجھ میں اور تم میں مفاہمت کس طرح ہو سکتی ہے؟ تمہارا راستہ اور، میرا اور) باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ جس تباہی اور بربادی سے تم ہمیں ڈرا رہے ہو، وہ جلدی کیوں نہیں آتی، تو عمل اور اسکا نتیجہ برآمد ہونے میں ایک وقفہ ہوتا ہے (جیسے درخت کے پھل لانے کیلئے ایک مدت درکار ہوتی ہے)۔ یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اُس مدت میں تخفیف کر کے تباہی کو تمہارے سامنے جلدی لے آؤں۔ اِن باتوں کا فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اپنے قانون کو ٹھیک ٹھیک طور پر بتا دیتا ہے اور پھر اُسی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ اُس سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی اور نہیں۔

۵۸ اِن سے کہو کہ جس تباہی کیلئے تم جلدی مچا رہے ہو، اگر اسکا جلد لے آنا میرے اختیار میں ہوتا، تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ لیکن (یہ چیز میرے بس کی نہیں)۔ اسکا علم تو خدا ہی کو ہے کہ زیادتی کرنے والوں کے اعمال کے نتائج کے ظہور کا وقت کونسا ہے۔

۵۹ اعمال کے اَن دیکھے نتائج، اور انسانی نگاہوں سے مستور حقائق و حوادث کو سامنے

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

(۷ / ع ۵ / ۱۳)

لے آنے والا قانون اُسی کا ہے۔ اسکا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ کائنات کی خشکی اور تری (بحر و بر) میں کیا ہو رہا ہے۔ کس درخت سے کوئی پتہ کب جھڑیگا۔ زمین کی تاریکیوں میں دبا ہوا دانہ کب پھوٹے گا۔ کوئی تازہ یا خشک میوہ کب کھانے کے قابل ہو گا۔ یہ سب کچھ اسکے کائناتی قوانین کے مطابق ہوتا ہے اور یہ قانونِ فطرت کی کھلی ہوئی کتاب میں درج ہے۔ (جو لوگ اِس کتاب کو پڑھ لیں، انہیں ان امور کا علم حاصل ہو سکتا ہے)۔

۶۰ (خارجی کائنات میں بہار و خزاں کی گردشوں کی طرح، خود تمہاری زندگی میں بھی لیل و نہار کی گردشیں جاری رہتی ہیں)۔ وہ جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کرتے ہو۔ اس کے بعد وہ تمہیں رات کو سُلا دیتا ہے، اور پھر تم دن میں اُٹھ بیٹھتے ہو۔ اِس طرح وقت گزرتا جاتا ہے تاکہ تمہارے اعمال کے نتائج کے ظہور کی مُدت پوری ہو جائے۔ اس دوران میں تمہارا ہر قدم اسی سمت کو اُٹھ رہا ہوتا ہے (اگرچہ تم اپنے ذہن میں سمجھ رہے ہوتے ہو کہ وہ بات آئی گئی ہو گئی)۔ حتّٰی کہ وہ وقت آجاتا ہے جب تمہارے اعمال کے نتائج محسوس شکل میں تمہارے سامنے آکھڑے ہوتے ہیں۔

۶۱ اُس کا قانونِ مکافات تمام انسانوں پر غالب ہے۔ اُس نے ایسی قوتیں مقرر کر رکھی ہیں جو تم پر نگران رہتی ہیں (تاکہ تمہارا کوئی عمل بے نتیجہ نہ رہنے پائے۔ اِس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ ظہورِ نتائج، انسان کی اِسی زندگی میں ہو جائے۔ زندگی کا سلسلہ اس سے آگے بھی چلتا ہے۔ چنانچہ) جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے کارندے (قانونِ فطرت کے مطابق) اس کی دنیاوی زندگی کی مدت کو پورا کر دیتے ہیں۔ اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتے۔

۶۲ اِس کے بعد زندگی اگلے دور میں داخل ہو جاتی ہے اور وہاں نتائج، ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آجاتے ہیں۔ یہ نتائج، خدا کے قانون کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ اس میں کسی اور کا قانون نہیں چل سکتا۔ فیصلہ اُسی کا فیصلہ ہے۔ اُس کا قانونِ مکافات، نتائج مرتب کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کرتا۔ یہ ساتھ کے ساتھ ہوتا رہتا ہے (یہ الگ بات ہے کہ ان کا مجموعی اثر

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۗ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾

ایک وقت کے بعد جاکر نمودار ہو)۔

۶۳ ان سے پوچھو کہ بحر و بر میں، جب کہیں بھی کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو تمہیں اس مصیبت سے چھٹکارا کس کے قانون کے مطابق مل سکتا ہے؟ تم اُس وقت، اپنی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں، کبھی گڑگڑا کر، اور کبھی چپکے چپکے دل میں اسی کو مدد کے لئے پکارتے ہو، اور کہتے ہو کہ اگر خدا ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دے تو ہم ہمیشہ اس کے شکر گذار رہیں۔

۶۴ ان سے کہو کہ ان مصیبتوں سے، بلکہ تمام مصیبتوں سے، چھٹکارا، خدا کے قانون کے مطابق ہی ملتا ہے۔ لیکن، اس کے باوجود، تمہاری یہ حالت ہے کہ تم (اپنی زندگی کے معاملات میں) قوانینِ خداوندی کے ساتھ، اور قوانین بھی شامل کر لیتے ہو۔ اور یوں ایک غلط نظام قائم کر کے اپنے لئے تباہی مول لے لیتے ہو۔

۶۵ غلط نظام کی پیدا کردہ تباہی مختلف شکلوں میں آتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سوسائٹی کے اوپر کے طبقہ میں خرابیاں عام ہو جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ کبھی نیچے کے طبقہ میں لاقانونیت کی وبا پھیل جاتی ہے تو وہ تباہی مچا دیتے ہیں (۱۶/۴۷—۴۵)۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ دونوں طبقے مخلوط پارٹیوں میں بٹ جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے لڑنے لگ جاتے ہیں (۶/۱۳۰) اور یوں تباہ ہو جاتے ہیں۔

دیکھو! ہم کس طرح اپنے قوانین کو مختلف پہلوؤں سے سامنے لاتے ہیں تاکہ لوگ اچھی طرح بات سمجھ سکیں۔

۶۶ لیکن تیری یہ قوم اس پر بھی نہیں سمجھتی اور ایسی ٹھوس حقیقت کو برابر جھٹلائے چلی جا رہی ہے۔ تم ان سے کہدو کہ (میرا کام، تمہیں نیک و بد سمجھانا ہی) میں تم پر داروغہ نہیں مقرر کیا گیا کہ تمہیں زبردستی صحیح راستے پر چلاؤں۔

لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ آيٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى
يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾
وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ
لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ أُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ
شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ أَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾



۶۷ تم جو کچھ کر رہے ہو اسکا نتیجہ اپنے وقت پر نمودار ہو جائے گا۔ اِس لئے کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ ہر واقعہ کے نتیجہ خیز ہونے کا ایک مقام ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بات آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہتی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ کچھ ہو ہی نہیں رہا۔ تاآنکہ وہ ایک مقام پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ سامنے آجاتا ہے۔ (۱۸۲ ـــ ۱۸۳ / ۷)۔

۶۸ اور جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو ہمارے قوانین (قرآن) کو سنجیدگی سے نہیں سنتے بلکہ اس کے متعلق لغو اور بیکار باتیں کرتے ہیں، تو اُن سے کنارہ کش ہو جاؤ تاآنکہ وہ اس موضوع کو چھوڑ کر کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ اور اگر تم اپنے خیالات میں منہمک، یا گفتگو میں جذب ہونے کی وجہ سے اس بات کو بھول جاؤ، تو جس وقت بھی یہ بات یاد آئے، ان لوگوں سے اٹھ آؤ۔ یہ لوگ، قرآن جیسی بلند حقیقت کے متعلق اس قسم کا رویہ اختیار کرکے بڑی زیادتی کرتے ہیں۔

۶۹ جو لوگ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں، اُن پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ یہ لوگ قرآن کے متعلق اس قسم کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ ہم نے انہیں (ایسے لوگوں سے الگ ہو جانے کی) تاکید اس لئے کی ہے کہ ان کے لئے ایسی باتوں سے بچنا ضروری ہے۔

۷۰ جن لوگوں کی یہ حالت ہو کہ وہ (نظام خداوندی تو ایک طرف) خود اُس آئین اور ضابطہ کو بھی کچھ اہمیت نہ دیں جسے انہوں نے اپنے لئے اختیار کر رکھا ہے؛ اور انسانی زندگی کو محض کھیل تماشا سمجھیں، اور اس دھوکے میں رہیں کہ مقصد حیات عیش و عشرت ہے، اور بس۔ تم ایسے لوگوں کے پیچھے اپنی جان مت کھپاؤ۔ انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ البتہ، قرآنی تعلیم ان کے سامنے پیش کرتے رہو اس لئے کہ کسی شخص کو، اس کے غلط اعمال کی وجہ سے، قرآن سے محروم

قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۱﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۷۳﴾ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي

نہیں رکھنا چاہیئے۔ یہ الگ بات ہے کہ اُسے' اس کے غلط اعمال کے نتائج سے' قانونِ خداوندی کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ اِس کے لئے نہ اُس کا کوئی رفیق اور مددگار ہو سکتا ہے' نہ سفارشی۔ نہ ہی وہ کچھ بدلہ (کفّارہ) دے کر ان کے نتائج سے بچ سکتا ہے۔ ان لوگوں کو' اُن کے اعمال کے حوالے کر دیا گیا ہے' کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کی سزا بھگتیں۔ ($\frac{۵۲}{۲۱}$ ؛ $\frac{۷۴}{۳۸}$)۔ وہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ حتّیٰ کہ وہ چیزیں بھی' جو عام حالات میں انسان کی پرورش کا موجب بنتی ہیں' اُن کے لئے تلخابۂ حیات' اور سوہانِ روح ہو جاتی ہیں۔ اِس لئے کہ انہوں نے صحیح راستے پر چلنے سے انکار کر دیا تھا اور حق و صداقت سے سرکشی برتی تھی۔

۷۱ اِن سے کہو کہ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم خدا کے قانون کو چھوڑ کر' ایسی ہستیوں کو پکارنے لگ جائیں جو ہمیں نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار ہی نہیں رکھتیں' اور اس طرح ہم صحیح راستے پر گامزن ہو جانے کے بعد' اُلٹے پاؤں پھر جائیں' اُس شخص کی طرح جسے' اس کے خود سر جذبات نے' صحیح راستے سے بھٹکا کر' لق و دق صحرا میں چھوڑ دیا ہو' جہاں وہ حیران و پریشان کھڑا ہو— راہ گم کردہ' تنہا —— اور اُس کے ساتھی اُسے آوازیں دے رہے ہوں کہ تو کدھر چلا گیا۔ اِدھر' ہماری طرف آ۔ صحیح راستہ یہ ہے۔ (لیکن وہ' ان کی آوازیں سننے کے باوجود' ان تک نہ پہنچ سکے)۔
ان سے کہدو کہ زندگی کا صحیح راستہ ایک ہی ہے۔ اور وُہ ہے اللہ کی طرف سے عطا شدہ راہ نمائی (قرآن) کا راستہ —— یعنی وہ راستہ جو عالمگیر انسانیت کی پرورش کرنیوالے کا تجویز کردہ ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُسی راستہ کو اختیار کریں اور خدا کے عالمگیر نظام ربوبیت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔

۷۲ اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم نظامِ صلوٰۃ کو قائم کریں اور خدا کے قانون کی پوری پوری نگہداشت کریں۔ اور اس حقیقت پر یقین رکھیں کہ نوعِ انسان نے آخر الامر اسی مرکز کے گرد جمع ہونا ہے۔

۷۳ یہ اُس خدا کا قانون ہے جس نے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو ایک حقیقت کے

الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۴﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۷﴾

طور پر تعمیری نتائج مرتب کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی قوتوں کا یہ عالم ہے کہ جونہی وہ کسی بات کا ارادہ کرتا ہے، وہ واقع ہو جاتی ہے۔

۷۴ اس کی ہر بات مبنی برحقیقت ہوتی ہے (۸۶/۱۳—۱۴) یونہی شاعری نہیں ہوتی (۶۹/۳۶)۔ اس لئے کہ کائنات میں ہر جگہ اسی کا اقتدار اعلیٰ کام کر رہا ہے۔ وہ ہر شے کی موجودہ حالت کو بھی جانتا ہے اور اس کے امکانات اور مضمر صلاحیتوں سے بھی واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے اور اس کے بعد کیا ہونے والا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ جس انقلاب کی اس وقت خبر دی جا رہی ہے وہ آ کر رہے گا۔ حق اور باطل کی قوتوں کا ٹکراؤ ہو گا۔ اور یہ ٹکراؤ یونہی اتفاقیہ رونما نہیں ہو جائے گا بلکہ خدائے خبیر و علیم کی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق ہو گا —— وہی اسکیم جس کے مطابق حق و باطل کی قوتوں کا ٹکراؤ ہوتا چلا آ رہا ہے اور جس میں حق، فاتح و منصور ہو کر سامنے آ جاتا ہے (۸/۸—۷ ؛ ۲۱/۱۸ ؛ ۳۴/۴۹—۴۸ ؛ ۴۳/۲۴)۔

۷۵ حق و باطل کی یہی کشمکش تھی جس سے ابراہیمؑ دوچار ہوا۔ اس کی ابتدا خود اس کے اپنے گھر سے ہوئی، جب اُس نے اپنے باپ، آزر، سے کہا کہ یہ کیا ہے کہ تم نے اپنے ہاتھ کی تراشیدہ مورتیوں اور غیر خدائی قوتوں کو اپنا اِلٰہ بنا رکھا ہے! میرے نزدیک تو تم اور تمہاری قوم کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

۷۶ اس مقصد کے لئے ہم نے ابراہیمؑ کو کائناتی نظام کا مشاہدہ کرایا تھا جس سے اُسے یہ یقین حاصل ہو گیا کہ ساری کائنات میں فقط خدائے واحد کا قانون جاری و ساری ہے۔ اس لئے نہ تو کائنات کی کوئی شے اپنے اندر خدا بننے کی قوت رکھتی ہے، اور نہ ہی یہاں ایک سے زیادہ ہستیوں کا اقتدار چل سکتا ہے۔

۷۷ اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ مشاہداتی دلائل سے اپنی قوم کے باطل عقائد کا ابطال کرتا تھا، مثلاً جب رات کے وقت ستارہ نمودار ہوتا (جس کی وہ قوم پرستش کرتی تھی) تو ابراہیمؑ ان سے کہتا کہ اچھا! تم کہتے ہو کہ یہ میرا پروردگار ہے (اس کے سامنے جھکنا چاہیئے؟)۔ اُس کے بعد جب وہ ستارہ

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٨﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٩﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۚ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۚ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ۗ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۗ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨١﴾

ڈوب جاتا تو وہ ان سے کہتا کہ 'کیوں! یہی ہے جسے تم پروردگار ٹھیراتے ہو؟ بھلا ایسی چیز بھی پروردگار ہو سکتی ہے جو ابھی سامنے چمکتی ہو اور ابھی غروب ہو جائے۔ جو تغیر پذیر ہو' وہ خدا کیا ہوا؟

(٧٨) اسی طرح جب چمکتا ہوا چاند نکلتا (اور اس کی پرستش کی جاتی) تو وہ اپنی قوم سے کہتا کہ تم کہتے ہو' یہ میرا پروردگار ہے؟ اُس کے بعد جب وہ بھی غروب ہو جاتا تو وہ اُن سے کہتا کہ تم مجھ سے کہتے تھے کہ اِسے پروردگار تسلیم کرلوں؟ اگر میرے نشو و نما دینے والے نے میری راہ نمائی حقیقت کی طرف نہ کی ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح گمراہ ہو جاتا' اور اس قسم کے عناصر کو خدا ماننے لگ جاتا جنہیں اپنے آپ پر بھی کوئی اختیار نہیں۔

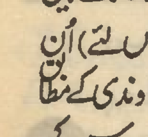
(٧٩) جب سورج اپنی تابناکیوں کے ساتھ طلوع ہوتا' اور وہ قوم اس کی پرستش کرتی' تو وہ اُن سے کہتا کہ تم کہتے ہو کہ یہ بہت بڑا ہے اِس لئے اسے پروردگار تسلیم کرلو؟ جب وہ بھی غروب ہو جاتا تو وہ ان سے کہتا کہ یہ دیکھو' تمہارے پروردگار کا کیا حشر ہوا!

ان کائناتی دلائل کے بعد وہ اُن سے کہتا کہ تم جن قوتوں کو خدائی اختیارات و اقتدارات میں شریک سمجھتے ہو (وہ خواہ اجرام سماوی ہوں یا دیوی دیوتا۔ خواہ تمہارے مذہبی پیشوا ہوں یا خود تمہارا بادشاہ) میں ان کے خدا ہونے کے تصور تک سے بیزار ہوں۔

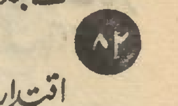
(٨٠) میں اپنی تمام توجہات کا مرکز صرف اس ذات بے ہمتا کو سمجھتا ہوں جو اس تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لائی ہے (اور جس کا قانون یہاں اِس طرح نافذ العمل ہے کہ اُس سے نہ ستاروں کو مفر ہے' نہ چاند اور سورج کو مجالِ سرتابی) اس لئے میں' اُس کے اقتدار میں کسی کو شریک نہیں کرسکتا۔ یہ میرا دو ٹوک فیصلہ ہے۔

(٨١) وہ قوم اِسی طرح' ابراہیمؑ سے رد و کد کرتی اور چاہتی کہ اُسے' اس کے مسلک سے ہٹا دے۔ وہ اُن سے کہتا کہ تم مجھ سے خدا کے بارے میں رد و کد کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۚ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾



میں اُس کا راستہ چھوڑ دوں' (لیکن میں تمہاری بات کیسے مان سکتا ہوں جبکہ) خدا نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی ہے۔ (تم مجھ سے کہتے ہو کہ تمہارے معبود بڑی قوتوں کے مالک ہیں اس لئے مجھے اُن سے ڈرنا چاہیئے۔ لیکن میں اُن کی حقیقت سے باخبر ہوں' اِس لئے) اُن سے قطعاً نہیں ڈرتا۔ یہ مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نقصان صرف قانونِ خداوندی کے مطابق پہنچتا ہے اور اس کی نگاہوں سے کوئی شے پوشیدہ نہیں رہ سکتی (اس لئے مجھے صرف اسی کی احتیاط کرنی چاہیئے کہ اس کے قانون کی خلاف ورزی نہ ہو)۔ حیرت ہے کہ اس قدر واضح دلائل کے بعد بھی تم' حقیقت کو نہیں مانتے؟



بھلا میں اِن مٹی کی مورتیوں (معبودانِ باطل) سے کیوں ڈروں جنہیں کوئی اختیار و اقتدار حاصل نہیں۔ ڈرنا تو تمہیں چاہیئے جو اللہ جیسی مختارِ کل ہستی کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ اللہ نے تم سے کہیں یہ نہیں کہا کہ یہ واقعی میرے اختیارات میں شریک ہیں۔

اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات آگئی ہے تو بتاؤ کہ تم میں اور مجھ میں' کون امن و اطمینان کا زیادہ حقدار ہے (اور کسے لرزاں و ترساں رہنا چاہیئے!) تمہیں یا مجھے؟ (خوف' شرک کا لازمی نتیجہ ہے۔ توحید سے انسان کے دل میں اس قدر قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا)۔



ان حقائق کی روشنی میں' اس میں شک کی گنجائش کہاں ہے کہ امن و اطمینان انہی کے لئے ہے جو قانونِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھیں اور عملاً اُس کی خلاف ورزی نہ کریں (کیونکہ امن اور بے خوفی کے لئے ایمان اور اعمالِ صالحؑ' بنیادی شرط ہے۔ $\frac{۲}{۶۲}$)۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ پر گامزن ہوں گے۔



یہ تھے وہ قاطع دلائل جو ہم نے ابراہیمؑ کو' اس کی قوم کے عقیدہ و مسلک کے خلاف دیئے تھے۔ (حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی ہمارے کائناتی نظام پر غور و فکر کے بعد' وحدتِ خالق اور وحدتِ قانون کی صداقت کو تسلیم کر لیتا ہے) ہم اپنے قانونِ مشیّت کے مطابق

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۵﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۸۶﴾ وَإِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿۸۷﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۸۸﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۹﴾ أُولٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

اسے بلند مقامات عطا کر دیتے ہیں۔ یقیناً تمہارے نشوونما دینے والے کے فیصلے علم و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ (یہ نہیں کہ یونہی، جسے جی چاہا مقام بلند عطا کر دیا۔ جسے جی چاہا ذلیل و خوار کر دیا!)۔

۸۵ (ابراہیمؑ اپنے مشن میں کامیاب ہوا۔ ازاں بعد) ہم نے اسے اسحٰقؑ جیسا بیٹا اور یعقوبؑ جیسا پوتا عطا کیا۔ اِن سب کو ہم نے زندگی کی سیدھی راہ دکھا دی تھی۔ وہی راہ جو اُس سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی۔ اور پھر ابراہیمؑ کی نسل میں داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ ایوبؑ۔ یوسفؑ موسٰیؑ اور ہارونؑ کو دکھائی تھی۔ (اور وہ اس راہ پر چل کر کامیاب و کامران ہوئے تھے۔) یوں ہم ان لوگوں کی محنت کو بارآور کیا کرتے ہیں جو حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کریں۔

۸۶ اِنہی میں زکریاؑ۔ یحییٰؑ۔ عیسٰیؑ اور الیاسؑ کا شمار ہے۔ یہ سب صالحین میں سے تھے۔

۸۷ نیز اسماعیلؑ۔ الیسعؑ۔ یونسؑ اور لوطؑ اسی زمرہ میں شامل تھے۔ اِن سب کو، زندگی کی خوشگواریوں میں، اقوامِ عالم پر فضیلت حاصل تھی۔

۸۸ اور اُن کے آباء و اجداد، اور اُن کی نسل، اور اُن کے بھائی بندوں میں سے بھی ہم نے کتنوں کو برگزیدہ کیا اور زندگی کی اسی توازن بدوش، سیدھی راہ پر چلایا۔

۸۹ یہ 'خدا کی طرف سے عطا شدہ' وہ راہ نمائی ہے جس سے ہر وہ شخص جو صحیح راستے پر چلنا چاہے، صحیح راستے کا پتہ نشان پالیتا ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ، اِس راستے کے ساتھ دوسرے راستوں کو بھی ملا لیں، تو اِن کی محنت رائگاں جائے گی (اُس مسافر کی طرح جو کبھی ایک راستے پر چل دے، کبھی دوسرے پر۔ یوں، دن بھر چلنے سے وہ تھک تو ضرور جائے گا، لیکن منزلِ مقصود تک کبھی نہیں پہنچ پائے گا۔ منزل تک وہی پہنچے گا جو ٹھیک اُس راستے پر چلتا جائے جو اُس کی منزل کی طرف جاتا ہے۔)۔

۹۰ یہ (جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب (ضابطہ قوانین) حکومت

وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكٰفِرِينَ ﴿۹۰﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِينَ ﴿۹۱﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِۦٓ إِذْ قَالُوا مَآ أَنزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّن شَىْءٍ ۗ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِى جَآءَ بِهِۦ مُوسٰى نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُۥ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۖ وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوٓا أَنتُمْ وَلَآ ءَابَآؤُكُمْ ۖ قُلِ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِى خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿۹۲﴾

(لوگوں میں کتاب خداوندی کے مطابق فیصلے کرنے کے اختیارات) اور نبوت (خدا کی طرف سے وحی پانے کا امتیاز خصوصی) عطا کئے تھے[1] (۳/۴۸ ؛ ۴۵/۱۶)۔

اگر یہ (اہل کتاب جو ان انبیاءؑ کے اتباع کے مدعی ہیں) اس ضابطہ خداوندی پر چلنے سے انکار کرتے ہیں جو اب قرآن میں دیا گیا ہے تو اس سے یہ ضابطہ لاوارث ہو کر نہیں رہ گیا) اسے ہم نے ان لوگوں کے سپرد کر دیا ہے جو اس کی صداقت سے انکار نہیں کرتے۔ (۳۵/۳۲)۔

۹۱ یہ (انبیاءؑ) وہ ہیں جنہیں اللہ نے زندگی کی صحیح راہ دکھا دی تھی۔ پس (اے رسولؐ!) تم بھی اُسی راستے پر چلو جس پر اللہ نے انہیں چلایا تھا۔ (اور لوگوں کو اسی راہ کی طرف دعوت دیتے جاؤ۔ اور ان سے کہدو کہ) میں اس راہ نمائی کے لئے تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ تو تمام نوعِ انسان کے لئے ضابطہ حیات ہے (میری ذاتی ملکیت نہیں کہ تم سے اس کی قیمت وصول کروں)۔

۹۲ جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسول تو عام انسانوں جیسا ایک انسان ہے۔ خدا اس کی طرف اپنی وحی کیسے بھیج سکتا ہے، تو (اس سے نظر آتا ہے کہ) یہ لوگ خدا کے متعلق صحیح اندازہ ہی نہیں لگا سکے۔ (انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ خدا کی ہر بات نرالی اور اچنبھے کی ہونی چاہیئے)۔

ان سے پوچھو کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ جس کتاب کو کسی بشر (انسان) کی طرف

---

[1] جن کا اوپر ذکر آیا ہے اُن میں انبیاء اور غیر انبیاء سب شامل ہیں (انبیاء کے آباء۔ نسل۔ اور بھائی بندوں میں غیر انبیاء بھی شامل ہیں)۔ لہٰذا، ان میں سے انبیاء کرامؑ پر وحی کے ذریعے کتاب نازل کی (۲/۲۱۳)۔ انبیاءؑ کی وساطت سے کتاب اُن کے متبعین کو ملی۔ اور اسے نافذ کرنے کی عملی قوت بھی۔ اس طرح کتاب و حکومت میں نبی اور غیر نبی دونوں شامل ہو جاتے ہیں، اور نبوت صرف انبیاء کا خاصہ ہوتا ہے۔ رسول اللہؐ کے بعد نبوت ختم ہو گئی اور کتاب و حکومت، حضورؐ کی اُمت میں آ گئے (۲)۔

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۹۲﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ

نازل کیا جائے' وہ من جانب اللہ نہیں ہو سکتی' تو وہ کتاب کس کی طرف سے آئی تھی جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی- (موسیٰؑ بھی تو عام انسانوں جیسا انسان ہی تھا)- اُس کتاب میں بھی حقائق کی روشنی اور انسانوں کے لئے صحیح راہ نمائی تھی- تم نے اس کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا- اب تم اُس میں سے تھوڑے سے حصّے کو (اپنی مصلحتوں کے مطابق) ظاہر کرتے ہو اور باقی کتاب کو چھپا کر رکھتے ہو- حالانکہ اُس کتاب میں اُن امور کا علم دیا گیا تھا جنہیں نہ تم جانتے تھے' نہ تمہارے آبا و اجداد-

اِن سے کہو کہ اُس کتاب کو بھی اللہ ہی نے نازل کیا تھا (اور ایک انسان ہی کی طرف نازل کیا تھا- اگر یہ لوگ' اِس کے باوجود' اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو ان کے پیچھے جان کھپانے کی ضرورت نہیں) انہیں چھوڑ دو کہ یہ اپنی لغویات سے کھیلتے رہیں-

۹۳ اسی طرح خدا نے اِس کتاب کو ایک انسان پر نازل کیا ہے- یہ بڑی بابرکت کتاب ہے، اور اُس تعلیم کو سچ کر دکھانے والی ہے جو اس سے پہلے دی گئی تھی- (اے رسول!) تم اس کے ذریعے (پہلے) اس مرکزی مقام (مکّہ) اور اس کے گرد و پیش کے باشندوں کو اُن کی غلط روش زندگی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو- اس پر وہی لوگ ایمان لائیں گے جو زندگی کو صرف اِسی دنیا کی زندگی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے بعد کی زندگی کو بھی تسلیم کرتے ہیں- اور انہیں یقین ہے کہ موجودہ غلط نظام کی جگہ ایک صحیح نظام آکر رہے گا- اس مقصد کے لئے یہ لوگ خدا کے مقرر کردہ نظامِ صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں-

۹۴ اِن سے کہو کہ اُس سے بڑھ کر سنگین مجرم اور کون ہو سکتا ہے جو اپنے ذہن سے باتیں وضع کرے اور انہیں منسوب کر دے خدا کی طرف یعنی یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آئی ہے



اَنَّهُمۡ فِیۡكُمۡ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدۡ تَّقَطَّعَ بَیۡنَكُمۡ وَضَلَّ عَنۡكُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَ النَّوٰی ؕ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰی تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۹۶﴾ فَالِقُ الۡاِ

حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ ہوتی ہو۔

اور پھر اس سے بڑھ کر مجرم کون ہے جو یہ کہے کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے، میں بھی اس جیسا دے سکتا ہوں (۸/۳۱)۔ یاد رکھو! وحی کی مثل کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی کسی انسان کا حکم وحی کا درجہ رکھ سکتا ہے۔

یہ لوگ، اس وقت تو یوں بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہیں، لیکن (اے مخاطب) کاش تو اُس منظر کو دیکھ سکتا جب، حق و باطل کے تصادم کے وقت، یہ لوگ میدانِ جنگ میں دم توڑ رہے ہوں گے۔ اور ہماری کائناتی قوتیں (ملائکہ) ان پر مسلط ہو رہی ہوں گی کہ اُس ایغو[1] کو باہر نکالو، جو تمہارے غرور کا باعث تھا۔ اب وہ وقت آچکا ہے جب تمہیں (شکست کی) رسواکن سزا ملے گی کیونکہ تم خدا کے خلاف ناحق افترا کیا کرتے تھے اور، غرورِ نفس کی بنا پر، اُس کے قوانین سے سرکشی برتا کرتے تھے۔

۹۵ اور خدا کہے گا کہ (تمہیں اپنے متبعین کی جمعیت پر بڑا ناز تھا۔ لیکن) آج تم ہماری عدالت میں تنہا آگئے۔ ایسے ہی تنہا جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور جو کچھ ہم نے تمہیں (مال و دولت وغیرہ) عطا کیا تھا سب پیچھے چھوڑ آئے۔ ہم تمہارے ساتھ، تمہارے ان رفقاء کو بھی نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تمہیں زعم تھا کہ وہ ہر حالت میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ آج تمہارے اور اُن کے تعلقات منقطع ہو گئے۔ اور جسے تم حقیقت سمجھا کرتے تھے وہ سراب نکلا۔

یہی خدا کا قانونِ مکافات ہے۔ نہ کوئی فرد پیدا ہوتے وقت، کسی اور کے یا اپنے سابقہ جنم کے، گناہوں کے اثرات اپنے ساتھ لاتا ہے (وہ سادہ لوح لے کر آتا ہے) اور نہ ہی اُسکے اعمال کے نتائج بھگتنے میں کوئی دوسرا اُسکا شریک ہو کر اُس کی مصیبت کو بانٹ سکتا ہے۔ اپنے اعمال کے نتائج کو خود بھگتنا، انسانی ذات کی انفرادیت کا فطری نتیجہ ہے (۹۵/۱۹)۔

۹۶ افراد کی طرح، اقوام کی موت اور زندگی، کا فیصلہ بھی انکے اعمال کے مطابق ہوتا ہے۔ جس دانہ یا گٹھلی میں زندگی کی صلاحیت ہوتی ہے، جب وہ شق ہوتی ہے تو اس میں سے ہری بھری کونپل پھوٹتی ہے۔ کونپل بڑھ کر پودا بن جاتی ہے۔ جب تک اس میں زندہ رہنے

---

[1] EGO - پندارِ نفس، جو جھوٹی عزت کے احساس سے انسان کو اعترافِ حق سے باز رکھتا ہے۔

صُبَاحِۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًاؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًاۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ

کی صلاحیت ہوتی ہے وہ پودہ سرسبز وشاداب رہتا ہے۔ جب یہ صلاحیت ختم ہو جاتی ہے تو' وہ پژمردہ ہوکر گر پڑتا ہے۔ اِس طرح خدا کا قانون' موت سے زندگی پیدا کرتا اور زندگی کو موت میں تبدیل کرتا رہتا ہے۔ یہی قانون' قوموں کی موت اور حیات کا فیصلہ کرتا ہے۔

یہ ہے خدا کا قانونِ موت و حیات۔ تم اس سے منہ موڑ کر کدھر بہکے جا رہے ہو!

۹۷ خدا کا یہی قانونِ گردش ہے جو رات کا پردہ چاک کر کے' نورِ سحر کو نمودار کر دیتا ہے (اور اسطرح شب کی تاریکیوں کو دن کے اجالے میں بدل دیتا ہے)۔ تم دن بھر کام کرتے ہو۔ اِس کے بعد وہ دن کے کاروبار پر رات کا پردہ گرا دیتا ہے اور تمہارے لئے آرام وسکون کا وقت آجاتا ہے۔ اسی قانون کے مطابق' چاند اور سورج اپنے اپنے وقت پر طلوع وغروب ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح' تمہارے لئے مہینے اور سال شمار کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں (۱۷/۱۲ ؛ ۱/۵)۔ یہ سب اندازے اور پیمانے اُس خدا کے مقرر کردہ ہیں جو ہر شے کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے' اور ایسی زبردست قوتوں کا مالک ہے کہ کوئی شے اس کے مقرر کردہ انداز سے ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتی۔

۹۸ اُس کے اِسی کنٹرول کا نتیجہ ہے کہ فضائے آسمانی میں تیرنے والے ستارے (۲۱/۳۳ ؛ ۳۶/۴۰) یوں ٹھیک ٹھیک انداز سے گردش کرتے ہیں' کہ تم بیابانوں اور سمندروں کے سفر میں' رات کی تاریکیوں میں ان سے راستے کے نشانات متعین کر لیتے ہو (اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی)۔

ہم نے ان لوگوں کے لئے جو علم وبصیرت سے کام لیتے ہیں' اپنے قوانین کو کس قدر واضح کر دیا ہے۔ (کہ وہ ذرا سے غور وفکر سے' انہیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں)۔

۹۹ (یہ خارجی کائنات میں قوانینِ خداوندی کی کارفرمائی تھی۔ اب وہاں سے نیچے اتر کر ذرا انسانی دنیا کی طرف آؤ اور دیکھو کہ وہاں اُس کا قانونِ ارتقاء کس حسن وخوبی سے عمل پیرا ہے) اِس قانون کی رُو سے تمہاری زندگی کی ابتداء' ایک جرثومۂ حیات[a] سے ہوئی (۴/۱ ؛ ۳۹/۶)۔ اُس کے بعد

[a] SINGLE LIFE-CELL

طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ

۱۲ ع ۶ ۱۸

تم نے ارتقائی منازل طے کرنا شروع کیں' اس طرح کہ تمہارا کاروانِ زندگی کچھ وقت کے لئے ایک منزل میں ٹھیرا۔ پھر اُس منزل نے اُسے دوسری منزل کے سپرد کر دیا (۱۱/۱)۔ اس طرح یہ قافلہ منزل بہ منزل' آگے بڑھتا گیا تاآنکہ تم مقامِ آدمیت تک پہنچ گئے۔

ہم نے اپنے قوانین کو اُس قوم کے لئے کس قدر نکھار کر بیان کر دیا ہے جو سمجھ سوچ سے کام لیتی ہے۔

۱۰۰ تم اس پر بھی غور کرو کہ اُس نے تمہیں پیدا کیا تو اس کے ساتھ ہی (بلکہ اس سے بھی پہلے) تمہاری نشو و نما کا سامان کس حسن و خوبی سے بہم پہنچا دیا۔ وہ اس کے لئے بادلوں سے مینہ برساتا ہے جس سے ہر قسم کی روئیدگی نکلتی ہے۔ پھر اس روئیدگی سے ہری ہری ٹہنیاں اُبھرتی چلی جاتی ہیں۔ اور ٹہنیوں میں گتھے ہوئے اناج کی بالیں لٹکنے لگ جاتی ہیں۔ اسی طرح کھجور کے درخت سے پھل پیدا ہوتے ہیں جس کے خوشے جھکے پڑتے ہیں۔ یہی صورت انگور' زیتون اور انار (اور دوسرے پھلوں) کے باغوں کی ہے —— کوئی آپس میں ملتے جلتے۔ کوئی بالکل الگ —— تم اِن کے پھلوں کو اُس وقت دیکھو جب وہ شروع میں شاخوں میں لگتے ہیں اور' اُس کے بعد یہ دیکھو کہ وہ کس طرح بتدریج' غیر محسوس طور پر پختگی تک پہنچتے ہیں۔

جو لوگ نظامِ کائنات کی محکمیت پر یقین رکھتے ہیں' اُن کے لئے خدا کے قانونِ ارتقاء میں' حقیقت تک پہنچنے کی' کتنی بڑی نشانیاں ہیں۔

۱۰۱ یہ ہے وہ خدا جس کے متعلق ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ تنہا کائنات کا نظم و نسق قائم نہیں رکھ سکتا۔ کچھ غیر مرئی (UN-SEEN) قوتیں بھی ہیں جو اس کے ساتھ شریک ہیں۔ حالانکہ یہ غیر مرئی قوتیں (جو کائنات میں جاری و ساری ہیں) خود خدا ہی کی پیدا کردہ ہیں۔

پھر ان کی اس جہالت کو بھی دیکھو کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بھی بنا رکھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ' خدا کے متعلق' انسان' اِس قسم کے تصوّرات' اپنے ذہن سے تراش لیتا ہے۔ وہ (خدا) اِن باطل تصورات سے مبرّا اور بلند ہے۔

۱۰۲ ذرا سوچو کہ "خدا کے بیٹے" کا عقیدہ کس قدر باطل ہے بیٹا' سلسلۂ تولیدؔ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ؔ PROCREATION

وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهُ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠٢﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٠٣﴾ لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ جَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿١٠٥﴾ وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١٠٦﴾ اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ

جس کے لئے بیوی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور خدا وہ ہے جس نے اس تمام سلسلۂ کائنات کو (ORIGINATE) کیا ہے۔ یعنی وہ اسے بغیر کسی ذریعے اور واسطے کے 'براہ راست' عدم سے وجود میں لایا ہے۔ اور وہ ہر شے کا خالق ہے۔ اس کا عمل تخلیق 'سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔ لہٰذا اس کی طرف عمل تولید کو منسوب کرنا بڑی حماقت ہے۔

۱۰۳ یہ ہے اللہ جو تمہارا نشو و نما دینے والا ہے اور جس کا قانون' تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اُس کے سوا کسی اور کا اقتدار و اختیار نہیں۔ وہ ہر شے کا خالق اور کارساز ہے۔ لہٰذا تم بھی اُسی کے قوانین کی محکومیت اختیار کرو۔

۱۰۴ انسان کا علم' محسوسات تک محدود ہے۔ اس کی نگاہیں' غیر محدود و غیر محسوس ذاتِ خداوندی کی کنہ و حقیقت تک پہنچ ہی نہیں سکتیں۔ اس کے برعکس' علم خداوندی' تمام نگاہوں کو محیط ہے۔ وہ ایسا لطیف ہے کہ محسوسات کے دائرے میں آ ہی نہیں سکتا۔ اس کے ساتھ ایسا خبیر کہ تمام اشیائے کائنات کے احوال و کوائف سے واقف ہے۔

۱۰۵ لہٰذا' اے رسول! تم اِن سے کہدو کہ تم سے مطالبہ ذاتِ خداوندی کی کنہ و حقیقت تک پہنچنے کا نہیں۔ مطالبہ اس کے قوانین کی اطاعت کا ہے۔ اور یہ قوانین' جو یکسر علم و بصیرت پر مبنی ہیں' وحی کے ذریعے تمہارے پاس آ چکے ہیں۔ پس جو شخص عقل و بصیرت سے کام لے کر ان قوانین کی صداقت کو تسلیم کریگا' اسکا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچے گا۔ جو ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلے گا' اسکی غلط روش کا تباہ کن نتیجہ اسی کو بھگتنا پڑے گا۔ میں تم پر پاسبان مقرر نہیں کیا گیا کہ تمہیں' بھیڑ بکریوں کی طرح' ایک خاص راستے پر چلنے کے لئے مجبور کروں۔

۱۰۶ اس طرح ہم اپنے قوانین کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لاتے رہتے ہیں تاکہ یہ تسلیم کریں کہ تم نے انہیں نہایت دل نشیں انداز سے بیان کر دیا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان قوانین کی حقیقت و اہمیت انہی پر واضح ہو سکے گی جو علم و بصیرت سے کام لیں گے۔

مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۷) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۚ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (۱۰۸) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۰۹) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ

(۱۰۷) بہرحال، اے رسول! یہ تمہارا ساتھ دیں یا نہ دیں۔ تم اُس ضابطہ خداوندی کا اتباع کرتے جاؤ جو تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے، تمہاری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ یاد رکھو! خدا کے سوا کسی اور کا قانون ایسا نہیں جس کا اتباع کیا جائے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے قانون کے ساتھ، اوروں کے قوانین بھی شامل کئے جا سکتے ہیں —— یا یہ خیال کرتے ہیں کہ خارجی کائنات میں تو خدا کا قانون نافذ العمل ہے، لیکن انسانی دنیا میں، انسانوں کا خودساختہ قانون چلنا چاہیئے —— تم ان سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔ (۲۱/۲۰—۲۲ ؛ ۲۹/۹۱—۹۳)۔

(۱۰۸) اور اس سے افسردہ خاطر مت ہو کہ یہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو اپنے کائناتی قانون کے مطابق، انسانوں کو مجبور پیدا کر دیتے —— اور اس طرح، یہ کبھی دوسرے قوانین کی اطاعت اختیار نہ کرتے، لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے کہ ہم، انسان کا اختیار و ارادہ، جو ہم نے اسے دیا ہے، سلب نہیں کرنا چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے تمہیں نہ ان پر پاسبان مقرر کیا ہے نہ حوالدار، کہ تم انہیں مجبوراً صحیح راستے پر چلاؤ۔

(۱۰۹) اے جماعتِ مومنین! اس میں شبہ نہیں کہ ان لوگوں کے معبود، باطل ہیں اور تم باطل پرست نہیں ہو۔ لیکن دیکھنا! تم نے ایسی پست سطح پر نہ اتر آنا کہ ان کے معبودوں کو گالیاں دینے لگ جاؤ۔ تم نے ایسا کیا تو یہ لوگ، جہالت کی بنا پر، خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ دُنیا میں (دانستہ سرکشی اختیار کرنیوالوں کے علاوہ) جو کچھ کوئی کرتا ہے، اچھا سمجھ کر ہی کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جہالت کی وجہ سے اچھے اور بُرے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اسلئے غلط راستے پر چلنے والے پر، اس کی غلط رَوی کو واضح کرنا چاہیئے اور اس کے سامنے صحیح راستہ لانا چاہیئے۔ اُسے بُرا بھلا کہنے سے اس میں الٹی ضد پیدا ہو جائے گی۔ اگر وہ سمجھانیکے باوجود صحیح راستہ کی طرف نہ آئے، تو اس میں بھی غصے ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس کا نقصان اُسی کو ہوگا۔

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

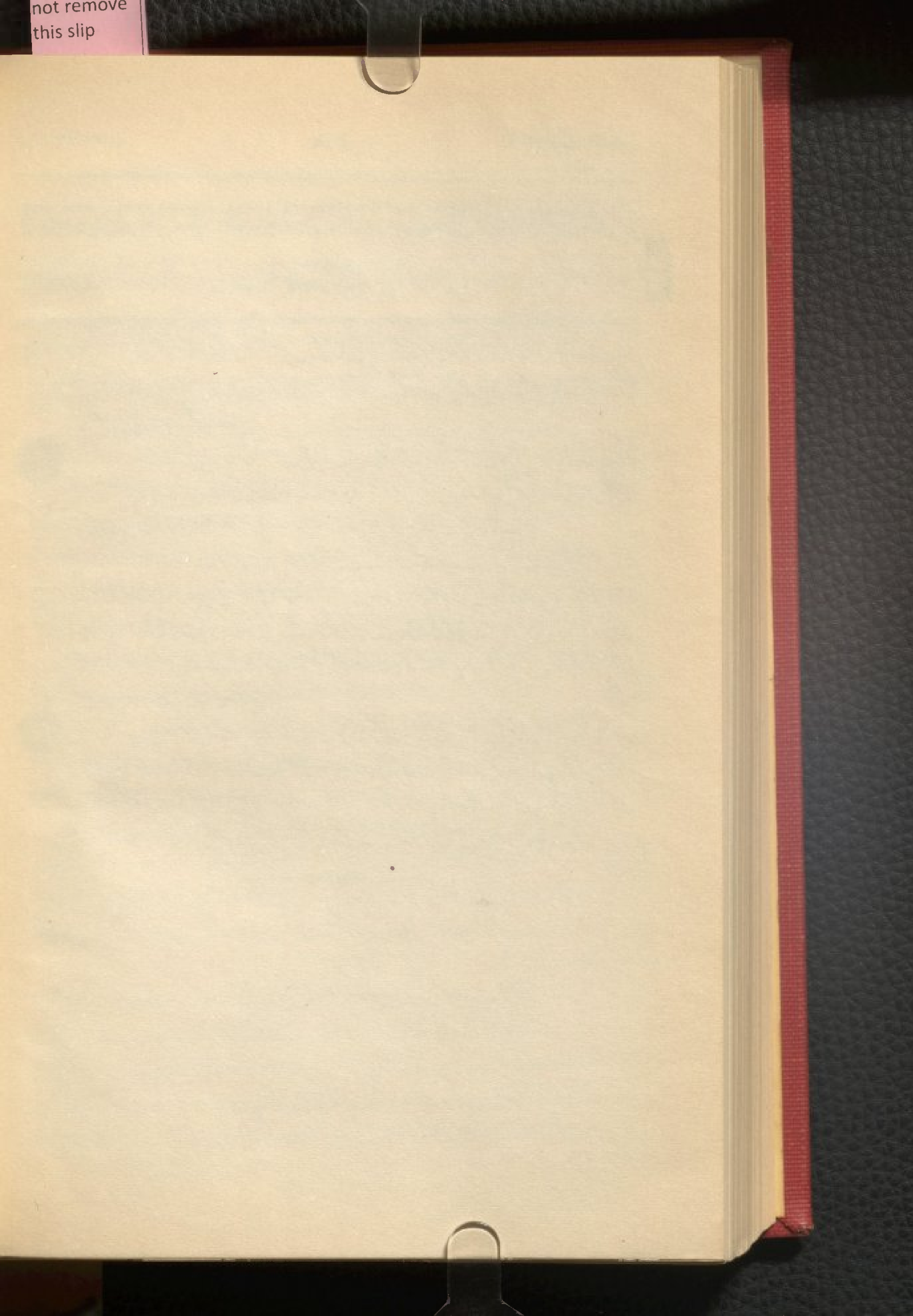
۱۳ ع ۱۹

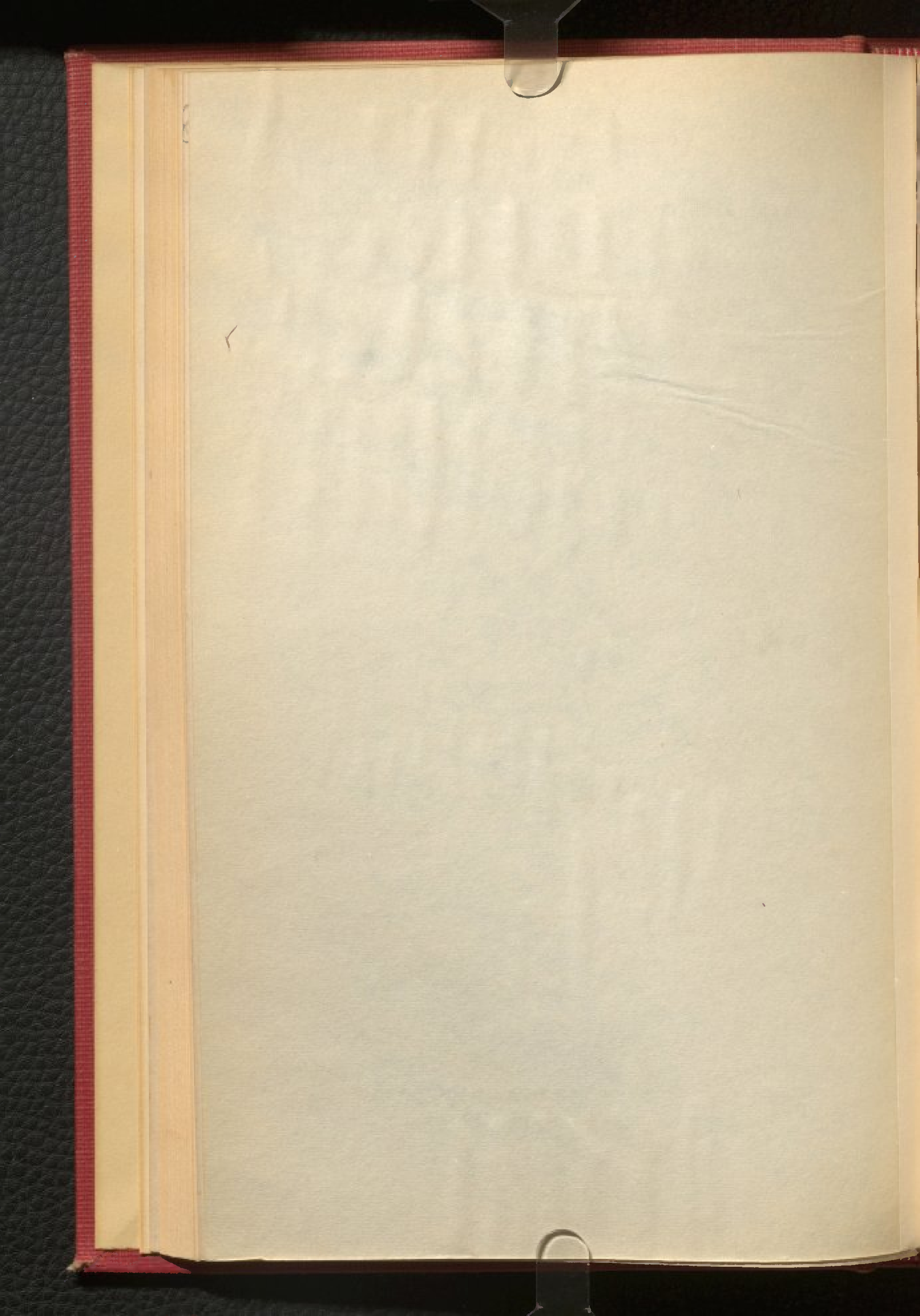
یاد رکھو! تمام لوگوں کے اعمال کے نتائج خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق مرتب ہو رہے ہیں۔ ان کا ہر قدم اُسی کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ ظہورِ نتائج کے وقت انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ صحیح رَوش پر چل رہے تھے یا غلط پر۔

۱۱۰ یہ (مخالفین) خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی محسوس نشانی دکھا دی جائے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اے رسول! تم ان سے کہدو کہ اس قسم کی نشانیاں بھیجنے نہ بھیجنے کا معاملہ خدا سے متعلق ہے۔ (میرا کام تو خدا کا پیغام تم تک پہنچانا ہے)۔

(اے جماعتِ مومنین! اِن مخالفین کے اس مطالبہ سے، تم میں سے بھی بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر انہیں اس قسم کا کوئی معجزہ دکھا دیا جائے تو اچھا ہی ہے۔ یہ اس طرح ایمان لے آئیں گے) لیکن تمہیں اِن کی دلی کیفیت معلوم نہیں۔ یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے کے (اس لئے تم، اِن کی اِن باتوں کا خیال نہ کرو۔ بس قرآن کو عقل و بصیرت کی بنا پر پیش کرتے رہو)۔

۱۱۱ یہ پیغام، اس سے پہلے بھی اِن کی طرف آتا رہا لیکن یہ اِس پر ایمان نہیں لائے۔ اس لئے کہ پیغامِ خداوندی کی صداقت کو عقل و بصیرت کی رُو سے پرکھا اور سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ ضد اور تعصب۔ توہم پرستی اور اسلاف کی اندھی تقلید کو اپنا مسلک بنا لیں، اُن کی عقلیں اوندھی ہو جاتی ہیں، اور وہ اپنی پیدا کردہ تاریکی کی طغیانیوں میں بہے چلے جاتے ہیں۔





بصیرت افروز لٹریچر

اسبابِ زوالِ اُمت: (پرویز) ہم ذلیل کیوں ہیں؟ مجلد دو روپے

اسلامی معاشرت: (پرویز) روزمرہ کی زندگی کے لئے قرآنی احکام، مجلد دو روپے

اقبال اور قرآن: قرآن کی تعلیم، اقبال کا فلسفہ اور پرویز کا قلم۔ قیمت دو روپے

طاہرہ کے نام: (پرویز) عورتوں سے متعلق قرآنی احکام اور تعلیم۔ سلیس اور شگفتہ انداز میں۔ جلد اوّل مجلد دو روپے۔ جلد دوم مجلد ۲ روپے

سلیم کے نام: (پرویز) نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے دل میں پیدا ہونے والے شکوک کے اطمینان بخش جوابات۔ مجلد جلد اوّل ۸ روپے، دوم ۶ روپے، سوم ۶ روپے

اسلام میں قانون سازی کا اصول: نامور مقننین اور مدبرین کے خیالات ملوکار قیمت ۲ روپے

نظامِ ربوبیت: (پرویز) نظام سرمایہ داری اور کمیونزم دونوں کے بجائے قرآن کا معاشی نظام مجلد ۴ روپے

لغات القرآن: (پرویز) قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کا مستند مفہوم اور قرآنی حقائق کا انسائیکلو پیڈیا چار جلدوں میں، قیمت فی جلد پندرہ روپے۔

فجر الاسلام (اردو): (علامہ محمد امین مصری) اسلام کے اولین دور کی محققانہ سرگذشت، قیمت ۔۔ ۸ روپے

ابلیس و آدم: (پرویز) آدم۔ انسان۔ ملائکہ۔ جن۔ ابلیس۔ شیطان۔ وحی۔ رسالت مجلد ۸ روپے

مَن و یزداں: (پرویز) خدا کیا ہے؟ اس کا انسان سے تعلق کیا ہے مجلد ۱۰ روپے

جُوئے نور: (پرویز) حضرات انبیائے کرام اور ان کی اقوام کی زریں داستان از حضرت نوحؑ تا حضرت شعیبؑ۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

برقِ طور: (پرویز) داستانِ بنی اسرائیل۔ قوموں کے عروج و زوال کے ابدی قوانین مجلد ۶ روپے

شعلۂ مستور: (پرویز) حضرت عیسیٰ کے کوائفِ حیات تحقیق جدید اور قرآن کی روشنی میں، قیمت مجلد چھ روپے

معراجِ انسانیت: (پرویز) حضور خاتم النبیینؐ کی رُوح پرور حیاتِ طیبہ قرآن کے آئینہ میں، قیمت مجلد بیس (۲۰) روپے۔

انسان نے کیا سوچا: (پرویز) کائنات، اخلاقیات، سیاست، معاشرت، معیشت اور مذہب کے متعلق انسانی فکر کی نادر کہانی قیمت مجلد ۱۲ روپے

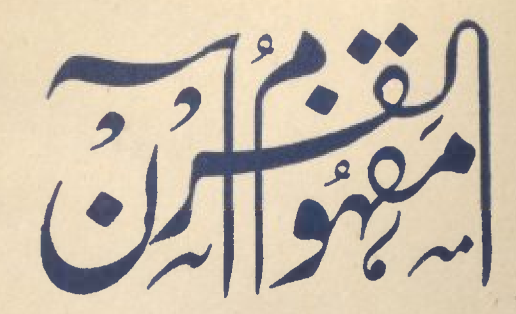
الفتنۃ الکبریٰ (اردو): (ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری) حضرت عثمانؓ کے زمانہ کی فتنہ سامانیوں کی داستان اور ان کا اصلی باعث (قیمت مجلد ۶ روپے)

تاریخ الامت: علامہ اسلم جیراجپوری مرحوم کا سلسلۂ تاریخ، کامل آٹھ جلدوں میں مکمل سیٹ ۱۸ روپے۔

میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

میزان پرنٹنگ پریس - ۲۷ - بی شاہ عالم مارکیٹ - لاہور
میں باہتمام نظر علی شاہ مینجر چھپا -



آٹھواں پارہ

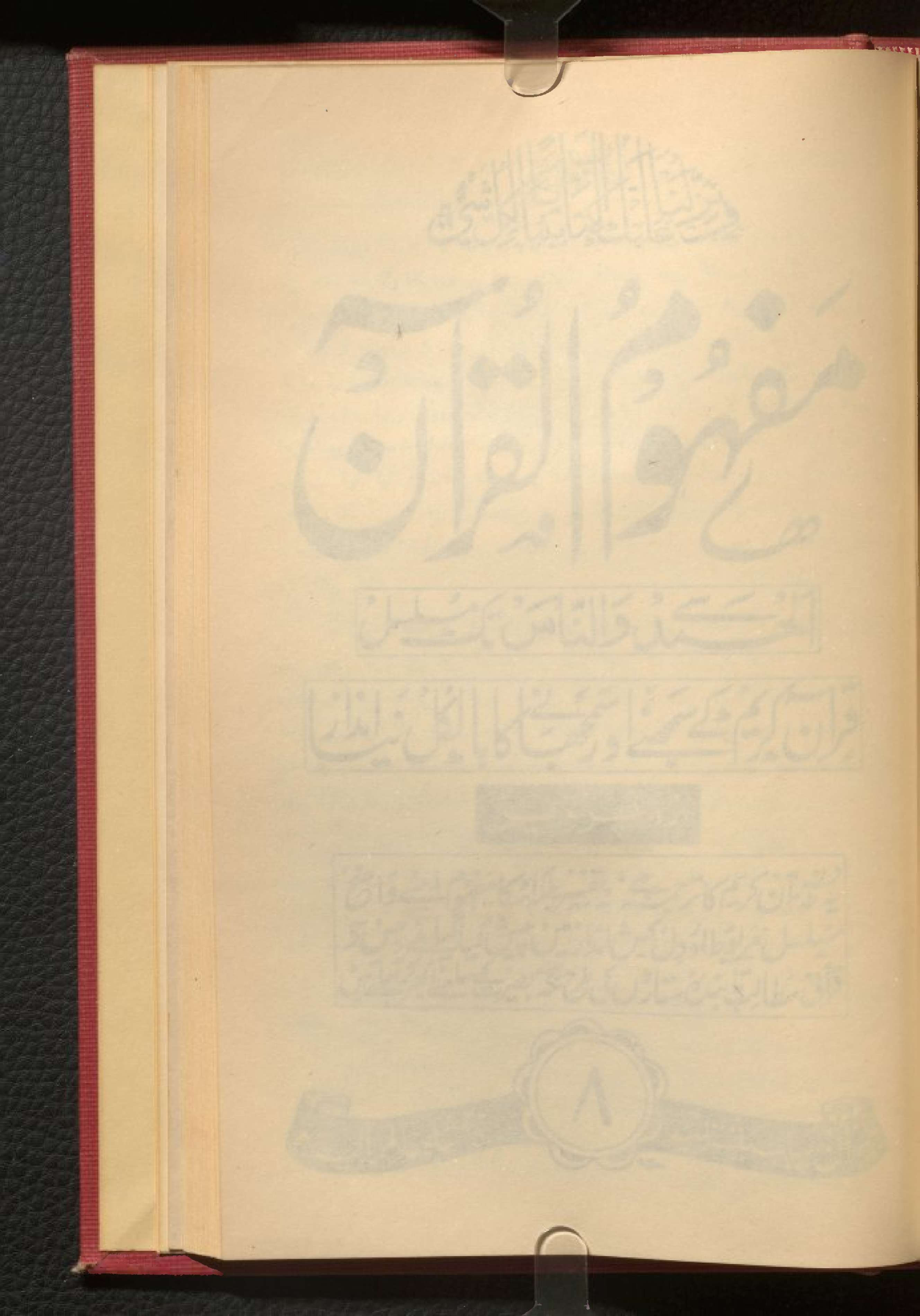
ناشران

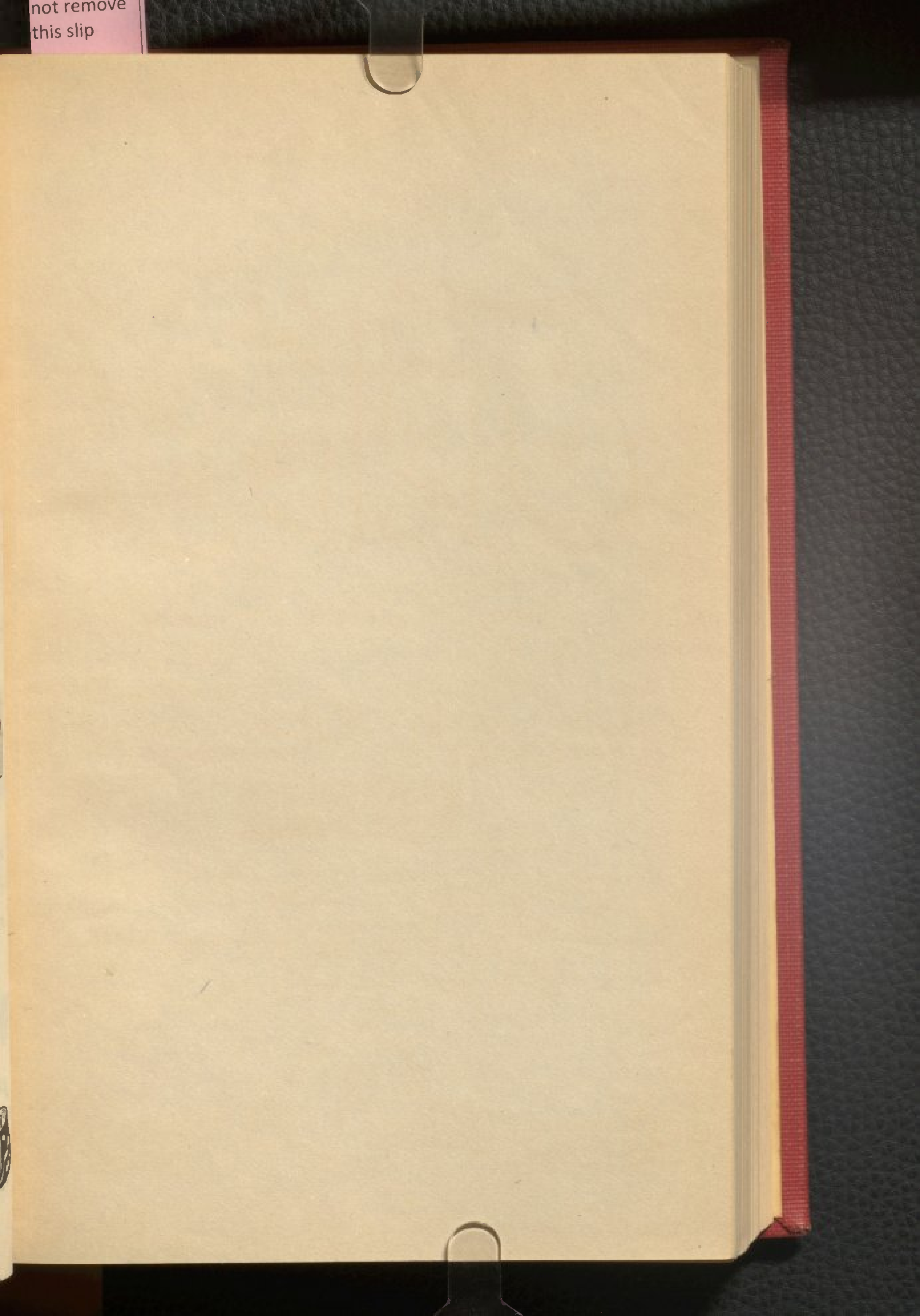
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۷۔بی۔ شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

ہدیہ -/۲







وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

مفہوم القرآن

الحمد سے والناس تک مسلسل

قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز

از پرویز

یہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، نہ تفسیر بلکہ اس کا مفہوم ایسے واضح، مسلسل، مربوط اور دل کش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگاہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آجاتے ہیں



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفہوم القرآن کا آٹھواں پارہ پیش خدمت ہے ۔ نواں پارہ زیر طبع ہے ۔ جن حضرات کی نظروں سے اس سے پہلے پارے نہیں گذرے ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے اور نہ ہی اسکی تفسیر بلکہ یہ اُس کا مفہوم ہے جسے اپنے لفظوں میں اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی پوری تعلیم ، صاف ۔ واضح ۔ مسلسل اور مربوط شکل میں سامنے آجائے ۔ اس میں مفہوم بیان کرنے والے کے ذاتی خیالات کا کوئی دخل نہیں ۔ اس مفہوم کی سند ، لغات القرآن ہے ، جسے عربی زبان کی مستند کتب لغت سے مرتب کیا گیا ہے ۔ اس میں جس لفظ کا مفہوم آپ کو مروجہ ترجموں سے مختلف نظر آئے ، اس کے صحیح ہونے کی دلیل اور سند لغات القرآن میں مل جائیگی ۔ لغات القرآن چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے جن کی مجموعی قیمت ۵۷ روپے ہے ۔

۲ ۔ قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو مختلف مقامات میں پیش کرتا ہے اور آیات کو پھیر پھیر کر لاتا ہے تاکہ ہر معاملہ کے مختلف گوشے سامنے آجائیں ۔ مفہوم القرآن میں بھی اس کا التزام کیا گیا ہے ۔ اس میں آپ کو جہاں جہاں دوسری آیات کے حوالے ملیں ، اس سے مراد یہ ہے کہ اس مضمون کی مزید وضاحت اُن مقامات میں آئی ہے ۔ وہاں بھی دیکھ لیں ۔

۳ ۔ مفہوم القرآن ایک ایک پارہ کرکے شائع ہوتا رہے گا ۔ اگر آپ نے پہلے پارے نہیں خریدے تو اسے جلد حاصل کرلیں ۔ ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا ۔ پہلے پارے کا ہدیہ تین روپے ہے کیونکہ اس کی ضخامت ۸۱ صفحات ہے ۔ باقی تمام پاروں کا ہدیہ دو روپے فی پارہ ہے ۔

نومبر ۱۹۶۲

(میاں) عبدالخالق
آنریری مینجنگ ڈائریکٹر
میزان پبلکیشنز لمیٹڈ



وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ
حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ
كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

---

۱۱۲ یقین مانو- اگر ہم اِن کی طرف فرشتے نازل کر دیتے- اِن سے مردے باتیں کرنے لگ جاتے اور ہم اِن کے سامنے دنیا جہان کی چیزیں لا کھڑی کرتے- تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے- اِس لئے کہ ایمان وہی لا سکتا ہے جو وہ طریقہ اختیار کرے جسے خدا نے ایمان لانے کیلئے تجویز کر رکھا ہے- (یعنی عقل و بصیرت سے کام لینا- ۱۰۴/۶) - اور ان میں سے اکثر کا یہ عالم ہے کہ وہ عقل و بصیرت کے پاس تک نہیں پھٹکتے- اور اپنی جہالت پر نازاں رہتے ہیں' اِسلئے اس قسم کے لوگ کیسے ایمان لے آئیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کے انکار اور سرکشی کی وجہ کچھ اور ہے' اور وُہی چیز انہیں اس طرف آنے نہیں دیتی- یعنی ان کی مفاد پرستی-

۱۱۳ اور یہ بات کچھ نئی نہیں- جو نبی بھی آیا' اس کی قوم کے بڑے بڑے سرغنے' خواہ وہ شہروں میں بسنے والے متمدن افراد تھے یا باہر بدویت کی زندگی بسر کرنے والے' غیر مہذب' اُس کی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے- (اس لئے کہ' اِس دعوتِ انقلاب کی اُن کی مفاد پرستیوں پر زد پڑتی تھی)- اس کے لئے وہ باہمی خفیہ سازشیں کرتے' اور عوام کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے' ان سے طرح طرح کی ملمع سازی کی باتیں کرتے- (اس لئے' اے رسول! تم ان کی اِس رَوش سے کبیدہ خاطر نہ ہو)- اگر مقصود یہ ہوتا کہ دعوتِ آسمانی کی

وَلِتَصْغَىٰٓ إِلَيْهِ أَفْـِٔدَةُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا۟ مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾ أَفَغَيْرَ ٱللَّهِ أَبْتَغِى حَكَمًا وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ إِلَيْكُمُ ٱلْكِتَـٰبَ مُفَصَّلًا ۚ وَٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَـٰهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُۥ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِٱلْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَـٰتِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾

کہیں سے مخالفت ہی نہ ہو اور سب لوگ اسے طوعاً وکرہاً مانتے چلے جائیں' تو ہم اپنے قانونِ مشیت کے مطابق ایسا بھی کر سکتے تھے۔ لیکن یہ ہمارے پروگرام کے خلاف ہوتا جس کی رُو سے ہم نے انسان کو صاحبِ اختیار و ارادہ بنایا ہے۔ اِس لئے تم ان سے اور اِن کی فریب کاریوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے' انہیں اِن کے حال پر چھوڑ دو (اور اپنے پروگرام کی تکمیل میں سرگرمِ عمل رہو)۔

۱۱۴ اِن ملمع سازیوں اور فریب کاریوں سے اِن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو دنیاوی زندگی کے مفاد ہی کو منتہیٰ سمجھتے ہیں اور حیاتِ اُخروی' اور خدا کے قانونِ مکافات پر یقین نہیں رکھتے' اِن کی طرف جھکے رہیں۔ اِن کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں۔ اور جو کارستانیاں یہ کرتے ہیں' وہ بھی ان میں شریک رہیں —— یہ چاہتے ہیں کہ سارا معاشرہ اِنہی کے ڈھب پر چلتا جائے تاکہ کوئی کسی کو روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔ (وہ تم سے بھی اسی قسم کی مفاہمت کرنا چاہتے ہیں)۔

۱۱۵ ان سے پوچھو کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون کے مطابق تمہارے معاملات کے فیصلے کرنے لگ جاؤں' حالانکہ اُس نے تمہاری طرف ایک واضح اور نکھرا ہوا ضابطہ قوانین بھیج دیا ہے۔ جن لوگوں کو یہ کتاب دی گئی ہے (یعنی جماعتِ مومنین کے اربابِ علم و بصیرت۔ ۳۵/۳۵)۔ وہ اس حقیقت کو پا گئے ہیں کہ یہ فی الواقعہ تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے' حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ اِس لئے' ان مخالفین کے ساتھ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۱۶ اِس قرآن میں' خدا کا ضابطہ قوانین' تمام صداقتوں کو اپنے اندر لئے' اور عدل و توازن کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے' مکمل ہو چکا ہے۔ اب اِن قوانینِ خداوندی میں کوئی تغیر و تبدل کرنے والا نہیں —— یعنی' یہ مکمل ایسا ہے کہ اِس میں اضافے

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٩﴾

کی گنجائش نہیں۔ اور محکم ایسا کہ اس میں کسی تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں۔ (اسی لئے اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی (۳۳/۴۰)۔ اور خدا نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ (۹/۱۵)۔ یہ اس لئے کہ یہ اُس خدا کا ضابطۂ قوانین ہے جو سب کچھ سنتا، اور ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ (اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ انسانی راہ نمائی کے لئے جو کچھ دیا جانا ضروری تھا اُس میں سے کوئی بات لاعلمی کی بنا پر رہ گئی ہو)۔

۱۱۷ اب رہا یہ سوال کہ یہ ضابطۂ خداوندی اُس رَوش کے خلاف دعوت دیتا ہے جس پر نوعِ انسان کی اکثریت گامزن ہے تو یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ کسی مسلک کے صحیح ہونے کی یہ کوئی دلیل نہیں کہ اسے اکثریت نے اختیار کر رکھا ہے۔ اگر تم (اس خیال کے مُطابق) لوگوں کی اکثریت کا اتباع شروع کر دو تو یہ چیز تمہیں خدا کی راہ سے ہٹا کر گمراہ کر دے گی۔ دنیا کی اکثریت کا تو یہ عالم ہے کہ لوگ محض ظن و تخمین کے پیچھے ہو لیتے ہیں (اور یقینی علم کے بجائے قیاس آرائیوں سے کام لیتے رہتے ہیں۔ (اس کے برعکس، خدا کی وحی جو کچھ پیش کرتی ہے، وہ سرتاسر علم و حقیقت پر مبنی ہوتا ہے)۔

۱۱۸ لہذا، گمراہی اور راست رَوی کا معیار خدا کی وحی ہو سکتی ہے۔ یہی وہ معیار ہے جس کے مطابق تیرا پروردگار فیصلہ کرتا ہے کہ کون اُس کے تجویز کردہ راستے سے ہٹ گیا اور کون اُس پر چل رہا ہے۔

۱۱۹ (اس معیار کی روشنی میں تم اِن اہل کتاب کے اس اعتراض کا جائزہ لو جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن نے بعض ایسی چیزوں کو حلال کیوں قرار دے دیا جنہیں وہ حرام سمجھتے ہیں۔ حرام اور حلال کا معیار، خدا کی وحی ہو سکتی ہے، کسی کا اپنا مسلک نہیں ہو سکتا خواہ اُس مسلک پر چلنے والوں کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو)۔

لہذا، اگر تم قوانین خداوندی (قرآن) پر ایمان رکھتے ہو تو (جن چیزوں کو خدا نے حلال قرار دیا ہے ان میں سے)، جن پر خدا کا نام لیا جائے[1]، اُنہیں نہایت اطمینان سے کھاؤ۔

[1] اس سے مقصد جانوروں کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینا ہے۔ (۳۶/۲۲ ؛ ۲۸)

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾

---

١٢٠ جب خدا نے تمہیں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ کون کون سی چیزیں حرام ہیں — اور وہ بھی مجبوری کی حالت میں جائز قرار پا جاتی ہیں۔ (۵/۴ : ۶/۱۴۶)۔ تو جن چیزوں کو اُس نے حلال وطیب قرار دیا ہے اُن پر اللہ کا نام لے کر کھانے میں کیا تردد ہو سکتا ہے؟ (انہیں اگر خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے تو وہ حرام ہو جاتی ہیں)۔ یہ لوگ جو اِس طرح کی باتیں کرتے ہیں (کہ فلاں چیز پہلے یہودیوں کے ہاں، حرام تھی۔ اب تم اسے حلال کیوں قرار دیتے ہو) تو اِن کی کوئی بات وحی کے علم ویقین پر مبنی نہیں۔ محض اِن کے ذاتی خیالات ہیں جن کی بنا پر یہ تمہیں صحیح راستے سے بہکانا چاہتے ہیں۔ خدا نے حرام وحلال کی جو حدیں باندھی تھیں، اِن لوگوں نے اُن حدوں کو از خود آگے بڑھا دیا۔ اب اس بات کا پورا پورا علم، وحیِ خداوندی (قرآن) میں دیا گیا ہے کہ حرام وحلال کی صحیح حدود کونسی ہیں اور کون اِن حدوں سے آگے بڑھ رہا ہے۔

١٢١ پھر اِس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ رکھو کہ جن باتوں سے روکا جائے اُن سے محض رسمی طور پر مت رکو، بلکہ اُس ممانعت کی اصل وروح کو بھی پیشِ نظر رکھو۔ یعنی اُن لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو سمجھتے ہیں کہ احکام کی صرف ظاہرا پیروی ہی مقصود ہے، اُن کی غرض وغایت سے کچھ واسطہ نہیں۔ نہ ہی اُن میں سے جو یہ کہتے ہیں کہ احکام کے صرف باطنی مفہوم کا اتباع مقصود ہے، ظواہر کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ دونوں غلطی پر ہیں۔ جن باتوں کو ناجائز قرار دیا گیا ہے — اس لئے کہ ان سے تمہاری ذات میں اضمحلال واقع ہوتا ہے — اُن کے ظاہر وباطن دونوں سے بچنا ضروری ہے تاکہ تمہارے فکر اور عمل میں پاکیزگی اور پختگی پیدا ہو۔ جو لوگ اس کی خلاف ورزی کریں گے، اِس کا نتیجہ انہیں یقیناً بھگتنا پڑے گا۔

١٢٢ بنا بریں یہ نہ کہو کہ کسی چیز کو خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے سے کیا بگڑتا ہے۔ اور اس پر خدا کا نام لے دینے سے کیا سنورتا ہے۔ وہ چیز دونوں صورتوں میں یکساں

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۳﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِى كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا۟ فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲۴﴾ وَإِذَا جَآءَتْهُمْ ءَايَةٌ قَالُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ

رہتی ہے —— اس سے ایک گہرا نفسیاتی اثر ہوتا ہے جس سے انسان کے قلب میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ لہٰذا، جس چیز پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ۔[1] یہ چیز تمہیں صحیح راستے سے دوسری طرف لیجائے گی۔ مخالفین کی جماعت کے سرغنے اپنے رفقاء کو اکساتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے ان باتوں میں اُلجھتے جھگڑتے رہیں (اور کوشش کریں کہ تم ان کی بات مان جاؤ)۔ اے جماعتِ مومنین! اگر تم نے اِن کی بات مان لی تو تم بھی، انہی کی طرح مشرک ہو جاؤ گے۔

۱۲۳ تم اپنی اور اِن کی حالت کا موازنہ یوں کرو کہ ایک شخص مردہ ہو۔ اُسے از سرِ نو زندگی عطا ہو جائے، اُس کے بعد اُسے ایسی نورانی قندیل دے دی جائے جس سے وہ خود بھی روشنی میں چلے اور دوسروں کو بھی صحیح راستے پر چلائے۔ اس کے برعکس، دوسرا شخص ہے جو سخت تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے، اور ان سے نکلنا نہیں چاہتا۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں —— یہی حالت اِن صداقت سے انکار کرنے والوں، کی ہے۔ انہیں چمگادڑ کی طرح اندھیرا بہت اچھا لگتا ہے اور روشنی آنکھوں میں کھٹکتی ہے۔ اس لئے یہ، وحیِ خداوندی کے بجائے اپنے خود ساختہ معتقدات و رسومات میں خوش رہتے ہیں۔

۱۲۴ یہ ہے وہ نفسیاتی کیفیت جس کی بنا پر ہمیشہ یہ ہوتا رہا کہ جہاں کسی نے خدا کے عالمگیر نظامِ ربوبیت کی دعوت دی، وہاں کے اکابر مجرمین نے اس دعوت کی مخالفت کے لئے منصوبے باندھنے شروع کر دیئے۔ اگر وہ ذرا بھی عقل و شعور سے کام لیتے تو اُن پر یہ حقیقت کھل جاتی کہ اُن کی اس منصوبہ بندی میں خود اُن کا اپنا نقصان تھا۔ اس لئے کہ نظامِ خداوندی کا قیام ان کی بہتری کے لئے تھا۔ (اگر کسی گاؤں کے لوگ اپنے ہاں ہسپتال بنانے کی مخالفت کریں تو یہ مخالفت خود اُن کے اپنے مفاد کے خلاف ہوگی)۔

۱۲۵ پھر اِن کی کیفیت یہ ہے کہ جب اِن کی طرف ہماری کوئی وحی آتی ہے تو یہ کہتے ہیں

[1] جس جانور پر ذبح کرتے وقت خدا کا نام نہ لیا جائے (۶/۱۲۱) یا جس چیز کو غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیا جائے وہ حرام ہو جائے گی۔

نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

کہ ہم تو اِس پر صرف اُس صورت میں ایمان لائیں گے کہ جس طرح رسولوں پر وحی نازل ہوتی ہے، اُسی طرح ہم پر بھی براہِ راست وحی نازل ہو۔ (اِن سے کہدو کہ خارجی دنیا میں تو خدا کا قانون یہی ہے کہ وہ ہر نوع کے ہر فرد کو براہِ راست وہ راہ نمائی دے دیتا ہے جس کے مطابق اُس نے زندگی بسر کرنی ہوتی ہے، لیکن اِنسانی دنیا میں اُس کا یہ پروگرام نہیں۔ یہاں یہ قاعدہ ہے کہ ایک منتخب فرد کو وحی دی جاتی ہے اور وہ اس وحی کو دوسرے انسانوں تک پہنچاتا ہے ($\frac{۴۲}{۵۱}$)۔ اور یہ بات ان کی مرضی پر چھوڑتا ہے کہ وہ چاہے اُسے تسلیم کرلیں اور چاہے اُس سے انکار کردیں۔ اگر ہر فرد کو براہِ راست وحی دی جائے، تو اشیائے کائنات کی طرح، اِنسان بھی اُس وحی کے مُطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائے اور عقل و فکر کو کام میں لاکر صحیح فیصلہ کرنے کا سوال باقی نہ رہے، حالانکہ یہی چیز باعثِ شرفِ انسانیت ہے)۔

اِس مقصد کے لئے خدا خوب جانتا ہے کہ وہ کونسا فرد ہے جسے اس بلند منصب (یعنی وحی دیئے جانے) کے لئے منتخب کرنا چاہیئے ($\frac{۳۱}{۱۲۸}$)۔

لیکن یہ سب اِن کی کٹ حجتیاں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ناجائز کمائی کا لہو کچھ اِس طرح اِن کے مُنہ کو لگ گیا ہے کہ یہ اُسے چھوڑنا چاہتے ہی نہیں۔ اِن سے کہدو کہ تم جو جی میں آئے کر دیکھو، تمہیں ایک دن، اِس نظام کے آگے جھکنا پڑے گا، اور اُس وقت تمہیں ان سازشوں کی سخت سزا ملے گی۔

۱۲۶ (اِس قسم کی دونوں جماعتیں شروع سے چلی آرہی ہیں ——— یعنی ماننے والوں کی اور مخالفت کرنے والوں کی ——— اور یہ کچھ خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے)۔ وہ قانون یہ ہے کہ جو شخص تعصب اور کم ظرفی کو چھوڑ کر، اپنی نگاہوں میں اتنی وسعت اور سینے میں اتنی کشاد پیدا کرلے کہ اسلام کے حقائق پر کھلے دل سے غور و فکر کر سکے، اس پر صحیح راستہ واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص تعصّب اور تنگ نظری سے کام لے، اس پر یہ راہ واضح نہیں ہوتی۔ تعصّب سے اُس کا سینہ اِس قدر تنگ ہو جاتا ہے کہ حق کا قبول کرنا سکے

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰۗؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

نزدیک بڑی سخت گھاٹی پر چڑھنے کے مرادف ہو جاتا ہے' جہاں قدم قدم پر اس کا سانس پھول جائے (۹۰/۱۲ : ۱۱)۔

جو لوگ عقل و فکر سے کام نہ لیں اور یونہی وحی کی صداقت سے انکار کرتے جائیں' (۲/۶) اُن پر بات واضح ہو نہیں سکتی۔ ان کے لئے معاملہ ہمیشہ مشتبہ رہتا ہے (۲/۱۰ : ۱)۔

۱۲۷ اِن کے برعکس' جو لوگ عقل و فکر سے کام لے کر وحی کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں' وہ تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے متعین کردہ' سیدھی اور متوازن راہ پر چلتے ہیں۔

دیکھو! ہم اپنے قوانین و حقائق کو' اُن لوگوں کے لئے جو انہیں پیشِ نظر رکھنا چاہیں' کس قدر واضح طور پر بیان کر دیتے ہیں۔

۱۲۸ یہ وُہ لوگ ہیں جن کے حسنِ عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں' ان کے نشو و نما دینے والے کی طرف سے' ہر طرح کی سلامتی نصیب ہوتی ہے' اور قانونِ خداوندی کی کارسازی اور رفاقت اُن کے حصے میں آجاتی ہے۔

۱۲۹ جب وہ نظام قائم ہو گا تو اِن مخالفین کی تمام پارٹیاں اکٹھی کی جائیں گی شہری لوگ جو اسکیمیں بنایا کرتے تھے' اور بدوی' جو ان اسکیموں کو کامیاب بنانے کے لئے ان کے دست و بازو بنا کرتے تھے ــــ ان بدوی لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم نے ان شہری پارٹیوں سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ اور اُن پارٹیوں کے سرغنے اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہوں گے کہ ہم اس دعوت کی مخالفت میں ایک دوسرے کو استعمال کیا کرتے تھے تا آنکہ وہ وقت آپہنچا جو ہمارے اعمال کے ظہورِ نتائج کے لئے مقرر تھا (اور آج ہم اِس طرح بندھے کھڑے ہیں)۔ اُن سے کہا جائے گا کہ تمہارا ٹھکانہ تباہیوں کا وہ جہنم ہے جس میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہو گا۔ اس میں تبدیلی خدا ہی کے قانون کے مطابق ہو سکتی ہے۔ اور ایسا ہو گا نہیں[1]۔ وہ قانون یکسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

[1] قرآنی اسلوب یہ ہے کہ جہاں اِلّا کے بعد مَاشَاءَ اللہ وغیرہ آئے' جس سے مقصود مشیتِ خداوندی ہوتی ہے' تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ پہلے کہا گیا ہے اس کے خلاف کبھی نہیں ہو گا۔ ملاحظہ ہو لغات القرآن۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۱۶۱۸ عنوان (ن۔ س۔ ی)۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٣٠﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰي بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٣﴾ وَرَبُّكَ

---

١٣٠ اِس طرح ہم' سرکش لوگوں کی مختلف پارٹیوں کو' اُن کے مشترکہ جرم کی بناء پر' ایک دوسرے کے ساتھ ملادیا کرتے ہیں۔ اور یوں وہ اپنے کئے کی سزا بھگتنے کے لئے ایک ہی بن جاتے ہیں۔

١٣١ ہم اُس دن' اِن دونوں گروہوں ——— بدویوں اور شہریوں ——— سے پوچھیں گے کہ کیا تمہاری طرف ہمارے پیغمبر نہیں آتے تھے جو تمہارے اپنے ہی بھائی بند تھے۔ کوئی غیر نہیں تھے۔ وہ تمہارے سامنے ہمارے قوانین پیش کرتے تھے اور تمہیں آگاہ کیا کرتے تھے کہ ایک دن تمہارے اعمال کے نتائج تمہارے سامنے آکر رہیں گے (٣٩/٦)۔ اس پر وہ اقرار کریں گے کہ یہ ٹھیک ہے۔ اِس کے لئے کسی خارجی شہادت کی بھی ضرورت نہیں' ہم خود اپنے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ صداقت تو اِن لوگوں کے سامنے آجاتی ہے اور اسے پہچاننے میں بھی کوئی دقت نہیں ہوتی۔ لیکن طبیعی زندگی کے پیش پا افتادہ مفاد کی چمک دمک نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دیتی ہے اور وہ اس کے فریب میں آجاتے ہیں۔ لیکن جب ان کی غلط رَوش کے تباہ کن نتائج ان کے سامنے آتے ہیں تو اُس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور وہ اپنے خلاف' آپ شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے حق و صداقت کا انکار کر کے واقعی جرم کیا تھا۔

١٣٢ (یہ سب کچھ اِس لئے بیان کیا گیا ہے کہ یہ بتا دیا جائے کہ) تیرا رب یہ نہیں کرتا کہ کسی قوم کو اس کا تو علم ہی نہ دیا جائے کہ وہ کون سے قوانین ہیں جن کے انکار سے تباہی آتی ہے' اور انہیں' اِس جرم کی پاداش میں تباہ کر دیا جائے کہ تم نے ان قوانین سے انکار کیوں کیا تھا۔ ایسا کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اور خدا کسی پر زیادتی نہیں کیا کرتا۔

١٣٣ ہمارے قانون کی رُو سے' سزا اور جزا عمل کے مطابق ملتی ہے' اور عمل ہی کے مطابق ہر ایک کا درجہ متعین ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہم نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ کسی کا کوئی عمل' ہمارے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہنے پائے۔

الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٥﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَاۗىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَاۗىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰي شُرَكَاۗىِٕهِمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٧﴾

---

١٣٤ ان سے کہدو کہ خدا کا نظام کسی خاص قوم کا محتاج نہیں کہ وہ اُسی کے ہاتھوں قائم ہوگا کسی اور کے ہاتھوں قائم نہیں ہو سکے گا۔ وہ اپنی مہربانی سے ہر قوم کو نشو و نما حاصل کرنیکے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ اِسی طرح اُس نے تمہیں بھی مواقع بہم پہنچائے ہیں اگر تم اُس کے قانون کے مطابق، ان مواقع سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے اور اپنے اندر زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا نہیں کرو گے، تو وہ تمہیں زندہ قوموں کی صف سے نکال دے گا اور تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے لیگی۔ جس طرح اُس نے تمہیں (بنی اسرائیل کی تباہی کے بعد) ایک دوسری قوم (بنی اسماعیل) کی نسل سے اٹھا کھڑا کیا ہے۔

١٣٥ (اِسے بگوش ہوش سُن لو کہ ہماری یہ تنذیر خالی دھمکی نہیں)۔ جو کچھ تم سے کہا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ تم ہمیں ایسا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتے، تم ہمیں بے بس نہیں کر سکتے۔

١٣٦ ان سے کہدو کہ (اس باب میں کسی بحث و تمحیص، یا جھگڑے جھمیلے کی ضرورت نہیں)۔ تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے جاؤ۔ میں اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتا ہوں۔ اس کے بعد نتائج خود بتا دیں گے —— اور بہت جلد بتا دیں گے —— کہ آخرالامر دنیا میں کامیابی کسے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہ خدا کا اٹل قانون ہے کہ جو قوم انسانیت کے حقوق میں کمی کرتی ہے اس کی کھیتی کبھی بار آور نہیں ہو سکتی۔

١٣٧ (یہ لوگ بھلا تمہارے مقابلے میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں، جن کی جہالت کا ابھی تک یہ عالم ہے کہ انہوں نے عجیب و غریب قسم کے عقائد و رسومات وضع کر رکھے ہیں جو یکسر توہم پرستی پر مبنی ہیں۔ مثلاً) یہ لوگ اُس فصل میں سے، اور اُن مویشیوں میں سے، جو خود خدا کے پیدا کردہ ہیں، ایک حصّہ الگ کر لیتے ہیں اور 'بزعم خویش' کہتے ہیں کہ یہ حصّہ خدا کا ہے۔ اسی طرح، ایک اور حصّہ الگ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

(خدا کے) شریکوں کا ہے۔ جو حصّہ اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لئے مختص کرتے ہیں اسے ان کے پیر پروہت لے جاتے ہیں۔ اس میں سے اللہ تک کچھ نہیں پہنچتا۔ (یعنی خدا کے مستحق بندوں کو نہیں ملتا)۔ اور جو حصّہ اللہ کے لئے نکالتے ہیں' وہ بھی ان کے پیر پروہت یہ کہہ کر لیجاتے ہیں کہ ہم اسے اللہ تک پہنچا دیں گے۔ اِس طرح نام تو اللہ کا لیتے ہیں اور لے جاتے ہیں ان کے وہ پروہت جو معبودانِ باطل کے نمایندے بنتے ہیں۔

ذرا سوچئے کہ اِن کے یہ عقائد کس قدر بُرے ہیں؟

۱۳۸ یہیں تک بس نہیں۔ ان کی توہم پرستی اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ جنہیں یہ خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں ان کے متعلق اِن کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر ہم اُن کے حضور اپنی اولاد قربان کر دیا تو یہ بہت بڑا نیکی کا کام ہے۔ (یہ سب ان کے مذہبی پیشواؤں کی کارستانیاں ہیں۔ جو اس قسم کی توہم پرستیوں کو دینِ خداوندی کا نقاب اوڑھا کر پیش کرتے ہیں' اور سادہ لوح عقیدتمندوں کے ہاتھوں) ان کی اولاد جیسی عزیز شے کو ہلاک کرا دیتے ہیں۔

(ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں کو دیکھ کر تمہارا جی بہت کڑھتا ہے اور تم چاہتے ہو کہ یہ اس قسم کے عقائد کو چھوڑ کر صحیح دین اختیار کرلیں۔ لیکن' جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے' یہ کچھ افہام و تفہیم کے ذریعے کرنا ہوگا۔ ورنہ اگر انسان کو مجبوراً سیدھے راستے پر چلانا مقصود ہوتا تو) ان کی کیا مجال تھی کہ یہ اس قسم کی حرکات کرتے (لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے تم ان تک ہمارا پیغام پہنچاتے رہو اور اس کے بعد) انہیں' مع ان کے خود تراشیدہ عقائد و مسالک کے ان کے حال پر چھوڑ دو۔

۱۳۹ (ان کی جہالت آمیز رسموں کا کیا پوچھتے ہو!) یہ' اپنے مویشیوں اور کھیتی میں سے کچھ حصہ الگ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے کوئی نہیں کھا سکتا بجز اُن کے جنہیں ہم' اپنے عقیدے کے مطابق' کھلانا چاہیں۔ اسی طرح' یہ بعض جانوروں کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ (یہ فلاں پیر کا اونٹ ہے) اس پر کوئی سواری نہیں کرسکتا۔ اسی طرح بعض جانور ہیں جنہیں

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٤٠﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٤١﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٤٢﴾

ذبح کرتے وقت' یہ اللہ کا نام نہیں لیتے (ان کا نام لیتے ہیں جن کے لئے انہیں بطور نذر نیاز ذبح کیا جاتا ہے)۔

اب عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ان کے اس قسم کے خود تراشیدہ عقائد و رسومات کے نتائج ان کے سامنے آجائیں گے۔ اب جہالت اور توہم پرستی کا دَور جانے والا ہے۔

(۱۴۰) اِسی طرح اِن کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ فلاں جانور کے پیٹ میں جو بچہ ہے اسے صرف مرد کھا سکیں گے' عورتوں پر اس کا گوشت حرام ہوگا۔ لیکن اگر وہ بچہ مُردہ پیدا ہو تو اُس میں مرد اور عورتیں سب شریک ہوسکتے ہیں۔

اب عنقریب انہیں' ان کی ان توہم پرستیوں کی سزا ملے گی (اور خدا کا وہ دین عام ہو جائیگا جو) یکسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

(۱۴۱) ذرا سوچئے کہ جو لوگ' ایسے باطل عقائد کی بناپر' محض جہالت اور حماقت سے' اپنی اولاد جیسی متاعِ عزیز کو اپنے ہاتھوں ہلاک کر دیتے ہیں' اور جو کچھ اللہ نے کھانے پینے کو دیا ہے اسے' محض اپنی افتراپردازیوں سے' اپنے اوپر حرام قرار دے لیتے ہیں' اور پھر ان توہمات کو منسوب کرتے ہیں خدا کی طرف' تو ایسے لوگ اپنا کس قدر نقصان کرتے ہیں؟۔

جو لوگ اس طرح جہالت اور توہم پرستیوں کے غلط راستوں پر آنکھ بند کئے چلتے جائیں' اُن پر زندگی کی صحیح راہیں کس طرح کھل سکتی ہیں؟

(۱۴۲) (یہ ہیں اِن کے دیوی دیوتا اور پیر پروہت۔ ان کے برعکس) خدا کی ذات وہ ہے جس نے (تمام انسانوں کی پرورش کے لئے) باغات کا سلسلہ پھیلا دیا ہے۔ بعض بڑے بڑے مضبوط درخت جو بغیر کسی سہارے کے کھڑے ہیں۔ بعض نرم و نازک (انگور کی سی) بیلیں جو ٹٹیوں پر چڑھائی

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾

جاتی ہیں۔ نیز سر بفلک کھجوروں کے پیڑ۔ اور مختلف پیداوار والی کھیتیاں۔ اور زیتون اور انار ـــــ ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی' اور الگ تھلگ بھی۔

جب یہ درخت ثمر بار ہوں تو ان کے پھل شوق سے کھاؤ۔ اور اس میں سے "خدا کا حق" دیدیا کرو (یعنی اپنی ضروریات پورا کرنے کے بعد' باقی دوسرے انسانوں کی پرورش کے لئے عام کر دو - $\frac{2}{219}$ - اور اپنی ضروریات کے تعیّن میں بھی) اسراف سے کام نہ لو۔ خدا اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

١٤٣ اور دیکھو! اُسی خدا نے تمہارے لئے چارپائے پیدا کر دیئے ہیں ـــــ کچھ بلند قامت'۔ جو بوجھ لادنے کے کام آتے ہیں۔ اور کچھ پست قامت (زمین سے لگے ہوئے)۔

جو کچھ اُس نے تمہارے لئے سامانِ رزق پیدا کیا ہے اُسے شوق سے کھاؤ۔ لیکن اپنے حیوانی سطح کے جذبات کے پیچھے نہ لگو (جن کا تقاضا یہ ہے کہ سب کچھ اپنے لئے سمیٹ کر رکھ لو۔) ایسا کرنا' عالمگیر انسانیت سے کھلی ہوئی دشمنی ہے ـــــ نہ ہی توہم پرستی میں پڑو۔

١٤٤ ان توہم پرستوں سے پوچھو کہ خدا نے اُن مویشیوں میں سے (جو تمہارے ہاں عام طور پر پائے جاتے ہیں) آٹھ قسمیں پیدا کی ہیں ($\frac{39}{6}$)۔ بھیڑ۔ نر اور مادہ ـ اور بکری۔ نر اور مادہ (باقی چار کا ذکر آگے آتا ہے)۔ ان سے پوچھو کہ (تم نے جو حرام اور حلال کی فہرستیں از خود مرتب کر رکھی ہیں' اُن کی کوئی خدائی سند بھی ہے؟) خدا نے کہیں بھی یہ کہا ہے کہ اِن (بھیڑ بکریوں) کے نر حرام ہیں (اور مادہ حلال) یا مادہ حرام ہیں (اور نر حلال)۔ یا اُن بچّوں کو حرام قرار دیا ہے جو ان کے پیٹ میں ہوں۔ ان سے کہو کہ اگر تم اپنے اِس دعوے میں سچے ہو (کہ تمہاری حرام اور حلال کی فہرستیں خدا کی مرتب کردہ ہیں) تو مجھے بتاؤ کہ تمہارے پاس اس کی سند کیا ہے؟

١٤٥ اِسی طرح خدا نے نر اور مادہ اونٹ پیدا کئے ہیں اور گائے اور بیل بھی۔ (یہ سب مل کر آٹھ نر

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۶﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ڮ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

اور مادہ ہوگئے۔ یعنی چار نر اور چار مادہ)۔ اِن سے پوچھو کہ کیا ان میں سے بھی خدا نے نروں کو حرام کیا ہے یا مادِینوں کو۔ یا ان بچوں کو جو ان کے پیٹ میں ہوں۔ (تم جو کہتے ہو کہ تمہاری حرام وحلال کی تقسیم خدائی تقسیم ہے تو بتاؤ کہ) جب خدا نے ایسا حکم دیا تھا تو تم اُس وقت موجود تھے؟ (اے اِن کے مذہبی پیشواؤ! تم سوچو کہ) تم جو 'بغیر علم وسندِ خداوندی کے' لوگوں کو اس طرح گمراہ کرتے ہو' اور اپنی خود ساختہ فہرستوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہو' تو اس سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا ہے؟ اَو ایسے اکابر مجرمین' قانونِ خداوندی سے کس طرح ہدایت حاصل کر سکتے ہیں؟

۱۴۶ ان سے کہو کہ (حرام وحلال کا اختیار صرف خدا کو ہے)۔ اُس نے میری طرف جو کچھ وحی کیا ہے' میں اس میں کسی چیز کو' جسے عام طور پر لوگ کھاتے ہیں' حرام نہیں پاتا' بجز (ان چار چیزوں کے۔ یعنی) مردار۔ بہتا ہوا لہو۔ خنزیر کا گوشت۔ حکم خداوندی کے علی الرغم' اِن کا کھانا شرفِ انسانیت کی نشوونما کے روک دینے کا باعث اور' غلط راستوں کی طرف لیجانے کا موجب ہے۔ نیز جس (حلال) چیز کو خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ (یہ چیزیں حرام ہیں۔ انہیں مت کھاؤ' بجز اس کے کہ) اگر کوئی شخص (حلال چیزوں کے نہ ملنے کی وجہ سے) مجبور ہو جائے' اور اسکی نیت قانون شکنی یا ہوس پروری کی نہ ہو' اور وہ اپنی اضطراری ضرورت سے آگے نہ بڑھے (تو اپنی جان کی حفاظت کے لئے ان چیزوں میں سے جو میسر آجائے اسے کھا سکتا ہے)۔ ایسی حالت میں' اِن چیزوں کے کھانے سے تمہاری ذات پر جو مضر اثرات مرتب ہوں گے' قانون کے احترام کا محکم احساس تمہیں ان اثرات سے محفوظ رکھے گا اور تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما بدستور ہوتی رہے گی۔ (۲/۱۷۳ ؛ ۵/۳)۔

۱۴۷ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہم نے یہودیوں پر تمام ناخن دار جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی تھی' بجز اُس چربی کے جو اِن جانوروں کی پیٹھ یا انتڑیوں کے ساتھ لگی ہو۔ یا جو ہڈیوں کے اندر ملی ہو۔ (تو یہ چیزیں عام حالات میں حرام نہیں تھیں۔ بات یہ تھی کہ) اُنہیں اُن کی قانون شکنی کی سزا دی گئی تھی' اور بطور سزا اِن چیزوں کو حرام قرار

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

دیدیا گیا تھا (۶/۱۴۶)- یہ ہے اصل واقعہ (لہذا' ان کا یہ اعتراض کہ جن چیزوں کو خدا نے پہلے حرام قرار دیدیا تھا' اب انہیں کیسے حلال قرار دیا جا رہا ہے' بے بنیاد ہے)-

۱۴۸ لیکن اگر اس تبیانِ حقیقت کے بعد بھی یہ لوگ نہ مانیں' اور تمہیں جھٹلاتے چلے جائیں- (اور کہیں کہ نہیں! یہ تمام چیزیں حرام ہیں) تو ان سے کہدو کہ خدا تو اپنی ربوبیت اور مرحمت کے دامن کو وسیع رکھنا چاہتا ہے- (لیکن اگر تم' اس کے باوجود' اسے سکیڑنا چاہتے ہو' اور اپنے ہاں کی حرام چیزوں کو اب بھی حلال نہیں تصور کرنا چاہتے' اور اس طرح اپنی سزا کی مدّت کو ختم کرنے پر رضامند نہیں ہوتے' تو تمہاری مرضی)- جو خود مجرم بنے رہنا چاہے' اس سے سزا کیسے ٹل سکتی ہے! (جو اپنا دروازہ بند رکھنا چاہے' اس کے کمرے میں روشنی کیسے آسکتی ہے؟)-

۱۴۹ یہ لوگ جب چاروں طرف سے لاجواب ہو جاتے ہیں اور اپنے مسلک کے جواز میں کوئی سند یا دلیل پیش نہیں کر سکتے' تو پھر یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ (دنیا میں خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا)- اگر خدا کو منظور ہوتا تو ہم یا ہمارے آباء واجداد کبھی شرک نہ کرتے- نہ ہی کسی شے کو حرام قرار دیتے (اس لئے اس میں ہمارا کیا قصور ہے- یہ سب مرضیٔ مولا ہے)-

یہ بات بھی کچھ نئی نہیں- ان سے پہلے لوگ بھی اس قسم کی کٹ حجتیوں سے حقیقت کو جھٹلاتے رہے' تا آنکہ انہوں نے' اپنی غلط رَوش کے نتیجہ میں' ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا- ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے پاس اس دعوے کی کوئی دلیل ہے (کہ انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں- یہ مجبورِ محض ہے- جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے)- اگر ہے تو اسے پیش کرو- (۳۶/۴۷ ؛ ۴۳/۲۰)- حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس کوئی سند اور دلیل نہیں- تم محض ظن و قیاس کے پیچھے چلتے اور انکلیں دوڑاتے رہتے ہو-

۱۵۰ ان سے کہو کہ محکم اور حقیقت رَس دلیل صرف ایک ہے- اور وہ ہے وحیٔ الٰہی کی دلیل- (اگر تمہارے پاس وہ دلیل ہے تو اسے پیش کرو- باقی رہا مشیت کا مسئلہ- تو) اگر خدا

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

چاہتا تو وہ تمہیں بھی کائناتی قانون کے تابع رکھتا (اور اختیار وارادہ نہ دیتا) - اس صورت میں تم بھی (جبراً اور قہراً) سب کے سب اُس کے قانون کے مطابق چلتے - (لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ اُس نے ایسا نہیں کیا - اس نے تمہیں صاحب اختیار وارادہ پیدا کیا ہے) -

۱۵۱ اِن سے کہو کہ ذرا اُن لوگوں کو سامنے تو لاؤ جو اِس کی گواہی دیں کہ ان چیزوں کو خدا نے حرام قرار دیا تھا - (اگر یہ اپنے احبار و رہبان کو لائیں' تو اُن سے اِس باب میں خدا کی سند مانگو - اگر وہ اِس پر بھی اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو تم ان سے کہدو کہ) ہم تمہارے ساتھ' اس غلط مسلک کے صحیح ہونے کی شہادت نہیں دے سکتے -

جو لوگ دینِ خداوندی کی تکذیب کریں' مستقبل کی زندگی اور خدا کے قانونِ مکافات پر یقین نہ رکھیں (کیونکہ اگر انہیں اس قانون پر یقین ہو تو وہ یہ کچھ کریں ہی کیوں؟) اور اپنی خود ساختہ شریعت کو وحیِ خداوندی کا درجہ دیدیں - تم ان کے مسلک کی پیروی مت کرو -

۱۵۲ (یہ تو رہا کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق - اس کے بعد) ان سے کہو کہ آؤ! میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے نشو و نما دینے والے نے تم پر کن باتوں کو واجب قرار دیا ہے - یہ کہ

(۱) خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ - (یعنی اس کے قانون کے ساتھ کسی اور کے قانون کو واجب الاتباع نہ سمجھو - اِطاعت صرف خدا کے قوانین کی کرو) -

(۲) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ - (وہ بڑھاپے کی وجہ سے تمہاری نگرانی اور مدد کے محتاج ہیں - ان کی مدد کرو اور اس طرح جو کمی اُن میں آگئی ہے اسے پورا کردو) -

(۳) اپنی اولاد کو' اِس خدشہ سے کہ اُن پر خرچ کرنے سے تم غریب ہو جاؤ گے' صحیح تعلیم و تربیت اور نشو و نما سے محروم نہ رکھو[1]' ہمارا نظام اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ وہ تمہارے لئے

---

[1] قتل کے بنیادی معنی مار ڈالنا' اور ذلیل و خوار کرنا' دونوں ہیں - یہاں (نیز ۱۷/۳۱ میں) کہا یہ گیا ہے کہ تم اپنی اولاد کو مفلسی کے

(باقی فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

اور تمہاری اولاد کے لئے سامانِ زیست مہیّا کرے گا۔ (۱۷/۳۱)۔

(۴) بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ پھٹکو —— خواہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی ہو یا پوشیدہ۔

(۵) کسی جان کو، جسے خدا نے واجب الاحترام قرار دیا ہے، ناحق قتل مت کرو (ناحق قتلِ نفس بڑا سنگین جرم ہے۔ ۱۷/۳۳)۔

یہ ہیں وہ اہم امور جن کا تمہیں خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم عقل و فکر سے کام لے کر اُن پر کاربند رہو۔

۱۵۲ اس کا یہ بھی حکم ہے کہ

(۶) یتیموں کے مال کو ہاتھ تک نہ لگاؤ، اِلّا یہ کہ خود اُن کے فائدے، اور نگہداشت کے لئے عمدہ طریق سے کچھ خرچ کرنا پڑے۔ یہ بھی اُس وقت تک کہ وہ جوانی کی عمر کو نہ پہنچیں۔ (۴/۶ ؛ ۱۷/۳۴)۔

(۷) ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ (یعنی معاشی معاملات میں ہمیشہ حق اور انصاف کو پیشِ نظر رکھو۔ ۱۷/۳۵ ؛ ۸۳/۱—۳)۔

یاد رکھو! اِن احکام سے یہ نہ سمجھو کہ تم پر خواہ مخواہ پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ بات یہ نہیں۔ ہمارے احکام اور قوانین کا تو مقصد یہ ہے کہ انسانی ذات میں وسعتیں پیدا ہوں —— صحیح

ڈر سے قتل نہ کرو"۔ جہاں تک تاریخ بتاتی ہے، جاہلیہ عرب میں، ایک آدھ قبیلہ کے سوا، مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنے کا رواج کہیں نہیں ملتا۔ البتہ، شرم کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی شہادت ملتی ہے۔ اور قرآن کریم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (مثلاً ۱۶/۵۸—۵۹ ؛ ۸۱/۸—۹ میں)۔ اس اعتبار سے ہم سمجھتے ہیں کہ اِس مقام پر، افلاس کے ڈر سے، اولاد کو مار ڈالنے کا ذکر نہیں۔ انہیں صحیح تعلیم و تربیت نہ دینے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لئے ہم نے اس مفہوم کو ترجیح دی ہے۔ اس مفہوم کی رُو سے، یہ حکم کسی خاص قوم یا زمانہ سے مختص نہیں رہتا۔ اس کا اطلاق عمومی ہو جاتا ہے۔ جہاں تک کسی کو مار ڈالنے کا تعلق ہے، اس کی بابت اسی مقام پر الگ کہا گیا ہے۔ اولاد کا مار ڈالنا اُسی میں آجاتے گا۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴿۱۵۶﴾

قوانین کی پابندی سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے (۲/۲۸۶ ؛ ۷/۴۲ ؛ ۲۳/۶۲)۔

(۸) اور تم جب بھی کوئی بات کہو، عدل کو سامنے رکھو، خواہ اس کی زد تمہارے کسی قریبی رشتہ دار پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔

(۹) اپنے اُس عہد و پیمان کو پورا کرو جو تم نے 'مومن ہونے کی جہت سے' اللہ کے ساتھ کر رکھا ہے (۹/۱۱۱)۔

یہ ہیں وہ احکام جنہیں خدا اس لئے بیان کرتا ہے کہ تم انہیں، زندگی کے ہر گوشے میں اپنے سامنے رکھو۔

۱۵۳ (ان سے کہدو کہ) یہ ہے تمہارے خدا کی مقرر کردہ، توازن بدوش راہ، جو تمہیں سیدھی منزلِ مقصود تک لے جائے گی۔ میں بھی اسی راہ پر چلتا ہوں۔ تم بھی اسی پر چلو۔ اسے چھوڑ کر اور راستوں کو اختیار نہ کرو۔ وہ تمہیں خدا کی راہ سے الگ کر دیں گے۔ اُس نے تمہیں اِسکا اسلئے حکم دیا ہے کہ تم زندگی کے تمام خطرات سے محفوظ رہ کر، امن و سلامتی سے اپنے نصب العین تک جا پہنچو۔

۱۵۵ (اِن سے یہ بھی کہدو کہ) ہم نے، اِس سے پیشتر، موسیٰؑ کو بھی، اسی قسم کا ضابطۂ قوانین دیا تھا تاکہ اُس کے ذریعے، اُس قوم پر اتمامِ نعمت کر دیا جائے جو حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرے۔ اُس میں تمام ضروری احکام کو الگ الگ کر کے 'نکھار کر' بیان کر دیا گیا تھا۔ اُس میں صحیح راہ نمائی اور انسانی ذات کی نشوونما کا سامان تھا۔ یہ سب اِس لئے دیا گیا تھا کہ وہ قوم خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل پر یقین رکھے۔

۱۵۶ اب اُس کے بعد یہ مبارک کتاب (قرآن کریم) دی گئی ہے۔ پس اب تم سب اِسکا اتباع کرو اور تخریبی راستوں سے بچتے رہو، تاکہ تمہاری انسانی صلاحیتوں کی نشوونما ہو سکے۔

۱۵۷ یہ کتاب اس لئے بھی تمہاری طرف نازل کی گئی ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے، یہود و نصاریٰ

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ
رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ
الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿١٥٨﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ
اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ
فِىْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ
مِنْهُمْ فِىْ شَىْءٍ ۭ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿١٦٠﴾

کی طرف جو کتاب بھیجی گئی تھی ہم اُس کے پڑھنے پڑھانے سے ناواقف تھے۔

١٥٨ یا تم یہ کہو کہ اگر ہماری طرف بھی ضابطۂ قوانین بھیجا جاتا تو ہم ان سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ بن کر دکھاتے۔

لہٰذا' تمہاری طرف (بھی)، تمہارے نشو ونما دینے والے کی طرف سے وہ کتاب آگئی جس میں واضح دلائل ہیں۔ اس میں (سفرِ زندگی کے لئے) صحیح راہ نمائی ہے اور انسانی ذات کی نشو ونما کا پورا پورا سامان۔

اب بتاؤ کہ اُس سے زیادہ بدبخت اور کون ہوگا جو احکامِ خداوندی کو جھٹلائے اور اُن سے منہ موڑ لے۔ لیکن جو لوگ ان سے منہ موڑتے ہیں وہ کسی اور کا نقصان نہیں کرتے۔ خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اُن کی اِس رَوش کا نتیجہ ان کے لئے بدترین قسم کی تباہی ہوگا۔

١٥٩ (اسقدر وضاحت کے ساتھ سمجھا دینے کے بعد بھی' یہ لوگ جو بات نہیں مانتے تو شاید انہیں اِس کا انتظار ہے کہ اِن پر فرشتے نازل ہوں۔ یا خود خدا ان کے پاس چل کر آئے۔ یا اُس کی طرف سے کچھ محسوس نشانیاں ان کے سامنے آکھڑی ہوں (تو یہ پھر ایمان لائیں)۔

ان سے کہدو کہ جس دن خدا کی "محسوس نشانیاں" سامنے آیا کرتی ہیں' اُسوقت کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اس کے لئے نفع بخش نہیں ہوتا جو اس سے قبل ایمان نہیں لایا تھا۔ یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ عملِ خیر نہیں کیا تھا۔ اِن سے کہو کہ تم اِن چیزوں کا انتظار کرو' اور میں اِسکا انتظار کرتا ہوں (کہ تم پر تباہی کی گھڑی کس وقت آتی ہے؟)۔

١٦٠ دین' ایک راستے پر چلنے کا نام ہے۔ مختلف راستوں پر چلنے کا نہیں۔ جو لوگ اپنے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّنِىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ

دین میں تفرقہ پیدا کرلیں اور الگ الگ گروہ بن جائیں۔ اے رسول! تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان کا معاملہ قانون خداوندی کے سپرد کردو۔ وہی بتائے گا کہ ان کی اس روش کا نتیجہ کیا ہوگا؟ (۴۲ : ۱۳ ؛ ۳۲ : ۳۲)۔

۱۶۱ اِن سے کہدو کہ جو شخص (دین کی وحدت کو قائم رکھتے ہوئے) حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتا ہے، اُس کے عمل کے بیج' دس دس گنا پھل لاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی سے بُرائی سرزد ہو جائے تو اس کی سزا' اس کے برابر ہی ہوگی۔ اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوگی۔

۱۶۲ اِن سے کہدو کہ میرے نشو و نما دینے والے نے' میری راہ نمائی' زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف کردی ہے۔ یعنی ایک ایسے نظامِ زندگی کی طرف جو خود بھی (اپنے زورِ دروں کی بنا پر) قائم ہے اور انسانیت کے قیام کا باعث بھی ہے۔ یہ وہی نظامِ زندگی ہے جسے ابراہیمؑ نے' ہر طرف سے مُنہ موڑ کر اختیار کیا تھا۔ یعنی وہ اس میں، کسی اور روش اور طریقے کو شریک نہیں کرتا تھا۔

۱۶۳ اِن سے کہدو کہ (اس دین کو' اس انداز سے اختیار کرنے کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ) میرے تمام فرائضِ زندگی اور اُن کے ادا کرنے کے طور طریقے۔ میرا مرنا اور میرا جینا' خدا کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے وقف ہے۔

۱۶۴ میں اِس میں کسی اور مقصد' جذبہ' یا خواہش کو شریک نہیں کرتا۔ اِسی کا نام توحید ہے۔ اِسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور' سب سے پہلے' میں نے خود اس حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا ہے۔

۱۶۵ اِن سے کہو کہ کیا (تم چاہتے ہو کہ) میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور نشو و نما دینے والے کو تلاش کروں؟ حالانکہ وہ کائنات کی ہر شے کا نشو و نما دینے والا ہے۔ انسانی صلاحیتوں کے بارے میں اس کا قانونِ نشو و نما یہ ہے کہ انسان اپنے ہر عمل کا ذمہ دار خود ہوتا ہے اور اُس کا نتیجہ اُسے ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کا

كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۶﴾

قدم خود بخود خدا کے قانونِ مکافات کی طرف اٹھتا ہے۔ ہر ایک کے اعمال کے نتائج اس کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ اور وہیں سے اُن معاملات کے فیصلے ہوتے ہیں جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

۱۶۶ خدا وہ ہے جس نے اپنے قانونِ مشیّت کے مطابق، تمہیں (سابقہ اقوام کا) جانشین بنایا ہے اُسی کے قانون کے مطابق مختلف اقوام کے مختلف مدارج متعین ہوتے ہیں تاکہ یہ دیکھ لیا جائے کہ جس قوم کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ اسے کس مقصد کے لئے کام میں لاتی ہے (۱/۱۴)۔ خدا کا قانونِ مکافات، اقوام کے اعمال کے نتائج ساتھ کے ساتھ مرتب کئے جاتا ہے لیکن جو اقوام اُس کے قانون کے مطابق، اپنی صلاحیتوں کو کافی مستحکم کر لیتی ہیں، وہ چھوٹی موٹی لغزشوں کے نقصان رساں اثرات سے محفوظ رہتی ہیں، اور ان کی نشو و نما میں فرق نہیں آتا (جو ایسا نہیں کرتیں، وہ تباہ ہو جاتی ہیں)۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓصٓ ۝١ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢
اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝٣ وَكَمْ مِّنْ
قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝٤

---

۱ خدائے علیم وحکیم وبصیر کا ارشاد ہے کہ۔

۲ ہم نے اس ضابطۂ قوانین کو تیری طرف نازل کیا ہے' تاکہ تو' اِس کے ذریعے' غلط راستے پر چلنے والوں کو' ان کی رَوِش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کردے۔ اور جماعتِ مومنین کو ان کے فرائضِ زندگی کی یاد دلاتا رہے' اور اس طرح یہ ان کے لئے شرف وعروج کا باعث بن جائے۔
اِس فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں بڑی مشکلات کا سامنا ہوگا' لیکن اس کی وجہ سے تمہیں قطعاً گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

۳ اے جماعتِ مومنین! تم اِسی ضابطۂ قوانین (قرآن) کا اتباع کرو جسے تمہارے نشو ونما دینے والے نے تمہاری طرف نازل کیا ہے' اور اس کے علاوہ کسی کارساز ورفیق کار کا اتباع مت کرو۔ (انسانوں کے لئے صحیح روِش زندگی یہی ہے۔ لیکن) بہت تھوڑے ہیں جو اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ (وہ ہدایتِ خداوندی کے ساتھ انسانوں کے فیصلوں کو بھی شامل کرلیتے ہیں۔ یہ شرک ہے)۔

۴ (اِن سے پہلے) کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں (اُن کی غلط رَوی کی وجہ سے ہمارے قانونِ مکافات نے) ہلاک کردیا۔ اور یہ تباہی' کسی قوم پر ایسے وقت میں آئی جب وہ لوگ رات کو (اطمینان سے) سو رہے تھے' اور کسی پر اُس وقت جب وہ دوپہر کو آرام کر رہے تھے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰

(۱ ع ۱۰ ۹)

(۵) وہ اپنی دولت اور قوت کے نشے میں اس قدر بدمست تھے کہ انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ان پر تباہی آئے گی۔ اور جو شخص انہیں اس سے متنبہ کرتا تھا' اس سے کہتے تھے کہ ہم کون سے ایسے بُرے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے ہم پر تباہی آئے گی (۲/۱۱)۔ لیکن جب اُن پر تباہی کا عذاب آیا تو اُن کی آنکھ کھلی' اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم واقعی ظلم اور زیادتی پر اترے ہوئے تھے۔

(یعنی وہ خوابِ غفلت میں پڑے تھے اور زندگی کے حقائق کی طرف سے یکسر غافل تھے)۔

(۶) یقیناً ہم اُن سے بھی پوچھیں گے جن کی طرف ہم نے اپنے پیغامبروں کو بھیجا تھا (کہ تم نے اس پیغام کو سننے کے بعد کیا کیا تھا)۔

(۷) اور خود رسولوں سے بھی پوچھیں گے (کہ تمہاری دعوت کا جواب کیا ملا تھا؟ اور یہ پوچھنا کچھ اس قسم کا نہیں ہوگا جیسے کوئی ناواقف کسی بات کو دریافت کر رہا ہو' یہ سب کچھ ہمارے علم میں ہے' کیونکہ ہم کسی وقت بھی غیر حاضر نہیں ہوتے۔ ہم سب کچھ خود بتا دیں گے (کہ اُنہوں نے کیا پہنچایا اور انہوں نے اس کا استقبال کیسے کیا)۔

(۸) حقیقت یہ ہے کہ ظہورِ نتائج کے وقت' ہمارے قانونِ مکافات کی میزان' ہر ایک کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک وزن بتا دیتی ہے۔ جس کے مثبت' تعمیری اور صلاحیت بخش اعمال کا پلڑا بھاری ہوتا ہے' وہ کامیاب و کامران ہوتا ہے (۱۰۱/۸-۷)۔

(۹) اور جس کا وہ پلڑا ہلکا ہوتا ہے' تو یہی لوگ ہیں جو اپنا نقصان کرتے ہیں۔ اور یہ نتیجہ ہوتا ہے ہمارے قوانین سے سرکشی برتنے کا۔

(۱۰) یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے تمہیں زمین میں متمکن کیا' اور اس میں تمہاری روزی کا سامان رکھ دیا۔ (یہ سب کچھ بلا مزد و معاوضہ عطا کیا)۔ لیکن تم میں بہت کم ہیں جو اس کے قدر شناس ہیں۔ (یعنی بجائے اس کے کہ اس سامانِ زیست کو عالمگیر انسانیت کی نشو و نما کے لئے کھلا رکھیں' اسے فساد' یعنی ناہمواریاں پیدا کرنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں)۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۱ یہ فساد کس طرح پیدا ہوتا ہے' اِس کے لئے تم اپنی سرگزشت پر غور کرو (جسے ہم قصّہ آدم کے عنوان سے' پہلے بھی بیان کر چکے ہیں (۲/۳۸—۳۰) اور جسے مزید تصریحات کے ساتھ پھر دہراتے ہیں)۔

وہ سرگذشت یہ ہے کہ ہم نے تمہاری پیدائش کی ابتدا بے جان مادہ سے کی (۲۳/۱۳)۔ پھر (زندگی کو مختلف ارتقائی مراحل سے گذارتے ہوئے اسے) پیکرِ بشریت میں لے آئے۔ پھر تم میں ایسی صلاحیتیں رکھ دیں جن کے سامنے کائناتی قوتیں جُھک جائیں۔ (تم فطرت کی قوتوں کو مسخر کر لو) لیکن اس کے ساتھ' تمہارے جذبات بھی ہیں کہ (جن کی اگر صحیح تربیت نہ کی جائے تو وہ) تم سے سرکشی اختیار کر لیتے ہیں' اور تم اتنی بڑی قوتوں کے مالک ہونے کے باوجود' بے بس ہو کر رہ جاتے ہو۔

اسے تمثیلی انداز میں یوں سمجھو کہ ملائکہ سے ہم نے کہا کہ آدمؑ کے سامنے جھک جاؤ' تو وہ جھک گئے لیکن ابلیس نے جھکنے سے انکار کر دیا۔

۱۲ ہم نے اس سے پوچھا کہ جب ہم نے تجھے آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا' تو وہ کونسی بات تھی جس نے تمہیں اس حکم کی تعمیل سے باز رکھا؟

اُس نے کہا کہ میں اِس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اِسے مٹی سے۔ (آب و گِل کے پیکرِ انسان پر' اُس کے تند و تیز جذبات غالب رہتے ہیں۔ لیکن جب وہ اپنے اندر' وحی کے اتباع سے شرفِ انسانیت کو بیدار کر لیتا ہے' تو پھر وہ اِن جذبات سے مغلوب نہیں ہوتا (۱۵/۴۲—۴۰)۔

۱۳ ہم نے کہا کہ (یہ تمہاری غلط نگہی ہے)۔ یہ چیز (کہ تم میں تندی و سرکشی ہے) تمہاری بڑائی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ تم اس زعمِ باطل کی وجہ سے اپنے مقام سے گر گئے۔ تم نے اپنے آپ کو ذلیل کر لیا۔ سو تم یہاں سے نکل جاؤ۔

۱۴ اس نے کہا کہ (اب اگر میرا اور آدم کا باہمی تصادم رہنا ہے تو) مجھے اُس وقت تک انسان کے ساتھ رہنے کی مہلت دیدے' جب تک یہ اپنے راستے سے ان موانعات کو دُور نہ کر لے

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ⑮ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑯ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ⑰ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑱ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ⑲

جو اسے آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ اُس وقت اِسے ایسی حیاتِ نو مل جائے گی جس میں میرا غلبہ نہیں ہو سکے گا۔ یا جب تک یہ دنیا سے اٹھا نہ لیا جائے۔ (جذبات کی سرکشی اُسی صورت میں دُور ہو سکتی ہے کہ انسانی ذات میں اس قدر استحکام پیدا ہو جائے کہ وہ اِنہیں غالب نہ آنے دے۔ یہ اِس دنیا میں' انسان کی حیاتِ نو ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ جذبات مرتے دم تک غالب رہتے ہیں)۔

۱۵ جواب ملا کہ ہاں! تمہیں اُس وقت تک کی مُہلت ہوگی۔ (۳۹ — ۱۵/۳۵ ; ۷۹ — ۳۸/۷۷)

۱۶ اس نے کہا کہ تو نے جو مجھ پر ہمیشہ کے لئے سعادت کی راہ بند کر دی ہے اور مجھے تباہ و برباد کر دیا ہے' تو میں بھی بنی آدم کی گھات میں بیٹھا رہوں گا کہ وہ اُس توازن بدوش راہ سے بھٹک جائیں جو تیری طرف لیجانے والی ہے۔

۱۷ اس کے لئے میں اِن پر ہر طرف سے یورش کرونگا — سامنے سے' پیچھے سے' دائیں سے بائیں سے۔ پھر تو ان میں اکثر کو دیکھے گا کہ وہ تیری اُن عنایات کے' جو تو نے ان پر ارزاں فرمائی ہیں' قدر شناس نہیں ہوں گے۔

۱۸ خدا نے کہا کہ تو اِس حالت سے نکل جا۔ تو ذلیل' دھتکارا ہوا ہے۔ (سرکش جذبات' جو انسان کو شرفِ انسانیت سے محروم کر دیں' ایسے ہی ہوتے ہیں)۔ جو ان میں سے تیرا اتباع کرے گا' تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ (وہ حیوانی سطح پر جئیں گے اور ان کی انسانی صلاحیتیں جھلس کر رہ جائیں گی)

۱۹ انسان (مرد و عورت) کو اس قدر متضاد صلاحیتیں دے کر' دنیا میں بسایا گیا۔ (یعنی ایک طرف اس کی قوتوں کا یہ عالم کہ تمام اشیائے فطرت اس کے سامنے جھک جائیں۔ اور دوسری طرف اس کی یہ کیفیت کہ اپنے سرکش جذبات کو اپنے قابو میں نہ رکھے تو ان کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو جائے)۔

ابتداءً انسانی زندگی کا نقشہ یہ تھا کہ اس کی ضروریات بہت محدود تھیں اور سامان

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾

نشو ونما کی بڑی فراوانی تھی۔ چنانچہ ان سے کہا گیا کہ تم جہاں سے جی چاہو اپنی ضروریات پوری کرتے رہو۔ یہاں "میری اور تیری" کا کوئی سوال نہیں۔ لیکن اگر تم نے باہمی اختلافات شروع کر دیئے تو یہ جنتی زندگی تم سے چھن جائے گی (۲/۳۵)۔

۲۰ یہ زندگی بڑی فراوانی اور خوشگواری کی تھی (۲۰/۱۱۸)۔ لیکن انسان کے سرکش جذبات نے، اس کے دل میں وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان مرنا نہیں چاہتا۔ اس کی انتہائی خواہش یہ ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ جہاں تک ایک فرد کی طبیعی زندگی کا تعلق ہے، اسے موت سے مفر نہیں۔ اسے حیات جاوید اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ یہ وحی کے اتباع سے اپنی ذات کی نشو ونما کرلے۔ لیکن اِس کے حیوانی تقاضے اسے اور طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمثیلی انداز میں یوں سمجھو کہ شیطان نے آدم کے کان میں یہ افسون پھونکا کہ خدا نے جو تمہیں کہا ہے کہ تمام انسانوں کو ایک عالمگیر برادری کی حیثیت سے رہنا چاہیئے، تو اِس سے اُس کا مقصد یہ ہے کہ تم کہیں حیاتِ جاوید حاصل نہ کر لو۔ تم ہمیشہ زندہ رہنا چاہتے ہو تو آؤ! میں تمہیں اس کا طریق بتاؤں (۲۰/۱۲۱)۔ تم زندہ رہ سکتے ہو اپنی اولاد کے ذریعے۔ مرنے کے بعد، تمہاری اولاد تمہارا نام زندہ رکھے گی۔ اِس طرح تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔ یوں اُس نے انسان کے جنسی جذبات کی تسکین کو مقصودِ حیات بتا کر، اُس کی زندگی کو حیوانی سطح تک محدود کر دیا۔ اور بلند انسانی زندگی کے تصوّر کو اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔

۲۱ شیطان نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اس میں میرا اپنا کوئی فائدہ نہیں۔ میں یہ سب کچھ تمہاری خیر خواہی کے لئے کہہ رہا ہوں۔

۲۲ چنانچہ اُس نے، اس قسم کی باتوں سے انسان (مرد اور عورت[1]) کو بہکا دیا اور انہیں

---

[1] بائیبل میں آدم کی لغزش کا ذمہ دار اس کی بیوی کو ٹھیرایا گیا ہے اور اس لئے عورت، کو تمام گناہوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مرد اور عورت دونوں کو ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ صرف عورت کو نہیں۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

ان کے مقامِ بلند سے گرا دیا۔ جنسی شعور ہے تو حیوانی تقاضا[1]، لیکن آدمی کی زندگی میں پہنچ کر اس کے ساتھ حیا کا احساس شامل ہو جاتا ہے۔ اس لئے 'انسان' اسے 'حیوانات کی طرح' بلا حجاب پورا نہیں کرتا۔ اسے بہ تکلّف چھپانا چاہتا ہے۔

بہر حال، انسان کے سرکش جذبات نے اس کی توجہ انسانی ذات کی طرف سے ہٹا کر محض حیوانی تقاضوں پر مرکوز کر دی۔ اس سے انفرادی مفاد پرستی غالب آ گئی۔ انسانوں میں باہمی تشتّت و افتراق پیدا ہو گیا اور عالمگیر انسانیت کا تصور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ نسل کو وجہ یگانگت قرار دینے کا لازمی نتیجہ قبائلی اور قومی زندگی ہے جس سے عالمگیر انسانیت کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ خدا نے آدم (مرد و عورت) سے کہا کہ کیا میں نے تمہیں اس نہج زندگی سے روکا نہیں تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کے فریب میں نہ آ جانا؟

۲۳ انہوں نے (مرد و عورت نے) کہا کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا (جو تیری بات نہ مانی)۔ اگر تیری طرف سے ہماری حفاظت اور مرحمت کا انتظام نہ ہوا، تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

(جب خدا نے ابلیس سے کہا تھا کہ تم نے ہمارا حکم کیوں نہ مانا' تو اس نے اس کا ذمہ دار خدا کو قرار دیا تھا (۷/۱۲)۔ یہ جبر کا عقیدہ ہے جس سے انسان پر ابدی مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔ (ابلیس کے بنیادی معنی یہی ہیں)۔ لیکن آدم نے اپنی خطا کا ذمہ دار' خود اپنے آپ کو قرار دیا۔ اس لئے اس کے لئے اپنی اصلاح کے امکانات پیدا ہو گئے۔)

۲۴ خدا نے کہا کہ ایسا بھی ہو جائے گا (۷/۳۵) لیکن اب تمہاری زندگی کا نقشہ کچھ اور ہو گا۔ تم نے اپنے آپ کو اس مقامِ بلند سے گرا لیا جس میں تم سب ایک برادری کی حیثیت سے رہتے تھے (۲/۲۱۳ ؛ ۱۰/۱۹)۔ اب تم گروہوں میں بٹ جاؤ گے' اور ایک گروہ دوسرے گروہ کا دشمن ہو جائیگا۔ (نسلی رشتوں کو تمدن کی بنیاد قرار دینے کا یہ لازمی نتیجہ ہے)۔ اب تم نے یہاں ایک مدّت تک رہنا ہے اور سامانِ زیست سے ہر ایک نے فائدہ اٹھانا ہے۔ (لہذا' اب تمہاری معاشی زندگی کی دشواریاں شروع ہو گئیں (۲۰/۱۱۹—۱۱۷)۔

---

[1] BIOLOGICAL URGES.

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿۲۵﴾ يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَٰرِى سَوْءَٰتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۲۶﴾ يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ كَمَآ أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ ٱلْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْءَٰتِهِمَآ ۗ إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ إِنَّا جَعَلْنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوْلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۷﴾ وَإِذَا فَعَلُوا۟ فَٰحِشَةً قَالُوا۟ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ ءَابَآءَنَا وَٱللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ

۲۵ تمہاری زندگی ارض (زمین) سے وابستہ ہے جو تمہارے رزق کا سرچشمہ ہے۔ اس کے غلط نظام سے تم پر موت طاری ہو جائے گی' اور جب اس نظام کو صحیح خطوط پر لے آؤ گے تو تمہیں حیاتِ نو مل جائے گی۔ اور یہ سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔

۲۶ اِس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ طبیعی زندگی کے تقاضے۔ یعنی اِس دنیا کی زیب و زینت کی چیزیں — مال' اولاد وغیرہ' — قابلِ نفرت ہیں اور صحیح نظام وہ ہے جس میں ان سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ بالکل نہیں۔ ہم نے ان چیزوں کو تمہارے لئے وجۂ جاذبیت بنایا ہے۔ (۳/۱۴) انہیں کوئی حرام قرار نہیں دے سکتا (۷/۳۲)۔ اِن کے حصول اور استعمال میں قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو تو ان میں سے کوئی چیز بھی شر نہیں رہے گی سب خیر ہی خیر ہو گا۔

یہ امور ضابطۂ خداوندی سے متعلق ہیں اور اس لئے بیان کئے جاتے ہیں تاکہ لوگ انہیں اپنے پیش نظر رکھیں۔

۲۷ اے نوعِ انسانی! دیکھنا! تم نے کہیں شیطان (سرکش جذبات) سے مغلوب نہ ہو جانا' ورنہ وہ تمہارے لئے بھی اسی طرح مصیبت کا موجب بن جائے گا جس طرح اس نے تمہارے مورثین کو جنتی زندگی سے نکلوا دیا تھا' اور انہیں شرفِ انسانیت کے لباس سے عریاں کر دیا تھا۔ اس سے کبھی مامون اور غیر محتاط نہ رہنا۔ وہ اور اس کا گروہ' ایسے ایسے مقامات میں تمہاری گھات میں رہتا ہے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے۔ (یہ جذبات تمہارے دل کی گہرائیوں اور لاشعور میں چھپے رہتے ہیں)۔ لیکن یہ انہی کے رفیق و دمساز بنتے ہیں جو ہمارے قوانین پر ایمان نہیں رکھتے — جو لوگ بلند انسانی زندگی۔ مستقل اقدار' قانونِ مکافاتِ عمل اور حیاتِ اخروی پر یقین رکھیں' وہ حیوانی سطح کے جذبات سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔ وہ انہیں ہماری عائد کردہ حدود کے اندر رکھتے ہیں۔

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۟ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

---

۲۸ جب حیوانی جذبات انسان کو کسی بے حیائی کی بات پر آمادہ کرنا چاہیں، تو شروع شروع میں، انہیں، اس کے لئے کچھ زور لگانا پڑتا ہے۔ لیکن جب اس قسم کی باتیں دو ایک نسلوں تک متواتر آگے چلتی جائیں تو پھر لوگوں میں وہ جھجک باقی نہیں رہتی۔ جب ان سے کہا جائے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو وہ کہدیتے ہیں کہ ہم نے اپنے اسلاف کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، اور (چونکہ ہمارے اسلاف خدا کے احکام کو ہم سے بہتر جانتے تھے، اس لئے ظاہر ہے کہ انہیں) اس قسم کا حکم خدا ہی نے دیا ہوگا۔

ان سے کہو کہ خدا بے حیائی کی باتوں کا حکم نہیں دیا کرتا۔ تم جس بات کا علم نہیں رکھتے اسے خدا کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو؟ جس بات کے متعلق تم کہو کہ وہ شریعت خداوندی ہے، اس کے متعلق تمہیں خود علم ہونا چاہیئے کہ وہ واقعی ایسی ہے۔ یہ کہدینا کہ ہمارے اسلاف ہم سے زیادہ علم رکھتے تھے، اس لئے جس بات کو انہوں نے خدا کا حکم کہہ دیا ہے وہ واقعی خدا کا حکم ہوگا، کوئی دلیل اور سند نہیں۔

۲۹ ان سے کہو کہ میرا نشوونما دینے والا اعتدال کی زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ بے حیائی کی باتوں کا حکم نہیں دے سکتا۔ اس لئے تم، نہ تو اپنے جذبات کا بے باکانہ اتباع کرو۔ نہ اسلاف کی روش کو بطور سند پیش کرو۔ تم اپنی تمام توجہات کو قوانین خداوندی پر مرکوز رکھو اُن کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کر دو۔ اور اطاعت کو اُسی کے لئے خاص کر دو۔ اس میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ اس طرح تم پھر اُسی جنتی زندگی کو حاصل کر لو گے، جس سے انسانیت کا آغاز ہوا تھا۔ (اور جس کا ذکر اوپر قصۂ آدم میں کیا گیا ہے)۔

۳۰ لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم 'سب کے سب' اس طریق کو اختیار نہیں کرو گے۔ تم دو گروہ بن جاؤ گے۔ ایک گروہ ہمارے قوانین کا اتباع کر کے زندگی کی سیدھی راہ پر گامزن رہے گا۔ دوسرا گروہ، اپنے جذبات یا اسلاف کی اندھی تقلید کی روش پر چلے گا، تو اُس پر سعادت کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ انہوں نے، اللہ کے قانون کو چھوڑ کر،

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

(۳ ع ۱۰ / ۲۵)

دوسری قوتوں کو اپنا سازگار بنالیا اور بزعم خویش سمجھتے رہے کہ ہم بالکل سیدھی راہ پر چلے جا رہے ہیں۔

۳۱ اے نوعِ انسانی! (یہ تصوّر غلط ہے کہ اطاعتِ خداوندی کے لئے ترکِ دنیا۔ ترکِ لذات۔ ترکِ زیبائش و آرائش ضروری ہے۔ دنیاوی زیب و زینت' اطاعتِ خداوندی کی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس) اس اطاعت سے خود زیب و زینت کے پہلو اُبھرتے ہیں' کیونکہ اطاعتِ قوانینِ خداوندی کا لازمی نتیجہ اس دنیا کی خوشگواریاں حاصل ہونا ہے۔ لہذا' تم ان چیزوں سے ضرور فائدہ اٹھاؤ۔ کھاؤ۔ پیو۔ لیکن' اُن حدود کا خیال رکھو جو خدا نے مقرر کر رکھی ہیں۔ حدود شکنی' قانونِ خداوندی کی رُو سے پسندیدہ نہیں۔

۳۲ (اے رسول! تم اِن' مسلکِ خانقاہیت کے پیروکاروں' سے پوچھو کہ) وہ کون ہے جس نے اُن زیب و زینت کی چیزوں کو اور خوشگوار اشیائے خورد و نوشش کو حرام ٹھیرایا ہے جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے استعمال کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ چیزیں' اس دنیا کی زندگی میں' مومنین اور دوسروں کے لئے یکساں طور پر کھلی ہیں (اور ہمارے قانونِ طبیعی کے مطابق' جس کا جی چاہے انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ ۱۷/۲۰ — ۱۸) اِس وقت اِن کے حاصل کرنے کے لئے جگر پاش مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں (۲۰/۱۲۳ — ۱۱۷) لیکن زندگی کے نئے انقلابی دور میں یہ بلا حزن و مشقت حاصل ہوں گی۔

اِس طرح ہم' اُن لوگوں کے لئے جو علم و بصیرت سے کام لیں اپنے قوانین واضح طور پر بیان کر دیتے ہیں۔

۳۳ اِن چیزوں کو خدا نے حرام نہیں قرار دیا۔ جن چیزوں کو اس نے حرام قرار دیا ہے وہ یہ ہیں۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى

---

(۱) ہر قسم کی بے حیائی کی باتیں، خواہ وہ کھلی ہوئی ہوں یا پوشیدہ، (عملاً ہوں یا ان کی آرزوئیں دل میں کروٹیں لیتی رہیں)۔

(۲) ایسے امور جن سے انسانی صلاحیتوں میں افسردگی اور اضمحلال پیدا ہو۔ اور عملی قوتیں مفلوج ہو جائیں۔

(۳) دوسری طرف، ناحق سرکشی اور زیادتی۔

(۴) خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرنا (اس کے قوانین کے ساتھ انسانی قوانین کو واجب الاتباع سمجھنا)۔ اس کے لئے خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ (سند صرف منزل من اللہ ہو سکتی ہے)۔

(۵) اور یہ کہ تم خدا کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرو جن کا تمہیں علم نہ ہو کہ وہ فی الواقعہ خدا کی ہیں۔ (خدا کی باتیں قرآن کریم کے اندر ہیں)۔

۳۴ ہمارا قانون یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم صحیح نظام پر کاربند رہتی ہے، اسے عروج حاصل ہوتا ہے۔ جب وہ اس روش کو چھوڑ دیتی ہے، تو آہستہ آہستہ تنزل کی طرف چلی جاتی ہے، تاآنکہ وہ وقت آجاتا ہے جب اس کا شمار زندہ قوموں میں رہتا ہی نہیں۔ یہ اس قوم کی میعادِ زندگی کہلاتی ہے (۱۳/۳۰)۔ جب یہ وقت آجاتا ہے تو اس قوم کی تدبیریں اور اسکیمیں اسے ذرا بھی آگے پیچھے نہیں کر سکتیں (۱۵/۵-۴)۔

(ہمارا وہ قانون، جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ فلاح و بقا اُسی نظام کے لئے ہے جس میں تمام نوعِ انسان کی بہبود اور منفعت پیشِ نظر رہے۔ ۱۳/۱۷)۔

۳۵ اِسکے متعلق ہم نے انسان کی تمدنی زندگی کی ابتدا ہی میں، بذریعہ وحی کہدیا تھا کہ تمہاری طرف ہمارے پیغامبر آئیں گے جو ہمارے قوانین تم تک پہنچائیں گے۔ سو جو لوگ بھی ان قوانین کی نگہداشت کریں گے اور زندگی اور کائنات کو سنوارنے والے کام کریں گے، ان کے لئے کسی قسم کا خوف و حزن نہیں ہو گا۔

۳۶ اِن کے برعکس، جو قوم ان قوانین کو جھٹلائے گی اور ان سے سرکشی برتے گی، وہ

إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى إِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ أُخْرٰىهُمْ لِأُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

تباہ و برباد ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ جائے گی۔

۳۷ یہ ہے وہ اصول جس کے مطابق قوموں کی موت و حیات کے فیصلے ہوں گے۔ اور یہ قوانین ہماری طرف سے بذریعہ وحی ملیں گے۔ انسانوں کے خودساختہ نہیں ہوں گے۔

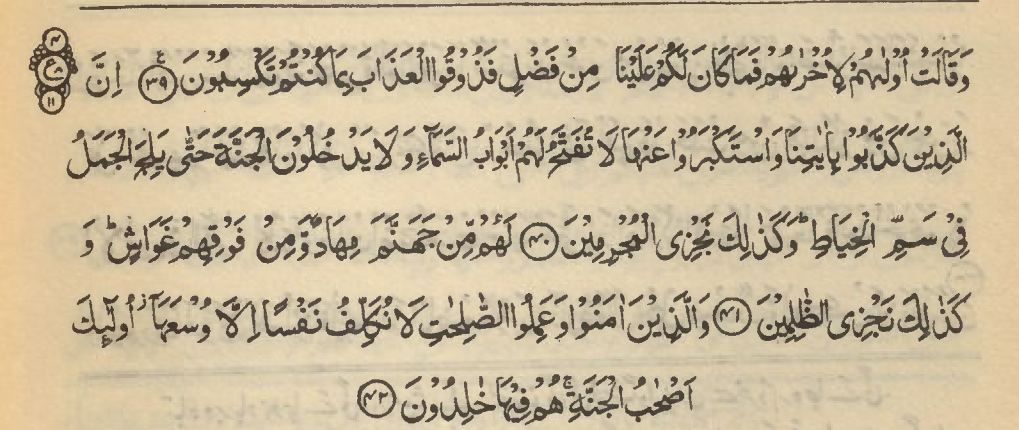
اب یہ سوچو کہ اس سے بڑا مجرم اور کون ہوگا جو اپنے جی سے باتیں گھڑے' اور انہیں قوانین خداوندی کہہ کر پیش کر دے۔ (اس طرح وہ معلوم کتنے لوگوں کو تباہ کرے گا)۔

دوسری طرف' اس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا جس کے پاس ہمارے صحیح قوانین پہنچیں اور وہ اُنہیں جھٹلا دے۔ ایسے مجرمین کی گرفت یقیناً ہوگی' لیکن ہمارا قانون مہلت ایسا ہے کہ اس کی رو سے اعمال کے نتائج کا ظہور' کچھ وقت کے بعد جا کر ہوتا ہے۔ اِس دوران میں مجرمین بھی' باقی لوگوں کی طرح' قانون طبیعی کے مطابق' سامانِ زندگی سے بہرہ مند ہوتے رہتے ہیں۔ اِس کے بعد' ان کی گرفت ہوتی ہے۔

جب اِن کی گرفت ہوگی تو اُن سے پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ! وہ ہستیاں کہاں ہیں جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ وہ تو اب کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ گئے۔ اُس کے بعد' اُن کی حالت پکار پکار کر کہے گی کہ قوانین خداوندی سے انکار اور سرکشی کرنے والوں کا انجام یہ ہوا کرتا ہے۔

۳۸ ایسی قوموں سے کہا جائے گا کہ اب تم بھی' اِن مہذب اور غیر مہذب قوموں کے زمرے میں شامل ہو جاؤ جو اس سے پہلے' قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کر کے' تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔

قوموں کی حالت بھی عجیب ہے۔ ایک قوم' دوسری قوم کی تقلید کرتی ہے' لیکن جب' کچھ عرصہ بعد' یہ بھی اسی گڑھے میں جا گرتی ہے جس میں پہلی قوم گری تھی' تو یہ (بعد میں آنے والی قوم) پہلی قوم کو مطعون کرنے لگ جاتی ہے کہ اُس کی وجہ سے اس کا بھی ایسا حشر ہوا۔ اس طرح قومیں تباہی کے جہنم میں اکٹھی ہوتی رہتی ہیں (تاریخ اقوام اس کی



شاہد ہے)۔ بعد میں آنے والی قومیں، ہمیشہ پیش رو قوموں کو موردِ الزام قرار دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ 'اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ان قوموں نے ہمیں بھی گمراہ کر دیا تھا۔ اس لئے انہیں دُگنا عذاب دینا۔ (ایک عذاب' اُن کی اپنی گمراہی کی وجہ سے' اور دوسرا' اس لئے کہ انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا)۔ انہیں جواب ملتا ہے کہ تم سب کو دُگنا عذاب ملے گا — گمراہ کرنے والوں کو' گمراہ کرنے کی وجہ سے' اور گمراہ ہونے والوں کو اس لئے کہ انہوں نے اپنی عقل و بصیرت سے کام لینے کی بجائے' اُن کی اندھی تقلید کیوں کی۔ نیز اس لئے بھی کہ یہ بھی تو بعد میں آنے والی قوموں کے لئے گمراہی کا موجب بنی تھیں)۔

۳۹ اور پہلی قومیں' بعد میں آنے والی قوموں سے کہتی ہیں کہ' محض اس بنا پر کہ تم نے از خود کوئی غلط نظام وضع نہیں کیا تھا' بلکہ ہمارے قائم کردہ نظام پر چلتی رہی تھیں' تمہیں ہم پر کوئی فوقیت نہیں مل سکتی۔ اس لئے' تم اپنے جرائم کی سزا بھگتو۔ یہ کیوں کہتی ہو کہ تمہارے جرائم کی سزا بھی ہم ہی بھگتیں؟

تاریخِ انسانیت' اقوامِ عالم کی انہی کیفیات کی داستان ہے۔

۴۰ حقیقت یہ ہے کہ جو قوم بھی قوانینِ خداوندی کی تکذیب کرے گی اور ان سے سرکشی برتے گی (خواہ وہ از خود ایسا کرے' یا دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی' یہ رَوش اختیار کرلے) وہ کبھی زندگی کی ان خوشگواریوں سے بہرہ یاب نہیں ہو سکے گی جو خدا کے متعین کردہ آسمانی نظام کے اتباع کا فطری نتیجہ ہیں ($\frac{۵}{۶۶}$ ؛ $\frac{۷}{۹۶}$)۔ ان کا معاشرہ کبھی جنتی معاشرہ نہیں بن سکیگا۔ یہ ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کسی موٹے رسّہ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا۔ مجرمین کی غلط رَوش کے نتائج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

۴۱ ایسی قوموں کا اوڑھنا بچھونا' جہنم کا عذاب ہوتا ہے۔ ظلم و سرکشی کا نتیجہ یہی کچھ ہوا کرتا ہے۔

۴۲ اِن کے برعکس' جو قوم ہمارے قوانین کی صداقت کو تسلیم کرلے گی اور ہمارے مقرر کردہ

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ نَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوگی، تو ان کا معاشرہ جنتی معاشرہ ہوگا ——— اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ——— وہ اسی میں رہیں گے ——— انہیں ہمارے قوانین کی اطاعت میں، اپنے اوپر کچھ پابندیاں عائد کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن ان پابندیوں سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کی ذات کی وسعتیں بڑھ جائیں ——— صحیح نظام قائم کرنے کے لئے یہ بنیادی شرط ہے (۲/۲۸۶؛ ۶/۱۵۲؛ ۲۳/۶۲)۔

۴۳ اس جنتی معاشرہ کی خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے بغض، کینہ، عداوت، سازش، مکر و فریب، غرضیکہ کوئی ایسی بات نہ ہوگی جسے انسان دوسرے سے چھپا کر رکھنا چاہے (۱۵/۴۷)۔ اس معاشرہ کی شادابیاں سدا بہار ہوں گی، جنہیں دیکھ کر وہ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ کس قدر درخور حمد و ستائش ہے وہ ذات جس نے ہماری راہ نمائی اس حسین منزل کی طرف کر دی۔ اگر ہمیں یہ راہ نمائی نہ ملتی، اور ہم اسے اختیار نہ کرتے، تو کبھی اس مقام تک نہ پہنچ سکتے۔ خدا کے جو پیغامبر ہماری طرف آئے تھے، وہ حقیقی تعلیم لے کر آئے تھے، اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا، بالکل سچ کہا تھا۔ وہ واقعہ ہو کر رہا۔

انہیں آواز دی جائے گی کہ (پہلی جنت "انسان کو بے مزد و معاوضہ ملی تھی، اس لئے اس نے اس کی قدر نہ کی، اور وہ اس سے چھن گئی۔ لیکن) یہ جنت، تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے، اس لئے یہ تم سے نہیں چھینی جائے گی۔ اس کا ہم نے تمہیں وارث بنا دیا ہے۔ اسے تم نے اپنے خون جگر کے عوض خریدا ہے۔

۴۴ اور یہ (اہل جنت)، جہنم والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے نشو و نما دینے والے نے ہم سے جو وعدے، کئے تھے، ہم نے انہیں اپنے سامنے ٹھیک ٹھیک دیکھ لیا ہے۔ تو

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

سب پورے ہو گئے ہیں۔ کہو! کہ جو کچھ خدا تم سے کہا کرتا تھا (کہ تمہاری غلط روش کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوگا) وہ بھی ٹھیک نکلا یا نہیں؟ وہ کہیں گے کہ ہاں! بالکل ٹھیک نکلا۔ وہ سب نتائج' ایک ایک کر کے' ہمارے سامنے آ گئے۔

اِن کے درمیان ایک پکارنے والا پکارے گا کہ یہ بات پہلے ہی کہہ دی گئی تھی کہ جو قوم قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرے گی' وہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ جائیگی۔ سو وہ ہو کر رہا۔

۴۵ یعنی وہ قوم جو خدا کی طرف لے جانے والی راہ —— خدا کے نظامِ رَبوبیّت کے راستے —— میں روک بن کر کھڑی ہوگی اور انسانیت کو اس کی طرف آنے نہیں دے گی— اور ایسی سیدھی راہ میں پیچ وخم پیدا کرے گی۔ یہ لوگ درحقیقت نہ خدا کے قانونِ مکافات پر ایمان رکھتے تھے' اور نہ ہی انہیں حیاتِ اخروی پر یقین تھا۔

۴۶ جنت اور دوزخ کی زندگی کا فرق تو اِس قدر شدید ہے' لیکن کفر اور ایمان کے درمیان ایک اوٹ ہی سی ہوتی ہے۔ ذرا نگاہ میں تبدیلی ہو جائے تو انسان اِدھر سے اُدھر چلا جاتا ہے (۱۴:۵۷—۱۳)۔

جنتی معاشرہ کے اربابِ نظم ونسق' جو اپنے کردار اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے بلند مقامات پر ہوں گے (۱۴۳:۲ ؛ ۱۴:۱۴ ؛ ۱۰:۵۶—۱۱)۔ مختلف لوگوں کے انداز و رجحان سے جانچ لیں گے کہ ان کا رخ کس سمت کو ہے۔ وہ ان لوگوں سے' جو ہنوز اس معاشرہ میں داخل نہیں ہوتے ہوں گے لیکن جو اس کی آرزو دل میں رکھتے ہوں گے' آگے بڑھ کر کہیں گے کہ (تمہیں انتظار کس بات کا ہے!) آگے بڑھو اور اس معاشرہ میں داخل ہو جاؤ تاکہ تمہیں بھی ہر طرح کی سلامتی حاصل ہو جائے۔

۴۷ یہ لوگ (جو ہنوز انتظار میں تھے) جب ان لوگوں کی حالت پر نظر ڈالیں گے جو جہنمی معاشرہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے' تو وہ (فوری فیصلہ کریں گے اور) پکار اٹھیں گے



وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٥١﴾

کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! ہم اِن لوگوں کے ساتھی نہیں بننا چاہتے جنہوں نے تیرے قوانین سے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔

۴۸ پھر وہ اربابِ نظم و نسق (اعراف والے) دوسری روش کے حامل لوگوں سے کہیں گے، جنہیں وہ ان کے انداز و رجحان سے پہچان لیں گے، کہ دیکھو! تمہاری سرمایہ داری تمہارے کسی کام نہ آسکی۔ نہ ہی وہ قوت و اقتدار جس کی بنا پر تم قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتا کرتے تھے۔

۴۹ (وہ جنت میں جانے والوں کی طرف اشارہ کر کے، ان جہنم والوں سے کہیں گے کہ) کیا یہ وہی لوگ نہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ انہیں کبھی خدا کی رحمت نصیب نہیں ہو سکے گی۔ دیکھو! آج انہی لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم پر جنت کے دروازے کھلے ہیں۔ تمہیں اس میں نہ کسی قسم کا خوف ہوگا نہ حزن۔

۵۰ اور جہنمی معاشرہ والے، جنتی معاشرہ والوں سے کہیں گے کہ یا تو اُن زندگی بخش ذرائعِ نشوونما میں سے، جو تمہیں میسر ہیں، ہمیں بھی کوئی ذریعہ دیدو تاکہ ہماری کھیتیاں بھی سیراب ہو جائیں۔ یا جو سامانِ زیست تمہیں خدا کی طرف سے ملا ہے اُس میں سے تھوڑا سا ہمیں عطا کر دو۔

وہ کہیں گے کہ یہ چیزیں تو قوانینِ خداوندی پر ایمان لانے اور ان کے مطابق عمل کرنے کا فطری نتیجہ ہیں۔ انہیں ان لوگوں کی طرف منتقل کیا ہی نہیں جا سکتا جو ان قوانین سے انکار کرتے اور سرکشی برتتے ہوں۔ (جو اپنی آنکھیں بند کر رکھے، اسے دوسرے کی بینائی کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ نہ ہی کوئی شخص اپنی بصارت، دوسرے کی طرف منتقل کر سکتا ہے)۔

۵۱ یہ لوگ (جو ان نعمائے خداوندی سے یوں محروم رہ گئے ہیں) وہ ہیں جنہیں طبیعی

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

زندگی کی نگاہ فریب جاذبیتوں نے ایسا دھوکا دیا کہ انہوں نے اپنے نظامِ زندگی کو یونہی مذاق سمجھ لیا ($\frac{۶}{۲}$) اور یہ سوچا ہی نہیں کہ انسانی زندگی کا منتہیٰ یہی دنیاوی زندگی نہیں جو موت کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ سو یہ لوگ، بلند انسانی زندگی کے شرف و اعزاز سے اسی طرح محروم رہ جائیں گے جس طرح یہ اُس زندگی کے وجود سے منکر تھے، اور ہمارے قوانین سے محض ضد اور تعصب کی بناء پر انکار کیا کرتے تھے۔

۵۲ (اے رسول! ان مخاطبین سے کہدو کہ) ہم نے انہیں ایک ایسا ضابطہ حیات دیا ہے جو ہر بات کو، علم و حقیقت کی بنیادوں پر، کھول کھول کر بیان کر دیتا ہے۔ اور ان لوگوں کیلئے جو اس کی صداقت پر یقین رکھیں، سامانِ ہدایت و رحمت اپنے اندر رکھتا ہے۔

۵۳ یہ لوگ (جو اس قدر واضح حقائق پر بھی ایمان نہیں لاتے) کیا اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُن کی غلط رَوِش زندگی کے جس تباہ کن انجام کی انہیں خبر دی جا رہی ہے، وہ اُن کے سامنے آجائے (تو پھر اُس پر ایمان لائیں؟)۔

اِن سے کہدو کہ جب غلط رَوِش کا انجام سامنے آ کھڑا ہو گا تو وہ لوگ، جنہوں نے اُسے آج یوں فراموش کر رکھا ہے، پکار اُٹھیں گے کہ ہمارے پاس ہمارے نشو و نما دینے والے کی طرف سے، جو پیغامبر آئے تھے وہ واقعی حق پر تھے۔ اُس وقت وہ تلاش کریں گے اور کہیں گے کہ کوئی سفارشی ایسا مل جائے جو ہمیں اس عذاب سے چھڑا دے۔ یا ہم پیچھے لوٹا دیئے جائیں تو ہم جو کچھ (غلط) کام کیا کرتے تھے، ان کے برعکس کام کر کے دکھا دیں۔ لیکن اُس وقت یہ باتیں قطعاً فائدہ نہیں دیں گی۔ اُنہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ کر لیا اور ان کا ساختہ پرداختہ اُن کے کسی کام نہ آیا۔

۵۴ اِن سے کہدو کہ تمہارا نشو و نما دینے والا وہ خدا ہے جس نے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو چھ مراحل[a] میں پیدا کیا اور اُس کے بعد، اس کا مرکزی کنٹرول خود اپنے دستِ

a. PERIODS — OR — STAGES

الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهٖ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ
وَالْأَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾
وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا

قدرت میں رکھا۔ اُس کے قانون کے مطابق آسمانی کرّے اس طرح گردش کرتے ہیں کہ رات کی تاریکیاں دن کی روشنی کو ڈھانپ لیتی ہیں اور پھر (یوں نظر آتا ہے جیسے) دن، رات کے پیچھے لپکے چلا آرہا ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستارے، سب اُس کے قانون کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو! یہ عالمِ محسوسات، اور اس کے ماوراء وہ عالم جہاں سے اِس کائنات کی تدبیرِ امور ہوتی ہے، سب خدا کے متعین فرمودہ پروگرام کی تکمیل میں مصروفِ کار ہیں۔

کس قدر بابرکت ہے وہ ذات جس نے کائنات کی نشوونما کے لئے ایسا محیر العقول انتظام کر رکھا ہے!

۵۵ جب حقیقت یہ ہے کہ ربوبیت اسی کے قانون اور نظام کے مطابق حاصل ہو سکتی ہے تو تم بھی اپنی نشوونما کے لئے اُسی کے قانون کو آواز دو ــــــ اپنے دل کے ایسے کامل جھکاؤ کے ساتھ جو تمہارے تحت الشعور کی گہرائیوں سے اُبھرے۔ اس لئے کہ سرکش ذہنیت کبھی پسندیدہ قرار نہیں پا سکتی۔

۵۶ جب اس طرح قانونِ خداوندی کے مطابق معاشرہ میں ہمواریاں پیدا ہو جائیں تو اُس میں پھر ناہمواریاں مت پیدا کرو۔ (تمہاری عقل خود بیں، کبھی تم سے کہے گی کہ تم دوسروں کی مدد کرتے کرتے خود تنگدست ہو جاؤ گے اور کبھی تمہیں یہ لالچ دلائے گی کہ ذرا سی بددیانتی سے مفت میں، اتنا کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اسے کیوں چھوڑا جائے۔ تم اس کی کسی بات میں نہ آنا بلکہ پھر ایسے مقام پر اپنی راہ نمائی کے لئے قانونِ خداوندی کو آواز دینا۔ یاد رکھو! جو شخص بھی خدا کے قانون کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتا ہے، خدا کا عطا کردہ سامانِ نشوونما اُس کے ہر وقت قریب رہتا ہے۔ (اس لئے اُسے نہ افلاس کا خطرہ ہوتا ہے نہ زیادہ سمیٹنے کا لالچ)۔

۵۷ تم ذرا نظامِ کائنات پر غور کرو اور دیکھو کہ اُس میں خدا نے نشوونما کا کیا عجیب

سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۗ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۗ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

انتظام کر رکھا ہے۔ وہ بارانِ رحمت سے پہلے خوشگوار ہوائیں بھیجتا ہے جو بارش کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر جب وہ ہوائیں، پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو لے کر اڑتی ہیں تو اُس کا قانون، انہیں زمین مردہ کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے، جہاں روئیدگی کا نشان تک نہیں ہوتا۔ وہاں ان بادلوں سے پانی برستا ہے جس سے (اُسی زمینِ مردہ سے) ہر قسم کے پھول اور پھل پیدا ہو جاتے ہیں، اور ہر طرف زندگی کی نمود ہو جاتی ہے۔

ہم اس طرح خارجی کائنات میں موت کو زندگی سے بدل دیتے ہیں۔ ہم ان حقائق کو بیان اس لئے کر رہے ہیں کہ تم انہیں اپنی دنیا میں بھی پیشِ نظر رکھو۔

۵۸ پھر اس حقیقت پر بھی غور کرو کہ زمین سے فصل پیدا ہونے کے لئے دو بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک بارش، اور دوسرے اس زمین کا اچھا ہونا جس پر وہ بارش برسے۔ اس قانون کے مطابق اچھی زمین سے عمدہ فصل پیدا ہوتی ہے، لیکن زمین خراب ہو تو اس پر محنت اور مشقت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے اور اس کے بعد اس میں فصل بھی کم پیدا ہوتی ہے۔ اور جو پیدا ہوتی ہے وہ بھی ناقص!

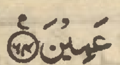
دیکھو! اس طرح ہم اپنے قوانین کو، مختلف پہلوؤں سے سامنے لا کر واضح کرتے چلے جاتے ہیں تاکہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کی کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں وہ ان سے راہ نمائی حاصل کرلیں۔

(اوپر کی مثال میں، بارش ہمارا قانون ہے۔ اور زمین، تمہاری کوششیں۔ دونوں کی ہم آہنگی سے عمدہ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں)۔

۵۹ (خارجی کائنات پر غور و خوض کے بعد، تم تاریخی شواہد کی طرف آؤ اور دیکھو کہ خود عالمِ انسانیت میں ہمارا یہی قانون کس طرح کار فرما چلا آ رہا ہے)۔

ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف (یہی قانون دے کر) بھیجا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم خدا کے قانون کی محکومی اختیار کرو۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی قوت نہیں جس کی

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٦٠﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦١﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٢﴾ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا





محکومیت اختیار کی جائے۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا (اور اپنی موجودہ روش پر قائم رہے) تو مجھے نظر آتا ہے کہ تم پر سخت تباہی آجائے گی۔

۶۰ جب اُس کی قوم کے اُن سرداروں نے جن کے ہاں مال و دولت کی فراوانی تھی، اس بات کو سُنا تو انہوں نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم عجیب اُلٹے راستے پر چل رہے ہو (ہمیں اس روش پر چلنے سے اِس قدر مال و دولت اور قوت و اقتدار حاصل ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ اِس سے ہم پر تباہی آجائے گی!)۔

۶۱ نوحؑ نے کہا کہ میں، نہ خود غلط راستے پر ہوں، نہ ہی تمہیں غلط راستے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں اُس خدا کی طرف سے پیغامبر ہوں جو تمام کائنات کا نشو و نما دینے والا ہے۔ (تمہیں یہ پیغام اس لئے انوکھا سا نظر آتا ہے کہ تم صرف اپنی نشو و نما کی فکر کرتے ہو اور خدا کا قانون، عالمگیر انسانیت کی نشو و نما کا ذمہ دار ہے)۔

۶۲ یہ وہ پیغامات ہیں جو میں اپنے رب کی طرف سے تم تک پہنچا رہا ہوں۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، بدخواہ نہیں ہوں۔ اور خدا کے عطا کردہ علم کی بنا پر تم سے وہ کچھ کہتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (تم یہی سمجھے بیٹھے ہو کہ تمہاری روش، فلاح و کامرانی کی راہ ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ تباہی اور بربادی کی طرف لے جانے والا راستہ ہے)۔

۶۳ تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ خدا اپنے پیغام کو تم تک ایک ایسے آدمی کے ذریعے کیوں پہنچا رہا ہے جو تم میں سے ہی ہے اور تمہارے جیسا ہی ہے، تاکہ وہ تمہیں اس کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرے اور تم تباہیوں سے بچ جاؤ اور تمہاری نشو و نما کا سامان بہم پہنچ جائے۔ (تمہارے ذہن میں یہ ہے کہ خدا کے پیغامبر کو عجیب الخلقت سا ہونا چاہیئے!)۔

۶۴ لیکن انہوں نے نوحؑ کی ہر بات کو جھٹلایا۔ آخر الامر ہم نے اُسے، اور اس کے ساتھیوں کو

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ

کشتی میں سوار کر کے بچا لیا' اور جن لوگوں نے ہمارے قوانین کو جھٹلایا تھا' انہیں غرق کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ عقل و خرد کو کھو کر بالکل اندھے ہو گئے تھے۔ (ورنہ نوحؑ ان کے سامنے کشتی بنا رہا تھا اور آنے والے سیلاب سے انہیں آگاہ کر رہا تھا۔ وہ ذرا بھی عقل و فکر سے، کام لیتے تو اس کی بات ان کی سمجھ میں آ جاتی)۔

۶۵ اسی طرح' ہم نے قوم عاد کی طرف' ان کے بھائی بندوں میں سے ہودؑ کو بھیجا۔ اس نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا کہ تم قوانین خداوندی کی اطاعت کرو۔ اس کے سوا کوئی قوت ایسی نہیں جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ کیا تم زندگی کی تباہیوں سے بچنا نہیں چاہتے؟

۶۶ (قوم نوحؑ کی طرح) اس کی قوم کے بڑے بڑے سرغنوں نے' جنہیں مال و دولت کی فراوانی حاصل تھی اور جو اس دعوت کی مخالفت کرتے تھے' کہا کہ ہمیں تو ایسا نظر آتا ہے کہ تم عقل و خرد کھو بیٹھے ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ ہماری روش ہمیں تباہیوں کی طرف لے جائے گی' اور یہ پیغام تمہیں خدا کی طرف سے ملا ہے' یہ جھوٹ ہے۔

۶۷ ہودؑ نے ان سے کہا کہ میں عقل و خرد نہیں کھو بیٹھا۔ (میں جو کچھ کہہ رہا ہوں "ٹھیک کہہ رہا ہوں)۔ میں اس خدا کی طرف سے پیغامبر ہوں جو تمام کائنات اور علیٰ الخصوص انسانیت کا نشو و نما دینے والا ہے۔ (چونکہ یہ تصور تمہاری انفرادی مفاد پرستیوں کے خلاف جاتا ہے اس لئے تم اس کی مخالفت کرتے ہو)۔

۶۸ میں تمہاری طرف' اپنے نشو و نما دینے والے کے پیغامات پہنچاتا ہوں میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں تم کو امن و سلامتی کی راہ دکھا رہا ہوں۔

۶۹ کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ خدا نے تمہاری طرف' اپنا قانونِ ہدایت' ایک ایسے انسان کے ذریعے کیوں بھیجا جو تمہارے جیسا ہے' اور تم میں سے ہی ایک ہے، تاکہ وہ تمہیں اس کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرے؟ (تم سمجھتے تھے کہ

جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾

(۹ ع ۱۰ ۱۶)

خدا کا پیغامبر کوئی عجیب الخلقت انسان ہونا چاہیئے!)۔ تم سوچو کہ قومِ نوحؑ کیوں تباہ ہوئی؟ اسی لئے کہ اس نے غلط روش اختیار کر رکھی تھی۔ اس کے بعد خدا نے تمہیں ان کا جانشین بنایا۔ تمہیں بڑی قوتیں اور فراخیاں عطا کیں۔ تم خدا کی ان قوتوں اور نعمتوں کو پیشِ نظر رکھو (اور اس کے قوانین کی خلاف ورزی مت کرو) تاکہ تم کامیاب ہو۔

۷۰ انہوں نے کہا کہ کیا تم ہمیں یہ کہنے کے لئے آئے ہو کہ جن ہستیوں اور قوتوں کو ہمارے آباؤ اجداد اپنا معبود مانتے چلے آئے ہیں، ہم انہیں چھوڑ دیں اور صرف ایک خدا کی محکومیت اختیار کر لیں؟ (ہم یہ کبھی نہیں کریں گے۔ تم کہتے ہو کہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہم پر تباہی کا عذاب آجائے گا)۔ سو اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو اس تباہی کو لا کر دکھاؤ۔

۷۱ اُس نے کہا کہ تم اُس تباہی کا انتظار کر رہے ہو، اور واقعہ یہ ہے کہ وہ تباہی تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے (تمہاری آنکھیں کھلی ہوتیں تو اس کے آثار سامنے نظر آجاتے)۔ جس اضطراب اور ہیجان میں تم مبتلا ہو، یہ خدا کے عذاب کی علامات نہیں تو اور کیا ہیں؟ باقی رہا تمہارے اسلاف کا مسلک، سو وہ قوتیں جنہیں تمہارے اسلاف نے اپنا معبود بنا رکھا تھا، ان کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ چند اصطلاحی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے اسلاف نے وضع کر رکھے ہیں۔ خدا کی طرف سے ان کے اقتدار و اختیار کی کوئی سند تمہارے پاس نہیں۔ اس نے ان کی معبودیت کی کوئی سند نازل ہی نہیں کی۔ (۵۳/۲۳)

اب رہا تمہارا یہ کہنا کہ جس تباہی سے تمہیں متنبہ کیا جا رہا ہے، میں اُسے جلدی سے لے آؤں، سو وہ خدا کے قانونِ مہلت کے مطابق، اپنے وقت پر نمودار ہوگی۔ تم اس کے لئے انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۷۲ سو جب ظہورِ نتائج کا وقت آیا، تو ہم نے ہودؑ اور اُس کے رفقاء کو اپنی مہربانی سے

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾

تباہی سے بچالیا' اور جن لوگوں نے ہمارے قوانین کو تسلیم نہیں کیا تھا اور انہیں جھٹلایا تھا' ان کی جڑ کاٹ ڈالی۔

۷۳ اسی طرح' ہم نے قوم ثمود کی طرف' اُن کے بھائی بندوں میں سے صالحؑ کو بھیجا۔ اُس نے بھی ان سے یہی کہا کہ تم صرف قوانین خداوندی کی اطاعت کرو۔ اس کے سوا کوئی قوت ایسی نہیں جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ تمہارے پاس' تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے' واضح دلائل و قوانین آ چکے ہیں۔ (اس وقت تمہارے معاشرہ کی کیفیت یہ ہے کہ تم میں سے بڑے بڑے لوگ خدا کی طرف سے دیئے ہوئے سامانِ زیست — چراگاہوں' نخلستانوں' پانی کے چشموں وغیرہ — کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دے لیتے ہیں اور کمزور انسان اُن کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ خدا کے نظامِ ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ رزق کے سرچشمے ہر ایک کے لئے حسب ضرورت کھلے رہیں' اور سب کے جانور' اپنی اپنی باری اُن سے سیراب ہوں۔ ۲۶/۱۵۶-۱۵۵ ؛ ۹۱/۱۳ - ۵۵ اس پر بظاہر رضامند ہو گئے تو صالحؑ نے ان سے کہا کہ اس بات کا عملی ثبوت' کہ تم واقعی اپنے اقرار پر کاربند رہو گے' یہ ہے کہ) یہ ایک اونٹنی ہے جس کے متعلق یہ سمجھو کہ یہ کسی کی ملکیت نہیں — خدا کی زمین اور خدا کی اونٹنی — میں اسے کھلا چھوڑتا ہوں کہ یہ چراگاہ میں چرے۔ اگر تم نے اسے آزاد چرنے دیا تو یہ اس بات کی نشانی ہو گی کہ تم اپنے عہد پر پابند ہو۔ اگر تم نے اسے کوئی تکلیف پہنچائی تو اس سے واضح ہو جائے گا کہ تم اپنی سابقہ روش سے باز نہیں آئے۔ اس کا نتیجہ تمہارے لئے الم انگیز تباہی ہو گا۔

۷۴ تم قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کا نتیجہ دیکھ چکے ہو۔ تم سے پہلے' قوم عاد نے ان قوانین سے سرکشی برتی تو وہ تباہ و برباد ہو گئی۔ تم اُسی قوم کے جانشین ہو۔ اُن کے بعد خدا نے تمہیں اس ملک میں اس طرح متمکن کر دیا کہ تم اس کے میدانوں میں محلات تعمیر کرتے ہو' اور پہاڑوں کو تراش تراش کر' اُن میں مکانات بناتے ہو۔ تم خدا کی ان نعمتوں اور اُسکے

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ

قانون کی قوتوں کو اپنے پیش نظر رکھو' اور ملک میں فساد مت برپا کرو۔

۷۵ اس پر اُس قوم کے سرکش اکابرین نے' جنہیں مال و دولت کی فراوانی نے بدمست کر رکھا تھا' جماعت مومنین سے کہا ——— اور یہ وہ لوگ تھے جنہیں وہ اکابرین' اُن کے افلاس وغیرہ کی وجہ سے' بہت کمزور اور حقیر سمجھتے تھے ——— کہ کیا تم واقعی یہ سمجھتے ہو کہ صالحؑ اپنے نشو و نما دینے والے کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس میں کیا شبہ ہے؟ جو پیغامات اسے خدا کی طرف سے دیئے جاتے ہیں' ہم اُن پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں۔

(یہ حقیقت غور طلب ہے کہ نظام خداوندی کی مخالفت ہمیشہ ارباب قوت و دولت کی طرف سے ہوئی اور قوم کے مظلوم اور کمزور طبقہ نے اس پر لبیک کہا۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس انقلاب کی غرض و غایت کیا ہوتی تھی)۔

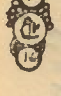
۷۶ اِن سرکش اور متکبر سرداران قوم نے کہا کہ تم جس بات کو سچا مانتے ہو' ہم اُسے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

۷۷ انہوں نے اُس اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اس طرح اس بات کا ثبوت دے دیا کہ وہ قانون خداوندی سے سرکش ہیں۔ اور صالحؑ سے کہا کہ اگر تم واقعی خدا کے پیغمبر ہو تو جس عذاب کی تم دھمکی دیتے تھے' اسے لا کر دکھاؤ۔

۷۸ سو ایک لرزا دینے والی تباہی (شدید زلزلہ۔ ۱۱/۹۴) نے انہیں گھیر لیا اور وہ اپنے اپنے مکانوں میں بے حس و حرکت پڑے رہ گئے۔

۷۹ یہ اُس کے بعد ہوا جب صالحؑ' ان سے مایوس ہو کر کنارہ کش ہو چکا تھا۔ جاتے وقت اُس نے ان سے کہا تھا کہ اے میری قوم! میں نے اپنے نشو و نما دینے والے کا پیغام تم تک

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ
النِّسَآءِ ۚ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ
اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ
مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا



پہنچایا، اور چاہا کہ تم کسی طرح تباہی سے بچ جاؤ۔ لیکن تمہیں میری خیر خواہی خوش نہ آئی۔ سو تم اپنی سرکشی کے نتائج بھگتو۔ میں بصد تاسف تم سے الگ ہو رہا ہوں۔

٨٠ اور اسی طرح ہم نے لوطؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اُس نے ان سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کے کام کرتے ہو جو تم سے پہلی قوموں میں سے کسی نے نہیں کئے۔

٨١ تم، عورتوں کو چھوڑ کر، شہوت رانی کے لئے، مردوں کی طرف آتے ہو اور اس طرح افزائشِ نسل کے مادہ کو بے محل صرف کر کے ضائع کرتے ہو، اور ان حدود سے تجاوز کرتے ہو جو قانونِ فطرت نے اس باب میں مقرر کی ہیں۔

٨٢ اس قوم کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہیں تھا —— جواب تھا تو وہی جو قوت کے نشہ میں بدمست لوگوں کے پاس ہوتا ہے —— یعنی وہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں!

٨٣ سو ہم نے لوطؑ اور اس کے ساتھیوں کو بچا لیا —— بجز اس کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ (اس لئے کہ معیارِ خداوندی کے مطابق "اپنے" وہی ہوتے ہیں جو ایمان میں مشترک ہوں۔ اگر بیوی بھی جماعتِ مومنین میں شامل نہیں تو وہ اپنوں میں سے نہیں، غیروں میں سے ہے)۔

٨٤ اور ہم نے (اس قوم پر) پتھروں کی بارش کی (جو آتش فشاں پہاڑ سے اُڑ اُڑ کر آ رہے تھے) سو تم دیکھو کہ ان مجرمین کا انجام کیا ہوا؟

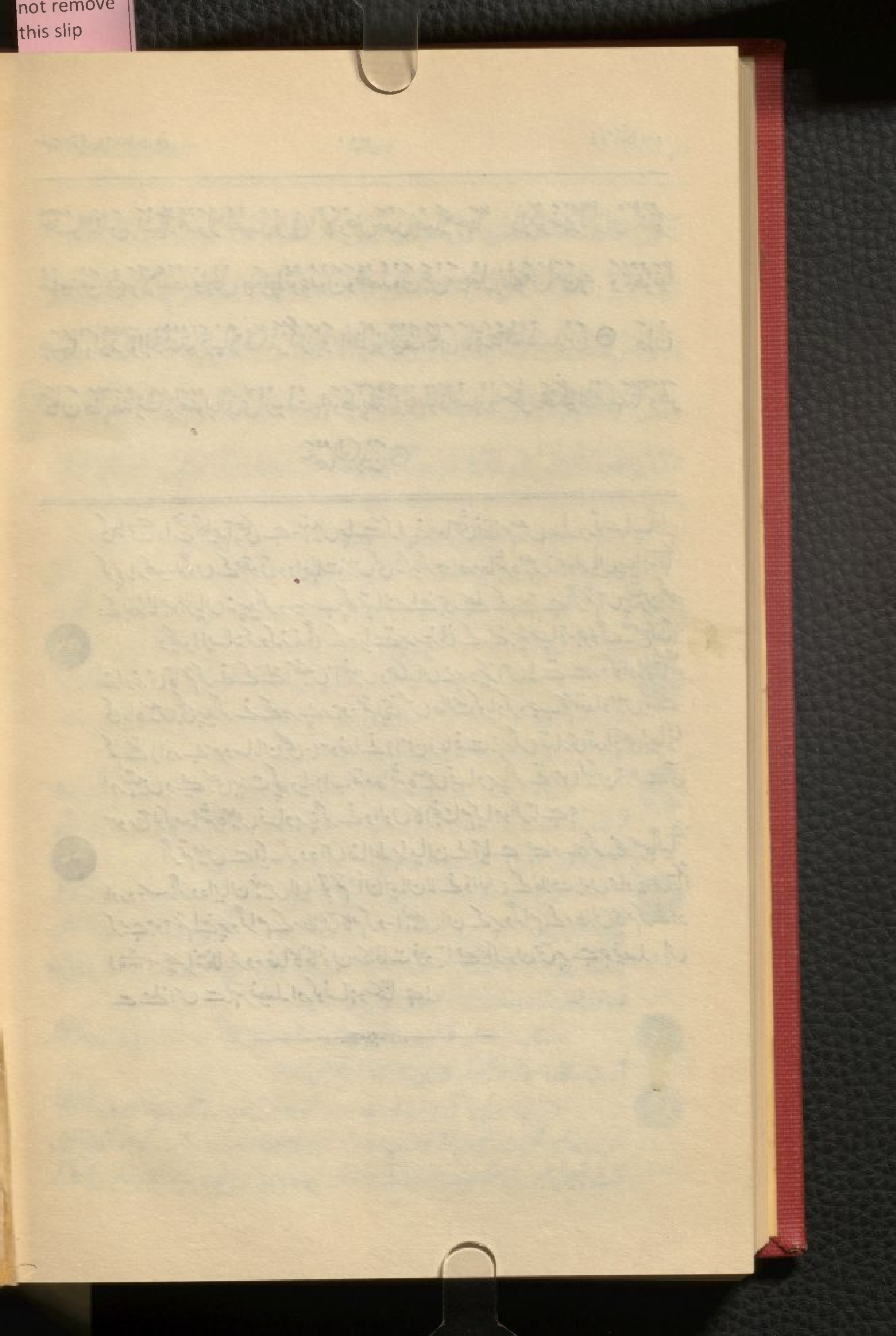
٨٥ اور اہلِ مدین کی طرف ہم نے، ان کے بھائی بندوں میں سے شعیبؑ کو بھیجا۔ اُس نے بھی اُن سے یہی کہا کہ قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرو۔ اس کے سوا کوئی ایسی قوت نہیں جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ تمہارے پاس تمہارے نشوونما دینے والے

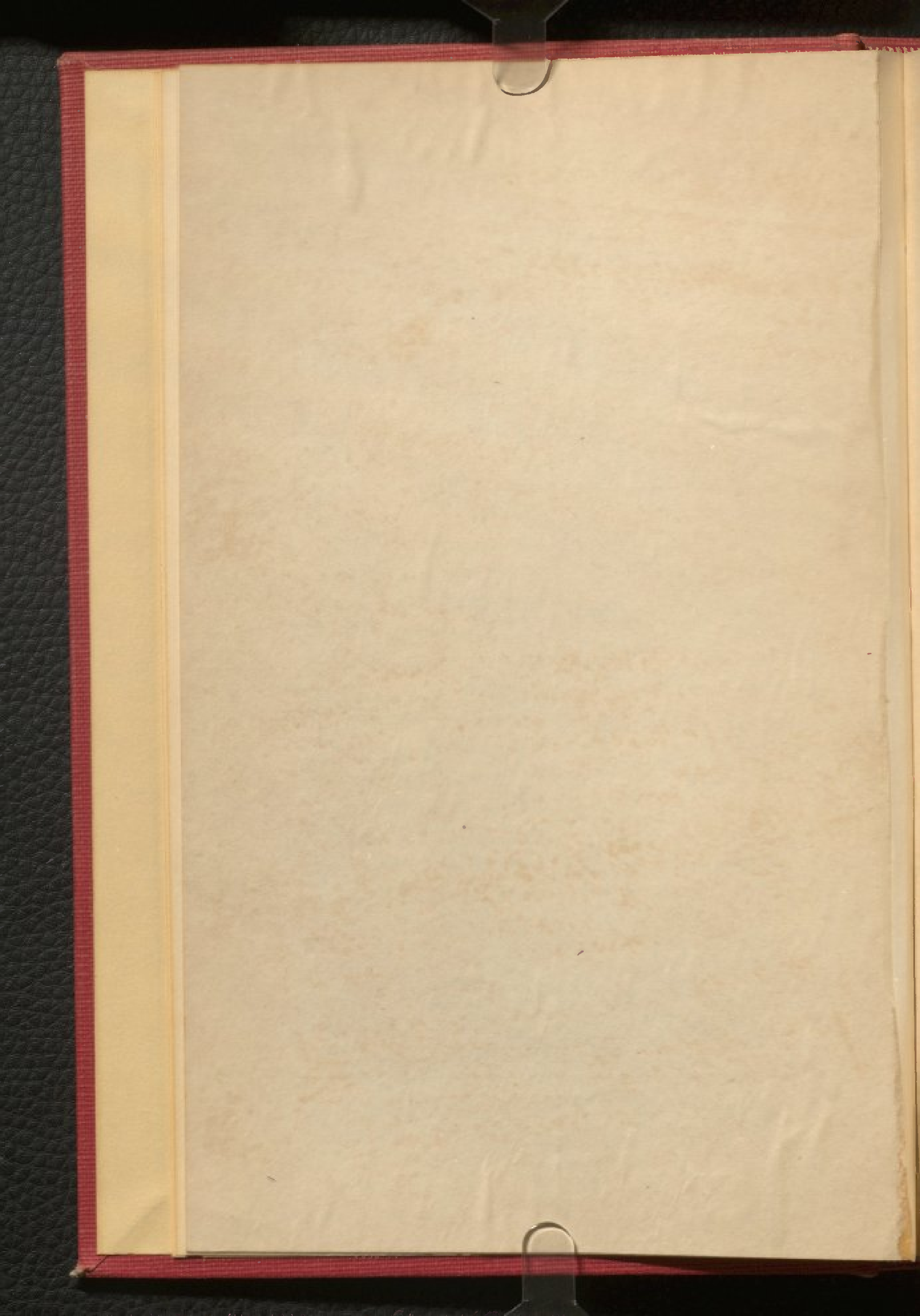
تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

کی طرف سے واضح تعلیم آچکی ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے معاشی نظام میں عدل برتو۔ ماپ تول کو پورا رکھو۔ لوگوں کے حقوق و واجبات میں کمی نہ کیا کرو۔ اور معاشرہ میں، ہمواریاں پیدا ہو جانے کے بعد، ناہمواریاں نہ پیدا کرو۔ یہ سب کچھ تمہارے اپنے ہی بھلے کے لئے ہے اگر تم اس پر یقین رکھو۔

۸۶ دیکھو! ایسا نہ کرو کہ زندگی کے ہر راستے پر رہزنی کے لئے بیٹھ جاؤ۔ جو لوگ صحیح نظامِ خداوندی قائم کرنے کے لئے اٹھیں، انہیں دھمکیاں دے دیکر اس راستے سے روکو، اور انسانیت کی راہ میں کجی پیدا کرنے کے درپے رہو۔ تم اپنی اُس حالت کو یاد کرو جب تم تعداد میں بہت کم تھے (اور بے سروسامان بھی۔) سو خدا نے (امن و عافیت دے کر) تمہاری تعداد بھی بڑھا دی اور تمہیں ویسے بھی بہت کچھ دیا۔ (اب تم معاشرہ میں فساد برپا کرتے ہو) لیکن ذرا اسے تو سوچ لو کہ معاشرہ میں فساد برپا کرنے والوں کا انجام کیا ہوا کرتا ہے؟

۸۷ اگر تم میں سے ایک گروہ اس ضابطہ پر ایمان لے آیا ہے جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے، اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا، تو تم، اُن ایمان لانے والوں کے خلاف یوں محاذ کیوں قائم کر رہے ہو؟ تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرو۔ انہیں ان کے پروگرام کے مطابق کام کرنے دو (۶/۱۳۶)۔ پھر انتظار کرو۔ خدا کا قانونِ مکافات خود بتا دے گا کہ کون حق پر ہے۔ جو فیصلہ وہاں سے ملے، اس سے بہتر فیصلہ اور کونسا ہو سکتا ہے!





بصیرت افروز لٹریچر

اسبابِ زوالِ اُمت: (پرویز) ہم ذلیل کیوں ہیں؟ مجلد دو روپے

اسلامی معاشرت: (پرویز) روزمرہ کی زندگی کے لئے قرآنی احکام، مجلد دو روپے

اقبال اور قرآن: قرآن کی تعلیم، اقبال کا فلسفہ اور پرویز کا قلم۔ قیمت دو روپے

طاہرہ کے نام: (پرویز) عورتوں سے متعلق قرآنی احکام اور تعلیم۔ سلیس اور شگفتہ انداز میں۔ جلد اول مجلد دو روپے۔ جلد دوم مجلد ۲ روپے

سلیم کے نام: (پرویز) نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے دل میں پیدا ہونے والے شکوک کے اطمینان بخش جوابات۔ مجلد جلد اول ۸ روپے، دوم ۶ روپے، سوم ۶ روپے

اسلام میں قانون سازی کا اصول: نامور مقننین اور مدبرین کے خیالات ملاحظہ کار قیمت ۲½ روپے

نظامِ ربوبیت: (پرویز) نظامِ سرمایہ داری اور کمیونزم دونوں کے بجائے قرآن کا معاشی نظام مجلد ۱۲ روپے

لغات القرآن: (پرویز) قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کا مستند مفہوم اور قرآنی حقائق کا انسائیکلوپیڈیا چار جلدوں میں، قیمت فی جلد پندرہ روپے۔

فجر الاسلام (اردو)**:** (علامہ محمد امین مصری) اسلام کے اولین دور کی محققانہ سرگزشت، قیمت ۸ روپے

ابلیس و آدم: (پرویز) آدم۔ انسان۔ ملائکہ۔ جن۔ ابلیس۔ شیطان۔ وحی رسالت مجلد ۸ روپے

مَن و یزداں: (پرویز) خدا کیا ہے؟ اس کا انسان سے تعلق کیا ہے، مجلد ۱۰ روپے

جُوئے نُور: (پرویز) حضرات انبیائے کرام اور ان کی اقوام کی زرّیں داستان از حضرت نوحؑ تا حضرت شعیبؑ۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

بَرقِ طُور: (پرویز) داستانِ بنی اسرائیل۔ قوموں کے عروج و زوال کے ابدی قوانین مجلد ۶ روپے

شُعلۂ مستُور: (پرویز) حضرت عیسیٰ کے کوائفِ حیات تحقیقِ جدید اور قرآن کی روشنی میں، قیمت مجلد چھ روپے

معراجِ انسانیت: (پرویز) حضور خاتم النبیینؐ کی روح پرور حیاتِ طیبہ قرآن کے آئینہ میں، قیمت مجلد بیس (۲۰) روپے۔

انسان نے کیا سوچا: (پرویز) کائنات، اخلاقیات، سیاست، معاشرت، معیشت اور مذہب کے متعلق انسانی فکر کی نادر کہانی۔ قیمت مجلد ۱۲ روپے

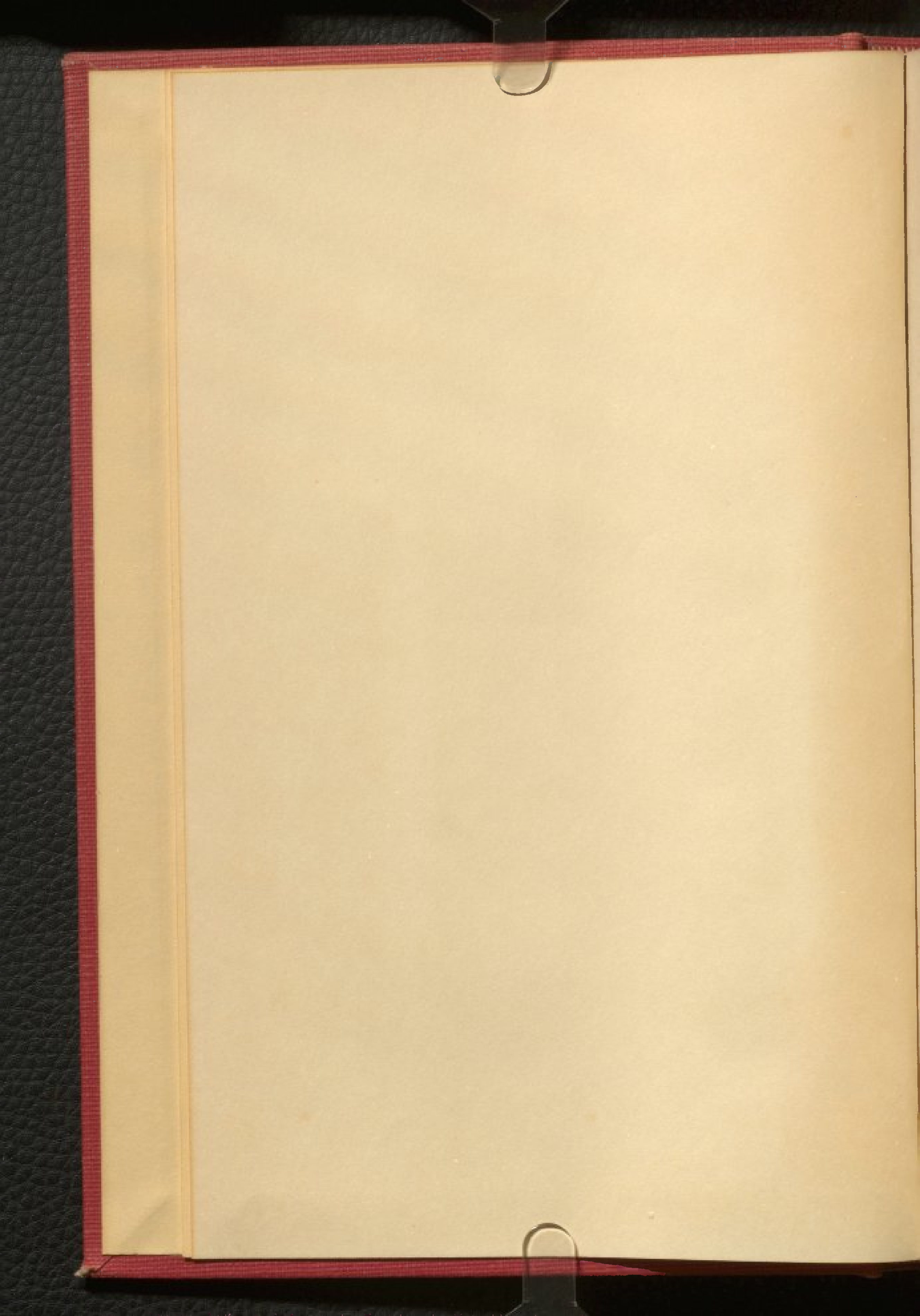
الفتنۃ الکبریٰ (اردو)**:** (ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری) حضرت عثمانؓ کے زمانہ کی فتنہ سامانیوں کی داستان اور ان کا اصلی باعث (قیمت مجلد ۶ روپے)

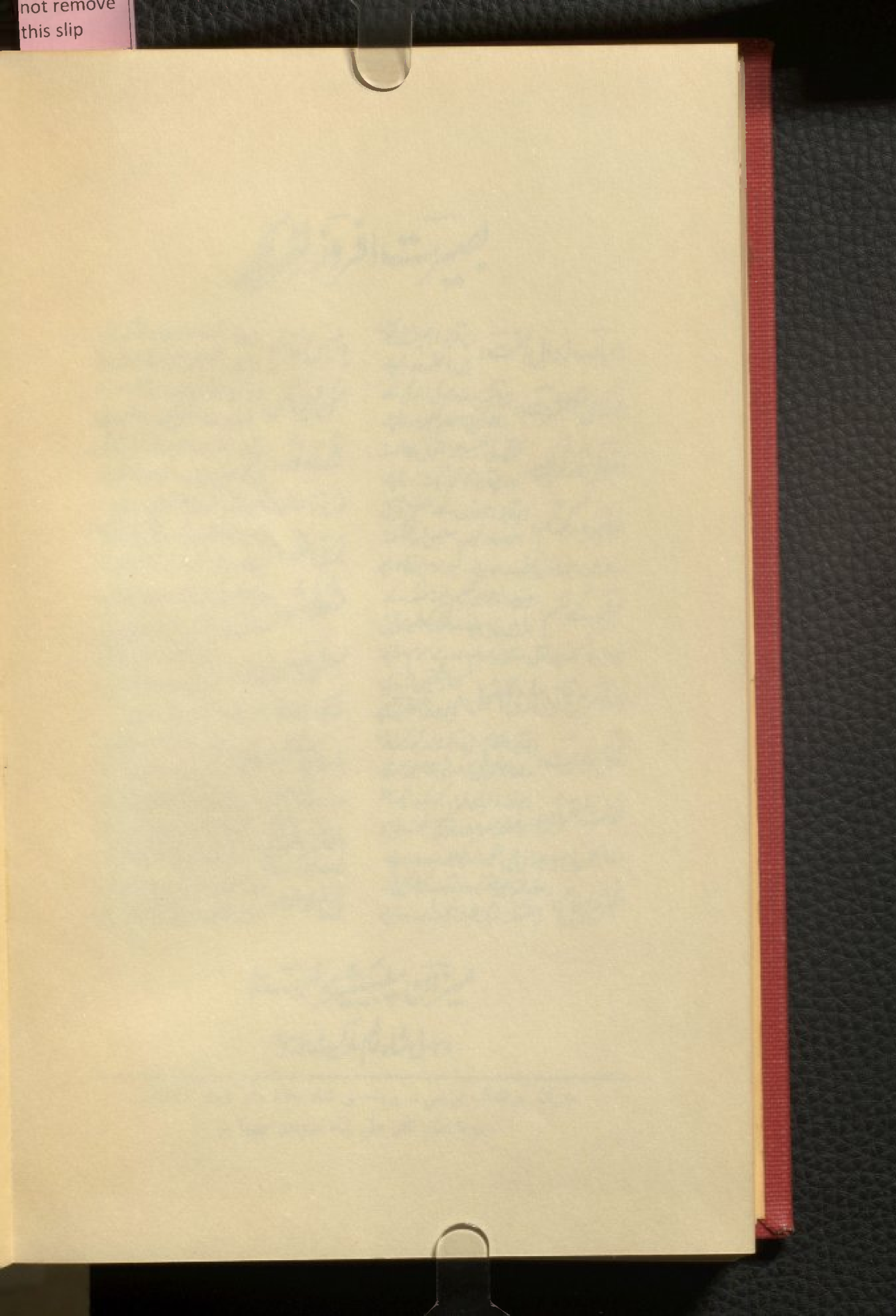
تاریخ الامت: علامہ اسلم جیراجپوری مرحوم کا سلسلۂ تاریخ، کامل آٹھ جلدوں میں مکمل سیٹ روپے

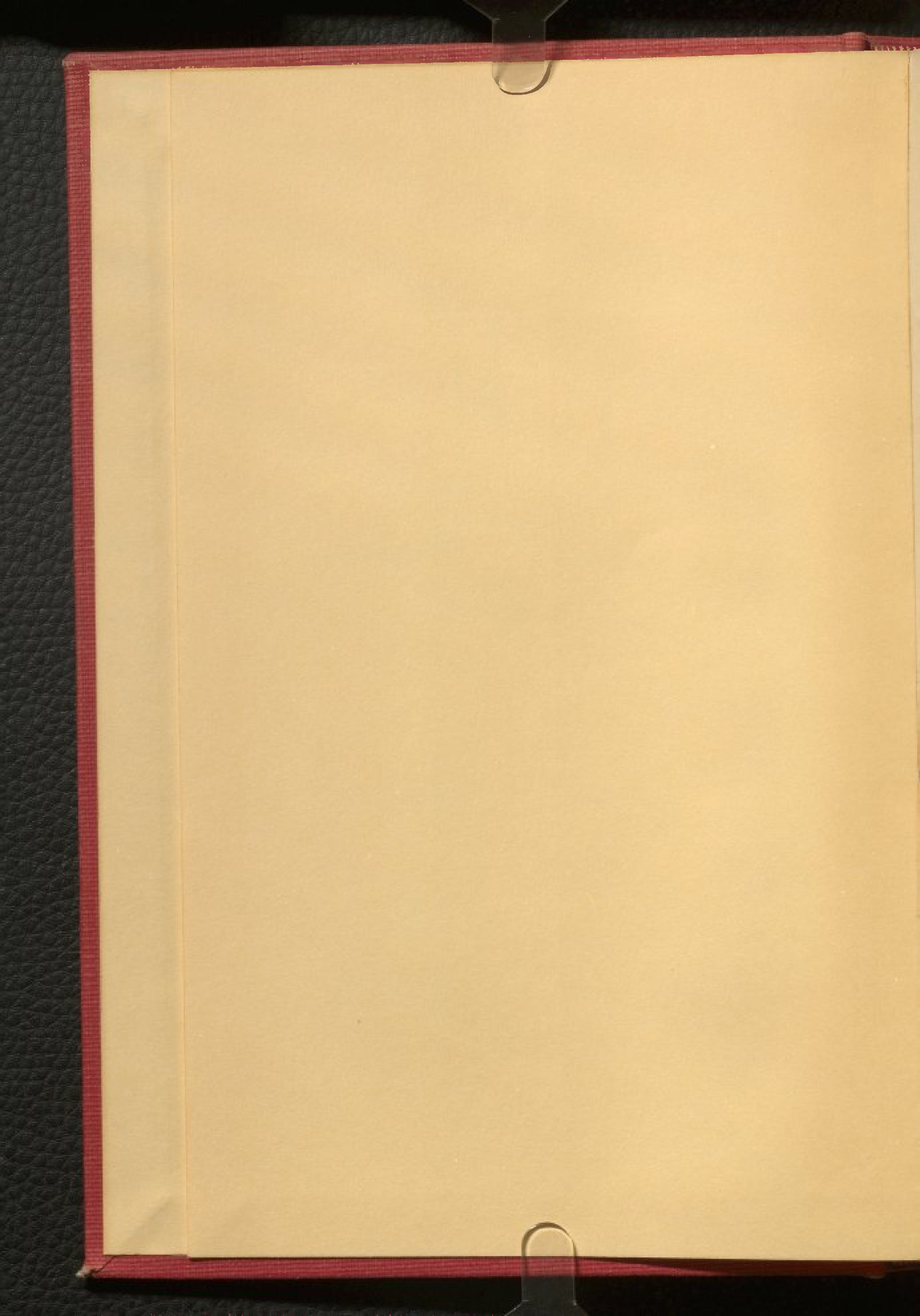
میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ

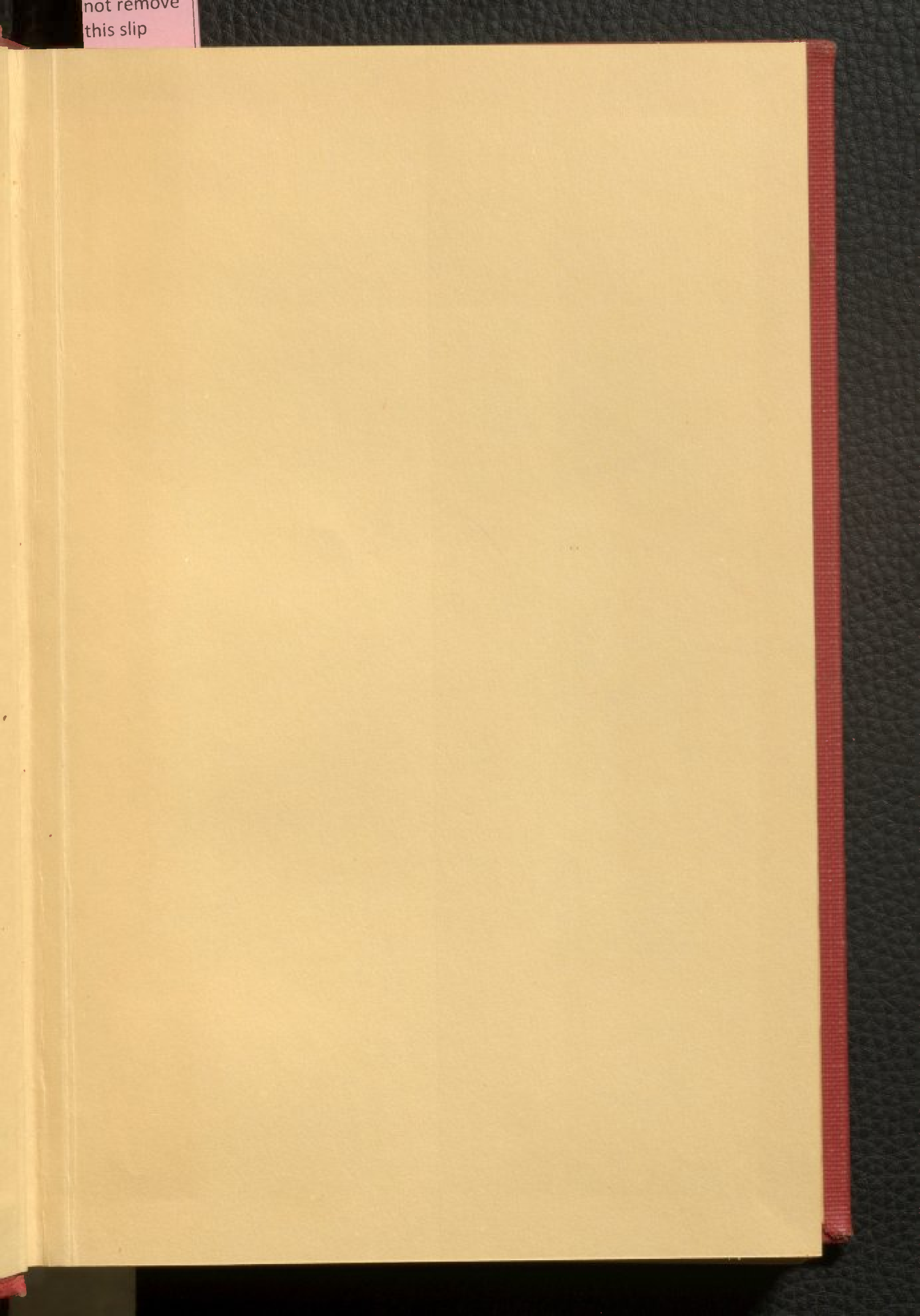
۲۷۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

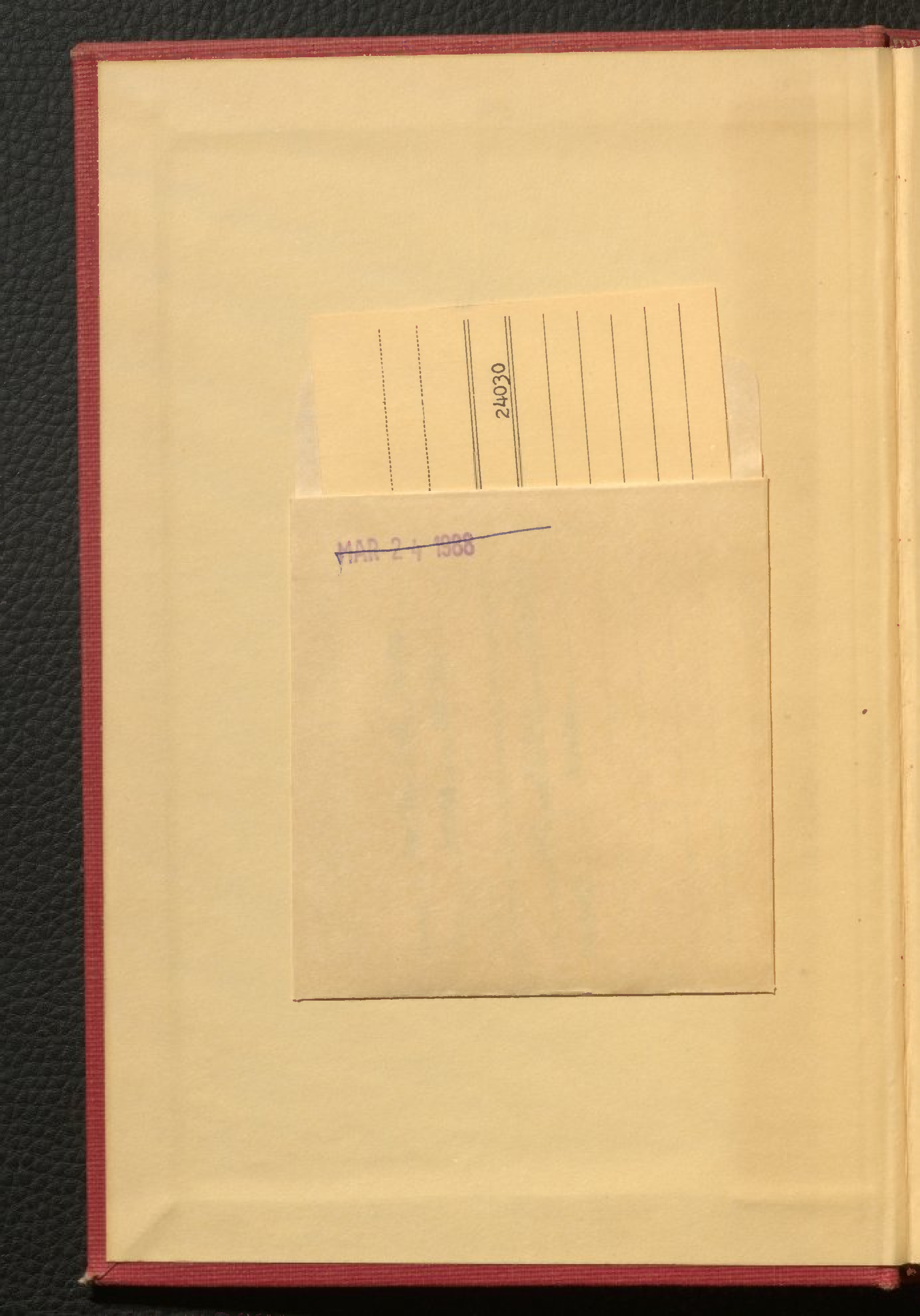
میزان پرنٹنگ پریس - ۲۷ — بی شاہ عالم مارکیٹ - لاہور
میں باہتمام نظر علی شاہ مینیجر چھپا -








not remove
this slip


24030
MAR 2 4 1988

